www.KitaboSunnat.com

المصباح المنیر

تہذیب و تحقیق

# تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

سورۂ فاتحہ ——— سورۂ آل عمران

امام ابو الفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱-۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تہذیب، تخریج، تحقیق و نظر ثانی:

شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دار السلام

دار السلام
DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

**کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

## ☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

**﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾**

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

# المصباح المنیر

تہذیب وتحقیق

# تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثارِ سلف کی روشنی میں

1

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

© مكتبة دارالسلام، ١٤٢٨ هـ

*فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر*

ابن كثير، اسماعيل بن عمر

تفسير ابن كثير - الجزء الاول. / اسماعيل بن عمر بن كثير - الرياض ١٤٢٨ هـ

ص: ٧٧٥ مقاس: ١٤×٢١ سم

ردمك: ١-١-٩٩١٩-٩٩٦٠

(النص باللغة الاردية)

١ - القرآن - التفسير بالمأثور أ. العنوان

ديوي ٢٢٧,٣٢ ١٤٢٨/٢٣٧٥

رقم الإيداع: ١٤٢٨/٢٣٧٥

ردمك: ١-١-٩٩١٩-٩٩٦٠

**سعودی عرب** (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.dar-us-salam.com

● طریق مکہ ۔ العلیا ۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز ۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221

● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270

● مدینہ منورہ: 00966-04-8234446 فیکس: 04-8151121 ● خمیس مشیط فون: 2207055 7 00966 موبائل: 0500710328

● الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551

**شارجہ** فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624

**لندن** فون: 0044 208 539 4885 فیکس: 208 5394889

**امریکہ** ❶ ہیوسٹن فون: 001 713 7220419 فیکس: 7220431

❷ نیویارک فون: 001 718 6255925 فیکس: 6251511

**پاکستان** (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

❶ 36 - لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

❸ موُن مارکیٹ اقبال ٹاؤن ۔ لاہور فون: 7846714

**کراچی شوروم** (D.C.H.S) Z-110,111 مین طارق روڈ کراچی

فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937

Email: darussalamkhi@darussalampk.com

**اسلام آباد شوروم** F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

المکتبۃ الرحمانیۃ ... ماڈل ٹاؤن - لاہور 17540

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المصباح المنیر

تہذیب وتحقیق

# تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

1

امام ابو الفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱ــ ۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تہذیب، تخریج، تحقیق ونظر ثانی:

شعبہ تحقیق وتصنیف وترجمہ دارالسلام

دارالسلام
DARUSSALAM

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

## ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ

"بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔" (بنی اسرآءیل: ۹/۱۷)

## فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ أَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ

"یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب (پرعمل کرنے کی وجہ) سے قوموں کو سربلندی سے نوازتا اور اس سے (اعراض کرنے والی) دوسری قوموں کو پست کر دیتا ہے۔" (صحیح مسلم: 817)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاجدارِ عالمِ بطحا کا جو فرمان تھا
کچھ نہ تھا اس کے سوا سُنت تھی یا قرآن تھا
جب تلک یہ دیں مُسلمانوں کا حرزِ جان تھا
اُن دِنوں اقبال اِن کے در پہ اک دربان تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# اجمالی فہرست

مقدمہ ابن کثیر رحمہ اللہ ........................................ 69

سورۂ فاتحہ .................................................... 79

سورۂ بقرہ / پارہ 1: .............................................. 117

پارہ 2: ........................................................ 338

پارہ 3: ........................................................ 523

سورۂ آل عمران .................................................. 583

پارہ 4: ........................................................ 654

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فہرست


| صفحہ | عناوین |
| --- | --- |
| 34 | عرضِ ناشر |
| 37 | اسلوبِ تحقیق وتخریج |
| 40 | سُخنہائے مترجم ........ مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ |
| 42 | صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیری خدمات |
| 43 | تابعین رحمہم اللہ اور تفسیر |
| 43 | تبع تابعین رحمہم اللہ اور تفسیر |
| 43 | تیسری صدی میں |
| 43 | چوتھی صدی میں |
| 43 | پانچویں صدی میں |
| 44 | چھٹی صدی میں |
| 44 | ساتویں صدی میں |
| 44 | آٹھویں صدی میں |
| 44 | تفسیر القرآن العظیم معروف بہ تفسیر ابن کثیر |
| 45 | المصباح المنیر فی تھذیب تفسیر ابن کثیر |
| 48 | ابتدائیہ ........ مولانا حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ |
| 48 | قرآن ایک یقینی، قطعی اور غیر مشتبہ کتاب |
| 48 | قرآن محکم اور مفصل ہے |
| 49 | قرآن حق و باطل کی امتیازی کسوٹی ہے |
| 49 | قرآن پہلی کتابوں کا مصدق اور نگران ہے |
| 50 | قرآن مجید ایک معجز کتاب |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | صفحہ |
|---|---|
| اعجازِ قرآن کے چند گوشے | 52 |
| قرآن کے حقائق و معارف | 52 |
| اعجازِ قرآن کا تیسرا پہلو | 53 |
| قرآن مجید کا چوتھا اعجازی پہلو | 54 |
| قرآنی ہدایت کا انقلابی پہلو | 54 |
| قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت | 54 |
| حفاظتِ قرآن | 55 |
| قرآن کا سرچشمہ | 56 |
| انسانوں تک قرآن پہنچنے کا واسطہ | 56 |
| نزولِ قرآن کے مقاصد | 57 |
| قرآن کے ترجمے اور تفسیر کی ضرورت | 57 |
| مختصر حالاتِ زندگی امام ابن کثیر رحمہ اللہ — مولانا محمد عبدالجبار حفظہ اللہ | 59 |
| مقدمہ ابن کثیر رحمہ اللہ | 61 |
| قرآن میں غور کرنے کی تلقین | 69 |
| اصول تفسیر | 70 |
| اسرائیلی روایات کا مقام | 72 |
| تابعین عظام رحمہم اللہ کی تفسیر کا مقام و مرتبہ | 73 |
| تفسیر بالرائے | 74 |
| معلوم کی تفسیر اور نامعلوم کے بارے میں سکوت | 74 |
| تفسیر کے اعتبار سے آیات کی اقسام | 76 |
| مکی اور مدنی سورتیں | 76 |
| قرآن کریم کی آیات کی تعداد | 76 |
| کلمات وحروف کی تعداد | 76 |
| قرآن کریم کی دیگر تقسیمات | 77 |
| قرآن کریم کے حصے اور اجزا | 77 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| صفحہ | آیات | عنـــاویـــن |
|---|---|---|
| 77 | | سورت کے معنی اور اشتقاق |
| 78 | | آیت کے معنی |
| 78 | | کلمہ کے معنی |
| 78 | | عجمیت اور قرآن |
| | | **سورۂ فاتحہ** |
| 79 | | سورۂ فاتحہ کے مختلف نام اور ان کے معنی |
| 80 | | آیات کی تعداد |
| 80 | | کلمات وحروف کی تعداد |
| 80 | | امّ الکتاب کی وجہ تسمیہ |
| 80 | | سورۂ فاتحہ کی فضیلت |
| 82 | | سورۂ فاتحہ اور نماز |
| 83 | | نماز میں قراءت سے مراد |
| 83 | | تمام نمازوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، امام ہو یا مقتدی یا اکیلا نمازی |
| 84 | | تعوّذ کی تفسیر اور احکام |
| 85 | | استعاذہ تلاوت سے پہلے ضروری ہے |
| 86 | | غصے کے وقت تعوّذ |
| 87 | | استعاذہ واجب ہے یا مستحب؟ |
| 87 | | استعاذے کے اسرار ورموز |
| 88 | | استعاذے کے معنی |
| 89 | | شیطان کی وجہ تسمیہ |
| 90 | | ''رجیم'' کے معنی |
| 91 | 1 | بَسْمَلَة ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①﴾ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت ہے |
| 91 | 1 | جہری نماز میں بَسْمَلَة کی جہری وسرّی قراءت |
| 93 | 1 | ''بسم اللہ'' کی فضیلت |
| 94 | 1 | ہر کام کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا مستحب ہے |
| 95 | 1 | ''بسم اللہ'' کی ''با'' کا تعلق اسم سے ہے یا فعل سے؟ |
| 95 | 1 | لفظِ جلالت ''اللہ'' کے معنی |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عنـــاويـــن | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ③﴾ کی تفسیر | 1 | 96 |
| ''حمد'' کے معنی | 2 | 99 |
| حمد اور شکر میں فرق | 2 | 99 |
| حمد کے بارے میں سلف کے اقوال | 2 | 100 |
| فضائلِ ''حمد'' | 2 | 100 |
| ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کا الف، لام استغراق کے لیے ہے | 2 | 102 |
| ﴿رَبِّ﴾ کے معنی | 2 | 102 |
| ﴿الْعٰلَمِيْنَ ②﴾ کے معنی | 2 | 102 |
| ''عالَم'' کی وجہ تسمیہ | 2 | 102 |
| | 3 | 102 |
| انصاف کے دن کی ملکیت کا مفہوم | 4 | 103 |
| ﴿يَوْمِ الدِّيْنِ ④﴾ کے معنی | 4 | 104 |
| مَلِک اور مَلِک الا ملاک اللہ ہی ہے | 4 | 104 |
| ﴿الدِّيْنِ ④﴾ کی تفسیر | 4 | 104 |
| عبادت کے لغوی وشرعی معنی | 5 | 105 |
| مفعول کو مقدم قرار دینے اور غائب سے حاضر کی طرف رجوع کے فوائد | 5 | 105 |
| فاتحہ میں حمد وثنا بیان کرنے کی طرف رہنمائی ہے، اس لیے ہر نماز میں اس کی قراءت واجب ہے | ...5 | 106 |
| توحیدِ الوہیت | 5 | 107 |
| توحیدِ ربوبیت | 5 | 107 |
| اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کا اہم مقامات پر ''عبد'' کے نام سے ذکر کرنا | 5 | 107 |
| پریشانی کے وقت عبادت کا حکم | 5 | 107 |
| دعا سے پہلے حمد وثنا کرنے کی حکمت | 6 | 108 |
| ''ہدایت'' کے معنی | 6 | 109 |
| ''صراطِ مستقیم'' کے معنی | 6 | 109 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| مومنوں کا ہدایت کی دعا کرنا | 6 | 110 |
| صراطِ مستقیم پر گامزن لوگ | 7 | 111 |
| ﴿الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ اور ﴿الضَّالِّينَ﴾ سے کون مراد ہیں؟ | 7 | 111 |
| دو فاسد راستے | 7 | 112 |
| سورۂ فاتحہ کے اہم مباحث | 7 | 114 |
| ضلالت کے بجائے انعام کی اللہ کی طرف نسبت اور قدریہ فرقے کا رد | 7 | 114 |
| مسئلہ آمین | ... | 115 |
| سورۂ بقرہ | | |
| پارہ: 1 | | |
| سورۂ بقرہ کی فضیلت | ... | 117 |
| سورۂ بقرہ کی سورۂ آل عمران کے ساتھ فضیلت | ... | 119 |
| سورۂ بقرہ مدنی ہے | ... | 120 |
| حروف مقطعات کے متعلق بحث | 1 | 122 |
| ان حروف کے انتخاب کی حکمت | 1 | 122 |
| حروف مقطعات اعجازِ قرآن کی دلیل ہیں | 1 | 123 |
| قرآن میں کچھ شک نہیں | 2 | 124 |
| ہدایت کا متقین کے ساتھ خاص ہونا | 2 | 125 |
| ''متقین'' کے معنی | 2 | 125 |
| ہدایت کی دو قسمیں | 2 | 126 |
| تقوٰی کے معنی | 2 | 126 |
| ایمان کے معنی | 3 | 127 |
| غیب سے کیا مراد ہے؟ | 3 | 128 |
| اقامتِ صلوٰۃ کے معنی | 3 | 128 |
| خرچ کرنے سے مراد | 3 | 129 |
| ''الصلوٰۃ'' کے معنی | 3 | 129 |
| مومنین کے اوصاف | 4 | 130 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| ہدایت وفلاح مومنوں ہی کا نصیب ہے | 5 | 132 |
| | 6 | 132 |
| ختم کے معنی | 7 | 133 |
| ﴿غِشَاوَةٌ﴾ کی اعرابی بحث اور معنی | 7 | 135 |
| منافقین | ... | 135 |
| نفاق کے معنی | 9,8 | 135 |
| نفاق کا آغاز | 9,8 | 135 |
| آیت کی تفسیر | 9,8 | 136 |
| اللہ کو کون دھوکا دے سکتا ہے؟ | 9,8 | 137 |
| مرض سے کیا مراد ہے؟ | 10 | 138 |
| نبی کریم ﷺ کے زمانے میں منافقین کی تعداد | 10 | 138 |
| منافقوں کے فساد کی قسمیں | 12,11 | 140 |
| | 13 | 141 |
| منافقوں کا مکروفریب | 15,14 | 143 |
| شیاطینِ جنّ وانس | 15,14 | 143 |
| استہزا کے معنی | 15,14 | 143 |
| منافقوں کے مکر کا وبال انھی پر ہے | 15,14 | 144 |
| مَدّ، طُغیان اور عَمَهٌ کے معنی | 15,14 | 144 |
| | 16 | 145 |
| منافقوں کی مثال | 18,17 | 146 |
| منافقوں کی ایک اور مثال | 20,19 | 147 |
| مومنوں، کافروں اور منافقوں کی اقسام | 20,19 | 149 |
| دلوں کی اقسام | 20,19 | 151 |
| توحید الوہیت | 22,21 | 152 |
| وجود باری تعالیٰ کے دلائل | 22,21 | 153 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| صفحہ | آیات | عناوین |
|---|---|---|
| 155 | 24,23 | رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اثبات |
| 155 | 24,23 | قرآن کا چیلنج اور اعجاز |
| 156 | 24,23 | اعجاز قرآن کے وجوہ واسباب |
| 158 | 24,23 | قرآن نبی ﷺ کا عظیم ترین معجزہ ہے |
| 159 | 24,23 | پتھروں سے کیا مراد ہے؟ |
| 159 | 24,23 | جہنم اب بھی موجود ہے |
| 160 | 25 | نیک مومنین کی جزا |
| 162 | 25 | جنت کے پھلوں کی مشابہت |
| 162 | 25 | اہل جنت کی بیویاں پاک ہوں گی |
| 163 | 27,26 | دنیا کی مثال |
| 167 | 27,26 | خسران سے کیا مراد ہے؟ |
| 168 | 28 | |
| 169 | 29 | دلائل قدرت کا بیان |
| 169 | 29 | تخلیق کائنات کی ابتدا |
| 170 | 29 | آسمانوں سے پہلے زمین کی پیدائش |
| 170 | 29 | زمین کو آسمانوں کی تخلیق کے بعد پھیلایا گیا ہے |
| 171 | 30 | فرشتوں کے سامنے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی خلافت کا ذکر اور ان کا جواب |
| 173 | 30 | خلیفہ کے تقرر کا وجوب اور بعض مسائلِ خلافت |
| 175 | 33-31 | آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت |
| 177 | 33-31 | آدم علیہ السلام کی فضیلت کا سبب علم ہے |
| 179 | 34 | فرشتوں کے سجدے سے آدم علیہ السلام کی عزت افزائی |
| 179 | 34 | ابلیس کو بھی حکمِ سجدہ تھا اگرچہ وہ فرشتوں میں سے نہ تھا |
| 179 | 34 | اللہ کی اطاعت میں آدم کو سجدہ |
| 179 | 34 | کیا تعظیمی سجدہ جائز ہے؟ |
| 180 | 34 | ابلیس کا تکبر |
| 180 | 36,35 | آدم علیہ السلام کی ایک اور عزت افزائی |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عنـــاویـــن | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| حوا کی پیدائش آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوئی تھی | 36,35 | 181 |
| آدم علیہ السلام کی آزمائش | 36,35 | 181 |
| حضرت آدم علیہ السلام طویل القامت تھے | 36,35 | 182 |
| آدم علیہ السلام جنت میں تھوڑی دیر رہے | 36,35 | 183 |
| ایک شبہ اور اس کا جواب | 36,35 | 183 |
| آدم علیہ السلام کی توبہ اور دعا | 37 | 184 |
| | 39,38 | 185 |
| بنی اسرائیل کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب | 41,40 | 186 |
| اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے | 41,40 | 186 |
| یہودیوں پر اللہ کے انعامات | 41,40 | 186 |
| یہودیوں کو ان کے عہد و پیمان کی یاددہانی | 41,40 | 187 |
| حق کو باطل کے ساتھ ملانے اور چھپانے کی ممانعت | 43,42 | 189 |
| نیکی کا حکم دینے اور خود عمل نہ کرنے پر سرزنش | 44 | 190 |
| | 46,45 | 192 |
| امت محمدیہ ﷺ بنی اسرائیل سے افضل ہے | 47 | 195 |
| کافروں سے سفارش وفدیہ قبول ہوگا نہ ان کی مدد کی جائے گی | 48 | 196 |
| بنی اسرائیل کی نجات اور قوم فرعون کی غرقابی | 50,49 | 198 |
| نقشہ: فرعون کی غرقابی اور کوہِ طور | 50,49 | 199 |
| یوم عاشورا کا روزہ | 50,49 | 200 |
| بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنانا | 53-51 | 201 |
| اپنے آپ کو قتل کرنے کی صورت میں بنی اسرائیل کی توبہ | 54 | 202 |
| بنی اسرائیل کے سرداروں کا اللہ کے دیدار کا مطالبہ اور اللہ تعالیٰ کا ان کو مار کر زندہ کرنا | 56,55 | 203 |
| بادل کا سایہ اور من وسلوٰی کا نزول | 57 | 205 |
| نقشہ: بنی اسرائیل کا مصر سے خروج اور تیہ میں دشت نوردی | 57 | 206 |
| حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت | 57 | 208 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com





| صفحہ | آیات | عنـــاویـــن |
|---|---|---|
| 209 | 59,58 | یہودیوں کی مذمت کہ فتح کے موقع پر انھوں نے شکر کے بجائے تلبیس کو اختیار کیا |
| 212 | 60 | بارہ چشمے پھوٹ نکلے |
| 213 | 61 | من وسلوٰی کے بجائے ناقص کھانے کا مطالبہ |
| 214 | 61 | یہودیوں کا مقدر ذلت ومحتاجی ہے |
| 215 | 61 | تکبّر کی تعریف |
| 216 | 62 | ہر دور میں ایمان اور عملِ صالح ہی ذریعۂ نجات ہیں |
| 216 | 62 | مومن کی تعریف |
| 217 | 62 | یہود کی وجہ تسمیہ |
| 217 | 62 | نصارٰی کی وجہ تسمیہ |
| 218 | 62 | صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟ |
| 218 | 64,63 | میثاقِ یہود |
| 219 | 66,65 | ہفتے کے دن سے یہود کا تجاوز اور ان کی شکلیں مسخ ہونا |
| 220 | 66,65 | موجودہ بندر اور خنزیر یہود کی مسخ شدہ نسل میں سے نہیں |
| 221 | 67 | بنی اسرائیل کے مقتول اور گائے کا قصہ |
| 223 | 71-68 | |
| 224 | 73,72 | مقتول کو زندہ اور قاتل کا تعین کرنا |
| 225 | 73,72 | سورۂ بقرہ میں پانچ مقامات پر مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے |
| 226 | 74 | یہود کی سنگدلی |
| 226 | 74 | جمادات میں بھی حسبِ ضرورت اِدراک کی قوت موجود ہے |
| 229 | 77-75 | عہد نبوی کے یہودیوں کے ایمان سے ناامیدی |
| 230 | 77-75 | یہود رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتے مگر ایمان نہیں لاتے تھے |
| 231 | 79,78 | ”أُمِّيٌّ“ کے معنی |
| 232 | 79,78 | ”أَمَانِيَّ“ کی تفسیر |
| 232 | 79,78 | تحریف کرنے والے یہود کے لیے تباہی وبربادی |
| 233 | 80 | یہودیوں کی خوش فہمی ہے کہ وہ جہنم میں صرف چند روز رہیں گے |



محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| صغیرہ گناہ بھی ہلاکت کا باعث ہیں | 82,81 | 235 |
| میثاقِ بنی اسرائیل | 83 | 236 |
| میثاق بنی اسرائیل کی دفعات اوران کی عہد شکنی | 86-84 | 238 |
| یہود کا تکبر، انبیاء علیہم السلام کی تکذیب وقتل | 87 | 241 |
| روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں | 87 | 242 |
| یہود کا قتلِ انبیاء علیہم السلام کی کوششوں کو جاری رکھنا | 87 | 243 |
| | 88 | 243 |
| ﴿فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ﴾ اور ﴿فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ کے معنی | 88 | 244 |
| یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے منتظر تھے لیکن جب آپ مبعوث ہوئے تو آپ کا انکار کر دیا | 89 | 245 |
| | 90 | 246 |
| حق کے انکار کے باوجود یہود کا دعوائے ایمان | 92,91 | 247 |
| طور کو اٹھانے اور عہد لینے کے بعد یہود کی نافرمانی | 93 | 249 |
| یہود کو دعوتِ مباہلہ | 96-94 | 250 |
| طویل عمر کی حرص | 96-94 | 252 |
| یہود کی جبرائیل علیہ السلام سے عداوت | 98,97 | 253 |
| ملائکہ میں تفریق کرنا اسی طرح کفر ہے جس طرح انبیاء میں تفریق کرنا | 98,97 | 254 |
| نبوت محمدی کے دلائل | 103-99 | 257 |
| عہد شکنی یہود کی عادت ہے | 103-99 | 258 |
| یہودیوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر جادو کو لے لیا | 103-99 | 258 |
| جادو سلیمان علیہ السلام کے عہد سے پہلے بھی تھا | 103-99 | 259 |
| قصہ ہاروت و ماروت | 103-99 | 260 |
| بابل کا محل وقوع | 103-99 | 261 |
| جادو سیکھنا کفر ہے | 103-99 | 261 |
| نقشہ: بابل کا طول بلد اور عرض بلد | 103-99 | 262 |
| جادو کے ذریعے سے میاں بیوی میں جدائی | 103-99 | 264 |
| اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے | 103-99 | 264 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| الفاظ کے استعمال میں ادب | 105,104 | 265 |
| کفار سے مشابہت | 105,104 | 266 |
| کافروں اور اہل کتاب کی مسلمانوں سے شدید عداوت | 105,104 | 267 |
| آیات کا نسخ اور اس کی تعریف | 107,106 | 268 |
| نسخ کے سلسلے میں یہودیوں کی تردید | 107,106 | 269 |
| نسخ سابقہ کتابوں اور شریعتوں میں بھی تھا | 107,106 | 270 |
| | 108 | 272 |
| اہل کتاب کے رستے پر چلنے کی ممانعت | 110,109 | 274 |
| اعمال صالحہ کی ترغیب | 110,109 | 276 |
| اہل کتاب کے باطل خیالات | 113-111 | 277 |
| قبولیتِ عمل کی شرائط | 113-111 | 277 |
| یہود و نصاریٰ کا تنازع کفر و عناد کی وجہ سے ہے | 113-111 | 279 |
| جو مسجدوں سے روکے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے، وہ بہت بڑا ظالم ہے | 114 | 280 |
| غلبۂ اسلام کی بشارت | 114 | 282 |
| نمازوں میں قبلہ رو ہونا | 115 | 284 |
| اہل مدینہ کا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے | 115 | 285 |
| اللہ کی اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید | 117,116 | 286 |
| ہر چیز اللہ کی فرمانبردار ہے | 117,116 | 287 |
| بدیع کے معنی | 117,116 | 288 |
| بدعت کی دو قسمیں ہیں | 117,116 | 288 |
| | 118 | 289 |
| رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حمیدہ تورات میں | 119 | 291 |
| تلاوتِ کتاب کا حق | 121,120 | 293 |
| | 124,123,122 | 295 |
| ان کلمات سے کیا مراد ہے جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا؟ | 124 | 297 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| ظالموں سے اللہ کا کوئی عہد نہیں | 124 | 298 |
| بیت اللہ کی فضیلت | 125 | 299 |
| مقامِ ابراہیم | 125 | 300 |
| تطہیر بیت اللہ کا حکم | 128-126,125 | 303 |
| حُرمت مکۃ المکرّمہ | 128-126 | 304 |
| مکہ کے امن اور رزق کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا | 128-126 | 307 |
| تعمیر کعبہ اور اس کی قبولیت کی دعا | 128-126 | 309 |
| نقشہ: ابراہیم علیہ السلام اور تعمیر کعبہ | 128-126 | 314 |
| رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سال پہلے قریش کا کعبے کو دوبارہ تعمیر کرنا | 128-126 | 315 |
| حجرِ اسود رکھنے کے بارے میں جھگڑا اور رسول اللہ ﷺ کا عادلانہ فیصلہ | 128-126 | 316 |
| ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما اور تعمیر کعبہ | 128-126 | 318 |
| نقشہ: مسجد حرام کی مرحلہ وار توسیع (تاریخ کے آئینے میں) | 128-126 | 319 |
| قیامت کے قریب ایک حبشی کعبے کو گرادے گا | 128-126 | 322 |
| دعائے خلیل علیہ السلام | 128-126 | 322 |
| مناسک کی تفسیر | 128-126 | 323 |
| نقشہ: میقاتِ حج وعمرہ ومناسکِ حج | 129 | 324 |
| دعائے خلیل رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں | 129 | 325 |
| کتاب وحکمت کی تفسیر | 132-130 | 326 |
| ملتِ ابراہیم سے کوئی نادان ہی روگردانی کرسکتا ہے | 132-130 | 327 |
| توحید کی پابندی ساری زندگی واجب ہے | 134,133 | 330 |
| حضرت یعقوب علیہ السلام کی بوقت وفات اپنے بیٹوں کو وصیت | 135 | 331 |
| مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان اور انبیائے کرام علیہم السلام میں | ... | |
| عدم تفریق | 136 | 333 |
| | 138,137 | 333 |
| | 141-139 | 336 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| صفحہ | آیات | عناوین |
|---|---|---|
| | | پارہ 2: |
| 338 | 143,142 | تحویلِ قبلہ |
| 340 | 143,142 | نقشہ: قبلہ کی تبدیلی |
| 342 | 143,142 | امت محمدیہ کی فضیلت |
| 345 | 143,142 | تحویل قبلہ کی حکمت |
| 347 | 144 | احکامِ قرآن میں سب سے پہلے قبلے کا حکم منسوخ ہوا تھا |
| 348 | 144 | قبلہ عین کعبہ ہے یا جہت کعبہ؟ |
| 348 | 144 | یہودیوں کو تحویل قبلہ کا مسئلہ معلوم تھا |
| 349 | 145 | یہودیوں کا عناد وانکار |
| 349 | 147,146 | یہودیوں کا نبی اکرم ﷺ کو پہچاننا اور حق کو چھپانا |
| 350 | 148 | ہر امت کا قبلہ ہے |
| 351 | 150,149 | قبلے کی منسوخی کا ذکر تین بار کیوں؟ |
| 352 | 150,149 | منسوخیٔ قبلہ کی حکمت |
| 353 | 152,151 | رسول اللہ ﷺ کی بعثت عظیم ترین نعمت ہے |
| 355 | 154,153 | صبر اور نماز کی فضیلت |
| 356 | 154,153 | صبر کی اقسام |
| 356 | 154,153 | شہداء کی برزخی زندگی |
| 357 | 157-155 | مومن کی آزمائش اور صبر کی وجہ سے اجر |
| 358 | 157-155 | مصیبت کے وقت ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ پڑھنے کی فضیلت |
| 359 | 158 | طوافِ صفا و مروہ کو گناہ سمجھنے کی تردید |
| 360 | 158 | سعی کا حکم اور اس کی بنیاد |
| 362 | 162-159 | دینی احکام چھپانے والوں کے لیے دائمی لعنت |
| 364 | 162-159 | کافروں پر لعنت کا جواز |
| 364 | 163 | |
| 365 | 164 | دلائلِ توحید |
| | ... | مشرکوں کے دنیا و آخرت کے حالات اور قیامت کے دن پیشواؤں کا اپنے پیروؤں |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عنـــاویـــن | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| سے بیزار ہونا | 167-165 | 368 |
| حلال کھانے کا حکم اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے کی ممانعت | 169,168 | 371 |
| مشرک تقلید کرتا ہے | 171,170 | 372 |
| مشرک حیوان کی طرح ہے | 171,170 | 372 |
| پاک چیزیں کھانے کا حکم اور حرام کا بیان | 173,172 | 373 |
| مضطر اور ناچار کے لیے حرام کھانا جائز ہے | 173,172 | 375 |
| ایک مسئلہ | 173,172 | 376 |
| اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو چھپانے کی وجہ سے یہودیوں کی مذمت | 176-174 | 377 |
| نیکیوں کا ایک جامع پیکج | 177 | 380 |
| ایک مسئلہ | 179,178 | 384 |
| مقتول کے وارث کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے | 179,178 | 384 |
| قصاص کا فائدہ وحکمت | 179,178 | 386 |
| والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم، پھر وارثوں کے لیے اس کی منسوخی | 182-180 | 386 |
| وارث نہ بننے والے رشتہ دار کے لیے وصیت | 182-180 | 387 |
| دستور کے مطابق وصیت | 182-180 | 389 |
| وصیت میں عدل کی فضیلت | 182-180 | 389 |
| روزے کا حکم | 184,183 | 390 |
| بوڑھے مرد وعورت کے لیے روزے کا فدیہ | 184,183 | 391 |
| رمضان کی فضیلت اور اس میں قرآن کا نزول | 185 | 392 |
| قرآن مجید کی فضیلت | 185 | 393 |
| ماہ رمضان کے روزوں کا وجوب | 185 | 393 |
| سفر سے متعلق روزے کے کچھ مسائل | 185 | 393 |
| رخصت پر عمل کرنا افضل ہے | 185 | 394 |
| کیا روزوں کی قضا میں تسلسل ضروری ہے؟ | 185 | 394 |
| شریعت میں آسانی ہے نہ کہ سختی | 185 | 395 |
| عبادت کی تکمیل پر اللہ کا ذکر | 185 | 395 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار کو سنتا ہے | 186 | 396 |
| دعا قبول کی جاتی ہے، ضائع نہیں ہوتی | 186 | 397 |
| تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی | 186 | 398 |
| رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مباشرت کی اجازت | 187 | 399 |
| سحری کا آخری وقت | 187 | 400 |
| سحری کا مستحب ہونا اور اس کا وقت | 187 | 401 |
| حالت جنابت میں صبح ہو جائے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں | 187 | 402 |
| رات کے شروع ہوتے ہی روزہ ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا فوراً افطار کرنا چاہیے | 187 | 403 |
| صومِ وصال کی ممانعت | 187 | 404 |
| احکام اعتکاف | 187 | 404 |
| رشوت گناہ اور حرام ہے | 188 | 407 |
| قاضی کے فیصلے سے حرام، حلال اور حلال، حرام نہیں بنتا | 188 | 407 |
| چاند کے بارے میں سوال | 189 | 408 |
| نیکی کا دارومدار تقوے پر ہے | 189 | 409 |
| جو لڑتے ہوں ان سے لڑنے کا اور جہاں بھی وہ پائے جائیں انھیں قتل کرنے کا حکم | 193-190 | 410 |
| مُثلہ اور چوری وخیانت کی ممانعت | 193-190 | 410 |
| شرک قتل سے بھی بڑھ کر ہے | 193-190 | 411 |
| حرم میں قتال کی حرمت اور حملہ آور کو روکنے کا جواز | 193-190 | 411 |
| فتنے کے خاتمے تک لڑائی کا حکم | 193-190 | 413 |
| حرمت کے مہینوں میں لڑائی حرام ہے الا یہ کہ دشمن ان میں لڑائی شروع کر دے | 194 | 415 |
| اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم | 195 | 416 |
| حج وعمرہ کو پورا کرنے کا حکم | 196 | 419 |
| مُحرِم کو راستے میں روک دیا جائے تو؟ | 196 | 420 |
| جو شخص حالت احرام میں سر منڈا دے، اس پر فدیہ واجب ہے | 196 | 422 |
| حج تمتع کا بیان | 196 | 423 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| ھدی کا جانور میسر نہ ہو تو متمتع دس روزے رکھے | 196 | 424 |
| اہل مکہ کے لیے تمتع نہیں ہے | 196 | 426 |
| حج کے لیے احرام کب باندھا جائے؟ | 197 | 426 |
| حج کے مہینے | 197 | 427 |
| حج میں اپنی عورتوں سے اختلاط کی ممانعت | 197 | 428 |
| حج میں برے کام کی ممانعت | 197 | 429 |
| حج میں لڑائی جھگڑے کی ممانعت | 197 | 429 |
| حج میں نیک کام کرنے اور زادِراہ لینے کی ترغیب | 197 | 430 |
| آخرت کا زادِ سفر | 197 | 430 |
| حج میں تجارت | 198 | 431 |
| وقوف عرفہ | 198 | 431 |
| عرفہ کی وجہ تسمیہ | 198 | 433 |
| عرفات اور مزدلفہ سے واپسی کا وقت | 198 | 433 |
| مشعر حرام | 198 | 434 |
| عرفہ میں وقوف اور وہاں سے واپسی کا حکم | 199 | 435 |
| استغفار کا حکم اور استغفار کی بعض دعائیں | 199 | 436 |
| مناسک حج کو پورا کرنے کے بعد کثرتِ ذکر اور دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعا کا حکم | 202-200 | 437 |
| ایام تشریق میں ذکر الٰہی اور کھانا پینا | 203 | 440 |
| ایام معدودات کا بیان | 203 | 441 |
| منافقوں کے حالات کا بیان | 207-204 | 442 |
| منافق کی علامت نصیحت کو رد کرنا ہے | 207-204 | 444 |
| مومن مخلص کی علامت اللہ کی رضا کو ترجیح دینا ہے | 207-204 | 445 |
| مکمل اسلام پر عمل کرنا واجب ہے | 209,208 | 446 |
| ایمان لانے میں تاخیر نہ کرنے کی ترغیب | 210 | 447 |
| اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلنے اور مومنوں سے مذاق کرنے کی سزا | 212,211 | 448 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| علم کے بعد اختلاف بغاوت وضلالت کی دلیل ہے | 213 | 450 |
| فتح ونصرت اور جنت امتحان وآزمائش کے بعد ہی ملتی ہے | 214 | 453 |
| مال کس پر خرچ کیا جائے؟ | 215 | 455 |
| جہاد کا وجوب | 216 | 455 |
| سَرِیّہ نَخْلَہ اور حرمت والے مہینے میں قتال | 218,217 | 457 |
| شراب کی حرمت کا حکم تدریجًا نازل ہوا | 220,219 | 461 |
| ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کا حکم | 220,219 | 463 |
| یتیموں کے اموال کی اصلاح | 220,219 | 464 |
| مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح حرام ہے | 221 | 465 |
| حالت حیض میں عورتوں سے کنارہ کشی کا حکم | 223,222 | 467 |
| دُبُر میں وطی کی حرمت | 223,222 | 470 |
| ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ کا شان نزول | 223,222 | 470 |
| اعمال صالحہ ترک کردینے کی قسم کھانے کی ممانعت | 225,224 | 474 |
| لغو قسم | 225,224 | 475 |
| ایلاء (عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم) اور اس کا حکم | 227,226 | 476 |
| مطلقہ عورت کی عدت کا بیان | 228 | 478 |
| قُرُوْءٌ کے معنی | 228 | 478 |
| حیض وطہر کے بارے میں عورتوں کا کلام مقبول ہے | 228 | 479 |
| شوہر رجوع کا زیادہ حقدار ہے | 228 | 479 |
| حقوق زوجین | 228 | 479 |
| مردوں کی عورتوں پر فضیلت | 228 | 481 |
| طلاقیں تین ہونے کی تحدید اور رجعی وبائن طلاق کا بیان | 230,229 | 481 |
| مہر واپس لینے کی ممانعت | 230,229 | 482 |
| خلع میں مہر واپس لینے کی اجازت | 230,229 | 482 |
| عورت کا بلا وجہ خلع کا مطالبہ کرنا | 230,229 | 483 |
| خُلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت | 230,229 | 484 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| صفحہ | آیات | عناوین |
|---|---|---|
| 484 | 230,229 | حدود الٰہی سے تجاوز ظلم ہے |
| 484 | 230,229 | ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینا حرام ہے |
| 485 | 230,229 | تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں |
| 486 | 230,229 | حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت |
| 487 | 230,229 | عورت کو تین طلاقیں دی جائیں تو وہ پہلے شوہر کے لیے کب حلال ہوتی ہے؟ |
| 487 | 231 | طلاق یافتہ عورت کے ساتھ حسنِ سلوک |
| 489 | 232 | ولی عورت کو طلاق دینے والے شوہر سے نکاح کرنے سے منع نہ کرے |
| 489 | 232 | ولی کے بغیر نکاح نہیں |
| 490 | 232 | آیت کریمہ کا شان نزول |
| 491 | 233 | وہی رضاعت (دودھ پلانا) معتبر ہے جو مدت رضاعت میں ہو |
| 492 | 233 | رضاعت کبیر |
| 493 | 233 | رضاعت کی اُجرت |
| 493 | 233 | ابتدا کرکے یا بدلے میں نقصان نہ پہنچایا جائے |
| 494 | 233 | میاں بیوی کی رضامندی سے دودھ چھڑانا |
| 495 | 234 | جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت |
| 496 | 234 | اس عدت کی حکمت |
| 497 | 234 | ام ولد (آقا کا بچہ جننے والی لونڈی) کی عدت |
| 497 | 234 | اس عدت میں سوگ واجب ہے |
| 498 | 234 | سوگ کے ایام میں عورت زیب و زینت سے بچے |
| 499 | 235 | عدت میں نکاح کی ممانعت مگر اس سلسلے میں اشارہ و کنایہ جائز ہے |
| 501 | 236 | صنفی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق |
| 501 | 236 | طلاق یافتہ عورت کو کچھ مال و متاع دینے کا حکم |
| 502 | 237 | مقاربت سے قبل طلاق ہو تو نصف مہر ہے |
| 504 | 239,238 | صلوٰۃ وسطیٰ |
| 504 | 239,238 | اس کی دلیل |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com





| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| نماز میں گفتگو کرنے کی ممانعت | 239,238 | 505 |
| نمازِ خوف | 239,238 | 506 |
| حالت امن میں پوری نماز پڑھنے کا حکم | 239,238 | 507 |
| آیت کریمہ: 240 منسوخ ہے | 242-240 | 508 |
| طلاق یافتہ عورتوں کو کچھ نہ کچھ مال ومتاع دینا واجب ہے | 242-240 | 511 |
| طاعون سے ڈر کر بھاگنے والوں کا قصہ | 245-243 | 512 |
| نقشہ: داوردان کے بنی اسرائیل اور لشکر طالوت (دریائے اردن پر) | 245-243 | 513 |
| جہاد سے فرار موت کو قریب یا دور نہیں کر سکتا | 245-243 | 514 |
| قرض حسن اور اس کا ثواب | 245-243 | 515 |
| یہود کا بادشاہ اور جہاد کا مطالبہ اور ان میں بعض کی استقامت | 246 | 516 |
| طالوت بادشاہ کا تقرر | 247 | 518 |
| طالوت کی بادشاہت کی نشانی | 248 | 519 |
| لشکر طالوت کی آزمائش | 249 | 520 |
| داود (علیہ السلام) کے ہاتھوں جالوت کا قتل | 252-250 | 521 |
| **پارہ: 3** | | |
| بعض انبیائے کرام علیہم السلام کی بعض پر فضیلت | 253 | 523 |
| | 254 | 525 |
| آیت الکرسی کی فضیلت | 255 | 525 |
| آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے | 255 | 528 |
| یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے | 255 | 529 |
| دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں | 256 | 532 |
| توحید ہی العُروۃ الوثقٰی ''مضبوط سہارا'' ہے | 256 | 532 |
| | 257 | 534 |
| حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا نمرود کے ساتھ مناظرہ | 258 | 535 |
| حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ | 259 | 537 |



محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| صفحہ | آیات | عناوین |
|---|---|---|
| 540 | 260 | حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی قبولیت |
| 540 | 260 | حضرت خلیل کی درخواست کا جواب |
| 542 | 261 | اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی جزا |
| 542 | 261 | ایک دوسری حدیث |
| 543 | 264-262 | صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلانے اور ایذا پہنچانے کی ممانعت |
| 543 | 265 | |
| 546 | 266 | نیکیوں کے برائیوں سے ضائع ہونے کی مثال |
| 548 | 269-267 | اللہ تعالیٰ کے راستے میں عمدہ مال خرچ کرنے کی ترغیب |
| 550 | 269-267 | خرچ کرنے کے بارے میں شیطانی وسوسے |
| 551 | 269-267 | حکمت کے معنی |
| 552 | 271,270 | |
| 552 | 271,270 | صدقے کو ظاہر اور پوشیدہ دینے کی فضیلت |
| 553 | 274-272 | مشرکین کے لیے صدقہ |
| 555 | 274-272 | صدقے کا زیادہ مستحق کون ہے؟ |
| 557 | 274-272 | صدقہ کرنے والوں کی تعریف |
| 558 | 275 | سود کھانے والوں کی مذمت |
| 562 | 277,276 | سود بے برکت ہے |
| | ... | اللہ تعالیٰ صدقات کی اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح تم اپنے گھوڑے کے بچے |
| 563 | 277,276 | کی کرتے ہو |
| 563 | 277,276 | ناشکرا گناہ گار اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے |
| 564 | 277,276 | شکر کرنے والوں کی تعریف |
| 564 | 281-278 | تقویٰ کے اختیار کرنے اور سود سے اجتناب کرنے کا حکم |
| 565 | 281-278 | سود کھانا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے |
| 566 | 281-278 | تنگ دست کو مہلت دینا |
| 569 | 282 | قرض کے معاملات کو لکھنے کا حکم |
| 570 | 282 | کتابت کے ساتھ ساتھ شہادت کا حکم |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| رہن کا بیان | 283 | 574 |
| کیا دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں کا بھی محاسبہ ہوگا؟ | 284 | 575 |
| سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت کے بارے میں احادیث مبارکہ | 286,285 | 579 |
| ان دو آیتوں کی تفسیر | 286,285 | 580 |
| **سورۂ آل عمران** | | |
| یہ سورت مدنی ہے | ... | 583 |
| | 4-1 | 583 |
| | 6,5 | 584 |
| آیات متشابہات ومحکمات کا بیان | 9-7 | 585 |
| متشابہات کی مراد اصلی کو اللہ ہی جانتا ہے | 9-7 | 587 |
| قیامت کے دن مال اور بیٹے کام نہ آئیں گے | 11,10 | 589 |
| یہود کو مغلوب ہونے کی ترہیب اور غزوۂ بدر سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب | 13,12 | 591 |
| دنیا کی زندگی کا بیان | 15,14 | 593 |
| گھوڑے سے محبت کی تین قسمیں ہیں | 15,14 | 594 |
| پرہیزگاروں کی جزا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے | 15,14 | 595 |
| پرہیزگاروں کی دعا اور ان کی صفات | 17,16 | 596 |
| شہادتِ توحید | 20-18 | 598 |
| دین اسلام ہی ہے | 20-18 | 598 |
| اسلام سب لوگوں کا دین ہے اور نبی ﷺ کو سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہے | 20-18 | 599 |
| یہودیوں کے کفر اور انبیاء وصالحین کو قتل کرنے کی وجہ سے ان کی مذمت | 22,21 | 601 |
| اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کرنے کی وجہ سے اہل کتاب کی مذمت | 25-23 | 601 |
| شکر کی طرف رہنمائی | 27,26 | 603 |
| مشرکوں کی دوستی سے ممانعت | 28 | 604 |
| اللہ تعالیٰ سینوں کے بھید جانتا ہے اور وہ بندے کے تمام اعمال قیامت کے دن حاضر کرے گا | ... 30,29 | 606 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عنـــاویـــن | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جائے | 32,31 | 607 |
| اہلِ زمین میں سے منتخب لوگ | 34,33 | 608 |
| قصۂ ولادتِ مریم | 36,35 | 609 |
| حضرت مریم علیہا السلام کی نشوونما اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عزت افزائی | 37 | 611 |
| حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور یحییٰ علیہ السلام کی بشارت | 41-38 | 612 |
| حضرت مریم علیہا السلام کی معاصر عورتوں پر فضیلت | 44-42 | 614 |
| مریم علیہا السلام کو پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت | 47-45 | 617 |
| ماں کی گود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو | 47-45 | 617 |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے | 47-45 | 618 |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات ومعجزات اور دعوت | 51-48 | 619 |
| حواریوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت | 54-52 | 621 |
| یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ | 54-52 | 622 |
| ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی | 58-55 | 623 |
| دینِ مسیح میں تحریف | 58-55 | 624 |
| کفار کے لیے دنیا وآخرت میں عذاب کی وعید | 58-55 | 626 |
| حضرت آدم اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیدائش میں مماثلت | 63-59 | 627 |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دعوتِ مباہلہ | 63-59 | 627 |
| نقشہ: نجران کے عیسائی وفد کی مدینہ منورہ آمد | 63-59 | 629 |
| مسئلہ توحید سب کے ہاں معلوم ہے | 64 | 632 |
| دین ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے میں یہود ونصاریٰ کا جھگڑا | 68-65 | 635 |
| یہودیوں کا مسلمانوں سے حسد اور مکر وفریب | 74-69 | 637 |
| یہودیوں کی امانت کا حال | 76,75 | 638 |
| عہد کی خلاف ورزی کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں | 77 | 640 |
| زبانوں کو مروڑ کر یہودیوں کی کلام الٰہی میں تحریف | 78 | 642 |
| نبی اپنی یا غیر اللہ کی عبادت کی دعوت نہیں دیتا | 80,79 | 643 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com





| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| انبیاء علیہم السلام سے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا عہد | 82,81 | 645 |
| اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہ ہوگا | 85-83 | 647 |
| ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والوں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا | 89-86 | 649 |
| موت کے وقت کافر کی توبہ اور قیامت کے دن فدیہ قبول نہ ہونے کا بیان | 91,90 | 650 |
| **پارہ:4** | | |
| پسندیدہ مال کو خرچ کرنا نیکی ہے | 92 | 654 |
| یہود کے نبی ﷺ سے سوالات | 95-93 | 655 |
| کعبہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر کیا گیا | 97,96 | 659 |
| بکّہ کی وجہ تسمیہ اور مکہ کے دیگر نام | 97,96 | 659 |
| مقام ابراہیم | 97,96 | 660 |
| حرم مقامِ امن ہے | 97,96 | 660 |
| وجوبِ حج کا بیان | 97,96 | 662 |
| استطاعتِ حج کے معنی | 97,96 | 663 |
| حج کا منکر کافر ہے | 97,96 | 664 |
| کفر اور اللہ کے رستے سے روکنے کی وجہ سے اہل کتاب کی ملامت | 99,98 | 664 |
| مسلمانوں کو اہل کتاب کی روش پر نہ چلنے کی تلقین | 101,100 | 665 |
| اللہ سے ڈرنے کا حق کیا ہے؟ | 103,102 | 666 |
| اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط تھامنے اور جماعت کے ساتھ مل کر رہنے کا حکم | 103,102 | 668 |
| دعوت الی اللہ قائم کرنے کا حکم | 109-104 | 670 |
| تفرقہ بازی کی ممانعت | 109-104 | 671 |
| حشر کے دن الفت اور تفرقہ کے ثمرات ونتائج | 109-104 | 671 |
| امتِ محمدیہ سب سے افضل اور بہتر امت ہے | 112-110 | 673 |
| امت کی فضیلت کے بارے میں کچھ دیگر احادیث | 112-110 | 674 |
| مسلمانوں کو اہل کتاب کے مقابلے میں فتح ونصرت کی بشارت | 112-110 | 676 |
| اہل کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والوں کی فضیلت | 117-113 | 678 |



محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| صفحہ | آیات | عناوین |
|---|---|---|
| 679 | 117-113 | کفار جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی مثال |
| 680 | 120-118 | مومنوں کو چھوڑ کر دوسروں کو راز دار بنانے کی ممانعت |
| 683 | 123-121 | غزوۂ احد کا بیان |
| 685 | 123-121 | نقشہ: میدانِ غزوۂ اُحد (15 شوال 3ھ) |
| 687 | 123-121 | تعداد اور سامان کی قلت کے باوجود بدر میں فتح ونصرت |
| 688 | 123-121 | نقشہ: غزوۂ بدر الکبریٰ (17 رمضان 2ھ) |
| 689 | 129-124 | فرشتوں کے ساتھ نصرت |
| 694 | 136-130 | سود مطلقاً حرام ہے |
| 694 | 136-130 | نیک کاموں اور حصولِ جنت کی ترغیب |
| 699 | 143-137 | یومِ اُحد کے مصائب کی حکمت |
| 702 | 148-144 | غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ |
| 707 | 153-149 | کفار کی اطاعت کی ممانعت اور اُحد میں فتح وشکست کے اسباب |
| 711 | 153-149 | اُحد کے دن بعض مسلمانوں کی شکست |
| 711 | 153-149 | انصار ومہاجرین کا رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنا |
| 714 | 155,154 | دوران جنگ مومنوں پر اونگھ کا طاری کرنا |
| 716 | 155,154 | اُحد کے دن بعض مومنوں کا بھاگ جانا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں معاف فرما دینا |
|  | ... | موت اور تقدیری امور کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے |
| 718 | 158-156 | کے بارے میں کفار سے مشابہت کی ممانعت |
| 719 | 164-159 | ہمارے نبی ﷺ سراپا رحمت وشفقت تھے |
| 720 | 164-159 | شوریٰ کا حکم اور اس کے مطابق عمل |
| 722 | 164-159 | مشورے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل |
| 722 | 164-159 | خیانت کرنا نبی کی شان نہیں |
| 726 | 164-159 | امین اور خائن برابر نہیں ہو سکتے |
| 726 | 164-159 | نبیٔ اکرم ﷺ کی بعثت ایک عظیم نعمت ہے |
| 728 | 168-165 | اُحد کے دن کے مصائب کا سبب اور حکمت |


محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| عناوین | آیات | صفحہ |
|---|---|---|
| شہداء کی فضیلت | 175-169 | 731 |
| غزوۂ حمراء الأسد کا ذکر اور اس میں شریک ہونے والوں کی فضیلت | 175-169 | 734 |
| نقشہ: غزوۂ حمراء الأسد (16 شوال 3ھ) | 175-169 | 736 |
| رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی | 180-176 | 739 |
| بخل کی مذمت اور اس پر وعید | 180-176 | 741 |
| مشرکوں کے لیے اللہ کی وعید | 184-181 | 743 |
| ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے | 186,185 | 744 |
| کامیابی کس کے لیے ہے؟ | 186,185 | 745 |
| مومن مبتلائے آزمائش کیا جاتا ہے | 186,185 | 746 |
| عہد شکنی اور کتمانِ حق کی وجہ سے اہل کتاب کی مذمت | 189-187 | 748 |
| دھوکا دینے اور بے جا تعریف پسند کرنے کی وجہ سے منافقین کی مذمت | 189-187 | 749 |
| عقل والوں کے لیے دلائل توحید، ان کی صفات، اقوال اور دعائیں | 194-190 | 751 |
| اہلِ عقل ودانش کی دعا قبول فرمانا | 195 | 755 |
| دنیاداروں سے فریب خوردہ ہونے سے بچنا اور نیک لوگوں کے اجر کا بیان | 198-196 | 756 |
| بعض اہل کتاب کا حال اور ان کا اجر وثواب | 200,199 | 758 |
| صبر واستقامت کا حکم | 200,199 | 760 |
| تحقیق وتخریج کے مصادر | ... | 766 |


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ، شفاعت کا زینہ، شفا کا وسیلہ، علوم وفنون کا سرچشمہ اور حکمت ومعرفت کا منبع بنایا ہے۔ اس کی ضیاء پاشیاں زندہ دلوں کو روشنی اور مثبت ذہنوں کو جلا بخشتی ہیں۔ اسی لیے باری تعالیٰ نے اسے ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ﴾ ''وہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں۔'' ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''پرہیز گاروں کے لیے ہدایت۔'' ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ''لوگوں کے لیے رہنما۔'' ﴿الْفُرْقَانِ﴾ ''حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔'' ﴿الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ ''حکمتوں سے بھری کتاب۔'' ﴿هُدًى وَّ شِفَآءٌ﴾ ''(اہل ایمان کے لیے) ہدایت اور شفا۔'' ﴿الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''روشن کتاب'' ﴿لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ''بڑی فضیلت اور حکمت والی کتاب۔'' ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ ''وہ بڑے رتبے والا قرآن جو کتابِ محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔'' اور ﴿قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ ''عظیم الشان قرآن جو لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔'' قرار دیا ہے۔

نزولِ قرآن کے آغاز ہی سے اس کی تعلیم وتفہیم اور نشر واشاعت کا سلسلہ جاری ہے اور روزِ محشر تک جاری وساری رہے گا۔ ہر ذی فہم اس کتاب کے متعلق کچھ کہہ کر، ہر صاحبِ قلم کچھ لکھ کر، ہر ذی شعور کچھ سمجھ کر، ہر صاحبِ علم کچھ سمجھا کر اور ہر طابع کچھ چھپوا کر اسے اپنے لیے باعثِ صد افتخار بناتا ہے۔ اسی سعادت کے حصول کے لیے محدثین کرام رحمہم اللہ نے کتب احادیث میں تفسیر قرآن، فضائل قرآن اور قراءت وغیرہ کے ابواب قائم کیے ہیں۔ جبکہ یہ کتب قرآن مجید کی زندہ تعبیر، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ اور بعض محدثین ومفسرین رحمہم اللہ نے اس سلسلے میں انفرادی طور پر کتب ترتیب دیں جن کی وضاحت ''سُخنہائے مترجم'' میں فاضل مترجم نے بطریق احسن کی ہے۔

علمائے امت نے مختلف ادوار میں قرآن کریم کے مضامین کی تفسیر کی اور اس میں بیان کردہ حِکَم واحکام، معانی وبیان، دلائل وبراہین، اصول ومبادیات، حادثات وواقعات، تجوید وقراءات، قراءتوں کا اختلاف، وجوہ اعراب، لہجوں کی اقسام، مضامینِ قرآن حتی کہ جغرافیائی اعتبار سے مقامات اور تاریخی اعتبار سے شخصیات کے متعلق گراں قدر تصنیفات رقم کیں۔ قرآن مجید کی تفسیروں میں سے اکثر کسی نہ کسی امتیازی خصوصیت کی حامل ہیں جو اہل علم کے نزدیک بہت وقیع اور مسلمہ ہیں لیکن بعض تفاسیر بقولِ اقبال ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

کی مصداق ہیں۔ اور کچھ تفاسیر محض عقلی وفلسفی موشگافیوں کے تناظر میں لکھی گئی ہیں۔ اس لیے تفسیر قرآن کا سب سے بہتر اسلوب وہی ہے جس میں خود قرآن، صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، ائمۂ عظام رحمہم اللہ اور سلف صالحین کی طرف سے رہنمائی حاصل ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مفسر قرآن، محدث جلیل اور مؤرخ عظیم حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اسی قابل اعتماد اسلوب کو اپنایا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مفسر رحمہ اللہ نے قرآنی آیات کو ایک دوسری کے استشہاد پر اس طرح پیش کیا ہے، گویا قرآنی آیتیں آپ کے سامنے موضوعاتی ترتیب کی لڑیوں میں پرودی گئی ہوں، آپ نے جسے زیادہ مناسب سمجھا اسے لکھ دیا اور باقی آیات کی طرف اشارہ کر دیا۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے ہاں صاحبِ قرآن نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے استدلال کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی تفسیر میں بیان کردہ صرف مرفوع احادیث کی تعداد اعداد وشمار کے آئینے میں 7629 ہے۔ اور یہ تعداد صحیح بخاری کی کل احادیث سے زیادہ ہے جبکہ کتب ستہ کی باقی پانچ کتب میں سے ہر ایک کی احادیث کی تعداد صحیح بخاری کی احادیث سے کم ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں اقوالِ سلف کی تعداد بھی 5000 سے متجاوز ہے۔ اور اسی پر اکتفا نہیں، تفسیر میں صرف ونحو کی بحثیں بھی ہیں، فقہ کے مسائل بھی، ائمہ کے اقوال بھی ہیں اور فقہاء کی آراء بھی، قراءتوں کا اختلاف بھی ہے اور حدیث کی تصحیح وتضعیف کا اہتمام بھی۔ ان سب خصوصیات کی بنا پر تفہیم قرآن کا یہ منفرد انداز اسے دوسری تمام تفاسیر سے ممتاز کر دیتا ہے کیونکہ جس ہستی پر قرآن کا نزول ہوتا رہا اس سے بہتر اس کے مفہوم کی ادائیگی اور کون کر سکتا ہے؟ اور جو متلاشیانِ حق براہِ راست اس چلتے پھرتے قرآن کی ورق گردانی کرتے رہے ان سے بہتر تفسیر وتوضیح کس سے ممکن ہے؟ تفسیر قرآن کا یہ وہ اسلوب ہے جس کے سامنے جاہلیت کی شاعری اور ادب ولغت لب بستہ ہو جاتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ دیگر کتب تفاسیر، جو احادیث وآثار ہی پر مبنی ہیں، ان کے مقابلے میں جس کثرت کے ساتھ تفسیر ابن کثیر میں قرآنی آیات سے استشہاد اور آیات ہی کے ذریعے سے دوسری آیات کی تفسیر وتوضیح کا کام لیا گیا ہے، ان میں وہ گوئے سبقت لے گئی ہے، نیز متقدمین میں تمام ائمہ تفسیر نے اپنی اپنی سند سے احادیث وآثار کو بیان کیا ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت تو دوچند ہو جاتی ہے لیکن ایسی بہت سی احادیث اور آثار رہ جاتے ہیں جنھیں مؤلف نے اپنے شیوخ سے اخذ نہ کیا ہو۔ مگر امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کتب سماویہ، کتب تفسیر اور اس کے اصول، کتب احادیث، خواہ وہ مسانید ہوں یا سنن، جوامع ہوں یا معاجم، ان کا تعلق اصول حدیث سے ہو یا شروح حدیث سے، تاریخ سے ہو یا سِیَر سے، مغازی سے ہو یا تراجم سے، لغت سے ہو یا فضائل سے، تقریباً ہر قسم کی بنیادی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ ان کی مجموعی تعداد ڈاکٹر اسماعیل عبدالعال نے اپنی کتاب "ابن كثير ومنهجه في التفسير" میں 217 بتائی ہے۔ اور یہ ایسی کتب ہیں جنھیں بنیادی مصادر ومراجع کی حیثیت حاصل ہے۔

تفسیر ابن کثیر کی انھی خصوصیات کے پیش نظر دار السلام نے افادۂ عام کے لیے عربی میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کی، بعد ازاں اس کی تہذیب "المصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير" کے نام سے شائع کی جس کو دار السلام، الریاض کی علمی مجلس کے علمائے کرام قاری محمد اقبال عبدالعزیز حفظہ اللہ، حافظ عبدالمتین راشد حفظہ اللہ، شکیل احمد سلفی حفظہ اللہ نے مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کی نگرانی میں تہذیب کیا تھا۔ پھر اسی تہذیب کو انگریزی زبان میں پہلی دفعہ شائع کرنے کی سعادت بھی دار السلام کو حاصل ہوئی، اور اب الحمد للہ اسے اردو میں شائع کیا گیا ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس اردو ایڈیشن کی خصوصیات "اسلوبِ تحقیق وتخریج" میں درج ہیں۔

تفسیر ابن کثیر کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا کام فاضل مترجم مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ نے بطریق احسن نبھایا ہے۔ قاری کے لیے پڑھتے ہوئے یہ فیصلہ مشکل ہوگا کہ یہ باقاعدہ کوئی کتاب ہے یا اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ مزید براں اگر قاری عربی متن سامنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رکھے گا تو اسے محسوس ہوگا کہ یہ ترجمہ الفاظ کے کس قدر قریب تر ہے۔ اس کی عبارات میں دریا کی سی روانی بھی ہے اور بلا کی سلاست بھی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء! میں اس سلسلے میں فاضل مترجم کا انتہائی ممنون ہوں۔ علاوہ ازیں دارالسلام لاہور کے جنرل مینجر عزیزم حافظ عبدالعظیم اسد حفظہ اللہ بھی میرے شکریے کے بجا طور پر مستحق ہیں جن کی نگرانی میں یہ اہم ترین کام تکمیل کو پہنچا۔ اور میں شعبۂ تحقیق و تصنیف کے ذیلی شعبۂ ''تفسیر'' کے فضلاء قاری حافظ محمد اقبال صدیق مدنی، حافظ عبدالحمید، قاری حافظ عزیر احمد راشد، مولانا محمد عمران اقبال، حافظ عطاء الرحمٰن، مولانا مختار احمد ضیاء، مولانا تنویر احمد، حافظ محمد ندیم اور عزیزم حافظ محمد نعمان فاروقی کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے انتہائی لگن سے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق، تخریج اور تصحیح و نظر ثانی کا کام انجام دیا۔ جزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء.

اسی طرح میں شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کا سپاس گزار ہوں جنھوں نے اس کا ''ابتدائیہ'' علمی انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ اور مولانا محمد عبدالجبار حفظہ اللہ نے امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے حالات زندگی قلمبند کیے اور محسن فارانی حفظہ اللہ نے تفسیر میں مقامات واعلام کے حوالے سے کمپیوٹر پر نقشے بنوا کر شامل کیے، میں ان دونوں حضرات، نیز کمپوزنگ سیکشن سے حفیظ الرؤف ہاشمی، آصف فراز انصاری، عتیق الرحمٰن، ابوذر اور زاہد محمود کا بھی نہایت ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔ آمین یا رب العلمین.

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر دارالسلام، الریاض، لاہور

رجب 1427ھ / اگست 2006ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# اسلوبِ تحقیق وتخریج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی أَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا، أَمَّا بَعْدُ:

ہمارے ہاں تحقیق کا مفہوم صرف روایت کی صحت وسقم تک محدود ہے جبکہ کسی کتاب کی تحقیق سے مراد اس کے متن کی مراجعت (نظر ثانی) بھی ہوتی ہے جس میں کتاب اور اس کے مخطوطوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور مؤلف کا مافی الضمیر اور الفاظ کی ترکیب بھی ملحوظ خاطر ہوتی ہے۔ مزید براں اُس کتاب میں بیان کردہ احادیث وآثار، اسماء الرجال، واقعات اور ان سب کے مصادر ومراجع کے متعلق جانچ پڑتال بھی فن تحقیق کا ایک اہم باب ہے جس پر دستک دینے سے بیسیوں انکشافات اور سیکڑوں تسامحات کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ چنانچہ جب تفسیر ابن کثیر اردو ایڈیشن کی تحقیق وتخریج کے حوالے سے کام کا آغاز کیا گیا تو اس کے عربی نسخوں میں باہمی فرق کی بنا پر ہم نے یہ تجویز کیا کہ آج تک جن جن نسخوں پر تحقیقی کام ہوا ہے ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ ادارے نے ہماری ان تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے تفسیر سیکشن کا الگ سے اہتمام کیا جس میں کمپیوٹرائزڈ ریسرچ کے لیے مکتبہ تفسیر، مکتبہ حدیث، مکتبہ اصول فقہ، مکتبہ الباني اور دیگر بنیادی مراجع کی سی ڈیز مہیا فرمائیں جس سے حوالے کی تلاش اور اصل مراجع تک پہنچنے میں بے حد آسانی اور کام میں تیزی آ گئی۔ جزاھم اللہ أحسن الجزاء۔

اس سلسلے میں تفسیر ابن کثیر کے متن کی مراجعت کے حوالے سے فضیلۃ الشیخ سامی بن محمد سلامہ ﷾، فضیلۃ الشیخ عبدالرزاق مہدی ﷾ اور فضیلۃ الشیخ محمد حسین شمس الدین ﷾ کے محقق نسخے، نیز حال ہی میں شائع ہونے والا محقق نسخہ (مطبوعہ، دار عالم الکتب/ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ 1425ھ-2004م) جس میں پانچ محققین کی عرق ریزی شامل ہے، بھی ہمارے پیش نظر رہے۔ اس کے علاوہ فضیلۃ الشیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ، فضیلۃ الشیخ ابو اسحاق حوینی اثری ﷾ کے نامکمل نسخوں سے بھی کچھ نہ کچھ مدد لی گئی۔

تفسیر ابن کثیر کی اس نہج پر تحقیق کے لیے ہمارے شوق کو معلم انسانیت ﷺ کے اس فرمان نے مہمیز لگائی: [نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِیثًا، فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ] ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر وتازہ رکھے جس نے ہم سے کسی حدیث کو سنا، پھر اسے جوں کا توں (آگے) پہنچا دیا۔'' (ابن حبان: 66) اور حفظِ حدیث اور حدیث کی نشر واشاعت کے شائقین کے لیے یہ گرانقدر اقدام ہے کہ متن حدیث کی مکمل تحقیق ہو اور ہو بھی محدثین کرام کی طرز پر کہ فلاں راوی سے یہ الفاظ موصول ہوئے اور فلاں راوی نے ان الفاظ سے حدیث رسول کو بیان کیا۔

ہمارے اس اقدام کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث کے سیاق وسباق کے مختلف ہونے یا سبب ورود کے بدل جانے سے حدیث کا مفہوم بدل جاتا ہے جیسا کہ دورانِ مطالعہ آپ کا گزران عقدہ کشائیوں سے ہوگا۔

اس طرزِ کار کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بسا اوقات تفسیر ابن کثیر میں کسی حدیث کا اختصار مفہوم میں باعثِ خلل محسوس ہوا اور بعض مقامات پر حدیث کو منسوب کرنے میں کچھ تسامحات معلوم ہوئے، غرضیکہ یہ ایک ایسا پنہاں پہلو تھا جس کی طرف توجہ کی اشد ضرورت تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مگر اب تک چھپنے والے تفسیر ابن کثیر کے محقق نسخے بھی بجز معمولی سی تبدیلی کے اس سے خالی تھے۔

اس سلسلے میں علماء، کہنہ مشق محققین اور ماہرین کی مشاورت سے کام کے اسلوب کا مکمل جائزہ لیا گیا جس کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور دوران تحقیق پیش نظر رکھے گئے:

- امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے جس روایت کو باسند بیان کیا ہے اس میں اور مرجع میں ذکر کردہ الفاظِ حدیث میں اگر معمولی اختلاف ہے جس سے مفہوم میں فرق نہیں پڑتا، اسے بغیر نشاندہی کے مرجع کے مطابق کر دیا گیا ہے اور جہاں تفسیر اور مرجع میں کوئی تعارض، تناقض یا مفہوم کی تبدیلی واقع ہوئی ہے وہاں نشاندہی کر دی گئی ہے کہ تفسیر میں یہ الفاظ اس طرح تھے اور مرجع میں اس طرح ہیں۔
- اگر تفسیر میں بیان کردہ مکمل حدیث مرجع کے مطابق ہے تو بہت خوب، بصورت دیگر جو حصہ جس کتاب میں جس صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی مکمل وضاحت کی گئی ہے، خواہ اس طرح حدیث کے تین اجزا بن جائیں۔ اجزا کی علامت کے لیے یہ بریکٹ [] استعمال کی گئی ہے جبکہ کچھ مقامات پر کامے "،" اور واؤ "و" ہی کو علامت بنایا گیا ہے۔
- اور اگر ایک حصہ مختلف ہے یا کچھ الفاظ میں فرق ہے تو انھیں قوسین ( ) میں لکھ کر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ قوسین والے الفاظ فلاں کتاب کے ہیں۔
- اگر اختصار کے پیش نظر امام موصوف رحمہ اللہ نے کچھ حصہ حذف کیا ہے تو وہاں ''......'' کا نشان ہے اور جہاں اختصار، روایت میں خلل کا باعث ہے وہاں حاشیے میں ''ملحوظہ'' لکھا گیا ہے۔
- تخریج میں مطوّلاً اور مختصراً دونوں اسلوبوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔
- اگر حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کا سیاق مختلف ہے تو اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔
- جن روایات کے متعلق یہ مذکور نہیں تھا کہ یہ روایت کس صحابی سے مروی ہے، تو تخریج میں ان کے نام کی صراحت کر دی گئی ہے۔
- تخریج میں واللفظ لہ یعنی ''یہ الفاظ فلاں کتاب کے ہیں'' کا اہتمام بھی کیا گیا ہے لیکن اگر الفاظ تخریج میں درج پہلے حوالے کے مطابق ہیں تو وہاں واللفظ لہ نہیں لکھا گیا کیونکہ اس حوالے کا پہلے نمبر پر آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ الفاظ اس کتاب کے مطابق ہیں۔
- جن مقامات پر مفسر رحمہ اللہ نے احادیث بیان کرتے وقت، جوامع، مسانید اور کتب سنن وغیرہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہاں حتی المقدور تمام کتب کے حوالے درج کرنے کی سعی کی گئی ہے، اسی طرح اگر امام صاحب نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے تو ان احادیث کی بھی مکمل تخریج کر دی گئی ہے۔
- اسی طرح اگر حدیث بیان کرنے میں کسی غیر معروف کتاب کا حوالہ دیا گیا تھا تو اس حدیث کی تخریج میں کسی معروف کتاب کا حوالہ دینے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس ایڈیشن میں آیاتِ قرآنی، احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ وائمہ حتی کہ فقہاء کی آراء اور اجتہادات کی تخریج بھی شامل ہے۔

## تصحیح و تنقیح:

- المصباح المنیر فی تھذیب تفسیر ابن کثیر (عربی) جسے عالم اسلام کے مایۂ ناز اسکالر مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی علمی رہنمائی میں دارالسلام الریاض کے شعبۂ تحقیق نے بڑی محنت سے تیار کیا تھا اور اسے علمی حلقوں میں بے حد پذیرائی نصیب ہوئی، اسی عربی نسخے کا اردو ایڈیشن تیار کرتے ہوئے مزید بعض ضعیف روایات کی تہذیب کا اہتمام کیا اور کچھ پر حکم ضعف لگا دیا گیا ہے۔ بعض روایات کے متعلق محققین کی آراء مختلف ہوتی ہیں، اس سلسلے میں ہم نے تساہل اور تشدد دونوں سے کنارہ کشی کی ہے۔ تخریج میں قارئین کو علامہ البانی رحمہ اللہ کے السلسلة الصحيحة، السلسلة الضعيفة اور إرواء الغليل وغیرہ کے حوالے بھی جابجا ملیں گے۔ یہ حوالے بھی ہمارے اسی اسلوب کی تکمیل ہیں۔

- ''دیکھیے'' کا لفظ وہاں لکھا گیا ہے جہاں مزید کوئی فائدہ مقصود ہے۔
- بسا اوقات ہم نے شروحات کو مدنظر اور حدیث کے بہت سے طرق کو سامنے رکھتے ہوئے حدیث کا ترجمہ کیا ہے کیونکہ (اَلْحَدِيثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا یعنی ایک حدیث دوسری حدیث کی وضاحت کرتی ہے۔) ممکن ہے قاری کے سامنے ایسی چیزیں بھی آئیں کہ اس نے ان کا مفہوم اس سے مختلف پڑھا، لکھا، سمجھا یا سنا ہو تو اس سلسلے میں ہمارا پیش کردہ مفہوم اس کے لیے باعث تشویش نہ بنے۔
- تخریج کے لیے ہم نے جن کتابوں کے مطبوعہ نسخوں سے مدد لی ہے ان کے نام پہلی جلد کے آخر میں درج کر دیے ہیں اور ہر طبع کے اس صفحہ نمبر کا اعتبار کیا ہے جو قدیم طبع کے مطابق ایک طرف درج ہوتا ہے۔
- وللہ الحمد...... اس تخریج میں بے شمار ملحوظات، ان گنت فوائد اور سیکڑوں تعلیقات شامل ہیں۔
- مفسر رحمہ اللہ نے جہاں یہ فرمایا ہے کہ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے یا آگے آئے گی تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ کس آیت کے ذیل میں کس عنوان کے تحت گزری ہے یا کہاں آئے گی۔
- اس تحقیقی نسخے میں اہم مقامات کے مستند اور رنگین توضیحی نقشے بھی دیے گئے ہیں جو رکن ادارہ محترم محسن فارانی حفظہ اللہ کی فنی کاوش کا مظہر ہیں۔
- تمام اسماء، مقامات اور انساب کا صحیح تلفظ بھی اس ایڈیشن کی خوبیوں کو دوچند کرتا ہے۔
- اسلوبِ تفسیر کو بہتر سے بہتر اور جدید بنانے کے لیے رنگوں (کلر سکیم) سے بھی مدد لی گئی ہے۔

ان تمام تحقیقی کاوشوں میں دارالسلام لاہور کے شعبۂ تصنیف وتالیف کے مدیر محترم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی لحہ بہ لحہ رہنمائی وسرپرستی اور دیگر رفقائے ادارہ کی علمی معاونت حاصل رہی ہے۔ جزاهم الله أحسن الجزاء في الدنيا والآخرة.

ہماری اس حقیر سی کاوش میں جو بھی خوبی ہے وہ اللہ احکم الحاکمین کی طرف سے ہے اور جو خامی ہے وہ ہماری کوتاہی ہے۔ علمائے کرام، محققین اور قارئین سے التماس ہے کہ اس تحقیقی کاوش میں کوئی فروگزاشت یا سہو دیکھیں تو ہماری رہنمائی فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے! آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اس سعی کو عامۃ المسلمین کے لیے سود مند بنائے۔

آمین، یارب العٰلمین!

شعبۂ تفسیر
ذیلی شعبۂ تحقیق وتصنیف وترجمہ
دارالسلام۔ لاہور

رجب 1427ھ / اگست 2006ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# سخنہائے مترجم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہِ الصَّادِقِ الأَمِینِ ، مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہِ وَصَحبِہِ أَجمَعِینَ، وَمَن تَبِعَھُم بِإِحسَانٍ إِلٰی یَومِ الدِّینِ.

قرآن مجید اس اللہ رب ذوالجلال والاکرام، مالک الملک اور احکم الحاکمین کا کلام ہے کہ آسمان کے ستارے، سورج کی روشنی، چاند کی چمک، ستاروں کی جگمگاہٹ، زمین کی وسعت اور کائنات کا ذرہ ذرہ جس کی عظمت و رفعت اور کبریائی و جلالت کا گواہ ہے۔ اور کلام کا اندازہ متکلم کی عظمت و شان سے لگایا جاتا ہے، اس معیار اور پیمانے کے مطابق بھی یہ کلام پاک تمام مخلوقات کے کلام سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ خود اسے نازل کرنے والے نے فرمایا ہے:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ (الحشر 59:21)

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا (اور) پھٹا جاتا ہے۔''

انسانی دل کی پہاڑوں کی قوت و طاقت کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور رحمت کے ساتھ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر کا اس اَفشرِدَہ نور کے نازل کرنے کے لیے انتخاب فرمایا اور انھیں اس کے تحمل کی استعداد اور صلاحیت عطا فرمادی، پھر کائنات کے اس امام اور سب سے بڑے قاری نے جب اسے پڑھا تو زمین و آسمان وجد میں آگئے، فرشتے دم بخود رہ گئے، جنوں کے لبوں پر سکوت کی مہریں لگ گئیں اور انسان جھک جھک پڑے ؎

دریا کا جوش رک گیا، طوفاں تھم گیا
جو تھا جہاں لرز کے اس جا پہ جم گیا

قرآن مجید کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے والے کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [خَیرُکُم مَّن تَعَلَّمَ القُرآنَ وَعَلَّمَہُ] ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔''①

قرآن مجید کے پڑھنے اور نہ پڑھنے والے میں جو فرق ہے، نبی اکرم ﷺ نے اسے ان مثالوں سے واضح فرمایا ہے:

[اَلمُؤمِنُ الَّذِی یَقرَأُ القُرآنَ وَیَعمَلُ بِہِ کَالأُترُجَّۃِ، طَعمُھَا طَیِّبٌ وَّرِیحُھَا طَیِّبٌ، وَّالمُؤمِنُ الَّذِی لَایَقرَأُ القُرآنَ وَیَعمَلُ بِہِ کَالتَّمرَۃِ طَعمُھَا طَیِّبٌ وَّلَا رِیحَ لَھَا، وَمَثَلُ المُنَافِقِ الَّذِی یَقرَأُ القُرآنَ

① صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب: خیرکم من ......، حدیث:5027.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



كَالرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَّطَعْمُهَا مُرٌّ، وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْحَنْظَلَةِ، طَعْمُهَا مُرٌّ أَوْ خَبِيثٌ وَّرِيحُهَا مُرٌّ]

''وہ مومن جو قرآن پڑھتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، نارنگی یا سنگترے کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی لذیذ اور خوشبو بھی عمدہ ہے اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا مگر اس کے مطابق عمل کرتا ہے، کھجور کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، پھول کے مانند ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ مگر ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا تمّے کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ کڑوا یا ناپسندیدہ ہے اور اس کی خوشبو بھی کڑوی ہے۔''①

قرآن مجید کی فضیلت کے بارے میں بے شمار احادیث ہیں، اختصار کے پیش نظر ہم صرف ایک اور حدیث بیان کرنے پر اکتفا کریں گے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: [مَنْ نَّفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَّسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَّلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ] ''جو شخص کسی مومن کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور فرما دے گا اور جس نے کسی تنگدست کے ساتھ آسانی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانیاں فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اور جو شخص طلب علم کے راستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ کو آسان بنا دے گا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور آپس میں اسے سیکھیں اور سکھائیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، انھیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ اور (یاد رہے) جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا، اس کو اس کا نسب آگے نہ لے جا سکے گا۔''②

نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن مجید کی صرف فضیلت ہی بیان نہیں فرمائی بلکہ اس کی تفسیر و تشریح کی اور اس کا مفہوم بھی سمجھایا کیونکہ یہ آپ کے فرائض میں سے تھا۔ قرآن مجید کے چار مقامات پر آپ کے فرائض منصبی کے ضمن میں تعلیم کتاب و حکمت کو بھی بیان کیا گیا ہے،③ علاوہ ازیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل 44:16) ''اور ہم نے آپ پر (یہ) کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل کیے گئے ہیں، ان کی تشریح آپ ان کے سامنے بیان کریں اور تاکہ وہ غور کریں۔''

① صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب إثم من راءی بقراءۃ القرآن......، حدیث:5059. ② صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن......، حدیث:2699. ③ البقرۃ 151،129:2 وآل عمران 164:3 والجمعۃ 2:62.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت درحقیقت قرآن مجید ہی کے اجمال کی تفصیل، اطلاق کی تقیید، عموم کی تخصیص اور احکام ومسائل کی تشریح ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ حدیث وسنت نبوی قرآن مجید کے متن کی تفسیر ہے کیونکہ آپ کا ہر ارشاد اور ہر عمل قرآن مجید کی تفسیر وتشریح ہی تھا، علاوہ ازیں اگر آپ کسی آیت کے بارے میں ضرورت محسوس فرماتے تو اس کا مفہوم واضح فرما دیتے یا کسی کو کسی آیت کریمہ کے سمجھنے میں کوئی اشکال پیش آتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کر کے اپنی تشفی کر لیتا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تفسیر کرنا سنت ہے، آپ سے ثابت ہے اور آپ نے اس کے بارے میں حکم بھی دیا ہے الغرض! تفسیر کا علم نہایت مقدس ومبارک بھی ہے اور انتہائی احتیاط کا متقاضی بھی، کیونکہ اس کا موضوع کتاب اللہ ہے اور اس سے مقصود ومطلوب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا صحیح علم حاصل کر کے اس کی اطاعت بجالائے تاکہ دنیا وآخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے سرفراز ہو سکے۔

مسلمانوں کی علمی ترقی کا پہلا کارنامہ قرآن مجید کی تفسیر ہی کی صورت میں سامنے آیا اور انھوں نے اس کے الفاظ واحکام اور ان سے مسائل کے استنباط واستخراج میں اپنی عمروں کو کھپا دیا۔ انھوں نے تفسیر قرآن سے متعلق ہر شعبے میں ایسے وسیع اور قیمتی ذخائر چھوڑے ہیں کہ سابقہ ادیان ومذاہب کے لوگوں کے ہاں اپنی مذہبی کتب کے حوالے سے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور عہد صحابہ سے اب تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

**صحابۂ کرام کی تفسیری خدمات:** حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خصوصاً خلفائے راشدین کا تفسیر قرآن میں مقام بہت بلند تھا۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی تفسیر سے خصوصی شغف تھا۔ امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے ان کی روایت کا ذکر کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہر ہر سورت کے بارے میں، میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی؟ اور کتاب اللہ کی ہر ایک نازل شدہ آیت کے متعلق میں جانتا ہوں کہ یہ کن کن کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی کو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم ہے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے میں قطعاً دریغ نہ کروں گا، خواہ کتنا طویل سفر کر کے جانا پڑے۔''[1]

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تفسیر کے باب میں ایک بہت اونچا نام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے برادر عم زاد تھے اور آپ کی دعا کی برکت سے ترجمان القرآن کے منصب پر فائز تھے، آپ نے ان کے لیے دعائیں فرمائیں: [اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ] ''اے اللہ! انھیں کتاب کا علم عطا فرما۔''[2] [اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِي الدِّينِ] ''اے اللہ! انھیں دین میں فقاہت نصیب فرما۔''[3] [اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ] ''اے اللہ! انھیں حکمت ودانش سکھا۔''[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تفسیر میں آپ کے مقام ومرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ابن عباس قرآن مجید کے بہترین مفسر ہیں۔[5]

[1] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب القرّاء من أصحاب رسول الله ﷺ، حديث:5002 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن مسعود وأمه رضي الله عنهما، حديث:2463. [2] صحيح البخاري، العلم، باب قول النبي ﷺ......، حديث:75.
[3] صحيح البخاري، الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حديث:143. وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل عبدالله بن عباس رضي الله عنهما، حديث:2477. [4] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر ابن عباس رضي الله عنهما، حديث:3756.
[5] تفسير الطبري:61/1 والمصنف لابن أبي شيبة:386/6، حديث:32210.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی جو تفسیریں منقول ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتابی صورت میں بھی لکھی گئی تھیں، ان میں سے تفسیر ابن عباس اور تفسیر ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اب تک موجود ہیں، یہ زیادہ تر مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح، آیات احکام سے متعلق احادیث یا بعض آیات کی فقہی نقطۂ نظر سے تفسیر و تشریح پر مشتمل ہیں۔

**تابعین اور تفسیر:** تابعین میں سے امام مجاہد بن جَبر تفسیر میں بہت اونچے مقام پر فائز تھے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابتدا سے آخر تک مکمل قرآن مجید تین بار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح پڑھا کہ ان سے ایک ایک آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے سوال کا جب جواب دیتے تو فرماتے کہ اسے لکھ لو۔[1] ابن ابومُلیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مجاہد کے پاس اس وقت وہ دستاویزات بھی دیکھیں جن پر وہ لکھا کرتے تھے۔[2] مجاہد کے علاوہ سعید بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عطا بن ابورباح، حسن بصری، مسروق بن اجدع، سعید بن مسیّب، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، قتادہ، ضحاک بن مُزاحم کے علاوہ اور بھی بہت سے تابعین نے تفسیری خدمات انجام دیں۔ تفسیر کے باب میں ان کا اسلوب بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ہی تھا، البتہ اپنے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں پیش آنے والے نئے مسائل کے حل کی خاطر انھوں نے خود اپنی علمی بصیرت سے کام لے کر بھی تفسیر و تشریح کی۔

**تبع تابعین اور تفسیر:** تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں کتب تفسیر کی باقاعدہ تالیف کا آغاز ہو گیا تھا اور اس دور کی کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی تفاسیر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے اقوال کو جمع کیا گیا جیسا کہ ابوعمرو بن علاء، شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، امام مالک، یونس بن حبیب اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ کی کتب تفسیر میں یہی اسلوب اختیار کیا گیا تھا، گویا یہ تفسیر بالماثور اسلوب کی پہلی کوشش تھی۔

**تیسری صدی:** اسی طرح تیسری صدی ہجری میں ابوعبید قاسم بن سلّام رحمہ اللہ (223ھ) نے لغوی اور عقلی زاویہ نظر سے، علی بن حسن بن فضال رحمہ اللہ (224ھ) نے شیعی نقطۂ نظر سے، ابوسہل بن عبداللہ تُستَری رحمہ اللہ (283ھ) نے متصوفانہ اسلوب سے کتب تفسیر لکھیں۔ علاوہ ازیں بقی بن مَخلَد قرطبی رحمہ اللہ (276ھ) کا بھی اسی دور سے تعلق ہے اور امام ابن حزم نے ان کی تفسیر کو بے نظیر تفسیر قرار دیا ہے۔

**چوتھی صدی:** چوتھی صدی ہجری میں ابوعلی جبائی (303ھ) نے معتزلی نقطۂ نظر سے، ابوالحسن اشعری (324ھ) نے اشعری، ابومنصور (333ھ) نے ماتریدی زاویۂ نگاہ سے تفسیریں لکھیں جبکہ اس دور کی جس تفسیر کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا ہے، وہ امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ (224-310ھ) کی تفسیر جامع البیان ہے جو ''تفسیر طبری'' کے نام سے معروف ہے اور تفسیر بالماثور کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

**پانچویں صدی:** پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابن فُورک رحمہ اللہ (406ھ) نے کلامی انداز سے معانی القرآن، ابوعبدالرحمٰن سُلمی (412ھ) نے صوفیانہ اسلوب سے حقائق التفسیر، ابواسحاق احمد بن محمد ثَعلَبی رحمہ اللہ (427ھ) نے لغوی و فقہی طریقے سے الکشف

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: 77/11، حديث: 11097 و المصنف لابن أبي شيبة، فضائل القرآن، في درس القرآن وعرضه: 153/6، حديث: 30278. [2] تفسير الطبري: 62/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والبیان فی تفسیر القرآن اور ابوجعفر طُوسی (460ھ) نے شیعی نقطۂ نظر سے البیان فی تفسیر القرآن کے نام سے کتب تفسیر لکھیں، ان میں سے مؤخر الذکر کتاب خاصی ضخیم ہے اور بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔

**چھٹی صدی:** چھٹی صدی ہجری میں جو کتب تفسیر منظر عام پر آئیں، ان میں سے امام بَغوی رحمہ اللہ (516ھ) کی معالم التنزیل بطور خاص قابل ذکر ہے جو تفسیر بالماثور کے اصول کے تحت لکھی گئی اور جس میں فقہی واحکامی چاشنی بھی موجود ہے۔ علامہ زَمَخشری (528ھ) کی مشہور تفسیر الکشاف بھی اسی دور کی یادگار ہے جس میں لغت، بلاغت اور علم کلام کے مسائل پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی ہے جبکہ عقائد میں معتزلی رنگ غالب ہے۔ علامہ طَبرِسی (528ھ) نے بھی اسی دور میں شیعی نقطۂ نظر سے مجمع البیان اور جوامع الجامع کے نام سے تفسیر کی دو کتابیں لکھیں۔

**ساتویں صدی:** ساتویں صدی ہجری میں لکھی جانے والی کتب تفسیر میں سے امام رازی رحمہ اللہ (606ھ) کی مفاتیح الغیب جو تفسیر کبیر کے نام سے معروف ہے، امام ابوعبداللہ القرطبی المالکی رحمہ اللہ (671ھ) کی الجامع لأحکام القرآن جو تفسیر قرطبی کے نام سے مشہور ہے اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (682ھ) کی أنوار التنزیل وأسرار التأویل جس نے تفسیر بیضاوی کے نام سے شہرت پائی، بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔

**آٹھویں صدی:** آٹھویں صدی ہجری کی کتب تفسیر میں اگرچہ حافظ عبداللہ بن احمد نَسَفی رحمہ اللہ (701ھ) کی مدارك التنزیل اور دیگر کئی مفسرین کی کتب خاص مشہور ہیں لیکن اس میدان میں جو شہسوار سب پر سبقت لے گیا وہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) ہیں جن کی تفسیر القرآن العظیم کو، جو تفسیر ابن کثیر کے نام سے متداول ہے، وہ شہرت عام اور بقائے دوام نصیب ہوا جو کسی اور کتاب کے حصے میں نہ آسکا۔ سطور بالا اسی جلیل القدر مفسر کی عظیم تفسیر کے تعارف کی تمہید کے طور پر لکھی گئی ہیں۔

**تفسیر القرآن العظیم معروف بہ تفسیر ابن کثیر:** آپ کی کتب میں سے سب سے زیادہ مشہور اور متداول تفسیر القرآن العظیم ہے جو تفسیر ابن کثیر کے نام سے معروف ہے۔ اس تفسیر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کو پیش نظر رکھا گیا ہے، نیز احادیث نبویہ، آثارِ صحابہ وتابعین اور اقوال سلف کی روشنی میں تفسیر کو بیان کیا گیا ہے۔ امام ابن کثیر احادیث کو اسانید کے ساتھ ذکر کرتے، ان کی تخریج کرتے اور جرح وتعدیل کے اعتبار سے بھی ان پر بحث فرماتے ہیں، نیز آپ تفسیر، علوم القرآن، حدیث اور اس کے اصول ورجال اور تاریخ، فقہ اور کلام کی جن کتب مصادر وماخذ سے استفادہ کرتے ہیں، ان کا باقاعدہ ذکر کرتے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں جس منہج اور اسلوب کو اختیار کیا اور اسے خود کتاب کے مقدمے میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ قارئین کرام آگے ملاحظہ فرمائیں گے، اسی نمایاں اسلوب کی وجہ سے اس کتاب کو وہ قبولیت وپذیرائی حاصل ہوئی جو کتب تفسیر میں کسی اور کتاب کے حصے میں نہ آسکی۔ جلیل القدر علماء، محدثین اور محققین نے اس کتاب کی بے حد تعریف فرمائی ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے لیے یہ بات بے حد باعث فخر ہے کہ بقول علامہ بُستانی رحمہ اللہ آپ کے استاد گرامی منزلت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کی تعریف کی ہے۔① آپ کے دوسرے شیخ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر ''مفسر نقاد'' کے نام سے کیا ہے۔② اور علامہ سیوطی نے آپ کی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: اس اسلوب میں اور کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی گئی۔③

① دائرة المعارف: 477/3. ② ذیل الحسینی: 58 (بحوالہ المعجم المختص للذہبی رحمہ اللہ). ③ ذیل السیوطی: 361.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام شوکانی رحمہ اللہ نے اسے احسنِ تفاسیر میں سے شمار کیا ہے۔[1] ابن فہد نے کتب تفسیر بالروایہ میں سے اسے سب سے مفید قرار دیا ہے۔[2]

شیخ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے حواشی وتعلیقات کے لیے اس کتاب کے انتخاب کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ہم نے جس قدر کتب تفسیر دیکھی ہیں، امام المفسرین ابوجعفر طبری کی تفسیر کے بعد سب سے اچھی عمدہ اور بہتر تفسیر ہے بلکہ ان دونوں کے ساتھ کسی اور دوسری تفسیر کا مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہم نے کوئی دوسری تفسیر ایسی نہیں دیکھی جو ان جیسی ہو، انھوں نے حدیث کے طلبہ کے لیے بھی اس کتاب کو مُعَلِّم و مُرْشِدْ قرار دیا ہے کیونکہ اس کتاب کے مطالعے سے حدیث کے طلبہ کو بھی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اسانید ومتون پر کس طرح نقد کیا جاتا ہے اور صحیح وغیر صحیح میں کس طرح تمیز کی جاتی ہے؟ گویا تعلیمی اعتبار سے بھی یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے جس کی افادیت بے حد زیادہ ہے۔[3] ڈاکٹر صلاح الدین المُنَجِّد نے بھی اسے احسن تفاسیر میں سے قرار دیا ہے۔[4] اور شیخ احمد شرباصی نے لکھا ہے کہ آپ کی یہ خوب صورت تفسیر آپ کے علم اور سنت کے بارے میں معلومات کی وسعت کی دلیل ہے۔[5]

جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے کہ اس کتاب کو بہت زیادہ قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہوا، بہت سے اہلِ علم نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھنے کی سعادت حاصل کی جیسا کہ دنیا بھر کی لائبریریوں میں موجود اس کتاب کے بہت زیادہ مخطوطات سے معلوم ہوتا ہے۔ بعض مؤلفین نے اس کا اختصار کیا، مثلاً: شمس الدین محمد بن علی البَعْلی المعروف بابن الیونانیہ (707-793ھ) نے چار جلدوں میں اس کا اختصار کیا جو اصل کتاب کے حجم سے نصف کے برابر ہے، پھر عفیف الدین ابن مسعود الکازرونی نے البدر المنير کے نام سے اس کا اختصار کیا۔

اسی طرح شیخ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ (1958ء) نے ازہر کے مخطوطے اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے مصادر ومراجع کو سامنے رکھ کر عمدة التفسير عن الحافظ ابن كثير کے نام سے اس کی تلخیص کی۔ اس تلخیص کے بعد شیخ شاکر کا یہ بھی ارادہ تھا کہ اصل کتاب کو بھی محقق، مہذب، منقح اور مصحح کر کے بہترین علمی اسلوب میں زیورِ طبع سے آراستہ کریں مگر پیمانۂ عمر لبریز ہو جانے کے باعث وہ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے بلکہ عمدة التفسير (تلخیص) کی بھی تکمیل نہ کر سکے۔

اسی طرح ڈاکٹر محمد ابراہیم البنّا، محمد احمد عاشور اور عبدالعزیز غنیم کی تحقیق کے ساتھ اس کتاب کا ایک محقق ایڈیشن دار القهرمان للنشر والتوزيع استنبول سے 1984ء میں طبع ہوا۔ ان کے علاوہ اور بھی تلخیصات ہیں جو شائع شدہ ہیں۔

**المصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير:** اب کتاب وسنت کی اشاعت کے عالمی ادارے دار السلام نے بھی اس عظیم کتاب کی طباعت واشاعت کا خصوصی اہتمام کیا ہے کہ پہلے تو تصحیح وتنقیح اور شیخ عبدالقادر الارناؤوط کے مقدمے کے ساتھ 1999ء میں اسے چار جلدوں میں طبع کیا، پھر اس کا ایک بہت خوبصورت ایڈیشن ایک جلد میں طبع کرایا، نیز اس کے انگریزی زبان میں ترجمے کو بھی شائع کیا لیکن اس کتاب کے حوالے سے دار السلام کا قابلِ فخر کارنامہ یہ ہے کہ اس نے علماء ومحققین کی ایک جماعت سے اس طرح تلخیص کروائی کہ اصل بات میں کوئی خلل نہ آئے اور اس تلخیص کے لیے دار السلام ہی کے مطبوعہ اس نسخے کو پیشِ نظر رکھا گیا جو

[1] البدر الطالع:153/1. [2] حاشيه ذيل الحسيني:59,58. [3] عمدة التفسير:6/1. [4] الإمام ابن كثير رحمہ اللہ، ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خان ندوی، ص:97. [5] حوالۂ مذکور.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دار إحياء الكتب العربية عيسى البابى الحلبى کے مطبوعہ نسخے کے مطابق تصحیح کے بعد طبع کیا گیا تھا۔ اور جس کی طرف قبل ازیں اشارہ کیا جا چکا ہے، نیز دیگر پانچ مطبوعہ نسخوں کے ساتھ بھی تقابل کیا گیا تھا۔ بہر حال اس میں تلخیصِ مباحث کے ساتھ اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا کہ ضعیف روایات کو حذف کر دیا گیا اور صرف صحیح یا حسن روایات کے باقی رکھنے پر اکتفا کیا گیا اور ان کی تخریج کر دی گئی، نیز کتب رجال کی طرف مراجعت کر کے اسماء الرجال کی غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی، پھر اس سارے کام پر فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے نظر ثانی فرمائی اور اسے المصباح المنير فى تهذيب تفسير ابن كثير کے نام سے موسوم کر کے دارالسلام نے اپنی جلیل وجمیل روایت کے مطابق بہت حسین انداز میں زیورِ طبع سے آراستہ کرایا، اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا اور اس کے کئی ایڈیشن بہت قلیل عرصے میں ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں یہ اسی کتاب المصباح المنير فى تهذيب تفسير ابن كثير کا ترجمہ ہے۔

راقم الحروف اور دارالسلام کے شعبۂ تحقیق وتصنیف وترجمہ سے وابستہ وہ تمام خدام ومتوسلین جنھوں نے اس کتاب کی تیاری اور طباعت میں کسی طرح بھی حصہ لیا، ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر کتاب اللہ کی یہ ادنیٰ سی خدمت ہے تاکہ بندگانِ الٰہی کے لیے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق کتاب اللہ کے فہم کو زیادہ سے زیادہ آسان بنایا جا سکے اور ہم اسے سمجھ کر اور اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی سعادتوں اور کامرانیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔

ہماری تاریخ کا یہ بھی ایک بڑا المیہ ہے کہ بار بار ہم پر ایسے دور گزر رہے ہیں کہ پوری انسانیت کو جادۂ راستی وعدل دکھانے والے ہم حاملینِ قرآن اور مشعل بردارانِ حق خود طرح طرح کے اندھیروں میں بھٹک جاتے رہے ہیں، دنیا بھر سے پسند کر کے سمیٹے ہوئے اندھیرے، نورِ ہدایت کو بیچ کر خریدے ہوئے اندھیرے اور خود ایجاد کردہ اندھیرے...... ایسے ہر دور میں ہمیں ٹامک ٹوئیاں مارتے دیکھ کر قرآن ہمیں پکارتا رہا: ﴿ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴾ (التکویر 26:81) ''پھر مجھے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو؟''

آج پھر ہم ایک ایسے ہی دور سے گزر رہے ہیں جو ﴿ ظُلُمَٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ﴾ (النور 40:24) ''اندھیرے ہی اندھیرے ہیں ایک پر ایک چھایا ہوا۔'' کا منظر پیش کر رہا ہے اور جدید مادہ پرستانہ باطل فلسفوں کے اندھیرے میں اتفاقاً جدھر کہیں ذاتی مفادات کا کوئی ادنیٰ سا اُڑتا ہوا ذرّہ کسی جگنوں کی طرح چمک دکھاتا ہے، ہم اندھا دھند اُدھر لپک جاتے ہیں مگر اچانک وہ لمحہ بھر کی چمک غائب ہو جاتی ہے اور ہم پھر اندھیروں کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی اس غلط روش کا احساس کریں؟ ہم اپنے آپ کو ازسرِ نو پہچان کر فخر ومسرت سے یہ شعور تازہ کریں کہ ہم مسلمان ہیں؟ ہم قرآن کے نور سے دنیا میں کرن کرن اجالا کر دینے کے لیے برپا کیے گئے ہیں؟ ﴿ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ ﴾ (المآئدۃ 15:5) ''تمھارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب آ چکی ہے۔'' کا پیغام پہنچانے کے لیے مامور کیے گئے ہیں، ہم دوسروں کے پیچھے بھٹکنے کے لیے نہیں بلکہ دنیا کی قیادت کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

اگر ہماری سوئی ہوئی غیرت جاگ اٹھے، ہماری حمیّت حرکت میں آ جائے اور قرآن سے ہمارا رشتۂ وفا استوار ہو جائے تو تہذیبوں کے تصادم کے اس دور میں قرآن ہماری تلوار بھی ہے اور ہماری ڈھال بھی، قرآن کے حقائق کو اسلحہ بنا کر اگر ہم عصرِ حاضر کے فرعونوں اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف صف آرا ہو جائیں تو ہماری تقدیر بدل سکتی ہے۔ اور ان سب باتوں سے پہلے یہ از بس

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کو پڑھیں، اس کے معانی ومطالب کو سمجھیں اوراس کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق عمل کریں۔

فہم قرآن کو آسان بنانے کے لیے اس کتاب کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ دارالسلام کی طرف سے اس عظیم کتاب کو اُردو کے قالب میں منتقل کرنے کا کام جب راقم کے سپرد کیا گیا تو اپنی کم مائیگی کے باعث مجھے تردّد تھا کہ میں اس ''تفسیر عظیم'' کے ترجمے کی ذمہ داری کے اہم فرض سے عہدہ برآ ہوسکوں گا کہ نہیں؟ مگر یہ محض اللہ رب ذوالجلال والاکرام کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے اس بے حد عاجز وناتواں بندے کو اس کی توفیق عطا فرمائی، اگر اس میں کچھ کامیابی ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے ہے اور اس توفیقِ ربانی پر میرے جسم کا ہر ہر بُنِ مو اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہے اور اگر اس میں کسی جگہ کوئی لغزش وخطا سرزد ہوئی ہو تو یہ میرے قصورِ فہم کا نتیجہ ہے اور میں اس کے لیے اپنے رب تعالیٰ سے عفو ودرگزر کا خواستگار ہوں۔

آخر میں ایک بار پھر میں اپنے رحمان ورحیم آقا ومولیٰ کا اس توفیق عطا فرمانے پر بے حدوحساب شکرادا کرتا ہوں اور اسی کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ اس ادنیٰ سی کوشش کو محض اپنی رضا کی خاطر شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے اور مجھے، میرے والدین، اہل وعیال، اعزہ واقارب اور اساتذہ کو دنیا وآخرت کی حسنات وبرکات سے سرفراز فرمائے، اہلیہ اور عزیزم سفیان خالد کو بہترین جزا عطا فرمائے کہ انھوں نے اس کام کے دوران میں مجھے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی اور میرے راحت وآرام کا پورا پورا خیال رکھا۔

میں دارالسلام کے مدیر مولانا عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ، دارالسلام پاکستان کے مدیر حافظ عبدالعظیم اسد حفظہ اللہ اور دارالسلام سے وابستہ جملہ حضرات کے لیے بھی دعاگو ہوں کہ انھوں نے جس طرح کتاب وسنت کے گلہائے رنگارنگ کا یہ چمن زار سجا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی کوششوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور انھیں فردوس بریں کے جنات نعیم سے شادکام فرمائے۔

اے مالک الملک! اے ذوالجلال والاکرام! اپنے ان عاجز وناتواں بندوں کی طرف سے اس ادنیٰ سی محنت کو محض اپنے فضل وکرم سے شرف قبولیت سے سرفراز فرما اور اپنے اس قرآن عظیم کو دنیا میں ہمارے لیے راہنما، قبر میں رفیق اور حشر میں ہمارے لیے دلیل وبرہان بنا اور ہم سب کو صاحب قرآن سید الاوّلین وسید الآخرین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔

آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.

محمد خالد سیف

اسلام آباد

21 شوال 1426ھ

24 نومبر 2005ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ الَّذِى أَرْسَلَهُ اللّٰهُ مُبَيِّنًا لِّكِتَابِهِ الْحَكِيمِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ، أَمَّا بَعْدُ:

قرآن مجید کے مطالعے اور اس سے استفادے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ یہ کیا ہے؟ یعنی قرآن مجید کا تعارف بزبان قرآن حاصل کیا جائے۔ اس کے بعد یہ معلوم کیا جائے کہ اس کا منبع اور سرچشمہ کیا ہے، یعنی یہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کس نے نازل فرمایا ہے؟ پھر یہ معلوم کیا جائے کہ یہ کیوں آیا ہے، یعنی اس کا مقصد نزول اور اس کی آمد کی غرض وغایت کیا ہے؟ تعارف ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ یہ انسانوں تک براہِ راست اور بلاواسطہ پہنچا ہے یا کسی کے ذریعے سے پہنچا ہے؟ اگر بالواسطہ پہنچا ہے تو اس واسطے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جب تک ان باتوں اور قرآن کریم کا بنیادی تعارف حاصل نہیں ہوتا، اس سے صحیح استفادے اور اس کے اثرات، برکات اور ثمرات سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل جوہری خصوصیات ہی اس کا تعارف ہیں:

**قرآن ایک یقینی، قطعی اور غیر مشتبہ کتاب ہے:** قرآن کی سب سے اہم اور اساسی خصوصیت اور امتیاز اس کا یقینی اور غیر مشتبہ ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ﴾ (البقرۃ 2:2) ''یہ کامل کتاب ہے اس میں کسی شک وشبہے کی (مطلق) گنجائش نہیں۔'' دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (یونس 37:10) ''یہ (قوانین واحکام) کی تفصیل وبیان ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں (کیونکہ یہ) جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدۃ 42,41:41) ''یہ نہایت وقیع کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، حکیم، ستودہ صفات کی طرف سے اتاری گئی ہے۔'' ایک اور جگہ فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝﴾ (ھود 1:11) ''(یہ) ایک عظیم کتاب ہے جس کی آیات مضبوط کی گئی ہیں، پھر ان کی تفصیل حکیم باخبر ذات کی طرف سے کی گئی ہے۔''

**قرآن محکم اور مفصل ہے:** اس میں دین کے اصول اور کلیات بیان کیے گئے ہیں اور وہ علم جو انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی وکامرانی کے لیے ضروری ہے وہ نہایت واضح اور مفصل طریقے سے صاف صاف بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ﴾ (الأنعام 114:6) ''کیا پھر میں اللہ کے سوا کوئی (اور) حکم چاہوں، حالانکہ اس نے تمھاری طرف مفصل کتاب اتاری ہے؟'' ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰي عِلْمٍ﴾ (الأعراف 52:7) ''ہم نے ان کے پاس ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے اپنے علم سے کھول کھول کر بیان کیا ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الْحَكِيْمِ ﴿ (لقمٰن 31:2) ”یہ ایک محکم کتاب کی آیات ہیں۔“

**قرآن حق وباطل کی امتیازی کسوٹی ہے:** فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴾ (الفرقان 25:1) ”بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر امتیاز کرنے والی کتاب اتاری ہے تاکہ وہ جہان والوں کو آگاہ کردے۔“ قرآن مجید میں ایمان وکفر، ہدایت وضلالت، حق وباطل، جائز وناجائز، صحیح وغلط، حلال وحرام، یقین وظن، توحید اور شرک میں قیامت تک کے لیے ایسا فاصلہ اور امتیاز قائم کردیا گیا ہے کہ اس سلسلے میں کسی قسم کا کوئی ادنیٰ سا احتمال اور کمزور سے کمزور سا اشتباہ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ ”تاکہ جسے ہلاک وتباہ ہونا ہے، وہ اتمام حجت کے بعد تباہ وبرباد ہو اور زندہ رہنے والا اتمامِ حُجت کے بعد زندہ رہے۔“ (الأنفال 8:42)

**قرآن سابقہ کتابوں کا مصدق اور نگران ہے:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ (المآئدة 5:48) ”اور ہم نے آپ کی طرف بامقصد کتاب اتاری ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کے مضامین کی نگران ونگہبان ہے۔“

قرآن نگران ونگہبان اس لیے ہے کہ (ا) دین کے اصول وکلیات تمام کتب سماوی اور آسمانی تعلیمات میں یکساں اور مشترک ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ (الشورٰی 42:13) ”تمھارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کی تھی، یہ کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔“ نیز فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ (الأنبيآء 21:92) ”بے شک تمھارا یہ طریقہ، ایک ہی طریقہ ہے۔“ یعنی تمھاری یہ امت ایک ہی امت ہے۔

(ب) قرآن سے پہلی کتب اور صحیفے اپنے اپنے وقت کے لیے تھے اور اس کا ایک حصہ تھے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ (آل عمران 3:23) ”کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں فرمایا جنھیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا تھا، انھیں اللہ کی (پوری) کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے۔“ چنانچہ یہ صحیفے ایک خاص وقت تک محفوظ رہے مگر بعد میں محفوظ نہ رہ سکے اور تحریف وتغیر کا شکار ہوگئے۔

(ج) قرآن دائمی صحیفہ اور آخری کتاب ہے، اس میں دین کے تمام اصول وضوابط کامل شکل میں پوری طرح آگئے ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المآئدة 5:3) ”آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دستورِ زندگی مکمل کردیا اور اپنی نعمت (شریعت) تم پر پوری کردی اور تمھارے لیے اسلام کو بطور ضابطۂ حیات پسند کرلیا۔“

اسی لیے اللہ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود لی ہے، ارشاد باری ہے: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (الحجر 15:9) ”بے شک (یہ) ذکر (قرآن) ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

قرآن مجید وہ آئینہ ہے جس میں مختلف عقائد، افکار وخیالات، متفرق اخلاق واعمال اور سیرت وکردار کے لوگ اپنا اپنا چہرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیکھ سکتے ہیں اور اس کسوٹی اور میزان پر اپنی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔ اس میں کہیں اشارتاً کہیں صراحتاً، کہیں پچھلے اشخاص اور گزشتہ قوموں کے حالات کے پیرائے میں اور کہیں براہ راست قرآن کے مخاطب افراد کا تذکرہ موجود ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبيآء 21:10) ''بلاشبہ ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا ہی تذکرہ ہے تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟''

امام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی (202-294ھ) نے اپنی کتاب ''قیام اللیل'' میں جلیل القدر تابعی اور حلم و بردباری میں ضرب المثل سردار احنف بن قیس کا ایک عبرت انگیز اور سبق آموز واقعہ بیان کیا ہے جس سے اس آیت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور سلف کے زاویۂ نگاہ اور تدبرِ قرآن کے اسلوب پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت احنف بن قیس ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ انھیں یہ آیت سُنائی دی: ﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبيآء 21:10) یہ آیت سن کر وہ چونک پڑے اور فرمایا: ذرا قرآن مجید لاؤ، میں اس میں اپنا تذکرہ تلاش کروں اور دیکھوں کہ میں کس درجے میں ہوں، کن لوگوں کے ساتھ ہوں اور میری کن سے مماثلت یا مشابہت ہے؟ قرآن مجید میں کچھ لوگوں کا تذکرہ ان الفاظ میں آیا ہے: ﴿ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:64) ''وہ (لوگ جو) اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام کر کے رات گزارتے ہیں۔''

پھر انھوں نے قرآن میں ان لوگوں کا تذکرہ پڑھا جو راتوں کو اپنے بستروں سے الگ ہو کر اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی سامنے آئے جو راتوں کو تھوڑا سا سوتے ہیں اور سحری تک اپنے اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں، اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دینے والوں اور کبیرہ گناہوں، فواحش و منکرات سے بچنے والوں کا تذکرہ پڑھ کر کہنے لگے: ''میرا تو ان لوگوں میں شمار نہیں ہے۔'' پھر ورق گردانی کی تو قرآن میں کلمے کا انکار اور تکبر کرنے والوں اور اللہ وحدہ لاشریک کے ذکر سے ناخوش اور بتوں کی یاد سے خوش ہونے والوں، بے نماز، کھانا نہ کھلانے والوں اور قیامت کا انکار کرنے والوں کا ذکر پڑھ کر فرمانے لگے: ''اے اللہ! ان لوگوں سے تیری پناہ! میں ان لوگوں سے بری ہوں۔''

اب وہ اپنے تذکرے کی تلاش میں قرآن پڑھتے پڑھتے ان آیات پر رُک گئے: ﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (التوبة 9:102) ''اور کچھ دیگر لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور ملے جلے عمل کیے۔ کچھ اچھے اور کچھ برے، امید ہے اللہ ان پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائے گا، بلاشبہ اللہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس موقع پر ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا: ''ہاں، ہاں! بے شک یہی میرا تذکرہ ہے۔''[1]

**قرآن مجید ایک معجز کتاب ہے:** اس نے اپنے معجز ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور ان لوگوں کو دعوت مقابلہ دی ہے جو اس کے کتابِ الٰہی ہونے کا انکار یا اس میں شک و شبہے کا اظہار کرتے ہیں: ﴿ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ ﴾ (بني إسرآءيل 17:88) ''(اے نبی!) فرما دیجیے: اگر سارے آدمی اور جنات مل کر بھی چاہیں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں تب بھی اس طرح کا نہیں لا سکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔''

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے مختصر قیام اللیل: 64-66.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر اس میں تخفیف کی اور فرمایا: ﴿ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِہٖ مُفۡتَرَیٰتٍ وَّ ادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ○ فَاِلَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰہِ ﴾ (ھود 11:13،14) ''کیا وہ کہتے ہیں: اس نے قرآن گھڑ لیا ہے؟ فرما دیجیے! اگر تم سچے ہو تو دس سورتیں اس جیسی (گھڑی ہوئی) لے آؤ، اور اللہ کے سوا جن جن کو بلا سکتے ہو بلا لو، پھر اگر یہ تمھاری بات نہ مانیں تو یقین کر لو کہ یہ صرف اللہ کا علم لے کر اترا ہے۔''

مزید تخفیف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّثۡلِہٖ وَ ادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ○ ﴾ (یونس 10:38) ''کیا یہ لوگ کہتے ہیں: اس نے اسے (یونہی) جھوٹ موٹ بنا لیا ہے؟ فرما دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو بلا سکتے ہو بلا لو۔''

رسول اللہ ﷺ سے پہلے جس قدر انبیاء اور رسل گزرے ہیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے معجزات سے نوازا تھا جو ان کی نبوت و رسالت کی دلیل بن سکتے تھے، چونکہ ان کی نبوت و رسالت ایک محدود وقت اور ایک مخصوص قوم کے لیے ہوتی تھی، اس لیے ان کے معجزات ان کے ہاتھوں ظاہر ہوتے اور ان کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے تھے لیکن حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت چونکہ عالمگیر اور دائمی ہے، یعنی جب تک یہ دنیا قائم ہے، آپ کی رسالت برقرار رہے گی، اس لیے آپ کو ایسا معجزہ دیا گیا جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ] ''ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا گیا جس کی بنا پر لوگ ایمان لا سکتے تھے اور جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے وہ ایک ایسی وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف کی ہے۔''①

اس لیے جب آپ سے معجزات کا مطالبہ کیا گیا تو یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا: ﴿ اَوَ لَمۡ یَکۡفِہِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَرَحۡمَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ○ ﴾ (العنکبوت 29:51) ''کیا (یہ بطور نشانی) ان کے لیے کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر (کامل) کتاب اتاری ہے جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے رحمت اور یاددہانی (نصیحت) ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

اہل کتاب اور مشرکین کو قرآن کا مثل لانے کا چیلنج کیا گیا، پھر یہ چیلنج دس سورتوں تک محدود کر دیا، پھر صرف ایک ہی سورت کا مثیل لانے کا چیلنج دیا۔ حق یہ ہے کہ کوئی کلام یا کتاب، قرآن یا اس کی کسی سورت کی مثل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اعجاز کے تمام پہلوؤں اور اس کی تمام خصوصیات کی حامل نہ ہو۔ قرآن صرف اپنے الفاظ و تراکیب، فصاحت و بلاغت ہی کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے بلکہ وہ جس طرح اپنے الفاظ و تراکیب اور فصاحت و بلاغت میں لاثانی، بے مثل اور معجزہ ہے اسی طرح اپنے معانی و مضامین، اپنے بلند پایہ حقائق و معارف، اپنی غیبی معلومات، حقائق ابدی اور اپنی پیش کی ہوئی دینی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور مدنی و اجتماعی تعلیمات میں بھی سراسر معجزہ ہے۔ حتیٰ کہ اپنے اثرات و نتائج، انقلاب انگیزی اور پیش گوئیوں میں بھی لاجواب ہے۔ اگر صرف الفاظ اور تراکیب میں، جو اس کے اعجاز کا محض ایک پہلو ہے، اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا تو اس کے اعجاز کے تمام پہلوؤں کا مقابلہ بھلا کس کے بس کی بات ہے ؟!!

① صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی......، حدیث: 4981 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**اعجازِ قرآن کے چند گوشے:** (1) قرآن مجید کا سب سے بڑا اور بنیادی اعجاز اس کا ایک مکمل دستورِ حیات اور نظامِ زندگی پیش کرنا ہے۔ قرآن حکیم نے ایمان، عقائد، افکار و نظریات، اقتصاد و معیشت، امارت و مشاورت، نظامت و عدالت، معاشرت و معاملات، علم و عمل، غرضیکہ دین و دنیا کے ہر گوشے کے بارے میں ایسا آخری ہدایت نامہ اور نظام عمل پیش کیا ہے کہ اس سے زیادہ محکم و مستحکم اُستوار، جامع، واضح اور نافع ہدایت نامہ دنیا میں آج تک پیش نہیں کیا جا سکا۔ اس سے پہلے کے ادیان اور الہامی کتب بھی چونکہ اپنے وقت کے ساتھ محدود و مخصوص تھیں، اس لیے وہ بھی اس کے مقابلے میں ناقص ہیں۔ اس نے انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی، جسمانی و روحانی، معاشی و معاشرتی، تہذیبی و تمدنی، عدالتی و تجارتی، سیاسی و عمرانی اور حکمرانی و فرمانروائی، غرض زندگی کے ہر گوشے کے بارے میں ایسے احوال و کلیات پیش کیے ہیں کہ اب ان میں کسی قسم کی کمی بیشی، ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں بلکہ قرآن کے جملہ محاسن اور کمالات کا استقصا اور استیعاب بھی حدِ امکان سے باہر ہے۔

**قرآن کے حقائق و معارف:** قرآن کا دوسرا عظیم اعجازی پہلو اس کے بے پایاں علوم و معارف اور حقائق و دقائق ہیں۔ انسان کا علم جس قدر ترقی کرتا جائے گا اور اس کی آنکھوں سے جتنے پردے اٹھیں گے، قرآنی علوم و معارف اسی قدر نکھر کر سامنے آتے جائیں گے۔ مشہور فرانسیسی محقق موریس بوکائے کی کتاب (The Bible, the Quran and Science) کے عنوان سے چھپی ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ”دراسة الكتب المقدسة في ضوء المعارف الحديثية“ کے عنوان اور اردو ترجمہ ”بائبل، قرآن اور سائنس“ کے نام سے شائع ہوا ہے۔ محقق موصوف نے اس کتاب کے باب اول میں لکھا ہے: ”ان سائنسی خیالات نے جو قرآن کے ساتھ زیادہ مماثلت رکھتے ہیں، مجھے ہکا بکا کر دیا۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک ایسی تحریر میں جو تیرہ صدیوں سے بھی پہلے ظاہر ہوئی اور جس میں انتہائی مختلف النوع مضامین بیان ہوئے ہیں، میرے لیے یہ ممکن ہو گا کہ میں اس میں سے ایسے بیانات ڈھونڈ نکالوں گا جو جدید سائنسی معلومات سے کلی طور پر ہم آہنگ ہوں گے۔“ [1] اور کتاب کے آخر میں لکھا ہے: ”حضرت محمد ﷺ کے زمانے کی معلومات کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ناقابل تصور معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کے بہت سے وہ بیانات جو سائنس سے متعلق ہیں، کسی بشر کا کلام ہو سکتے ہیں، لہٰذا یہ بات مکمل طور پر صحیح ہے کہ قرآن کو وحیٔ آسمانی کا اظہار سمجھا جائے۔“ [2]

یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن مجید میں ان حقائق و اشیاء کا تذکرہ ہوا ہے جن کا تعلق تاریخ، جغرافیہ، طبیعیات، فلکیات، اجرام سماوی، علم الحیاۃ، انسان کی تخلیق، اس کے جسم کی تکوین و ترکیب اور دوسرے ایسے علوم سے ہے جن کے بارے میں اس دورِ جدید میں حقائق و معارف کا نیا عالم منکشف ہوا ہے اور پرانے انسانی علوم کے زمین و آسمان بدل گئے ہیں، وہ قرآن کا اصل موضوع و مقصد نہیں ہیں۔ قرآن کا موضوع انسان اور اصل مقصد انسان کو اللہ رب العزت کی بندگی کی دعوت دینا ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں جدید علمی حقائق تلاش کرنا اور ان کو جدید تحقیقات اور نت نئے انکشافات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرنا ایک مختلف، نازک اور پر خطر کام ہے کیونکہ علم و تحقیق کے جو نتائج اس وقت ثابت شدہ حقائق نظر آتے ہیں، وہ آئندہ ادوار میں بدل سکتے ہیں یا ان کا ثبوت و قطعیت مشکوک و مجروح بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے قرآنی حقائق و معارف کو کسی قدیم یا جدید نظریے سے تطبیق دینے کی ضرورت نہیں۔ علم و تحقیق کی تاریخ میں اس کا تجربہ کئی بار ہو چکا ہے کہ ایک دور کے مسلّمات و حقائق دوسرے دور میں یکسر بدل گئے۔ کبھی زمین کو مرکز کائنات ٹھہرایا گیا اور

[1] بائبل، قرآن اور سائنس: 192. [2] بائبل، قرآن اور سائنس: 402.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کبھی آفتاب کو، زمین کبھی مُسطّح ثابت ہوئی اور کبھی گول، سیاروں پر آبادی کبھی ناممکن قرار دی گئی اور کبھی ممکن، کبھی زمین متحرک ٹھہری اور کبھی ساکن، البتہ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ قرآن مجید میں ہرگز کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے خلاف واقعہ ثابت کیا جا سکے۔ قرآنی حقائق ومعارف کی جدید سائنسی تحقیقات سے تطبیق جدید علم وتحقیق سے مرعوبیت کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہے۔

**اعجازِ قرآن کا تیسرا پہلو:** اس کے بیان کردہ غیبی واقعات ہیں۔ قرآن مجید میں انبیائے سابقین اور گزشتہ امم کے بارے میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں، وہ بجائے خود قرآن کا ایک مستقل معجزہ ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ان کی اطلاعات کا سرچشمہ اور مأخذ، علمِ الٰہی کے فیض اور وحی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ تمام واقعات وحی الٰہی کا کرشمہ ہیں۔ اعجاز کے اس پہلو کی طرف قرآن مجید بار بار توجہ دلاتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ولادت کے واقعات کی بعض جزئیات بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمران 3:44) ”یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اور آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے (کہ قرعہ ڈال کر فیصلہ کر لیں) کہ کون مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔“

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ ﴾ (ھود 11:49) ”یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس (وحی) سے پہلے نہ آپ یہ خبریں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔“

قرآن مجید نے کفار کے اس الزام کی کہ یہ واقعات آپ کی پرانی یا قلمی یادداشت ہیں، تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:5،6) ”اور وہ کہتے ہیں (یہ قرآن) اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوا رکھے ہیں جو صبح وشام اس کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ فرما دیجیے: اس (قرآن) کو اسی نے اتارا ہے جو آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بڑا بخشنے والا، انتہائی مہربان ہے۔“

سورۂ عنکبوت میں آپ کی ان چیزوں سے بے گانگی اور آپ کی ناخواندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ آپ اس ماحول سے قطعاً ناآشنا اور علم کے سامان ولوازم سے بالکل بیگانہ تھے، اس لیے شکوک وشبہات کا اظہار کرنے والوں کے لیے آپ کے علم کے ماخذ ومصدر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 29:48) ”اور آپ اس (قرآن) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو یہ باطل پرست ضرور شبہ کرتے۔“

اس لیے یہ دعویٰ اور خیال کہ قرآن مجید کے واقعات تورات وانجیل سے ماخوذ ہیں، بالکل بے بنیاد اور بے اصل ہے، یہ دعویٰ کرنے والے کتب قدیمہ اور قرآن مجید دونوں سے ناآشنا ہیں۔ قرآن مجید اور تورات وانجیل دنیا میں موجود ہیں، ان کا آپس میں تقابل آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے جس کے نتیجے میں حقیقت فوراً اُجاگر ہو سکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مورلیس بوکائے نے بائبل اور قرآن کے بہت سے موضوعات کا تقابل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے: ''قرآن اور بائبل میں بڑے اختلافات ہیں، یہ اختلافات اس دعوے کو غلط ثابت کر دیتے ہیں جس میں بغیر کسی شہادت یا ثبوت کے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے قرآن کا متن پیش کرنے کے لیے بائبل کی نقل کر ڈالی۔''[1]

**قرآن مجید کا چوتھا اعجازی پہلو:** اس کی پیش گوئیاں ہیں کیونکہ معجزہ اس چیز کو کہتے ہیں جو خرقِ عادت طریقے پر محض قدرتِ خداوندی سے کسی رسول کی تصدیق کے لیے ظاہر ہو اور انسانی عقل اس کی ظاہری توجیہ و تعلیل سے قاصر ہو۔ جن حالات میں یہ پیش گوئیاں کی گئی ہیں اور جس طرح ان کا ظہور ہوا ہے وہ ایک معجزہ ہے، ان میں اعجاز کے دو پہلو ہیں: (1) بظاہر ناموافق حالات میں ان بعید از عقل اور اہم واقعات کی خبر و اطلاع۔ (2) اس اطلاع کے عین مطابق ان کا ظہور اور وقوع۔ ان سب پیش گوئیوں میں سب سے زیادہ صاف اور محیر العقول پیش گوئی رومیوں کا غلبہ ہے جسے سورۂ روم کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح موحد اور مطیع مسلمانوں کی حکومت وخلافت کی پیش گوئی سورۂ نور، آیت: 55 ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ میں، دین کے غلبے کی پیش گوئی سورۂ توبہ، آیات: 33,32 سورۂ فتح، آیت: 28 سورۂ صف، آیات: 9,8 میں، فتح مکہ کی پیش گوئی سورۂ فتح، آیات: 1-3 اور سورۂ صف، آیت: 13 میں، صلح حدیبیہ اور غنائم کے حصول کی پیش گوئی، سورۂ فتح، آیات: 18-20، میں، قرآن مجید کے جمع و اشاعت اور تبیین کی پیش گوئی سورۂ قیامہ، آیات: 17-19 میں، رسول اکرم ﷺ کی وفات کے قرب اور اسلام کی اشاعت کی پیش گوئی سورۂ نصر میں کی گئی ہے۔ اسی طرح اور بھی پیش گوئیاں ہیں جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔

**قرآنی ہدایت کا انقلابی پہلو:** رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید اور اس کی عملی تفسیر، یعنی خود اپنی سیرت مقدسہ اور کردار و اخلاق [كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ] ''آپ کا اخلاق قرآن ہی ہے۔''[2] کے ذریعے سے جو ذہنی، فکری، اعتقادی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، معاشرتی، اجتماعی اور سیاسی انقلاب برپا فرمایا، پوری انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہ پہلے ملتی ہے، نہ آپ کے بعد، یہ قرآن کا ایک معجزہ ہے۔ اس انقلاب کے زیرِ اثر جو افراد اور جماعتیں وجود میں آئیں ان میں سے ہر جلیل القدر صحابی خصوصاً عشرۂ مبشرہ، حضرت ابوہریرہ، عبادلۂ اربعہ (عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم) وغیرھم میں سے ہر ایک انفرادی طور پر بجائے خود علوم دین کا مستقل سرچشمہ ہے۔ انسانی تاریخ میں کسی وقت کسی جگہ اور کسی گروہ میں اتنے قلیل عرصے میں اس قدر وسیع انقلاب کا مشاہدہ نہیں ہو سکا۔ اس میں اعجاز کا پہلو یہ ہے کہ یہ ہمہ گیر انقلاب ان تمام وسائل و ذرائع کے بغیر رونما ہوا جن سے دنیا آشنا ہے۔ قرآن مجید نے اعجاز کے اس پہلو کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، ان میں بے مثل قلبی مودت و محبت اور وحدت و یگانگت کس طرح پیدا کی، اسی کے متعلق فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (الأنفال 8: 63,62) ''وہی تو ہے جس نے اپنی نصرت اور مومنوں کے ذریعے سے آپ کو قوت بہم پہنچائی اور مسلمانوں کے دلوں کو جوڑ دیا (ان میں الفت پیدا کر دی) اگر آپ ساری زمین کا مال بھی خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے مابین الفت پیدا کر دی، بلاشبہ وہ غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔''

[1] بائبل، قرآن اور سائنس، ص: 402. [2] مسند أحمد: 216/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زمانۂ جاہلیت اور دور اسلام کا فرق نمایاں کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ (آل عمران 3:103) ''اور تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت (احسان) کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث بھائی بھائی بن گئے۔''

**قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت:** عرب قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے، یہ علم وفن سے کورے ان پڑھ لوگ تھے مگر فصاحت و بلاغت ان کا پیدائشی وصف اور کمال تھا جس میں وہ اپنے آپ کو ساری دنیا سے ممتاز سمجھتے تھے۔ بلکہ دوسروں کو اپنے مقابلے میں عجمی (گونگے) قرار دیتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کو مقابلے کا چیلنج دیا۔ اگر قرآن کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ باصلاحیت عرب ہی تھے۔ عرب سرداروں نے قرآن اور صاحب قرآن کو مغلوب کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ وہ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت وآبرو سمیت ہر متاع پر حملہ آور ہوئے لیکن یہ جرأت نہ کر سکے کہ قرآن کے مقابلے میں کوئی کلام پیش کریں۔ اس کے برعکس تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی خصوصی نجی مجالس ومحافل میں اس کے بے مثل ہونے کا خود اعتراف کیا۔ ولید بن مغیرہ بنو مخزوم کا ایک فرد تھا، اس نے کہا: [وَاللّٰهِ! إِنَّ لِقَوْلِهِ حَلَاوَةً وَّإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً] ''اللہ کی قسم! اس کے قول میں بڑی شیرینی اور بڑی رونق وشادابی ہے۔'' ایام حج کے موقع پر اس نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا: ایام حج میں عرب کے مختلف وفود آئیں گے۔ اس لیے محمد کے بارے میں کوئی مناسب بات طے کر لو، پھر تم میں سے کوئی اس بات کی مخالفت نہ کرے۔ لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہیں، یہ کاہن ہے، یہ مجنون ہے، یہ شاعر ہے، یہ جادوگر ہے۔ ولید نے ہر بات کو رد کر دیا۔ جب کوئی بات قابل قبول نہ ٹھہری تو لوگوں نے ولید سے کہا: تم ہی کوئی بات بتا دو تو اس نے عاجز آ کر کہا: ''بس یہی کہو کہ وہ جادوگر ہے کیونکہ اس نے ایسا کلام پیش کیا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر بیوی، غرضیکہ خاندان بھر میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔''[1]

اس قسم کے واقعات عتبہ بن ربیعہ، نضر بن حارث وغیرہ سے بھی منقول ہیں۔ مزید براں اس چیلنج میں اعجاز کا ایک پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ پیش گوئی بھی موجود ہے کہ وہ قرآن کا یہ چیلنج قبول نہیں کر سکتے اور باہم مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ﴾ (البقرة 2:23،24) ''اور اگر تمھیں اس کلام کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی ہم پلہ ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اللہ کے سوا جتنے تمھارے حمایتی ہیں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے اور کر بھی نہ سکو گے تو تم آگ سے بچو۔''

اس چیلنج کے قبول کرنے کے محرکات اور دواعی موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں لیکن آج تک کوئی شخص، کوئی گروہ اور کوئی قوم قرآن مجید کا مقابلہ نہیں کر سکی اور نہ آئندہ ہی کر سکے گی۔

قرآن کی فصاحت وبلاغت کا اعجاز الفاظ، تراکیب، اسلوب، نظم، قصص اور امثال ہر اعتبار سے درخشاں ہے۔[2]

[1] المستدرك للحاكم، التفسير، سورة المدثر: 507/2، حديث: 3872 اور تفصیل کے لیے دیکھیے السيرة النبوية لابن هشام: 270/1، 271.

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے التحرير والتنوير المعروف بتفسير ابن عاشور، المقدمة العاشرة في إعجاز القرآن.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**حفاظتِ قرآن:** قرآن سے پہلے کے آسمانی صحیفے اور کتابیں ہمیشہ تحریف وتغیر کا نشانہ اور تلف وتباہی کا ہدف بنتے رہے کیونکہ وہ ایک خاص اور محدود مدت کے لیے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے حفظ وبقا کی ذمہ داری خود نہیں اُٹھائی اور یہ تاریخی طور پر ثابت شدہ ایک علمی حقیقت ہے جس کا اعتراف خود ان لوگوں نے بھی کیا ہے جن کے پاس وہ صحیفے اور کتابیں آئی تھیں۔ عہد عتیق (تورات) کے صحیفے برابر غارت گری اور آتش زدگی کا نشانہ بنتے رہے، یہودی مؤرخین کے اعتراف کے مطابق تخریب وتضیع کا یہ کام تین دفعہ ہوا:

(1) پہلی دفعہ جب بابل کے بادشاہ بُخْتُ نَصَّر نے ریاست یہودیہ پر 586 ق م میں حملہ کیا اور بیت المُقَدَّس کو آگ لگا دی جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے تورات کی تختیاں اور آل موسیٰ وآل ہارون کے تبرکات محفوظ کر رکھے تھے۔ بعد میں انھیں حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے حافظے کی مدد سے دوبارہ لکھوایا، پھر ان میں اضافے ہوتے رہے۔

(2) دوسری دفعہ انطاکیہ کے بادشاہ انطوکوس چہارم (Antiochus iv) نے بیت المقدس پر 168 ق م میں حملہ کیا اور صحف مقدسہ کو جلا دیا۔

(3) تیسری دفعہ رومن سپہ سالار ٹائٹس (Titus) نے بیت المقدس پر 70 ق م میں حملہ کیا اور اس کو ہیکل سلیمانی سمیت برباد کر ڈالا۔

عہد نامۂ جدید (انجیل) کا معاملہ عہد عتیق سے بھی گیا گزرا ہے۔ یہ انجیلیں مذہبی کونسلوں اور مختلف زمانوں میں برابر تغیر وتبدل اور اصلاح وترمیم کا نشانہ بنتی رہیں۔ یوں یہ آسمانی کتابیں وحی والہام پر مبنی ہونے کے بجائے سیر وسوانح اور واقعات وحکایات کا مجموعہ بن گئی ہیں۔[1]

لیکن عہد قدیم اور عہد جدید (بائبل، کتاب مقدس) کی کتابوں کے برعکس قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے، اس کی حفاظت اور اسے ہر قسم کی تحریف وترمیم اور کمی وبیشی سے پاک رکھنے کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○﴾ (الحجر 15:9) ”ہم ہی نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ نیز فرمایا: ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ”باطل (جھوٹ) کا اس میں دخل ہی نہیں، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔“

ان آیات میں یہ پیش گوئی کر دی گئی ہے کہ قرآن کریم، اپنی اصل شکل میں ہمیشہ محفوظ رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اسے مٹانے یا اس میں تحریف وترمیم کرنے کی مذموم کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں آج تک ایک نقطے کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قرآن میں قلم لگانے اور کسی بھی نوعیت کا ردوبدل کرنے کی جس نے بھی جسارت کی وہ بری طرح ناکام ہو گیا۔ آج بھی یہودی اور عیسائی اس ناپاک مقصد کے لیے سرگرداں ہیں لیکن سپر طاقت کی پشت پناہی کے باوجود منہ کی کھا رہے ہیں۔ ”حفاظت“ بہت وسیع المعنی لفظ ہے۔ اس میں قرآن مجید کے حفظ وبقا، نشر واشاعت، قراءت وتلاوت اور اس کے معانی ومطالب، سب کی حفاظت کی ابدی ضمانت مضمر ہے۔

**قرآن کا سرچشمہ:** قرآن مجید کی مذکورہ بالا خصوصیات اور امتیازات اس بنا پر ہیں کہ اس کا سرچشمہ اور ماخذ علم الٰہی ہے اور اس کے نزول کا واسطہ وذریعہ وحی ہے اور یہ وہ سرچشمہ ہے جو ہر قسم کے عیب ونقص، شک وشبہ، ریب وارتیاب، ظن وتخمین اور تعارض واختلاف سے یکسر پاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور ابدی ہے اور وہ خالق کائنات ہونے کے اعتبار سے انسان اور اس کی فطرت کا خالق ہے

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے ”مختصر اظہار الحق“ کا ترجمہ از شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری، پہلا باب اور ”بائبل، قرآن اور سائنس“ کے بائبل سے متعلقہ ابواب۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور انسان کی ہر قسم کی ضروریات اور اس کے مسائل ومشکلات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ ﴿ اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ﴾ (الملك 14:67) ''کیا جس نے پیدا کیا اسے معلوم نہیں؟ وہ تو ازحد باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی اور محیط ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَسِعَ كُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا ﴾ (طٰهٰ 98:20) ''(اس نے) ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا یَضِلُّ رَبِّیۡ وَ لَا یَنۡسَی ﴾ (طٰهٰ 52:20) ''میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ ﴾ (الحشر 22:59) ''وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔'' ﴿ لَا یَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ ﴾ (سبا 3:34) ''آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کوئی چیز بھی اس سے چھپی نہیں رہ سکتی۔'' قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے علم سے ماخوذ ہے، اس لیے وہ اس کی خصوصیات کا حامل اور اس کی صفات کا مظہر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ لَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ هُدًی وَّ رَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴾ (الأعراف 52:7) ''اور ہم نے ان کے سامنے ایسی کتاب پیش کی ہے جسے ہم نے اپنے علم وآگہی سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو ایمان والوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔''

**انسانوں تک قرآن پہنچنے کا واسطہ:** انسانوں تک قرآن مجید بلا واسطہ نہیں پہنچا کیونکہ ہر انسان اس کے تحمل اور قبول کی صلاحیت و استعداد سے بہرہ مند نہیں ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ (الأنعام 124:6) ''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کسے سونپے۔'' بسا اوقات یہ صورت پیش آتی ہے کہ کسی علم واطلاع کا اصل منبع اور سرچشمہ تو پورے طور پر صاف اور محفوظ ہوتا ہے لیکن دوسروں تک پہنچنے کا وسیلہ قابلِ وثوق اور لائق اعتماد نہیں ہوتا۔ اپنے اصل سرچشمے سے چیز صحیح اور محفوظ روانہ ہوتی ہے لیکن اپنے منتہیٰ تک پہنچتے پہنچتے اس میں تغیر وتبدل ہو جاتا ہے۔

لیکن رسول اکرم ﷺ تک قرآن مجید پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ وحی الٰہی ہے۔ فرمان باری ہے: ﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ﴾ (النجم 5,4:53) ''وہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے، اسے ایک بڑی قوتوں والی شخصیت (جبریل) نے سکھایا ہے۔'' جو ﴿ ذِیۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَكِیۡنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴾ (التکویر 21,20:81) ''وہ بڑی قوت والا اور صاحب عرش کے ہاں بڑا درجہ رکھنے والا ہے۔ وہاں اس کا کہا مانا جاتا ہے اور وہ قابل اعتماد ہے۔'' اور اس کی قراءت اور بیان کی ذمے داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے: ﴿ لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَ قُرۡاٰنَهٗ ﴾ (القیمة 17,16:75) ''اس (وحی) کو لینے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں تاکہ آپ اسے جلد از جلد لے سکیں بلکہ اسے (آپ کے سینے میں) جمع کرنا اور (آپ کو) پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔'' اس لیے انسانوں تک پہنچانے والا رسول بھی اسے تبدیل نہیں کر سکتا۔ ﴿ قُلۡ مَا یَكُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِیۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ۚ ﴾ (یونس 15:10) ''فرما دیجیے! میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اس کو اپنی طرف سے بدل ڈالوں، میں تو بس جو چیز میری طرف وحی کی جاتی ہے اُسی کی پیروی کرتا ہوں۔''

**نزولِ قرآن کے مقاصد:** جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو آباد کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو بھیجا تو فرمایا: ﴿ قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِیۡعًۢا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّكُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی ۬ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشۡقٰی ؕ وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیۡشَةً ضَنۡكًا ﴾ (طٰهٰ 124,123:20) ''تم دونوں (آدم وابلیس) اکٹھے یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، پس اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ راہ راست سے پھرے گا نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ناکام ہوگا (نہ شقاوت وبدبختی کا شکار ہوگا) اور جو میرے ذکر (یاددہانی) سے اعراض کرے گا، اس کی گزربسر تنگ ہوگی۔‘‘

اس وعدۂ الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام کی ہدایت ورہنمائی کے لیے دین اسلام کو ضابطۂ حیات اور دستور زندگی بنا کر بھیجنے کا آغاز فرمایا۔ اور اس ضابطۂ حیات اور دستور زندگی کی تکمیل اپنے آخری صحیفۂ ہدایت کے ذریعے سے کر دی جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے انسانوں تک پہنچا۔ جو انسانوں کے لیے برہان، نور، موعظت، شفا، ہدایت اور رحمت ہے بشرطیکہ وہ اس صحیفۂ ہدایت کو اپنا دستور العمل بنالیں اور اپنی پوری زندگی کا ہر ہر گوشہ اس کے مطابق سنوار لیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝﴾ (النسآء 4:174,175) ’’اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے آقا و مالک کی طرف سے ایک کھلی دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمھاری طرف واضح روشنی اتاری ہے۔ سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (برہان ونور) کو مضبوطی سے تھام لیا تو اللہ انھیں اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے گا اور اپنے فضل سے نوازے گا اور انھیں اپنی طرف پہنچنے کی سیدھی راہ پر چلائے گا۔‘‘ نیز فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (یونس 10:57) ’’اے لوگو! یقیناً تمھارے پاس تمھارے آقا و مالک کی طرف سے (قرآن کی) نصیحت آ گئی ہے اور یہ (ان بیماریوں کے لیے) شفا ہے جو سینوں میں ہیں اور مومنوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔‘‘ نیز فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَّشِفَاءٌ ﴾ (حٰم السجدۃ 41:44) ’’فرما دیجیے! یہ (کتاب) ان لوگوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے جو ایمان والے ہیں۔‘‘

انسان کی حقیقی زندگی اور شفا وتندرستی کا انحصار دل پر ہے کیونکہ ﴿ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝﴾ (الحج 22:46) ’’تو حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔‘‘

اور یہ وحیٔ الٰہی جو قرآن کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے، آدمی کی روح اور زندگی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: [أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ] ’’خبردار! بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح اور صالح ہوتا ہے تو تمام بدن (کا فعل) صالح اور درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگاڑ اور فساد سے دوچار ہوتا ہے تو سارا بدن بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے، خبردار! یہ ٹکڑا دل ہے۔‘‘ [1] ...... کسی شاعر نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اِسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

قرآن دل کی روح ہے اور اصلاحِ قلب کا مؤثر ترین عامل ہے۔ جب دل زندہ و بیدار ہو جاتا ہے تو انسانی زندگی کے تمام گوشے قرآنی ہدایت کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ اور انسان اللہ کے فضل ورحمت کا حقدار بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، حديث:52 و صحيح مسلم، المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات، حديث:1599.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴿(الشوریٰ 42:52,53)﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب (قانون وشریعت) کیا ہے اور ایمان (کی حقیقت وتفصیلات) کیا ہیں لیکن ہم نے اس (وحی وروح) کو نور بنا دیا، ہم اس کے ذریعے سے اپنے بندوں میں جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ پر گامزن کر دیتے ہیں۔ اور بلاشبہ آپ سیدھی راہ دکھاتے ہیں، اللہ کی راہ جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔''

اور یہ قرآن ہی اس راہ کی دعوت دیتا ہے اور اسے بیان کرتا ہے جو تمام راہوں سے زیادہ سیدھی سچی اور سدھار کا باعث ہے۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ (بنی إسرآءیل 17:9) ''بلاشبہ یہ قرآن اس راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی ہے۔''

**قرآن کے ترجمے اور تفسیر کی ضرورت:** چونکہ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے قیامت تک آخری صحیفۂ ہدایت ہے جو ایسا دستور زندگی اور لائحہ عمل پیش کرتا ہے جسے اپنانے اور نظام حیات بنانے میں انسانوں کی دنیوی واخروی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اس کے بغیر دنیا امن وسکون کا گہوارہ نہیں بن سکتی، نہ وہ حقیقی اور ابدی زندگی جو موت کے بعد حاصل ہوگی، خوش بختی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس کا سمجھنا، ازبس ضروری ہے تاکہ ہم اس کے مطابق زندگی بسر کر سکیں، قرآن کے علم وفہم کے بغیر اس پر عمل ممکن نہیں ہے اور عمل کے بغیر قرآن کے برکات وثمرات سے فیض یاب ہونے کی تمنا کرنا دیوانے کا خواب ہے۔

آج کل کا انسان قرآن مجید کے فہم وعلم اور اس پر عمل کرنے کا جس قدر محتاج ہے وہ محتاجِ وضاحت نہیں قرآن کریم کا فہم وعلم حاصل کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر ہمارے اسلاف صحابہ اور تابعین نے جس قدر عروج وترقی حاصل کی تھی اس کی تاریخ انسانیت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اسی لیے قرآن مجید بار بار غور وفکر اور تدبر وتعقل کی دعوت دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ﴾ (ص 38:29) ''یہ ایک عظیم بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر سوچ بچار کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔'' نیز فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○ ﴾ (محمد 47:24) ''کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں؟'' نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (یوسف 12:2) ''بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں اتارا ہے تاکہ تم اسے سمجھو۔'' نیز فرمان ہے: ﴿ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ ﴾ (النحل 16:44) ''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) اتارا ہے تاکہ لوگوں کے لیے جو کچھ اتارا ہے آپ اسے ان کے سامنے کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ (خود بھی) اس پر غور وفکر کریں۔''

قرآن بلکہ کسی بھی کلام میں تدبر وتفکر اس کے معانی ومطالب سمجھے بغیر ممکن نہیں۔ اور قرآن مجید چونکہ ایک ضابطۂ حیات اور دستورِ زندگی ہے اس لیے اس کا فہم اور تدبر وتفکر اس کے نزول کے ساتھ ہی شروع ہو گیا۔ اور رسول اکرم ﷺ کا فریضۂ منصبی یہی تھا کہ وہ تلاوتِ آیات کے ساتھ ساتھ کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور کتاب وحکمت کی روشنی میں عقائد، اعمال اور اخلاق کی تطہیر وتزکیہ فرمائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ (الجمعة 62:2) ''(ملک، قدوس، عزیز اور حکیم ہی ہے) جس نے (اپنی ان صفات کے اظہار کے لیے) امیوں میں، انھی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے، انھیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحابۂ کرام اہل زبان تھے، ان کے سامنے قرآن اتر رہا تھا لیکن اس کے باوجود آپ انہیں پڑھ کر سناتے، اس کے معانی ومطالب اور حقائق ومعارف سکھاتے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ سمجھاتے تھے اور فرمانِ الٰہی: ﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ (النحل 16:44) کے امتثال میں اس کی علمی وعملی توضیح وتبیین فرماتے تھے۔ امام ابو عبدالرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں: ہمیں قرآن کی تعلیم دینے والے صحابہ کرام حضرت عثمان بن عفان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ نے بتایا کہ جب وہ دس آیات سیکھ لیتے تھے تو اس وقت تک ان سے آگے نہ بڑھتے جب تک کہ ان آیات کے علم وعمل کو نہ سیکھ لیتے۔ انھوں نے کہا: اسی طرح ہم نے پڑھا اور علم وعمل سیکھا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تھا تو وہ ہماری نظروں میں جلیل القدر آدمی ٹھہرتا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف سورۂ بقرہ کے حفظ کرنے پر آٹھ برس صرف کر دیے تھے۔ ①

ظاہر ہے یہ آٹھ برس محض الفاظ یاد کرنے پر صرف نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ یہ قرآن کی حکمت اس کے حقائق ومعارف جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے پر صرف ہوئے تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر قرآن اتارا، آپ کی زبان پر اسے جاری کیا اور پڑھایا اسی طرح اس کے معانی ومطالب کی بھی تعلیم دی، ارشاد باری ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ﴾ (القيمة 75:19) ''اس کا بیان اور توضیح بھی ہمارے ذمے ہے۔'' اسی لیے آپ پر حکمت بھی اتاری، تنہا قرآن نہیں اتارا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ ﴾ (النسآء 4:113) ''اور آپ پر اللہ نے کتاب وحکمت اتاری اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔'' حکمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کے وہ اقوال وافعال اور تقاریر ہیں جن کے بغیر قرآن کو سمجھنا ناممکن ہے۔

اسی طرح صحابۂ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن پڑھنا، اس کے معانی ومطالب سمجھنا اور اس پر عمل کرنا سیکھا اور ان تینوں چیزوں کی تعلیم اپنے تلامذہ تابعین عظام کو دی۔ علم وعمل اور تعلیم وتعلّم کی یہ روایت تابعین سے تبع تابعین تک پہنچی، یوں یہ سلسلہ قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسلٍ آج تک قائم ہے۔ علاوہ ازیں زبانی تعلیم وتعلّم کے علاوہ دوسری صدی ہجری سے قرآنِ کریم کی توضیح وتفسیر کے لیے تحریری کام کا بھی آغاز ہوا اور ان علماء نے جو علوم قرآن وحدیث کے جامع تھے، قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں ان میں سب سے زیادہ جامع تفسیر، تفسیر طبری ہے۔ انھی مفسرین میں سے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ہیں جن کی تفسیر کو متعدد وجوہ سے عوام وخواص میں سب سے زیادہ پذیرائی ملی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر قرآن کے فرمودات، رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور صحابہ وتابعین کے علم وعمل کی روشنی میں لکھی ہے، اسی بنا پر یہ ایک بلند پایہ تفسیر ہے جسے تفسیری کتابوں میں ممتاز مقام حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ مکتبہ دار السلام کے مدیر محترم مولانا عبدالمالک مجاہد، ان کے خصوصی معاون عزیزم حافظ عبدالعظیم صاحب اسد، عزیزم حافظ محمد نعمان فاروقی اور مکتبہ کے تمام رفقاء کو اجر جزیل اور ثواب عظیم سے نوازے جو اس تفسیر کے اختصار کو اردو میں پیش کرنے کا ذریعہ بنے ہیں اور برادرم محمد خالد سیف کے حُسنِ خیال کے پیرائے میں اِسے طباعتی سولہ سنگھار کے ساتھ نہایت خوبصورت انداز میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حُسنِ عمل سے ان کی حسنات کا پلڑا بھاری رکھے اور انھیں دنیوی واخروی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

حافظ عبدالعزیز علوی

(شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ۔ فیصل آباد)

(ذوالحجہ 1426ھ۔ جنوری 2006ء)

---

① مجموعة الفتاوى لابن تيمية: 331/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مختصر حالاتِ زندگی

# مُفسّرِ عظیم، مُحدِّثِ کبیر، مُورّخِ شہیر حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ

از: ابوعبداللہ محمد عبدالجبار حفظہ اللہ

**نام ونسب:** آپ کا نام اسماعیل، کنیت ابوالفداء اور لقب عماد الدین ہے اور ابن کثیر کے عرف سے مشہور ہیں۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع البُصْروی الدِّمَشْقی۔[1]

**ولادت اور تعلیم وتربیت:** آپ کی پیدائش 701ھ (1302ء) میں مِجْدَل بستی میں ہوئی۔ یہ بستی ملک شام کے مشہور شہر بُصریٰ کے اطراف میں واقع ہے۔ آپ ایک معزز اور علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد شیخ ابوحفص شہاب الدین عمر اس بستی کے خطیب تھے۔ ابھی آپ نے عمر کی صرف چار بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ والد کے سایۂ شفقت سے محروم ہو گئے تو آپ کے بھائی شیخ عبدالوہاب نے آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا بیڑا اٹھایا جو خود بھی ایک جید عالم دین اور ممتاز فقیہ تھے، پھر جب آپ کی عمر پانچ برس ہوئی تو 706ھ میں بھائی کے ساتھ دمشق منتقل ہو گئے اور یہیں پلے بڑھے اور تعلیم وتربیت حاصل کی۔

**اساتذہ ومشائخ:** امام ابن کثیر نے بہت سے اساتذہ سے کسب فیض کیا لیکن شروع میں آپ نے ابتدائی فقہ کی تعلیم اپنے بڑے بھائی سے حاصل کی۔ اس بھائی کی بابت آپ فرماتے ہیں: ''ہمارا بڑا بھائی ہمارے ساتھ نہایت مہربانی، محبت اور شفقت والا برتاؤ کیا کرتا تھا۔'' بعدازاں انھوں نے مختلف علوم وفنون میں دسترس رکھنے والے متعدد مشاہیرِ وقت اساتذہ اور شیوخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

- برہان الدین ابراہیم بن عبدالرحمٰن فَزاری المتوفی 729ھ۔ یہ ابن الفرکاح کے نام سے مشہور ہیں۔
- شام کے جلیل القدر عالم اور مشہور مؤرخ بہاء الدین القاسم بن مظفر بن النجم محمود بن تاج الأُمناء ابن عساکر المتوفی 723ھ۔
- دمشق میں عیسیٰ بن المطعم سے سماع کیا۔
- محمد بن زرّاد سے حدیث کا سماع کیا۔
- عماد الدین محمد بن الشیرازی المتوفی 749ھ۔
- عفیف الدین بن یحییٰ الآمدی المتوفی 725ھ۔ یہ ظاہریوں کے شیخ گردانے جاتے ہیں۔

[1] ''البُصْروِی'' یا ''البُصْری'' اور ''الدِّمَشْقِی'' دونسبتیں پیدائش اور تعلیم وتربیت کے اعتبار سے ہیں۔ چونکہ آپ کی پیدائش ''بُصریٰ'' کے علاقے میں ہوئی اس لیے ''البصروی'' یا ''البصری'' کہلائے۔ اور کم سنی ہی میں برادر بزرگ کے ہمراہ دمشق منتقل ہو گئے تھے اور وہیں تعلیم وتربیت حاصل کی، اس لیے تعلیم وتربیت کی نسبت کے اعتبار سے ''الدمشقی'' کہلائے۔ دیکھیے الباعث الحثیث، ص: 23.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



- حافظ ابوالحجاج جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف القاضی الکَلْبِی الدِّمَشْقِی المِزّی المتوفی 742ھ۔
- شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ الحَرّانی المتوفی 728ھ۔
- الشیخ الامام الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی 748ھ۔

ان اساطین علم کے علاوہ کئی جلیل القدر علماء نے امام ابن کثیر کو اپنی روایات بیان کرنے کی اجازت بھی دی تھی، مثلاً: ابوموسیٰ القَرَافی الحسینی، ابوالفتح الدَّبُوسی، علی بن عمر الوانی اور یوسف الخُتَنِی وغیرہ۔ اس زمانے میں دستور تھا کہ جب کوئی طالب علم کسی فن میں دسترس اور کمال حاصل کر لیتا تو وہ اس فن کی کوئی مختصر سی کتاب حفظ کرتا، چنانچہ اس دستور کے مطابق آپ نے بھی شیخ ابواسحٰق شیرازی المتوفی 476ھ کی فقہ میں کتاب التنبیہ فی فروع الشافعیۃ زبانی یاد کر کے 18 سال کی عمر میں سنا دی۔ اسی طرح اصول فقہ میں علامہ ابن حاجب مالکی المتوفی 646ھ کی مختصر کو حفظ کیا۔ کتب اصول آپ نے ''مختصر ابن حاجب'' کے شارح علامہ شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن اصفہانی المتوفی 749ھ سے پڑھیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (ذیل تذکرۃ الحفاظ: 239,238/5 میں) رقمطراز ہیں: ''آپ نے حجّار اور اس طبقے کے اہل علم سے سَماع (حدیث) کیا۔'' سابقہ سطور میں حجار کے ہم طبقہ علماء میں سے کئی مشاہیر کا ذکر ہو چکا ہے۔

مذکورہ تمام اہل علم وفضل میں سے سب سے زیادہ جس صاحب علم وکمال شیخ سے آپ نے خوشہ چینی کی وہ ہیں اسماء الرجال کی شہرۂ آفاق کتاب تہذیب الکمال کے جلیل القدر مصنف، محدّثِ شام حافظ جمال الدین مزی رحمہ اللہ۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (ذیل تذکرۃ الحفاظ: 239/5 میں) لکھتے ہیں: ''انھوں نے شیخ مزی (کے زیر تربیت رہ کر ان) سے علم حاصل کیا، عرصۂ دراز تک ان کے پاس رہے اور اپنے تمام ساتھیوں سے فائق ہو گئے۔''

مایہ ناز مصنف شیخ احمد محمد شاکر مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شیخ جمال الدین یوسف بن الزکی المزی رحمہ اللہ (742ھ) صاحب تہذیب الکمال سے طویل عرصے تک کسب فیض کیا، ان سے مستفید ہوئے، فاضل بنے اور انھی کی لخت جگر آپ کے حِبالۂ عقد میں آئیں۔'' (الباعث الحثیث، ص: 24) پھر ''تہذیب الکمال'' جیسی عظیم الشان مُطَوَّل کتاب کا سماع بھی انھی سے کیا۔ عرصۂ دراز تک شیخ مزی کی خدمت اور صحبت میں رہ کر اپنی علمی پیاس بجھائی اور کتاب وسنت کے اس چشمۂ صافی سے خوب خوب سیر ہوئے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ قربت اور مصاحبت کا نہایت خصوصی تعلق تھا جس نے آپ کی زندگی پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ یہ خصوصی تعلق آپ کی علمی اور عملی زندگی پر بہت زیادہ اثر انداز ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بھی ایسے مسائل میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے متاثر تھے جن میں امام صاحب جمہور اسلاف سے متفرد ہیں۔ اس بنا پر آپ آزمائش میں مبتلا کیے گئے اور ستائے گئے۔

**مشاہیر اہلِ علم کا خراج تحسین:** شیخ احمد محمد شاکر مصری رحمہ اللہ (الباعث الحثیث، ص: 24 پر) یوں رقم طراز ہیں: ''انھوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بہت کچھ پڑھا، لمبا عرصہ ان کی شاگردی اور صحبت میں رہے، ان سے بہت محبت کی اور ان کے علوم وفنون سے بڑا فائدہ اٹھایا۔''

اسی طرح مشہور مؤرخ حافظ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ حافظ ذہبی المعجم المختص میں اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عظیم شاگرد رشید امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے متعلق رقمطراز ہیں: ''وہ امام، مفتی، محدث، نہایت باکمال، گوناگوں اوصاف کے مالک، فقیہ اور مفسر قرآن تھے اور ان کی کتب بہت مفید ہیں۔'' (الدرر الکامنۃ: 374,373/1)

اقلیم حدیث کے تاجدار حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب (الدرر الکامنۃ: 374,373/1) میں ابن کثیر رحمہ اللہ کی بابت لکھتے ہیں: ''وہ رجال حدیث اور متونِ حدیث کے مطالعہ میں مشغول رہے...... اور ان کا استحضار بلا کا تھا، نہایت ہنس مکھ اور خوش طبع تھے۔ ان کی تصانیف ان کی زندگی ہی میں دور دراز تک پہنچ چکی تھیں اور لوگوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ان کی کتب سے بہت فائدہ اٹھایا۔'' آخر میں فرماتے ہیں: ''ان کا شمار تو فقہاء محدثین میں ہوتا تھا۔''

المؤرخ الشہیر ابوالمحاسن جمال الدین یوسف بن سیف الدین المعروف بابن تغری بُرْدِی حنفی اپنی کتاب المنهل الصافي والمستوفي بعد الوافي میں تحریر کرتے ہیں: ''بحرِ بے کراں امام ابوالفداء عماد الدین نے علم اور مطالعۂ حدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ یہ عادت ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ انھوں نے علم حاصل کیا، لکھا اور فقہ، تفسیر اور حدیث میں ممتاز مقام پر فائز ہوئے۔ انھوں نے بہت سے اساتذہ سے بہت سا علم جمع کیا، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں منہمک رہے۔ حدیث، تفسیر، فقہ اور عربی زبان وغیرہ میں وسیع الاطلاع اور بڑی معلومات کے حامل تھے۔ تاحیات مسند فتویٰ اور مسند درس و تدریس پر متمکن رہے۔'' اور واقعتاً وہ اس کے اہل بھی تھے۔

استاد احمد شاکر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''امام ابن کثیر رحمہ اللہ ضبط و تحریر میں مشہور ہوئے، تاریخ و حدیث اور تفسیری علم کی سربراہی ان پر ختم ہو گئی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے شعر و سخن کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میدان کے لیے منتخب ہی نہیں کیا تھا۔ (الباعث الحثیث، ص:25)

**تلامذہ:** امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ساری زندگی درس و تدریس میں بسر فرمائی، اپنے دور کے بڑے بڑے علمی مراکز میں مسند تدریس پر فائز رہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ تذکرہ نگاروں نے آپ کے شاگردوں میں سے، جن کی تعداد بہت زیادہ تھی، صرف ایک دو کا نام ذکر کیا ہے، البتہ ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خان ندوی بہت تحقیق اور تلاش و جستجو کے بعد آپ کے درج ذیل چودہ شاگردوں کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں:

(1) ابن الیونانیہ (707-793ھ) شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن محمد الیونانی البَعْلی۔ ابن العماد نے لکھا ہے کہ انھوں نے تفسیر ابن کثیر کی تلخیص بھی کی تھی۔

(2) ابن سند (729-792ھ) شمس الدین ابوالعباس محمد بن موسیٰ بن محمد بن سند بن نعیم اللَّخمِی

(3) یحییٰ الرَّجَبی (715-794ھ) محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن یوسف بن یعقوب بن احمد بن یحییٰ الرجبی

(4) محمد الزرکشی (745-794ھ) بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ

(5) ابن عنقہ البسکری (م804ھ) ابوجعفر محمد بن محمد

(6) سعد النواوی (729-805ھ) سعد الدین سعد بن یوسف

(7) ابن الحریری (738-813ھ) شہاب الدین احمد بن محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(8) علی الرَّدْماوِی (741-813ھ) ابوزید وابوالحسن علی بن زید

(9) ابن الحسبانی (749-815ھ) شہاب الدین ابوالعباس احمد بن اسماعیل

(10) مسعود الاَنطاکی (م 815ھ) شرف الدین مسعود بن عمر بن محمود

(11) ابن حجّی السعدی (751-816ھ) شہاب الدین ابوالعباس احمد بن العلاء

(12) محمد الحبتی (745-825ھ) شمس الدین ابوالمعالی محمد بن احمد

(13) ابن الجَزَرِی (751-833ھ) شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد

(14) عبدالعزیز بن عثمان بن یوسف بن المجد الشیرازی ①

**شاگردوں کا خراج تحسین:** ابن حجّی اپنے استاد محترم رحمہ اللہ کو ان الفاظ کی ساتھ خراج تحسین پیش کرتے ہیں: ''جن اساطین علم کو ہم نے پایا ہے ان میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ متون حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے، نیز علم جرح وتعدیل اور صحیح وضعیف احادیث کے بہت بڑے عارف وماہر تھے۔ ان کے ہم درس، ہم عصر اور ان کے شیوخ بھی ان کی ان خوبیوں اور کمالات کا اعتراف کرتے تھے۔ میں ان کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوا ہوں اور ان سے استفادہ ہی کیا ہے۔'' (شذرات الذھب: 232,231/6)

امام ابن کثیر، ابن رافع، مغلطائی اور حافظ حسینی، ان چار ہم عصر اہل علم کی بابت حافظ زین الدین عراقی سے کسی شخص نے پوچھا کہ ان معاصرین میں سے کون سب سے بڑا عالم ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ان چاروں میں سے متون اور تاریخ کے سب سے زیادہ حافظ وعالم امام ابن کثیر رحمہ اللہ ہیں۔ سب سے زیادہ ٹک کر علم حدیث حاصل کرنے والے اور مؤتلف ومختلف کے بڑے عالم ابن رافع ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معلومات کے حامل اور وسیع الاطلاع اور انساب کے عالم مغلطائی ہیں اور سب سے زیادہ تخریج کے علم سے واقف اور سب سے زیادہ ہم عصر شیوخ سے باخبر حافظ حسینی ہیں۔

مشہور مؤرخ، فقیہ، ادیب ابوالفلاح عبدالحیٔ بن العماد حنبلی المتوفی 1089ھ اپنی تالیف (شذرات الذھب فی أخبار من ذھب: 231/6) میں یوں رقم طراز ہیں: ''حافظ عماد الدین نے اٹھارہ برس کی عمر میں ''التنبیہ'' حفظ کر کے سنا دی۔ وہ کثیر الاستحضار، قلیل النسیان اور جید الفہم تھے۔''

**درس وتدریس، افتاء اور ذکر الٰہی:** امام موصوف نے علمی مشغولیت کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ خوب محنت کر کے علم حاصل کیا، بہت سی کتب تصنیف کیں، فقہ، تفسیر، علم حدیث، عربیت، رجال، علل اور نحو میں مہارت حاصل کی، بہت سی کتب جمع کیں، درس دیا، حدیث بیان کی، تاحیات مسند افتاء وتدریس پر جلوہ افروز رہے، ضبط وتحریر میں خاصی شہرت پائی۔ تاریخ، حدیث اور تفسیر کے علم میں اپنے دور میں سب سے اونچے مقام پر فائز تھے۔ اپنے استاذ امام ذہبی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مدرسہ امام صالح میں شیخ الحدیث کی سند سنبھالی، امام جلیل ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔

**تصنیفات:** آپ نے مختلف علوم وفنون، خصوصاً تفسیر، حدیث اور تاریخ میں بہت سی کتب تصنیف فرمائیں جو بے حد مفید اور نافع

① تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں الامام ابن کثیر رحمہ اللہ، ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خان الندوی، ص: 78-87 طبع دار ابن کثیر دمشق، بیروت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں اور ان میں سے بعض مطوّل، بعض متوسط اور بعض مختصر حجم کی ہیں، ان میں سے بعض زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور بعض ابھی تک مخطوطات کی صورت میں دنیا کی مختلف لائبریریوں کی زینت ہیں۔ آپ کی تمام تصنیفات کی تعداد 34 ہے جن میں سے چند اہم کے نام حسب ذیل ہیں:

## کتب مطبوعہ:

(1) تفسیر القرآن العظیم ...... یہی تفسیر ابن کثیر ہے۔ اس کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

(2) الهدى والسنن في أحاديث المسانيد والسنن: ابن کثیر رحمہ اللہ کی یہی کتاب جامع المسانید کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے اس کتاب میں ان دس کتب حدیث کی روایات کو جمع کر دیا ہے: کتب ستہ، یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابوبکر البزار، مسند حافظ ابویعلی الموصلی اور المعجم الكبير للطبرانی۔ مزید برآں ان مذکورہ دس کتب حدیث کی مجموعہ روایات کے علاوہ اور بھی احادیث ذکر کی ہیں۔ امام صاحب کا اپنا بیان ہے، فرماتے ہیں: ''میں اس کتاب (جامع المسانید والسنن) میں (مذکورہ) دس کتب کی روایات کے علاوہ بسا اوقات اور کتب کی روایات بھی ذکر کرتا ہوں۔'' (جامع المسانيد والسنن: 10/1) اس کتاب میں مختلف موضوعات از قسم احکام، تفسیر، تاریخ، رقائق، فضائل وغیرہ کی بابت ایک لاکھ سے زیادہ صحیح، حسن، ضعیف، موضوع اور مکرر احادیث بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی بابت کہا گیا ہے: ''امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی تصانیف میں سے یہ مفید ترین تصنیف ہے۔'' اس کتاب کا قلمی نسخہ دار الكتب المصرية میں موجود ہے۔

(3) البداية والنهاية: فن تاریخ میں یہ کتاب بڑی معرکۃ الآراء تصنیف شمار ہوتی ہے۔ اور کچھ اس طرح سے مرتب کی گئی ہے کہ سال اور مہینے وغیرہ کی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے، یعنی پہلے ایک سال میں واقع ہونے والا واقعہ، پھر اس کے بعد والے سال کا، پھر اس کے بعد والے کا۔ اس کتاب میں امام صاحب نے قرآن کریم اور حدیث شریف میں مذکور انبیاء و رسل علیہم السلام اور سابقہ اقوام و امم کے قصے اور واقعات ترتیب وار بیان کیے ہیں۔ ان قصص اور واقعات میں غرائب و مناکیر اور اسرائیلی روایات کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کئی مقامات پر ان کا ضعف اور کمزوری بھی لکھتے ہیں۔ اور اس میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کا بیان ہے حتیٰ کہ اپنے عہد تک کی مفصل تاریخ بیان کی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے 767ھ یعنی اپنی وفات سے تقریباً چھ سات سال قبل تک کی تقریباً مکمل تاریخ بیان کر دی ہے۔ مؤرخ ابن تغری اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ (البداية والنهاية) بہت خوب کتاب ہے۔'' بدر الدین عینی نے اپنی تاریخ میں عموماً اسی پر انحصار کیا ہے۔ اس کتاب میں اگرچہ رطب و یابس، قصص اور واقعات درج کیے گئے ہیں لیکن سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والا حصہ بہترین ہے۔ بہت سے اہل علم کا تذکرہ موجود نہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود فن تاریخ میں دوسری کتابوں کی نسبت قدرے بہتر ہے۔

(4) الاجتهاد في طلب الجهاد: یہ کتاب امام صاحب نے امیر منجک بن عبداللہ سیف الدین یوسفی المتوفی 776ھ کی ترغیب اور خواہش پر لکھی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ دار الكتب المصرية میں موجود ہے۔ یہ کتاب آٹھویں صدی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین واقع ہونے والے معرکوں اور حوادث کے بیان پر مشتمل ہے اور ایک معتبر تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے کیونکہ اس کتاب میں مصنف نے اس دور میں وقوع پذیر ہونے والے حوادثات کو امانت و دیانت اور سچائی کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کتاب کے مقدمے میں مصنف رحمہ اللہ نے وہ آیات ذکر کی ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارتی ہیں، پھر احادیث نبویہ میں سے تیرہ حدیثیں بیان کی ہیں۔ اس کے بعد وہ حدیث بیان فرمائی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان واقع ہونے والی کشمکش اور ٹکراؤ کا بیان فرمایا ہے، پھر فرنگیوں کے اسکندریہ کے قلعے پر حملہ آور ہونے اور مسلمانوں کی مزاحمت کا بیان ہے۔ بعد ازاں مسلمانوں کی جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلے میں اس مسلسل جدوجہد، مخلصانہ کوشش اور لازوال خدمات کا ذکر ہے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زریں دور میں شام کے علاقوں میں سرانجام دیں۔ اور جو کچھ اس کے بعد ہوا، مثلاً: فرنگیوں کا بیت المقدس پر قابض ہونا اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا ان کی اچھی طرح ''ٹھکائی'' کر کے بیت المقدس کو ان کے ناپاک اور غلیظ ہاتھوں سے چھڑانا وغیرہ۔

(5) اختصار علوم الحديث: فن اصول حدیث پر لکھی گئی علامہ ابن صلاح کی کتاب علوم الحدیث جو ''مقدمہ ابن صلاح'' کے نام سے معروف ہے یہ کتاب اس کا اختصار ہے۔ مؤلف نے کئی مقامات پر اس میں مفید اضافے بھی کیے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کتاب کی بابت فرماتے ہیں: ''اس کتاب (اختصار علوم الحدیث) میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے بہت سے فوائد ہیں۔'' مصر کے مشہور سلفی عالم اور ماضی قریب کے محدث شیخ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث کے نام سے اس کی بہترین اور عمدہ شرح لکھی ہے جس میں شیخ نے جابجا مفید اضافے بھی کیے ہیں۔

(6) شمائل الرسول ودلائل نبوته وفضائله وخصائصه: سیرت رسول امین ﷺ پر لکھنا ہر مسلمان مصنف کا خواب ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت ہر ایک مؤلف کو حاصل بھی نہیں ہوتی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کو یہ سعادت بھی حق تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوئی کہ انھوں نے سیرت النبی ﷺ پر ایک بڑی مفصل اور طویل کتاب لکھی۔

(7) اختصار السيرة النبوية: یہ بھی سیرت ہی پر لکھی گئی ایک مختصر کتاب ہے۔ امام صاحب نے اس کا ذکر اپنی تفسیر میں سورۂ احزاب میں غزوۂ خندق کے بیان میں کیا ہے۔ یہ کتاب 1358ھ میں مصر سے الفصول فی اختصار سیرة الرسول کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا ایک قلمی نسخہ مدینہ طیبہ میں کتب خانہ شیخ الاسلام میں موجود ہے۔ واللہ أعلم.

(8) رسالة في فضائل القرآن: یہ رسالہ اپنے موضوع پر مختصر مگر جامع اور مفید ہے۔

(9) أحاديث التوحيد والرد على الشرك: اس کتاب کی بابت کہا گیا ہے کہ 1297ھ میں دہلی میں طبع ہوئی۔

## کتب مخطوطہ:

(1) طبقات الشافعية: اس کتاب میں فقہائے شافعیہ کا بہت خوبصورت تذکرہ ہے۔

(2) مناقب الشافعي: اس رسالے میں مصنف نے امام شافعی رحمہ اللہ کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب (کشف الظنون: 1840/2) میں اس کتاب کا نام الواضح النفیس فی مناقب الإمام ابن إدريس ذکر کیا ہے۔ خود امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن کثیر نے اس کا ذکر اپنی کتاب البدایة والنہایة میں امام شافعی رحمہ اللہ کے تذکرے میں کیا ہے۔اس کا قلمی نسخہ بھی طبقات الشافعیہ کے ساتھ مجلد ہے۔

## کتب مفقودہ:

(1) الأحکام: امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے احادیث احکام کے متعلق ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع کی تھی لیکن اس کو مکمل نہ کر سکے،صرف کتاب الحج تک لکھ سکے۔

(2) مسند الشیخین: اس کتاب میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی امارت کی کیفیت اور ان کے فضائل وشمائل ذکر کیے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کو بھی یہ کتاب شامل ہے۔اور تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

(3) السماع: امام ابن کثیر کی اس کتاب کا ذکر حاجی خلیفہ نے (کشف الظنون:1002/2) میں کیا ہے۔

(4) شرح صحیح البخاری: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ قرآنِ مقدس کے بعد کرۂ ارض پر صحیح ترین کتاب صحیح البخاری کی شرح لکھنی شروع کی تھی مگر اس کو مکمل نہ کر سکے۔پس تھوڑے سے حصے ہی کی شرح کر سکے تھے۔دیکھیے (کشف الظنون:550/1)

(5) تخریج أحادیث أدلة التنبیه فی فروع الشافعیة.

(6) تخریج أحادیث مختصر ابن حاجب: مذکورہ دونوں کتابیں التنبیه اور مختصر ابن حاجب وہی کتابیں ہیں جن کو امام صاحب نے زمانۂ طالب علمی میں تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں حفظ کرلیا تھا اور التنبیه تو سنا بھی دی تھی۔

(7) الکواکب الدراری فی التاریخ: یہ کتاب، امام صاحب کی اپنی ہی کتاب البدایة والنہایة ہی سے انتخاب ہے۔ (کشف الظنون:1521/2)

(8) کتاب المقدمات: مصنف رحمہ اللہ نے اس کا ذکر مختصر مقدمہ ابن صلاح (اختصار علوم الحدیث) میں کیا ہے۔

(9) مختصر کتاب،المدخل إلی کتاب السنن ، للبیهقی: اس کا ذکر بھی امام صاحب نے اختصار علوم الحدیث ہی میں کیا ہے۔

(10) التکمیل فی معرفة الثقات والضعفاء والمجاهیل: یہ فن رجال کی کتاب ہے۔اس میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنے دو اساتذۂ کرام امام مزی اور امام ذہبی رحمہما اللہ کی دو کتابیں تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال جمع کردی ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بھی بہت سے مفید اضافے کیے ہیں۔اس کتاب کے متعلق خود مصنف کے اپنے الفاظ یہ ہیں:''یہ کتاب ایک ماہر فقیہ اور محدث کے لیے بہت ہی مفید ہے۔''

(11) مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو حروف کے اعتبار سے ترتیب دیا تھا اور اس کے ساتھ مسند أبی یعلی اور المعجم للطبرانی سے زوائد بھی درج کیے تھے۔

ان مذکورہ تصنیفات کے علاوہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی اور بھی کئی تصنیفات ازقسم ذیول،شروح اور اختصار وغیرہ ہیں۔کئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتب کا صرف نام ہی ملتا ہے۔

**وفات:** ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ اور ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾﴾ کے قانون قدرت کے عین مطابق تصنیف وتالیف کے بادشاہ اور مسندِ افتاء وتدریس کے شہسوار حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بقول صاحب المنهل الصافی بروز جمعرات، 26 شعبان، 774ھ کو دمشق میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ کم وبیش 74 برس قبل طلوع ہونے والا علم تفسیر وحدیث، تاریخ واصول حدیث، فن رجال وعلل اور نحو وغیرہ کا یہ مہتاب غروب ہو گیا اور دمشق میں اپنے محبوب اور جلیل القدر استاذ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن ہوا۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾﴾ نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُمَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُمَا.

مثلِ ایوانِ سَحر مَرقَد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شَبستاں ہو ترا
آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ کی وفات پر آپ کے کسی شاگرد نے بڑا ہی دردناک مرثیہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں:

لِفَقْدِكَ طُلَّابُ الْعُلُومِ تَأَسَّفُوا
وَجَادُوا بِدَمْعٍ لَّا يَبِيدُ غَزِيرٗ
وَلَوْ مَزَجُوا مَاءَ الْمَدَامِعِ بِالدِّمَا
لَكَانَ قَلِيلًا فِيكَ يَا ابْنَ كَثِيرٗ

''آپ کی موت کی وجہ سے شائقین علم رنجیدہ اور مغموم ہیں۔ وہ اس قدر کثرت سے آنسو بہا رہے ہیں جو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اے ابن کثیر! اگر وہ آنسوؤں کے ساتھ لہو بھی ملا دیتے تب بھی یہ (تمھاری یاد میں بہائے ہوئے آنسو) تھوڑے ہی تھے۔''[1]

**اولاد:** آپ نے پسماندگان میں دو نامور فرزند چھوڑے تھے۔ ایک زین الدین عبدالرحمٰن جنھوں نے 792ھ میں وفات پائی اور دوسرے بدر الدین ابو البقاء۔ یہ بہت بڑے محدث تھے۔ انھوں نے 803ھ میں وفات پائی۔

[1] النجوم الزاهرة فی ملوك مصر والقاهرة، لابن تغری بردی: 124/11.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# مقدمہ ابن کثیر رحمہ اللہ

شیخ، امام یکتائے روزگار، ماہر، حافظ، متقی و پرہیز گار عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن خطیب ابوحفص عمر بن کثیر شافعی، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے اور ان سے راضی ہو جائے، فرماتے ہیں:

تمام تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے حمد کے ساتھ اپنی کتاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ (الفاتحة 1:2-4) ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، بڑا مہربان نہایت رحم والا، بدلے کے دن کا مالک ہے۔'' اور اس نے اپنی مخلوق کی تخلیق کا آغاز بھی حمد ہی سے کیا اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۭ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:1) ''ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیروں اور روشنی کو بنایا، پھر بھی کافر اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں۔''

اور اس کے اختتام (کے ذکر) کو بھی حمد ہی سے کیا، چنانچہ اہل جنت اور اہل جہنم کے انجام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الزمر 39:75) ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد گھیرا باندھے ہوئے ہیں (اور) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں۔ اور ان میں حق (وانصاف) کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔'' اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 28:70) ''اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کا حکم (چلتا) ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

چنانچہ دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے، یعنی ان تمام مخلوقات میں، جن کو اس نے پیدا فرمایا ہے اور جن کو وہ پیدا فرمائے گا، صرف وہی قابل تعریف ہے جیسا کہ نمازی بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے: [اَللّٰهُمَّ ! رَبَّنَا! لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ] ''اے اللہ! ہمارے پروردگار! تیرے ہی لیے تعریف ہے اتنی کہ جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور اس کے بعد وہ چیز بھر جائے جس کو تو چاہے۔'' ①

اور سب طرح کی تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا جو ﴿ مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبى ﷺ ودعائه بالليل، حديث:771 مطوّلًا عن على ؓ و سنن النسائى، التطبيق، باب ما يقول فى قيامه ذلك، حديث:1067 عن ابن عباس ؓ واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ (النسآء 4:165) ’’خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے ہیں تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔‘‘ اور تمام پیغمبروں کے بعد، سب سے آخر میں اس نے اپنے نبی اُمّی، عربی، مکی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا جو سب سے زیادہ واضح راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے تھے اور (اس طرح) انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ مکمل فرما دیا۔ آپ ﷺ کو بعثت سے لے کر قیامت تک کے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7: 158) ’’(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (وہ) جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول اُمّی نبی پر، جو خود اللہ اور اس کے تمام کلمات پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ﴾ (الأنعام 6:19) ’’تاکہ میں اس (قرآن) کے ذریعے سے تم کو اور جس جس تک وہ پہنچ سکے، آگاہ کردوں۔‘‘ چنانچہ جس عربی و عجمی، سیاہ و سرخ اور انسان و جنّ تک یہ قرآن پہنچ جائے تو یہ اسے آگاہ کرنے والا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ﴾ (هود 11:17) ’’اور جو کوئی اور گروہوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہی ہے۔‘‘ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واضح نص ہے کہ مذکورہ بالا لوگوں میں سے جو کوئی بھی قرآن کا انکار کرے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (القلم 68:44) ’’لہٰذا چھوڑ دیجیے مجھے اور اسے جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے، ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔‘‘ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے: [وَبُعِثْتُ اِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ’’اور مجھے سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔‘‘① امام مجاہد فرماتے ہیں کہ سرخ و سیاہ سے مراد انسان اور جن ہیں،② پس رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ان تک اس کتاب عزیز کو پہنچانے والے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا اور جس کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:42) ’’اس (کتاب) پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور یہ) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔‘‘

**قرآن میں غور کرنے کی تلقین:** رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں تلقین فرمائی ہے کہ وہ قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ ﴾ (النسآء 4:82) ’’بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (صٓ 38:29) ’’(یہ) کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔‘‘ نیز فرمایا: ﴿ اَفَلَا

① صحيح مسلم، كتاب وباب المساجد و مواضع الصلاة، حديث: 521 عن جابر بن عبدالله ﷺ و مسند أحمد: 145/5 واللفظ له عن أبي ذر ﷺ. ② المستدرك للحاكم، التفسير، سورة سبا: 424/2، حديث: 3587 و تفسير القرطبي: 217/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ ﴾ (محمد 47: 24) ''بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟'' لہٰذا علماء پر واجب ہے کہ وہ کلام اللہ کے معانی کو واضح کریں، اس کی تفسیر بیان کریں اور اسے اس کے مراجع وماخذ سے حاصل کریں، نیز اسے سیکھیں اور دوسروں کو بھی سکھائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمران 3:187) ''اور جب اللہ نے ان لوگوں سے، جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی، عہد لیا کہ (اس میں جو کچھ لکھا ہے) اسے ضرور صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا تو انھوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کی، لہٰذا یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں برا ہے۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران 3: 77) ''جو لوگ اللہ کا عہد اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ قیامت کے روز ان سے اللہ نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی اس وجہ سے مذمت فرمائی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب سے منہ پھیر لیا تھا جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی، نیز انھوں نے دنیا اور اس کی دولت کے جمع کرنے ہی کو مقصود اصلی بنا لیا تھا۔ علاوہ ازیں کتاب اللہ کی پیروی کے بجائے، جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا، وہ دوسری ہی چیزوں میں مشغول ہو گئے تھے۔

لہٰذا اے مسلمانو! ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کاموں سے باز آجائیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے اور اسے بجالائیں جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو سیکھیں جو اس نے ہماری طرف نازل فرمائی ہے اور اسے دوسروں کو بھی سکھائیں، اسے خود بھی سمجھیں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (الحدید 57: 16,17) ''کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو حق تعالیٰ (کی طرف) سے نازل ہوا ہے، اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو (ان سے) پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر زمان طویل گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ تم جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔''

یہاں پہلی آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو دوسری آیت ﴿ اِعْلَمُوْٓا ...... ﴾ کا ذکر فرمایا ہے تو اس سے یہ بات سمجھانا مقصود ہے کہ جس طرح وہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اسی طرح وہ دلوں کو بھی گناہوں اور معصیتوں سے سخت ہو جانے کے بعد ایمان اور ہدایت کے ساتھ نرم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور دعا بھی کہ وہ ہمارے دلوں کو بھی ایمان اور ہدایت سے نرم فرما دے۔ إِنَّهُ جَوَّادٌ كَرِيمٌ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**اصول تفسیر:** اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ تفسیر کا سب سے بہتر طریقہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر کا سب سے صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی کے ساتھ کی جائے کیونکہ قرآن مجید میں ایک چیز کو اگر ایک جگہ اجمال سے بیان کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اسے تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اگر کسی جگہ دشواری پیش آئے تو پھر قرآن کی سنت کے ساتھ تفسیر کریں کیونکہ سنت قرآن کی شرح اور وضاحت کرنے والی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:105) ''(اے پیغمبر!) ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور دغا بازوں کے حمایتی نہ بنیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 16:44) ''اور ہم نے آپ پر بھی یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل کیے گئے ہیں وہ ان پر واضح کر دیں اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے: [أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ] ''سن رکھو! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔''① مثل سے مراد سنت ہے، سنت بھی آپ پر بذریعہ وحی اسی طرح نازل ہوتی تھی جس طرح قرآن نازل ہوتا تھا، ہاں! البتہ سنت کی اس طرح تلاوت نہیں کی جاتی جس طرح قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ آپ قرآن کی تفسیر سب سے پہلے قرآن ہی سے طلب کریں، اگر قرآن سے نہ ملے تو پھر اسے سنت سے حاصل کریں اور اگر کسی مقام کی تفسیر قرآن اور سنت دونوں ہی سے نہ ملے تو پھر ہم اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی نسبت قرآن کی تفسیر کو سب سے زیادہ جانتے تھے، اس لیے کہ انھوں نے ان قرائن اور حالات کا مشاہدہ کیا جو انھی کے ساتھ مخصوص تھے اور وہ فہم وبصیرت، علم صحیح اور عمل صالح کی نعمتوں سے بہرہ ور تھے، خصوصاً وہ جن کا علماء اور کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتا ہے، مثلاً: ائمۂ اربعہ یعنی حضرات خلفائے راشدین، ودیگر ائمہ مہتدین ومہدیین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔

امام ابو جعفر ابن جریر نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہر آیت کے بارے میں، میں یہ جانتا ہوں کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی، اگر مجھے یہ علم ہو کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو میں اس کی خدمت میں ضرور حاضری دوں، خواہ (وہ اس قدر دور ہو کہ) سواریوں پر سوار ہو کر اس کے پاس پہنچنا پڑے۔②

انھی مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک امت کے بڑے عالم اور بحر علم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور آپ کی دعا کی برکت سے ترجمان القرآن تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: [اَللّٰهُمَّ! فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ] ''اے اللہ! انھیں دین میں فقاہت عطا فرما اور قرآن مجید کی تفسیر (کا علم) سکھا۔''③

① مسند أحمد: 130/4 وسنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث: 4604 عن المقدام رضی اللہ عنہ۔ ② تفسير الطبري: 56/1 اور دیکھیے صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب القرّاء من أصحاب رسول الله ﷺ، حديث: 5002 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ، حديث: 2462، 2463۔ ③ پہلا جز صحيح البخاري، الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حديث: 143 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما، حديث: 2477 کے مطابق ہے اور دوسرا جز صحيح البخاري، حديث: 75 میں اس طرح ہے: [اَللّٰهُمَّ! عَلِّمْهُ الْكِتَابَ] ومسند أحمد: 314/1 واللفظ له۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن عباس قرآن مجید کے بہت اچھے ترجمان ہیں۔ (1) اس قول کی سند صحیح ہے۔ صحیح قول کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا 32ھ میں انتقال ہوا جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے بعد چھتیس سال تک زندہ رہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ ابن مسعود کے بعد انھوں نے کیا کیا علوم نہ سیکھے ہوں گے؟ اعمش نے ابووائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر حج مقرر کیا، آپ نے حج کا خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں سورۂ بقرہ- اور ایک روایت کے مطابق سورۂ نور- کی تلاوت کی اور اس کی اس قدر شاندار تفسیر بیان فرمائی کہ اگر اسے رومی، ترکی اور دیلمی لوگ سن لیتے تو مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔ (2)

یہی وجہ ہے کہ اسماعیل بن عبدالرحمن سُدّی کبیر کی اپنی تفسیر میں اکثر و بیشتر روایات انھی دونوں صحابیوں ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ہیں۔ سُدّی بسا اوقات ان سے اہل کتاب کے وہ اقوال بھی نقل کر دیتے ہیں جنھیں بیان کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: [بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ] ''مجھ سے آگے پہنچاؤ، خواہ (تمھیں) ایک آیت (ہی معلوم) ہو اور بنی اسرائیل سے بیان کرو اس میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔'' (3) اس حدیث کو امام بخاری نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو جنگ یرموک کے دن اہل کتاب کی کتابوں کے دو ڈھیر ملے تھے اور وہ ان سے بیان کرتے تھے کیونکہ مذکورہ بالا حدیث سے انھوں نے یہ سمجھا تھا کہ اہل کتاب سے روایت کرنے کی اجازت ہے۔

**اسرائیلی روایات کا مقام:** لیکن ان اسرائیلی روایات کو دلیل کے طور پر نہیں بلکہ صرف بطور استشہاد پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان کی تین اقسام ہیں: (1) جن کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ صحیح ہیں کیونکہ کتاب و سنت (یا ان کے اصول) ان کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں تو یہ روایات صحیح ہیں۔ (2) جن کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ اسرائیلی روایات جھوٹی ہیں کیونکہ کتاب و سنت (اور ان کے اصول) سے ان کی مخالفت ثابت ہے اور (3) وہ روایات جن کے بارے میں کتاب و سنت (اور ان کے اصول) خاموش ہیں۔ یہ روایات نہ پہلی قسم میں سے ہیں اور نہ دوسری قسم میں سے، لہٰذا ہم نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب، ہاں! البتہ مذکورہ دلیل کے پیش نظر انھیں بیان کرنا جائز ہے لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر روایات ایسی ہیں جن میں کوئی دینی فائدہ نہیں ہے، مثلاً: وہ روایات جن میں اصحاب کہف کے نام، ان کے کتے کا رنگ اور ان کی تعداد کو بیان کیا گیا ہے، عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کس درخت کا تھا، ان پرندوں کے ناموں کا ذکر ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے زندہ کیا تھا، گائے کے اس بعض حصے کا تعین ہے جسے مقتول کے جسم کے ساتھ لگایا گیا تھا، اس درخت کی نوعیت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ اور اس طرح کی دیگر باتیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان نہیں فرمایا کیونکہ ان کے بیان کرنے میں انسانوں کے لیے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ تھا۔

**تابعین عظام رحمہم اللہ کی تفسیر کا مقام و مرتبہ:** جب قرآن کی تفسیر قرآن سے، سنت سے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ ملے تو پھر بہت

(1) تفسير الطبري: 61/1 و المستدرك للحاكم، معرفة الصحابة، ذكر عبدالله بن عباس ﷺ: 537/3، حديث: 6291. (2) تفسير الطبري: 57/1. (3) صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث: 3461.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ائمہ اقوال تابعین، مثلاً: مجاہد بن جبر رحمہ اللہ کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہ تفسیر بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔ محمد بن اسحاق نے ابان بن صالح کے واسطے سے امام مجاہد سے یہ روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اول سے آخر تک مکمل قرآن مجید تین بار اس طرح پڑھا کہ میں ہر آیت (کے اختتام) پر انھیں روکتا تھا اور ان سے اس کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتا تھا۔① ابن جریر نے ابن ابو مُلَیکہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے مجاہد رحمہ اللہ کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر قرآن کے بارے میں سوال کرتے ہوئے دیکھا، ان کے پاس ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری دستاویزات بھی تھیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ان سے فرماتے کہ اسے لکھ لو، چنانچہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مکمل قرآن مجید کی تفسیر کے بارے میں سوالات کیے تھے۔② اسی وجہ سے سفیان ثوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تفسیر مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہو تو وہ تمھیں کافی ہے۔③

اسی طرح سعید بن جُبَیر، عِکرِمہ مولیٰ ابن عباس، عطاء بن ابورَباح، حسن بصری، مسروق بن اَجدَع، سعید بن مسیَّب، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، قتادہ، ضَحّاک بن مُزَاحم رحمہم اللہ اور دیگر کئی تابعین اور ان کے علاوہ اتباع تابعین اور ان کے بعد کے لوگ ہیں جن کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، چنانچہ ایک آیت کے سلسلے میں ان کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں تو ان کی عبارت کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں، لاعلمی کی وجہ سے کچھ لوگ اسے اختلاف پر محمول کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک ہی مفہوم کے لیے مختلف اقوال بیان کر دیتے ہیں، حالانکہ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ کچھ ائمہ ایک چیز کو اس کے لازم یا نظیر کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور کچھ بعینہ اسی چیز کو بیان کر دیتے ہیں، اکثر مقامات پر اس طرح کے مختلف اقوال کے معنی ایک ہی ہوتے ہیں، عقل مند آدمی کو یہ نکتہ خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ وَاللّٰهُ الْهَادِي.

**تفسیر بالرائے:** محض رائے کے ساتھ قرآن مجید کی تفسیر کرنا حرام ہے۔ محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ أَوْ بِمَا لَا يَعْلَمُ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ] ’’جو شخص قرآن مجید کے بارے میں کوئی بات اپنی رائے سے یا بغیر علم کے بیان کرے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔‘‘④ اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔⑤ اور ابوداود نے بھی روایت کیا ہے۔⑥ اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

**معلوم کی تفسیر اور نامعلوم کے بارے میں سکوت:** یہی وجہ ہے کہ سلف میں سے ایک جماعت نے علم کے بغیر تفسیر بیان کرنے میں حرج محسوس کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے ابومعمر کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [أَيُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِي وَأَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِي إِذَا قُلْتُ فِي الْقُرْآنِ بِمَا لَا أَعْلَمُ] ’’جب میں قرآن مجید کے بارے میں کوئی ایسی بات کہہ دوں جسے میں جانتا نہیں تو مجھے کون سی زمین سمائے گی اور کون سا آسمان چھپائے گا؟‘‘⑦

① تاریخ دمشق لابن عساکر: 47/60 و تفسیر الطبری: 62/1 و المعجم الکبیر للطبرانی: 77/11. ② تفسیر الطبری: 62/1.
③ تفسیر الطبری: 62/1. ④ تفسیر الطبری: 54/1. ⑤ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه، حدیث: 2950 و السنن الکبرٰی للنسائی، فضائل القرآن، باب من قال فی القرآن بغیر علم: 31/5، حدیث: 8085 و شرح السنة: 257/1، حدیث: 117 و قال: هذا حدیث حسن. ⑥ الشیخ ابواسحاق حُوَیْنِی حفظہ اللہ تفسیر ابن کثیر پر اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں: لیکن یہ روایت ابوداود کے اس نسخے میں ہے جو علی بن حسن بن العبد انصاری رحمہ اللہ سے مروی ہے: 123/1، بحوالہ تخریج الإحیاء للعراقی: 37/1 و الاتحاف للزبیدی: 526/4 اور دیکھیے تحفة الأشراف: 337,336/4. ⑦ تفسیر الطبری: 55/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن جریر ہی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کی: ﴿ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴾ (عبس 31:80) تو فرمایا کہ ﴿ وَّفَاكِهَةً ﴾ ''پھل/میوے'' کو تو ہم جانتے ہیں مگر یہ [أَبّ] کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی فرمانے لگے کہ عمر! یہ تکلف ہے۔① عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ دونوں، یعنی حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے چارے کی کیفیت کو معلوم کرنا چاہا تھا ورنہ ظاہر ہے کہ اس سے مقصود زمین کی نباتات ہیں اور اس سے لاعلم ہونا ناممکن ہے (بلکہ) یہ آیت اسی طرح واضح اور ظاہر ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّ عِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ ﴾ (عبس 28,27:80) ''پھر ہم نے اس میں اناج اگایا اور انگور اور ترکاریاں۔''

ابن جریر نے ابن ابوملیکہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اگر تم میں سے کسی سے اس کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ اس کا ضرور جواب دیتا۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے بارے میں کچھ کہنے سے انکار فرما دیا۔② اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ابن جریر ہی نے ابن ابوملیکہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ ﴾ (السجدة 5:32) ''وہ ایک روز جس کی مقدار ہزار برس ہوگی'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ ﴿ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ ﴾ (المعارج 4:70) ''اس روز جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا'' سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا: میں نے تو آپ سے سوال کیا تھا تاکہ آپ مجھے بیان کریں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان دودنوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بارے میں وہی زیادہ جانتا ہے۔ (اس روایت سے معلوم ہوا کہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس بات کو ناپسند کیا کہ اللہ کی کتاب کے بارے میں کوئی ایسی بات کہیں جسے وہ جانتے نہیں ہیں۔③

لیث نے یحییٰ بن سعید سے اور انھوں نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ وہ قرآن مجید کے بارے میں صرف وہی تفسیر بیان کرتے تھے جس کا انھیں علم ہوتا تھا۔④ ایوب، ابن عون اور ہشام دَستُوائی نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ میں نے عَبِیْدہ سلمانی سے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں جو یہ جانتے تھے کہ قرآن کس کے بارے میں نازل کیا گیا ہے، اللہ سے ڈرو اور راہ راست پر چلتے رہو۔⑤ شعبی نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ تفسیر بیان کرنے سے بچو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرنا ہے۔⑥

یہ اور اس طرح کی دیگر صحیح روایات جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ سلف سے مروی ہیں، انھیں اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ علم کے بغیر تفسیر بیان کرنے میں حرج محسوس کرتے تھے لیکن جس شخص کو لغت اور شریعت کا علم ہو تو اس کے لیے تفسیر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا حضرات اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالح سے تفسیری اقوال مروی بھی ہیں اور ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ جس بات کا انھیں علم تھا، اسے انھوں نے بیان کر دیا اور جس کا علم نہیں تھا، اس کے بارے میں سکوت فرمایا۔ اور ہر شخص کے لیے واجب ہے کہ وہ یہی طرز عمل اختیار کرے کیونکہ جس طرح اس چیز کے بارے میں سکوت اختیار کرنا واجب ہے جس کا علم نہ ہو اسی طرح اسے بیان کرنا بھی واجب ہے جس کا اسے علم ہو کیونکہ ارشاد باری

① تفسیر الطبری: 75/30 والمستدرك للحاكم، التفسیر، باب تفسیر سورة عبس: 514/2، حدیث: 3897. ② تفسیر الطبری: 59/1.
③ تفسیر الطبری: 89/29. ④ تفسیر الطبری: 59/1. ⑤ تفسیر الطبری: 59/1. ⑥ مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة: 374/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعالیٰ ہے: ﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾ (آل عمران 3:187) ''کہ تم اسے لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتے رہو گے اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپاؤ گے۔'' اور کئی سندوں سے مروی حدیث میں ہے: [مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ] ''جس شخص سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔'' ①

**تفسیر کے اعتبار سے آیات کی اقسام:** ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تفسیر کی چار قسمیں ہیں: (1) جسے عرب، عربی کے اپنی زبان ہونے کی وجہ سے جانتے ہیں۔ (2) وہ جس کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو معذور نہیں سمجھا جا سکتا (جس کا علم ہر شخص کو ہو سکتا ہے۔) (3) جسے صرف علماء جانتے ہیں اور (4) وہ تفسیر جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ②

**مکی اور مدنی سورتیں:** ہمام نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی درج ذیل سورتیں مدینہ میں نازل ہوئیں: البقرة، آل عمران، النسآء، المآئدة، برآءة، الرعد، النحل، الحج، النور، الأحزاب، محمد، الفتح، الحجرات، الرحمن، الحديد، المجادلة، الحشر، الممتحنة، الصف، الجمعة، المنافقون، التغابن، الطلاق، التحريم کی ابتدائی دس آیات، الزلزال اور النصر اور ان کے علاوہ باقی تمام سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں تھیں۔ ③

**قرآن کریم کی آیات کی تعداد:** قرآن عظیم کی آیات کی تعداد چھ ہزار تو ہے ہی مگر اس پر مزید کتنی آیات ہیں؟ اس زائد تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک دو سو چار (204) آیات زیادہ ہیں، بعض کے نزدیک دو سو چودہ (214) آیات، بعض کے نزدیک دو سو انیس (219) آیات، بعض کے نزدیک دو سو پچیس (225) یا دو سو چھبیس (226) آیات اور بعض کے نزدیک دو سو چھتیس آیات زیادہ ہیں۔ ④ ان تمام اقوال کو ابو عمرو عثمان بن سعید دانی نے اپنی کتاب ''البیان'' میں ذکر کیا ہے۔ ⑤

**کلمات و حروف کی تعداد:** قرآن مجید کے کلمات کے بارے میں فضل بن شاذان نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ ان کی تعداد ستتر ہزار چار سو انتالیس (77439) ہے۔ ⑥ حروف کے بارے میں عبداللہ بن کثیر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ہمارے شمار کے مطابق ان کی تعداد تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی (3,21,180) ہے۔ ⑦ فضل، عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں ان کی تعداد تین لاکھ تیئیس ہزار پندرہ (3,23,015) ہے۔ سلّام ابو محمد حمانی بیان کرتے ہیں کہ حجاج نے قراء، حفاظ اور کاتبوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: مجھے یہ بتاؤ کہ سارے قرآن مجید میں کل کتنے حروف ہیں؟ ہم نے جب ان کا شمار کیا تو ہم سب کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ان کی تعداد تین لاکھ چالیس ہزار سات سو چالیس (3,40,740) ہے۔ ⑧

---

① سنن أبي داود، العلم، باب كراهية منع العلم، حديث: 3658 و جامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، حديث: 2649 و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه، حديث: 266 و اللفظ له عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ۔ ② تفسير الطبري: 54/1. ③ الإتقان، النوع الأول: 1/11-16. ④ دیکھیے تفسير القرطبي: 65/1. ⑤ البيان في عدّ آي القرآن للداني، باب ذكر جملة آي القرآن: 79 اور یہ آخری قول ہی درست ہے۔ ⑥ تفسير القرطبي: 65/1. ⑦ تفسير القرطبي: 65/1. ⑧ البيان في عدّ آي القرآن للداني، باب ذكر جملة عدد كلم القرآن: 74 و تفسير القرطبي: 64/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**قرآن کریم کی دیگر تقسیمات:** پھر حجاج نے کہا: یہ بتاؤ کہ قرآن مجید کا نصف کہاں ہوتا ہے؟ تو اسے بتایا گیا کہ سورۂ کہف کے کلمہ ﴿وَلْيَتَلَطَّفْ﴾ (الکهف 19:18) کے حرف ''فا'' پر نصف ہو جاتا ہے۔ ثُلث اول سورۂ براءت کی آیت نمبر: 100 پر ہے۔ ثلث دوم سورۂ شعراء کی آیت نمبر: 100 یا 101 پر ہے اور ثلث سوم آخر تک ہے، اگر اسے سات حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو پہلا حصہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ﴾ (النسآء 55:4) کے حرف ''دال'' تک ہے، دوسرا حصہ سورۂ اعراف میں ﴿حَبِطَتْ﴾ (الأعراف 147:7) کے حرف ''تا'' تک ہے، تیسرا حصہ سورۂ رعد میں ﴿اُكُلُهَا﴾ (الرعد 35:13) کے دوسرے ''الف'' تک ہے، چوتھا حصہ سورۂ حج میں ﴿جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾ (الحج 34:22) کے ''الف'' تک ہے۔ پانچواں حصہ سورۂ احزاب میں ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ (الأحزاب 36:33) کے حرف ''ہائے سکتہ'' تک ہے۔ چھٹا حصہ سورۂ فتح میں ﴿الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ (الفتح 6:48) کے حرف ''واؤ'' تک ہے اور ساتواں حصہ یہاں سے لے کر قرآن مجید کے آخر تک ہے۔

سلام ابو محمد حِمانی بیان کرتے ہیں کہ یہ اعداد و شمار ہم نے چار ماہ میں معلوم کیے۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ حجاج ہر رات قرآن مجید کے ایک چوتھائی حصے کی تلاوت کیا کرتا تھا، چنانچہ پہلا ربع سورۂ انعام کے آخر تک، دوسرا رُبع سورۂ کہف کے ﴿وَلْيَتَلَطَّفْ﴾ تک، تیسرا رُبع سورۂ زمر کے آخر تک اور چوتھا رُبع قرآن مجید کے آخر تک تھا۔ شیخ ابو عمرو دانی نے اپنی کتاب ''البیان'' میں ان تمام اعداد و شمار کے بارے میں اختلاف بھی بیان کیا ہے۔[1] واللہ أعلم.

**قرآن کریم کے حصے اور اجزا:** جہاں تک قرآن مجید کے حصوں اور اجزا (پاروں) کا تعلق ہے تو قرآن مجید کے تیس پارے ہیں جیسا کہ مدارس وغیرہ میں یہ رائج ہے۔ اور اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کے حصے مقرر کر کے تلاوت کرنے کے بارے میں مسند احمد، سنن ابوداود، سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب میں اَوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آپ نبیٔ کریم ﷺ کی زندگی میں قرآن مجید کے کس طرح حصے مقرر کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اس کے تین، پانچ، سات، نو، گیارہ یا تیرہ حصے اور مفصل سورتوں کو ایک حصہ بنا لیا کرتے تھے۔[2]

**سورت کے معنی اور اشتقاق:** سورت کے معنی اور اس کے اشتقاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اِبانة اور ارتفاع کے معنی میں ہے، یعنی منزل اور بلندی۔ نابغہ نے کہا ہے ؎

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَعْطَاكَ سُورَةً
تَرَى كُلَّ مَلِكٍ دُونَهَا يَتَذَبْذَبُ

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی سر بلندی عطا فرمائی ہے کہ ہر بادشاہ اس مرتبے سے (بہت) نیچے حیران و پریشان ہے۔''

ایک سورت کی تلاوت کے بعد دوسری سورت کی تلاوت کرتے ہوئے قاری گویا ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف منتقل ہوتا

[1] البیان فی عدّ آیِ القرآن للدانی، باب ذکر أجزاء القرآن: 302,301. [2] مسند أحمد: 9/4 و سنن أبی داود، الصلاة، باب تحزیب القرآن، حدیث: 1393 و سنن ابن ماجه، الصلوات، باب فی کم یستحب یختم القرآن، حدیث: 1345 اور دیکھیے سورۂ قٓ کا آغاز۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شرف و بلندی کی وجہ سے اسے سورت کہا جاتا ہے، گویا یہ سُورُ الْبُلْدان سے مشتق ہے جس کے معنی شہر پناہ کی دیوار کے ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سورت کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کا ایک قطعہ اور ایک حصہ ہوتا ہے اور یہ أَسْآرُ الْإِنَاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی برتن کی باقی ماندہ چیز کے ہوتے ہیں۔ اس صورت میں یہ اصل میں ہمزہ کے ساتھ ہے، یعنی سؤر یا سئر ہمزہ کو واؤ سے بدل کر سؤر بنا دیا گیا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اپنے مضمون میں تمام و کمال کی وجہ سے اسے سورت کہا جاتا ہے، اس لیے کہ عرب کامل عمر کی اونٹنی کو سورۃ کہتے ہیں۔ میرے نزدیک اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اپنی آیات کے جمع و احاطے کی وجہ سے اسے سورت کے نام سے موسوم کیا گیا ہو جیسا کہ شہر پناہ کی فصیل کو سُورُ الْبَلَد کہتے ہیں کہ اس نے بازاروں اور گھروں کا احاطہ کیا ہوتا ہے۔ سورت کی جمع سُوَر (واؤ کے فتحہ کے ساتھ) نیز سُورَات اور سُوَرَات بھی ہے۔

**آیت کے معنی:** آیت اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ سابقہ کلام اگلے کلام سے منقطع اور الگ ہے، یعنی ایک آیت دوسری آیات سے جدا اور منفرد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ ﴾ (البقرۃ 2:248) ''ان کی بادشاہت کی نشانی۔'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت کو آیت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بہت عجیب کلام ہے کہ بشر اس طرح کے کلام کے بولنے سے عاجز و قاصر ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ آیت، اصل میں أَيَيَةٌ ہے جیسے أَكَمَةٌ اور شَجَرَةٌ ہے۔ یاء کے ماقبل فتحہ ہونے کی وجہ سے اسے الف سے بدل دیا گیا اور پہلے الف کے بعد مد کا اضافہ بھی کر دیا گیا آيَةٌ ہو گیا۔ کسائی نے کہا: یہ اصل میں آيِيَةٌ بروزن آمِنَةٌ ہے، پھر اسے الف سے بدل کر حذف کر دیا گیا۔ اور فرّاء نے کہا: یہ اصل میں أَيَّةٌ (یا مشدد کے ساتھ) ہے، پہلی یا کو الف سے بدل دیا تو آيَةٌ ہو گیا۔ اس کی جمع آیٌ، آیاتٌ اور آیایٌ ہے۔

**کلمہ کے معنی:** کلمہ ایک لفظ کو کہتے ہیں، کبھی یہ دو حرفوں سے مرکب ہوتا ہے، مثلاً: ما اور لا، کبھی اس سے زیادہ سے بھی مرکب ہوتا ہے۔ ایک کلمہ زیادہ سے زیادہ دس حروف پر مشتمل ہوتا ہے، مثلاً: ﴿ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ﴾، ﴿ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا ﴾، ﴿ فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ﴾ ایک کلمہ کبھی ایک مستقل آیت ہوتا ہے، مثلاً: ﴿ وَالْفَجْرِ ۝ ﴾، ﴿ وَالضُّحٰى ۝ ﴾، ﴿ وَالْعَصْرِ ۝ ﴾، اسی طرح کوفیوں کے قول کے مطابق ﴿ الٓمّٓ ۝ ﴾، ﴿ طٰهٰ ۝ ﴾، ﴿ يٰسٓ ۝ ﴾ اور ﴿ حٰمٓ ۝ ﴾ وغیرہ بھی مستقل آیت ہیں جبکہ ﴿ حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ ﴾ کو وہ دو کلمے کہتے ہیں۔ کوفیوں کے علاوہ دیگر لوگ ان کو آیات شمار نہیں کرتے بلکہ انھیں سورتوں کے افتتاحیے قرار دیتے ہیں۔ ابو عمرو دانی کہتے ہیں کہ (ان فواتح السور، یعنی الٓمّٓ، طٰهٰ، يٰسٓ وغیرہ کے علاوہ) میرے علم کے مطابق سورۂ رحمٰن کے کلمہ ﴿ مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ ﴾ کے سوا اور کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے جو اکیلا ہی ایک آیت ہو۔[1]

**عجمیت اور قرآن:** امام قرطبی فرماتے ہیں کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں عجمی ترکیب نہیں ہے، ہاں! البتہ اس میں عجمی نام، مثلاً: ابراہیم، نوح اور لوط ضرور موجود ہیں۔ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ ان عجمی ناموں کے علاوہ قرآن مجید میں کچھ اور بھی عجمی لفظ ہے یا نہیں؟ بَاقِلّانِی اور طبری کا قول ہے کہ قرآن مجید میں اس کے علاوہ اور کچھ عجمی نہیں ہے اور اگر قرآن مجید کے کچھ الفاظ و کلمات عجمیّت کے مطابق ہیں تو یہ مختلف لغات کے ایک دوسرے کی موافقت کے قبیل سے ہیں۔

[1] البیان فی عدّ آی القرآن للدانی، باب ذکر البیان عن معنی السورۃ:126.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ الفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ①

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

رُكُوعُهَا: 1 اٰيَاتُهَا: 7

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ② الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ③

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں (جو) پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔ نہایت مہربان،

مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ④ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ⑤

بڑا رحم کرنے والا ہے۔ مالک ہے روزِ جزا کا۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ⑥ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ

مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہمیں سیدھا راستہ، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، جن پر تیرا

عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ⑦ ع

غضب نہیں ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تفسیر سُورۂ فاتحہ

**سورۂ فاتحہ کے مختلف نام اوران کے معنی:** اس سورت کو فاتحہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے قرآن مجید کے آغاز میں لکھا جاتا ہے۔علاوہ ازیں نمازوں کے شروع میں قراءت کی ابتدا اس سے کی جاتی ہے۔ جمہور کے نزدیک اسے اُمُّ الکتاب کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے جسے امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ أُمُّ الْقُرْآنِ وَأُمُّ الْكِتَابِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِي] ''سورۂ فاتحہ ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی (بار بار پڑھی جانے والی سات آیات) ہے۔''① اس کو قرآن عظیم بھی کہا جاتا ہے۔② اوراس کا نام اَلحَمد بھی ہے، اسے الصّلاۃ ''نماز'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: حَمِدَنِي عَبْدِي......] ''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کردیا ہے۔اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جس کا اس نے سوال کیا، چنانچہ بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے......۔''③

اس حدیث میں فاتحہ کو الصلاۃ ''نماز'' کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اسے نماز میں پڑھنا شرط ہے۔اسے رُقْيَة ''دم'' بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ جب ایک آدمی نے بچھو کے ڈسے ہوئے شخص کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ دم کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: [وَ مَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ] ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ سورت ''دم'' ہے؟''④

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قتادہ اور ابوالعالیہ کے بقول یہ سورت مکی ہے،⑤ کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ ﴾ (الحِجر15:87) ''اور بے شک ہم نے آپ کو سات آیتیں (سورۂ فاتحہ) جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن عطا فرمادیا ہے۔''اور سورۂ حجر جس کی یہ آیت ہے، وہ سورت مکی ہے۔و اللہ أعلم .

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجر، حديث:3124. ② دیکھیے:صحیح البخاری ، فضائل القرآن ، باب فضل فاتحة الكتاب، حديث:5006. ③ صحیح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة......، حديث:395. ④ ملخص از صحیح البخاری، الإجارة، باب مايعطى فى الرقية......، حديث:2276. اور العقرب ''بچھو'' کے ڈسنے کی صراحت جامع الترمذی ، الطب ، باب ماجاء فى أخذ الأجر على التعويذ، حديث:2063. اور سنن ابن ماجه ، التجارات ، باب أجر الراقى ، حديث:2156 میں ہے۔ ⑤ تفسیر القرطبی :115/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**آیات کی تعداد:** بلا اختلاف سورۂ فاتحہ سات آیات پر مشتمل ہے اور بَسْمَلَة یعنی ﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝١ ﴾ اس کی پہلی اور مستقل آیت ہے جیسا کہ جمہور قرائے کوفہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت اور خلف میں سے بہت سے علماء کا یہ قول ہے۔ اور یہی رائے معتبر ہے۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ إن شاء اللّٰه.[1]

**کلمات وحروف کی تعداد:** مفسرین کے بقول سورۂ فاتحہ پچیس کلمات اور ایک سو تیرہ حروف پر مشتمل ہے۔

**امّ الکتاب کی وجہ تسمیہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی ''کتاب التفسیر'' کے آغاز میں لکھا ہے کہ اس سورت کو أُمُّ الْكِتَاب کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں کتابت اس سے شروع کی جاتی ہے۔ اور نماز میں قراءت کا آغاز بھی اس سے کیا جاتا ہے۔[2] اس کی وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قرآن مجید کے تمام مضامین ومطالب کا خلاصہ اس سورت میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس کے تحت کئی ذیلی چیزیں اور توابع ہوں، ان تمام چیزوں کا احاطہ کرنے والے کو عرب أُمّ سے تعبیر کرتے ہیں، پس وہ جھلی جو دماغ کے اردگرد ہوتی ہے، اسے أُمُّ الرَّأْس کہتے ہیں۔ اسی طرح لشکر کا وہ جھنڈا جس کے نیچے سب لوگ جمع ہوتے ہیں، اسے بھی أُمّ کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ کو أُمُّ الْقُرىٰ کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اسے تمام شہروں کے مقابلے میں تقدم حاصل ہے اور دیگر تمام بستیوں کو اس نے اپنے دامن میں سمیٹا ہوا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ زمین کو اس مقام سے آگے پھیلایا گیا ہے۔[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے بارے میں فرمایا: [هِيَ أُمُّ الْقُرْآنِ، وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي، وَهِيَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ] ''یہ ام القرآن، سبع مثانی (بار بار پڑھی جانے والی سات آیات) اور قرآن عظیم ہے۔''[4] ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا: [هِيَ أُمُّ الْقُرْآنِ، وَهِيَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي] ''یہ ام القرآن، فاتحۃ الکتاب اور یہی سبع مثانی ہے۔''[5]

**سورۂ فاتحہ کی فضیلت:** امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ابوسعید بن مُعلّٰی رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا مگر میں نے جواب نہ دیا اور نماز پڑھنے میں مصروف رہا۔ نماز سے فراغت کے بعد جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: [مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، قَالَ: أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ ﴾ (الأنفال 24:8) ''تجھے میرے پاس آنے سے کس بات نے روکا؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بے شک میں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا: کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا: ''مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب بھی وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں

---

① دیکھیے عنوان: ''بَسْمَلة فاتحہ کی پہلی آیت ہے۔'' ② صحیح البخاري، التفسیر، باب ما جاء في فاتحة الكتاب، قبل الحديث: 4474. نیز دیکھیے فتح الباري مذکورہ مقام۔ ③ تفسیر الطبري: 74,73/1. ④ مسند أحمد: 448/2. ⑤ تفسير الطبري: 73/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بلائیں؟'' پھر آپ نے فرمایا: [لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ] ''یقیناً میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا۔'' کہتے ہیں: پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، چنانچہ جب آپ مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا؟ فرمایا: [نَعَمْ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ] ''ہاں، یہ سورت ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾ ہے، یہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔''[1]

اسی طرح اس حدیث کو امام بخاری، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اس طرح کی احادیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات اور سورتیں بعض سے افضل ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے (اپنی صحیح کی کتاب) فضائل القرآن میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے۔ ہماری بستی کے لوگ غائب ہیں تو کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ ہم میں سے ایک آدمی اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے بارے میں ہمیں گمان نہیں تھا کہ وہ دم جانتا ہے مگر اس نے دم کیا اور وہ سردار صحت یاب ہو گیا۔ اور اس نے حکم دیا کہ ہمیں تیس بکریاں دے دی جائیں۔ اس نے ہمیں دودھ بھی پلایا۔ جب وہ واپس آیا تو ہم نے پوچھا: کیا تم دم کرنا جانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، میں نے تو صرف اُمُّ الکتاب پڑھ کر دم کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ اب کوئی بات نہ کرو حتی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں یا اس کے بارے میں پوچھیں، پس جب ہم مدینہ واپس آئے اور اس واقعے کا ذکر ہم نے نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: [وَمَا كَانَ يُدْرِيهِ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ اِقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ] ''کیا اسے معلوم تھا کہ یہ دم ہے؟ (بہر حال تم نے درست کیا) ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور مجھے بھی حصہ دو۔''[3]

صحیح مسلم اور سنن نسائی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام بھی موجود تھے کہ آپ نے اوپر کی طرف سے ایک آواز سنی۔ جبریل علیہ السلام نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا کہ آسمان کا ایک ایسا دروازہ کھلا ہے جو آج تک کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نکل کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ کو بشارت ہو کہ آپ کو دو ایسے نور دیے گئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ان میں سے ایک فاتحۃ الکتاب اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ ان میں سے آپ جب بھی کوئی حرف پڑھیں گے تو اس کے مطابق

---

[1] مسند أحمد: 211/4. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب ماجاء فی فاتحة الکتاب، حدیث: 4474 و سنن أبي داود، الوتر، باب فاتحة الکتاب، حدیث: 1458 و سنن النسائي، الافتتاح، باب تأویل قول اللّٰه عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ ...... ﴾ (الحجر 15:87)، حدیث: 914 و سنن ابن ماجه، الأدب، باب ثواب القرآن، حدیث: 3785 مختصرًا۔ [3] صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب فضل فاتحة الکتاب، حدیث: 5007 و صحیح مسلم، السلام، باب جواز أخذ الأجرة......، حدیث: 2201 اور جامع الترمذی، حدیث: 2063 میں ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی نے دم کیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔[1] یہ الفاظ نسائی کی روایت کے ہیں، مسلم کی روایت بھی اس جیسی ہے۔

**سورۂ فاتحہ اور نماز:** صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[ مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ــ ثَلَاثًا ــ غَيْرُ تَمَامٍ] ''جو شخص نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا، یعنی وہ نا تمام ہے۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں (تو بھی پڑھیں؟) تو آپ نے فرمایا: اپنے دل میں پڑھ لو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝2﴾ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حَمِدَنِي عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝3﴾ قَالَ اللّٰهُ: أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِي، فَإِذَا قَالَ: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝4﴾ قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي۔ وَقَالَ مَرَّةً: فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِي۔ فَإِذَا قَالَ: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝5﴾ قَالَ: هٰذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝6 صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝7﴾ قَالَ: هٰذَا لِعَبْدِي، وَ لِعَبْدِي مَا سَأَلَ]

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝2﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝3﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا کی ہے۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝4﴾ تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ــ اور ایک مرتبہ فرمایا: میرے بندے نے (اپنا معاملہ) میرے سپرد کر دیا ہے ــ بندہ جب کہتا ہے: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝5﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ اور بندہ جب یہ کہتا ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝6 صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝7﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔''[2]

تقریباً انھی الفاظ سے اس کو امام نسائی نے بھی (بطریق اسحٰق بن ابراہیم بن راہویہ) روایت کیا ہے۔[3] امام مسلم اور نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [فَنِصْفُهَا لِي وَ نِصْفُهَا لِعَبْدِي ، وَ لِعَبْدِي مَا سَأَلَ] ''اس کا نصف حصہ میرے لیے

---

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة......، حديث:806 و سنن النسائي، الافتتاح، باب فضل فاتحة الكتاب، حديث:913. [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراء ة الفاتحة في كل ركعة......، حديث:395 وسنن أبي داود، الصلاة، باب من ترك القراء ة في صلاته بفاتحة الكتاب، حديث:821 .

[3] السنن الكبرى للنسائي ، فضائل القرآن ، فضل فاتحة الكتاب:12/5 ، حديث:8013.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور نصف میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔"[1]

**نماز میں قراءت سے مراد سورۂ فاتحہ کی قراءت ہی ہے:** ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث میں لفظ الصَّلاۃ سے مراد قراءت ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝﴾ (بنی إسرآء یل 110:17) "اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھیں اور نہ آہستہ بلکہ ان کے بیچ کا طریقہ اختیار کریں۔"

اس آیت میں بھی الصلاۃ سے مراد نماز میں قراءت ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی صراحت موجود ہے۔[2] اسی طرح اِس حدیث میں بھی: [ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ ، فَنِصْفُهَا لِي وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ ] کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، پھر اس تقسیم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے (اس حدیث میں نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لیے الصلاۃ "نماز" ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔) اور یہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کی عظمت کی دلیل ہے۔ اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نماز کا ایک بہت بڑا رکن ہے کہ ذکر نماز کا کیا گیا ہے اور اس سے اس کا ایک جز، یعنی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں لفظِ قُرآن "پڑھنا" استعمال کیا گیا ہے اور مراد اس سے نماز ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝﴾ (بنی إسرآء یل 78:17) "اور صبح نماز فجر بھی (قائم کیجیے) بیشک فجر کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔"

اس آیت میں ﴿قُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ سے مراد فجر کی نماز ہے جیسا کہ صحیحین میں اس کی صراحت موجود ہے: [تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ] "اس (صبح کی نماز) میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔"[3]

**تمام نمازوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، امام ہو یا مقتدی یا اکیلا نماز پڑھنے والا:** اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ازبس ضروری ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے اور مذکورہ حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ] "جو شخص نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ناقص ہے۔"[4] اس حدیث میں جو لفظ [خِدَاجٌ] استعمال ہوا ہے، اس کے معنی ہیں ناقص جیسا کہ خود اسی حدیث میں [غَيْرُ تَمَامٍ] کے ساتھ اس کے معنی کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة ...... ، حديث:(40,39)-395 و سنن النسائي، الافتتاح، باب ترك قراءة ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝﴾ في فاتحة الكتاب ، حديث: 910. [2] اقتباس از صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ (بنی إسرآء یل 110:17)، حديث: 4722 و صحيح مسلم، الصلاة، باب التوسط في القراءة ...... ، حديث: 446 . [3] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝﴾ (بنی إسرآئيل 78:17)، حديث: 4717 و صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد......، حديث:(246)-649 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ، البتہ الفاظ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بني إسرآء يل، حديث: 3135 میں ایک دوسرے طریق کے مطابق ہیں۔ اور صحیحین کے الفاظ اس طرح ہیں: [وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ] "صبح کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔" [4] دیکھیے عنوان: "سورۂ فاتحہ اور نماز"

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح صحیحین میں عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] ''جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔''① صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَّا يُقْرَأُ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ] ''وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں امّ القرآن (سورۂ فاتحہ) نہ پڑھی جائے۔''②

اس موضوع کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں، (لہٰذا ہر نمازی کے لیے واجب ہے، خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو کہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے، اس کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں۔)

**تعوذ کی تفسیر اور احکام:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ (الأعراف 7:199,200) ''(اے پیغمبر!) عفو اختیار کیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے، اور اگر شیطان کا کوئی وسوسہ آپ کو ابھارے تو اللہ سے پناہ مانگیے، بے شک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ط نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○ وَأَعُوْذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:96-98) ''بری بات کے جواب میں ایسی بات کہیے جو نہایت اچھی ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں وہ خوب معلوم ہے۔ اور کہیے کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے پروردگار! میں (اس سے بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔'' اسی طرح فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ إِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ ﴾ (حٰم السجدة 41:34-36) ''(برائی کا) ایسے طریق سے جواب دیجیے جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) کہ جس کے ساتھ آپ کی دشمنی تھی وہ آپ کا گرم جوش دوست ہے۔ اور یہ بات ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔ اور اگر شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ آپ کو ابھارے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ بے شک وہ خوب سننے، جاننے والا ہے۔'' یہ تینوں آیات ایک ہی مضمون کی ہیں اور کوئی چوتھی آیت اس مفہوم کی نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انسانوں میں سے جو دشمن ہو، اسے رام کرنے کے لیے حسنِ سلوک اور احسان کو اختیار کیا جائے۔ اس روش سے انسانوں کی اصل طبع سلیم دوستی اور صلح صفائی کی طرف لوٹ آئے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے

① صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم ...... ، حديث:756 و صحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة...... ، حديث:394. ② صحيح ابن خزيمة، الصلاة، باب ذكر الدليل على أن الخداج الذي أعلم النبي في هذا الخبر......:248/1، حديث:490 و صحيح ابن حبان ، الصلاة، ذكر البيان بأن الخداج الذي قال رسول الله ﷺ في هذا الخبر......:91/5، حديث:1789.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حکم دیا ہے کہ شیطانی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے استعاذے کو اختیار کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں، اس لیے کہ وہ حسن سلوک اور کسی احسان کو قبول ہی نہیں کرتا۔ اس کی پوری پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو تباہ و برباد کر دے، اس لیے کہ اس کے اور انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے مابین پہلے سے شدید عداوت چلی آ رہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ ﴾ (الأعراف 27:7) ''اے بنی آدم! (دیکھنا کہیں) شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح تمھارے ماں باپ کو بہشت سے نکلوا دیا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ ﴾ (فاطر 6:35) ''یقیناً شیطان تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو، وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ ﴾ (الکھف 50:18) ''کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں؟ اور ظالموں کے لیے بہت ہی برا بدلہ ہے۔''

اس نے ہمارے والد آدم علیہ السلام سے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے مگر اس نے جھوٹ بولا تو اس سے اندازہ لگائیے کہ اس کا ہمارے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اس نے خود ہی قسم کھا کر کہا تھا: ﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾ (صٓ 83,82:38) ''پس مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا، سوائے ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔'' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَي الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 16:98-100) ''پھر جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ بے شک جو مومن ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں ان پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا، بس اس کا زور تو انھی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور (ان پر) جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

**استعاذہ تلاوت سے پہلے ضروری ہے:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ ﴾ (النحل 16:98) ''پھر جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔'' کے معنی یہ ہیں کہ پناہ اس وقت مانگیں جب آپ قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں۔ اس کی مثال یہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ ﴾ الآیة (المائدۃ 5:6) ''جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور ہاتھ دھو لیا کرو۔''

احادیث رسول ﷺ سے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو نماز شروع کرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر یہ پڑھتے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، (وَ) تَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ] ''میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی حمد و ثنا کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے۔ اور تیری شان بہت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی اور عبادت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لائق نہیں ہے۔'' پھر آپ تین بار [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] پڑھتے...... پھر یہ پڑھتے: [ أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ] ''میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو سننے والا (اور) جاننے والا ہے شیطان مردود سے، یعنی اس کے وسوسے سے اور اس کی پھونک اور اس کے جادو سے۔''①

اس حدیث کو اہل سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔② اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس باب میں یہ سب سے زیادہ مشہور حدیث ہے۔ اَلْهَمْزُ کے معنی جنون (دیوانگی)، اَلنَّفْخُ کے معنی کبر اور اَلنَّفْثُ کے معنی شعر کے کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ امام ابوداود اور ابن ماجہ نے نافع بن جُبَیر بن مطعم رحمہ اللہ سے اور انھوں نے اپنے والد (جبیر) سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو فرمایا:

[ اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ــ ثَلَاثًا ــ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا ــ ثَلَاثًا ــ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ أَصِيلًا ــ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ــ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ] یعنی تین بار [ اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ] ''اللہ سب سے بڑا ہے بہت بڑا۔'' تین بار [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا] ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے بہت بہت تعریف۔'' تین بار [ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ] ''تسبیح کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی صبح وشام'' اور پھر یہ کہا: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ] ''اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے، یعنی اس کے جنون (دیوانگی) سے اس کے تکبر سے اور اس کے شعروں سے۔''

عمرو بن مُرّہ (جو اس حدیث کے راوی بھی ہیں) کہتے ہیں کہ هَمْزِهٖ سے مراد شیطان کی مرگی، اور نَفْثِهٖ سے مراد اس کا شعر نَفْخِهٖ سے مراد اس کا تکبر ہے۔③ ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے: [ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ وَهَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ] ''اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے اور اس کے جنون (دیوانگی)، اس کے تکبر اور اس کے شعروں سے۔''④

**غصے کے وقت تعوّذ:** حافظ ابویعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی نبی ﷺ کے پاس باہم جھگڑ رہے تھے حتی کہ غصے کے باعث ان میں سے ایک کی ناک سرخ ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ إِنِّي لَأَعْلَمُ شَيْئًا لَّوْ قَالَهٗ لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ (لَوْ قَالَ) : أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ] ''یقیناً میں ایک ایسی چیز جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا یہ غصہ ختم ہو جائے اور وہ یہ ہے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

① مسند أحمد:50/3. ② سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللّٰهم......، حديث:775و جامع الترمذي، الصلاة،باب مايقول عند افتتاح الصلاة، حديث:242 وسنن النسائي، الافتتاح، باب نوع آخرمن الذكر......، حديث:900 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب افتتاح الصلاة، حديث:804 مختصرًا. ③ سنن أبي داود، الصلاة، باب مايستفتح به من الدعاء، حديث:764 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات ، باب الاستعاذة في الصلاة، حديث:807 واللفظ له. ④ سنن ابن ماجه، الصلاة، باب الاستعاذة في الصلاة، حديث:808.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الرَّجِیمِ. ''① امام نسائی نے کِتَابُ عَمَلِ الْیَوْمِ وَ اللَّیْلَةِ میں اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا ہے۔②

امام بخاری رحمہ اللہ نے سلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے ان میں سے ایک تو اس قدر غصے میں تھا کہ غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [ إِنِّی لَأَعْلَمُ کَلِمَةً لَّوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا یَجِدُ ، لَوْ قَالَ : أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ] ''بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ کلمہ یہ ہے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ.'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا: تم نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔③ اس حدیث کو امام مسلم، ابوداود اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔④

استعاذے کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن کا یہاں ذکر موجب طوالت ہوگا۔ یہ احادیث اذکار اور فضائل اعمال کی کتاب کا موضوع ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

**استعاذہ واجب ہے یا مستحب؟** جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ استعاذہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے کہ اس کا تارک گناہ گار ہو۔ امام رازی نے عطاء بن ابو رَباح کا قول بیان کیا ہے کہ جو شخص بھی نماز کے اندر یا باہر قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہے، اس کے لیے استعاذہ واجب ہے۔⑤ اور امام رازی نے عطاء بن ابی رباح کے اس قول کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ آیت کے لفظ ﴿فَاسْتَعِذْ﴾ (النحل 16:98) ''تو آپ پناہ مانگیں'' سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ صیغہ امر کا ہے۔ اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ ہمیشہ تعوذ پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ اس لیے بھی واجب ہے کہ اس سے شیطان کے شر کو دور کیا جاتا ہے (جو بذات خود واجب ہے،) اور جس شے کے بغیر واجب پورا نہ ہوتا ہو، وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ پھر استعاذہ حفاظت کا مؤثر ذریعہ ہے جس کے پڑھنے سے انسان شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ شیطان کے شر اور وسوسے سے بچنے کے لیے یہ کافی ہے کہ انسان: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ پڑھ لے۔

**استعاذے کے اسرار و رموز:** استعاذے کے اسرار و رموز میں سے نمایاں یہ ہے کہ اس کے ساتھ انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے لیے اپنے منہ کو اس لغو اور بے ہودہ گفتگو سے پاک صاف کر لیتا ہے جو اس نے کی ہوتی ہے۔ استعاذے کے

---

① مسند أبي یعلی میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی، البتہ علامہ مقدسی نے اسے الأحادیث المختارۃ: 326/2، حدیث: 1236 میں امام ابویعلی ہی کی سند سے بیان کیا ہے۔ ② السنن الکبری للنسائي، عمل الیوم واللیلة، باب مایقول إذا غضب: 104/6، حدیث: 10223 نحوہ ومسند أحمد: 240/5 عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ ③ صحیح البخاري، الأدب، باب الحذر من الغضب، حدیث: 6115. ④ صحیح مسلم، البر والصلة، باب فضل من یملك نفسه عندالغضب...... ، حدیث: 2610 وسنن أبي داود، الأدب، باب مایقال عند الغضب، حدیث: 4781 والسنن الکبری للنسائي، عمل الیوم واللیلة، باب مایقول إذاغضب: 104/6، حدیث: 10224. ⑤ تفسیر الرازي: 115/20.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ساتھ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت اور بندے کے عجز و کمزوری کا اعتراف بھی کہ انسان اپنے اس کھلم کھلا مگر پوشیدہ دشمن کے مقابلے سے عاجز و قاصر ہے۔ اسے دور ہٹانے اور اس کے شر سے بچانے پر صرف وہ اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ اور یہ دشمن بھی ایسا ہے جو کسی قسم کے حسن سلوک اور احسان کو قبول نہیں کرتا جبکہ کوئی انسان دشمن ہو تو اسے حسن سلوک اور احسان وغیرہ سے قابو کیا جا سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی ان تین آیات سے معلوم ہوتا ہے جنھیں قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ [1]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا﴾ (بنی إسرآءیل 65:17) ''بے شک جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں، اور (اے پیغمبر!) آپ کا پروردگار کافی ہے کارساز۔''

انسانی دشمن سے جنگ کے لیے تو فرشتے بھی نازل ہوئے تھے۔ جس مسلمان کو کوئی ظاہری اور انسانی دشمن قتل کر دے تو وہ شہید ہے مگر جسے یہ باطنی دشمن قتل کر دے وہ طَرِید یعنی مردود ہے۔ جس پر ظاہری دشمن غالب آ جائے، اسے اجر و ثواب ملے گا مگر جس پر یہ باطنی دشمن غالب آ جائے وہ مبتلائے فتنہ یا گناہ گار ہو گا۔ شیطان انسان کو دیکھتا ہے مگر انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا، اس لیے شیطان کے شر اور وسوسے سے بچنے کے لیے استعاذے کے ساتھ اسی ذات گرامی سے مدد طلب کی جاتی ہے جو شیطان کو تو دیکھتی ہے مگر شیطان اسے نہیں دیکھ سکتا۔

''استعاذہ'' یہ ہے کہ ہر شریر کے شر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لی جائے اور اسی کی جناب سے وابستہ ہوا جائے۔ عربی زبان میں عِیَاذَۃ کا لفظ دفع شر کے لیے اور لِیَاذ کا لفظ حصول خیر کی طلب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

**استعاذے کے معنی:** [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ] کے معنی یہ ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (اس امر کی) شیطان مردود سے پناہ لیتا ہوں کہ وہ دین یا دنیا میں مجھے کوئی نقصان پہنچا سکے یا مجھے اس کام سے روک سکے جس کے کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے یا مجھے کسی ایسے کام پر ابھارے جس سے مجھے منع کیا گیا ہے کیونکہ شیطان سے انسان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ شیطانِ انس کا مقابلہ حسن سلوک اور احسان کے ساتھ کیا جائے۔ اس سے اس کی طبیعت کا شر دور ہو جائے گا مگر شیطانِ جن کے شر سے بچنے کے لیے اس نے استعاذے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا دشمن ہے جو نہ رشوت قبول کرتا ہے اور نہ کسی نیکی اور احسان سے متاثر ہوتا ہے کیونکہ یہ طبعاً شریر ہے۔

قرآن مجید کی تین آیات میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے اور کوئی چوتھی آیت میرے علم میں نہیں ہے۔ سورۂ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ﴾ (الأعراف 199:7) ''آپ عفو اختیار کیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کر لیجیے۔'' اس آیت کا تعلق انسانوں میں سے دشمنوں کے ساتھ معاملہ کرنے سے ہے۔ پھر (شیطان کے بارے میں) فرمایا: ﴿وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ

[1] دیکھیے عنوان: ''تعوذ کی تفسیر اور احکام''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عَلِيمٌ ﴿ (الأعراف 200:7) ''اور اگر شیطان کا کوئی وسوسہ آپ کو ابھارے تو اللہ کی پناہ مانگیے۔ بے شک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔''

سورۂ مومنون میں فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:96-98) ''برائی کو اس طریقے سے دفع کیجیے جو احسن ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، ہمیں وہ خوب معلوم ہے۔ اور آپ کہیں: اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے پروردگار! میں (اس سے بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔'' اور سورۂ حٰم السجدة میں فرمایا:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ ﴾ (حٰم السجدة 41:34-36) ''اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں تو برائی کا ایسے طریق سے جواب دیجیے جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) کہ یکایک وہ شخص کہ آپ اور اس کے درمیان دشمنی تھی وہ آپ کا گرم جوش دوست ہے۔ اور یہ بات انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں۔ اور اگر آپ کو شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ ابھارے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ بے شک وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

**لفظ شیطان کی وجہ تسمیہ:** شیطان کا لفظ عربی زبان میں شَطَنَ سے مشتق ہے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں تو شیطان کو شیطان اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی طبع کے اعتبار سے انسانی طبائع سے اور اپنے فسق کی وجہ سے ہر خیر و بھلائی سے دور ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شَاطَ ''بھڑکنا'' سے مشتق ہے کیونکہ یہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ معنی کے اعتبار یہ دونوں اشتقاق صحیح ہیں مگر ان میں سے پہلا زیادہ صحیح ہے۔

سیبویہ نے کہا ہے کہ عرب کہتے ہیں: تَشَيْطَنَ فُلَانٌ اور یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شیطانوں کا سا کام کرے۔ [1] اور اگر یہ شَاطَ سے مشتق ہوتا تو تَشَيْطَنَ کے بجائے تَشَيَّطَ کہتے، لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ شیطان شَطَنَ بمعنی بَعُدَ سے مشتق ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر سرکش جن، انسان اور حیوان کو عرب شیطان کہتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط ﴾ (الأنعام 6:112) ''اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع شدہ باتیں ڈالتے رہتے تھے۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ

[1] تفسير الطبري: 90/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے ①

وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ] ''بے شک نماز گدھے، عورت اور سیاہ کتے (کے آگے سے گزرنے) سے ٹوٹ جاتی ہے۔'' (ابوذر رضی اللہ عنہ کے شاگرد عبداللہ بن صامت کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: اے ابوذر! سرخ یا زرد رنگ کے کتے کی نسبت یہ حکم سیاہ رنگ کے کتے کے لیے کیوں ہے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے بھتیجے! تو نے مجھ سے جو سوال کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں نے بھی یہ سوال رکھا تھا تو آپ نے فرمایا: [اَلْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ] ''سیاہ کتا شیطان ہے۔''①

ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ترکی گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس نے متکبرانہ چال چلنا شروع کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مارنا شروع کر دیا تو وہ اور بھی زیادہ متکبرانہ چال چلنے لگا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور فرمایا: تم نے مجھے شیطان پر سوار کروایا ہے، جب میں اس پر سوار تھا تو میں نے اپنے دل میں عجیب تبدیلی محسوس کی یہاں تک کہ میں اس سے اتر آیا۔② اس کی سند صحیح ہے۔

**''رجیم'' کے معنی:** رجیم، فعیل کے وزن پر مفعول (مرجوم) کے معنی میں ہے۔ اور مرجوم اس کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی خیر سے دور ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ﴾ (الملك 5:67) ''اور یقیناً ہم نے آسمان دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطانوں کے مارنے کا آلہ بنایا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:6-10) ''بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔ اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں۔ اور ہر طرف سے دھتکارنے کے لیے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ ہاں، جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (الحِجر 15:16-18) ''اور یقیناً ہم ہی نے آسمان میں ستارے بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اس کو سجایا اور ہر راندۂ درگاہ شیطان سے اسے محفوظ کر دیا۔ ہاں، اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لپکتا ہے۔''

اس مفہوم کی اور بھی کئی آیات ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رجیم راجم (رجم کرنے والا یعنی اسم فاعل) کے معنی میں ہے کیونکہ وہ لوگوں کو وسوسے اور بے ہودہ خیالات کے ذریعے سے رجم، یعنی انھیں تباہ کرتا ہے۔ لیکن ان میں سے رجیم کا پہلا معنی زیادہ مشہور اور زیادہ صحیح ہے۔

**تفسیر آیت :1**

① صحیح مسلم، الصلاة، باب قدر ما يستر المصلّي، حديث:510. ② تفسير الطبرى:75/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**بَسْمَلَۃ ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ① ﴾ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت ہے:** حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کتاب اللہ کا آغاز ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ① ﴾ ہی سے کیا تھا۔علماء کا اتفاق ہے کہ یہ سورۂ نمل کی ایک آیت کا تو کچھ حصہ ہے، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا یہ ہر سورت کے شروع میں علیحدہ طور پر ایک مستقل آیت ہے؟ یا یہ ہر اس سورت کی پہلی آیت ہے جس کے شروع میں لکھی گئی ہے؟ یا یہ ہر سورت کی (پہلی) آیت کا کچھ حصہ ہے؟

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ سورۂ براءت کے سوا ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے، ان میں سے ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابوہریرہ، علی رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے عطاء، طاؤس، سعید بن جُبَیر، مکحول اور زہری رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور ایک روایت کے مطابق، اسحاق بن راہویہ اور ابوعبید قاسم بن سلام رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔جبکہ مالک، ابوحنیفہ رحمہما اللہ اور ان دونوں کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ یہ نہ فاتحہ کی آیت ہے اور نہ کسی اور سورت کی۔داود رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ ہر سورت کے آغاز میں ایک مستقل آیت ہے، سورت کی آیت نہیں ہے۔امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے۔①

**جہری نماز میں اس کی جہری وسرّی قراءت:** جن لوگوں کی رائے میں یہ سورۂ فاتحہ کی آیت نہیں ہے، ان کا قول یہ ہے کہ اسے نماز میں جہری طور پر نہ پڑھا جائے۔اسی طرح ان لوگوں کا بھی یہی قول ہے جن کے نزدیک یہ ہر سورت (کا حصہ نہیں بلکہ اس) کے شروع میں ایک مستقل آیت ہے۔اور جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ یہ سورتوں کی پہلی آیت ہے ان کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ فاتحہ اور دوسری سورت کے ساتھ اس کی قراءت جہری کی جائے۔بہت سے صحابہ وتابعین اور سلف وخلف ائمۂ مسلمین کا یہی مذہب ہے۔صحابہ میں سے ابوہریرہ، ابن عمر، ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم نے اس کی جہری قراءت کی ہے۔ابن عبدالبر اور بیہقی نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپ جہری قراءت کیا کرتے تھے۔② خطیب نے چاروں خلفائے راشدین حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہی بیان کیا ہے مگر یہ روایت غریب ہے۔تابعین میں سے سعید بن جبیر، عکرمہ، ابوقلابہ، زہری، علی بن حسن، ان کے صاحبزادے محمد، سعید بن مسیّب، عطاء، طاؤس، مجاہد، سالم، محمد بن کعب قُرظی، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، ابووائل، ابن سیرین، محمد بن مُنکَدِر، علی بن عبداللہ بن عباس، ان کے بیٹے محمد، نافع مولیٰ ابن عمر، زید بن اسلم، عمر بن عبدالعزیز، ازرق بن قیس، حبیب بن ابوثابت، ابوشعثاء، مکحول اور عبداللہ بن مَعْقِل بن مُقَرّن کا بھی یہی مذہب ہے۔امام بیہقی نے اس فہرست میں عبداللہ بن صفوان اور محمد ابن حنفیہ اور ابن عبدالبر نے عمرو بن دینار کے نام بھی شمار کیے ہیں۔

اس کو جہر کرنے کی دلیل یہ ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے، لہٰذا جس طرح باقی سورۂ فاتحہ کی جہری قراءت کی جاتی ہے اس کی

① دیکھیے تفسیر الرازی:1/196-203. ② السنن الکبریٰ للبیھقی، الصلاۃ، باب افتتاح القراءۃ ببسم اللّٰہ الرحمن الرحیم:2/46 اور دیکھیے سنن الدارقطنی:1/301-311 والاستذکار، الصلاۃ، باب العمل فی القراءۃ:4/164، حدیث: 4567-4598 وفتح المالک بتبویب التمہید لابن عبدالبر ، الصلاۃ، باب القراءۃ خلف الإمام ......:2/111.

17540

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی جہری قراءت کی جائے گی، نیز سنن نسائی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ نے بَسْمَلَة کی قراءت جہری کی۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ تم سب کی نسبت میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔[1] اس حدیث کو دارقطنی، خطیب، بیہقی اور کئی دیگر محدثین رحمہم اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔[2]

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ کو کھینچ کر قراءت فرمایا کرتے تھے۔ پھر انھوں نے ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ① ﴾ کی اس طرح قراءت کر کے دکھائی کہ ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ ﴾ کو کھینچ کر، پھر ﴿ الرَّحْمٰنِ ﴾ کو کھینچ کر اور پھر ﴿ الرَّحِيْمِ ① ﴾ کو کھینچ کر پڑھا۔[3] مسند امام احمد، سنن ابو داود، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیات کو الگ الگ کر کے قراءت فرمایا کرتے تھے۔ (اور وہ اس طرح کہ) ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ① اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ③ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ④ ﴾. امام دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[4]

امام ابو عبداللہ شافعی نے اور امام حاکم رحمہما اللہ نے اپنی مستدرک میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی تو (سورۂ فاتحہ کے شروع میں بَسْمَلَة پڑھی مگر اس کے بعد والی سورت کے شروع میں) بَسْمَلَة کو ترک کر دیا......، اس وقت موجود انصار و مہاجرین نے اس پر اعتراض کیا تو انھوں نے جب پھر نماز پڑھائی تو بَسْمَلَة کی بھی قراءت کی۔[5]

یہ احادیث و آثار جن کو ہم نے ذکر کیا ہے، اس قول (بَسْمَلَة کی جہری قراءت) کی تائید و حمایت کے دلائل ہیں جو کافی بھی ہیں اور قابل تسلیم بھی۔ اور جہاں تک اس کے مخالف دلائل، غریب روایات اور ان کی اسانید کی تعلیل، تضعیف اور تنقید کا تعلق ہے تو اس کا یہ مقام نہیں۔

---

① سنن النسائی، الصلاة، باب قراءة ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾، حديث:906 وصحيح ابن خزيمة، الصلاة، باب ذكر الدليل على أن الجهر ببسم الله......:251/1، حديث:499 وصحيح ابن حبان، الصلاة، باب ذكر مايستحب للمرء الجهر......:105,104/5، حديث:1801 والمستدرك للحاكم، الصلاة، باب التأمين:232/1، حديث:849 مطوّلًا. ② سنن الدارقطنی، الصلاة، باب وجوب قراءة ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ ......305,304/1، حديث1155 والسنن الكبرى للبيهقي، الصلاة، باب افتتاح القراءة في الصلاة......:46/2. ③ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب مدّالقراءة، حديث:5046. ④ مسند أحمد:302/6 وسنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب:1، حديث:4001 وصحيح ابن خزيمة، الصلاة، باب ذكر الدليل على أن بسم الله ......:248/1، حديث:493 والمستدرك للحاكم، التفسير، باب قراءات النبي ﷺ مما لم يخرجاه......:231/1، حديث:2910,2909 وسنن الدارقطني، الصلاة، باب وجوب قراءة ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ ......:306/1، حديث:1162. ⑤ الأم للشافعي، الصلاة، باب القراءة بعد التعوّذ:308,307/1، حديث:174 والمستدرك للحاكم، الصلاة، باب التأمين:233/1، حديث:851. ملحوظ: اس روایت کو امام ابن کثیر نے یہاں مختصرًا بیان کیا ہے جس سے کچھ خلل واقع ہو گیا ہے، لہٰذا مراجع کی روشنی میں قوسین کے اندر کچھ اضافہ کر دیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نماز میں بَسْمَلَة کی قراءت جہری نہ کی جائے۔ خلفائے اربعہ اور عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے بہت سے حضرات اور بہت سے بعد کے لوگوں سے بھی یہی ثابت ہے۔ امام ابوحنیفہ، ثوری اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ بَسْمَلَة کو سری یا جہری طور پر بالکل نہ پڑھا جائے۔[1] ان کی دلیل صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اَللّٰهُ أَكْبَرُ سے اور قراءت کو ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ سے شروع فرماتے تھے۔[2]

نیز صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، یہ تمام حضرات ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ سے قراءت شروع فرمایا کرتے تھے۔[3] مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ قراءت کے اول یا آخر میں ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ﴾ نہیں پڑھا کرتے تھے۔[4] سنن میں عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔[5] یہ ہیں اس مسئلے میں ائمۂ کرام کے دلائل۔ اور یہ ایک دوسرے کے قریب ہی ہیں کیونکہ ان کا اس بات پر اجماع ہے کہ بہرصورت نماز درست ہوگی، خواہ بَسْمَلَة کو جہری پڑھا جائے یا سری۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

**"بسم اللہ" کی فضیلت:** امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ایک صحابی سے روایت بیان کی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گدھے پر آپ کے پیچھے سوار تھے، کہتے ہیں کہ گدھا ذرا پھسلا تو میں نے کہا کہ شیطان کا برا ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: [لَا تَقُلْ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، تَعَاظَمَ الشَّيْطَانُ فِي نَفْسِهِ وَقَالَ: صَرَعْتُهُ بِقُوَّتِي، فَإِذَا قُلْتَ: بِسْمِ اللّٰهِ، تَصَاغَرَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ حَتّٰى يَكُونَ أَصْغَرَمِنْ ذُبَابٍ] ''یہ نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو کیونکہ اس سے

---

[1] فتح المالك بتبويب التمهيد، الصّلاة ، باب القراءة خلف الإمام...... 113/2. [2] اقتباس از صحیح مسلم، الصلاة باب مايجمع صفة الصلاة ومايفتتح به ......، حديث:498 وسنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يرالجهر ببسم الله ......، حديث:783. [3] صحيح البخاري، الأذان، باب مايقول بعد التكبير، حديث:743 وصحيح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال لايجهر بالبسملة، حديث:399 واللفظ له. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ مسند أحمد (179/3)، سنن النسائي (الافتتاح، باب ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، حديث:908) اور صحيح ابن خزيمة (250/1، حديث:497,496) کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ کو جہری طور پر نہیں پڑھا کرتے تھے۔ صحيح ابن خزيمة (250/1، حديث:498) کی ایک اور روایت میں ہے کہ وہ بسم اللہ کو سری طور پر پڑھا کرتے تھے، لہٰذا صحیح مسلم کی روایت میں جو نفی ہے اسے اسی پر محمول کیا جائے گا۔ (بلوغ المرام، الصلاة، باب صفة الصلاة، قبل الحديث:278.) [4] صحيح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة، حديث:(52)-399. [5] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في ترك الجهر ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾، حديث:244 وسنن النسائي، الافتتاح، باب ترك الجهر ببسم الله ......، حديث:909 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب افتتاح القراءة، حديث:815.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شیطان پھول جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی قوت کے ساتھ اسے گرایا ہے۔ اور اگر تم بِسۡمِ اللّٰهِ کہو تو اس سے شیطان اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے یہاں تک کہ مکھی سے بھی چھوٹا اور حقیر۔‘‘ ①

امام نسائی نے اپنی کتاب عَمَلُ الۡیَوۡمِ وَاللَّیۡلَةِ میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اسامہ بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ اونٹ پر آپ کے پیچھے سوار تھا، ہمارا اونٹ ذرا پھسلا، تو میں نے کہا: شیطان کا برا ہو، تب آپ نے فرمایا: [لَا تَقُلۡ: تَعِسَ الشَّیۡطَانُ فَإِنَّهُ یَعۡظُمُ حَتّٰی یَصِیرَ مِثۡلَ الۡبَیۡتِ، وَیَقُولُ: بِقُوَّتِي، وَلٰکِنۡ قُلۡ: بِسۡمِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ یَصۡغُرُ حَتّٰی یَصِیرَ مِثۡلَ الذُّبَابِ] ’’یہ نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو کیونکہ اس سے شیطان پھول کر مکان کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے میں نے اپنی قوت سے (یہ کیا ہے) لیکن تم بِسۡمِ اللّٰهِ کہو کیونکہ اس سے شیطان چھوٹا ہو کر مکھی کی طرح ہو جاتا ہے۔‘‘ ② یہ بسم اللہ کی برکت کی وجہ سے ہے۔

**ہر کام کے شروع میں ’’بسم اللہ‘‘ پڑھنا مستحب ہے:** ہر عمل اور قول کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے۔ خطبہ کے شروع میں بھی مستحب ہے۔ بیت الخلاء میں داخلے کے وقت بھی بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حدیث سے یہ ثابت ہے۔ ③ وضو کے شروع میں بھی بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ مسند احمد اور سنن میں حضرت ابو ہریرہ، سعید بن زید اور ابو سعید رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے: [وَلَا وُضُوءَ لِمَنۡ لَّمۡ یَذۡکُرِ اسۡمَ اللّٰهِ عَلَیۡهِ] ’’اور جو شخص وضو (شروع) کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لے تو اس کا وضو نہیں ہوتا۔‘‘ ④ یہ حدیث حسن ہے۔ کھاتے وقت بھی بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر بن ابوسلمہ، جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھے اور آپ ﷺ کے گھر میں پرورش پا رہے تھے، سے فرمایا: [یَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ، وَکُلۡ بِیَمِینِكَ، وَکُلۡ مِمَّا یَلِیكَ] ’’اے لڑکے! بِسۡمِ اللّٰهِ کہو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔‘‘ ⑤

بعض علماء نے کھانے کے وقت بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے۔ اسی طرح بیوی سے مباشرت کے وقت بھی بِسۡمِ

---

① مسند أحمد: 59/5. ② السنن الکبری للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب مایقول إذا عثرت به دابته؟: 142/6، حدیث: 10389 وسنن أبی داود، الأدب، باب: 77، حدیث: 4982. ③ جامع الترمذی، الجمعة، باب ماذکر من التسمیة عند دخول الخلاء، حدیث: 606 وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب مایقول الرجل إذا دخل الخلاء، حدیث: 297 عن علی رضی اللہ عنہ. ④ مسند أحمد: 418/2 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ و 41/3 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ. و 70/4 عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ. وسنن أبی داود، الطهارة، باب فی التسمیة علی الوضوء، حدیث: 101 وجامع الترمذی، الطهارة، باب ماجاء فی التسمیة عند الوضوء، حدیث: 25 وسنن النسائی، الطهارة، باب التسمیة عند الوضوء، حدیث: 78 عن أنس رضی اللہ عنہ. وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب ماجاء فی التسمیة فی الوضوء، حدیث: 397-400 عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ. ⑤ صحیح البخاری، الأطعمة، باب التسمیة علی الطعام......، حدیث: 5376 وصحیح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب......، حدیث: 2022. تفسیر میں یہ الفاظ تھے: [قُلۡ: بِسۡمِ اللّٰهِ] لیکن یہ الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں نہیں ہیں جبکہ المعجم الکبیر للطبرانی: 28/9 میں [إِذَا أَکَلۡتَ فَقُلۡ: بِسۡمِ اللّٰهِ] کے الفاظ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہِ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ، فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا] ''جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کے وقت یہ دعا پڑھ لے: اللہ کے نام سے، اے اللہ! تو ہم (دونوں) کو شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہمیں عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچا، لہٰذا اگر اس ہم بستری سے حمل قرار پا جائے تو اس پیدا ہونے والے بچے کو شیطان کبھی بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔''①

**''بسم اللہ'' کی ''باء'' کا تعلق اسم سے ہے یا فعل سے؟** درج ذیل تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ کی ''باء'' کے بارے میں نحویوں کے جو یہ دو قول ہیں جن میں سے ایک کے مطابق اس کا تعلق اسم سے ہے اور دوسرے کے مطابق فعل سے، تو یہ دونوں قول قریب قریب ہیں۔ اور ان میں سے ہر قول کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔ جو لوگ اس کا تعلق اسم سے بتلاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل میں جملہ یہ تھا: بِسْمِ اللّٰهِ ابْتِدَائِي ''اللہ کے نام سے میری ابتدا ہے۔'' اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭاِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (ھود 41:11) ''اللہ کے نام سے ہے اس (سفینۂ نوح) کا چلنا اور ٹھہرنا بے شک میرا رب بہت بخشنے والا (اور) انتہائی مہربان ہے۔'' اور جو حضرات فعل کو، خواہ وہ امر ہو یا خبر اس کا مقدر بتاتے ہیں، مثلاً: اِبْدَأْ بِسْمِ اللّٰهِ ''اللہ کے نام سے شروع کرو۔'' یا اِبْتَدَأْتُ بِسْمِ اللّٰهِ ''میں نے اللہ کے نام سے شروع کیا۔'' ان کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ○﴾ (العلق 1:96) ''اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔''

بہر حال یہ دونوں قول ہی صحیح ہیں کیونکہ ہر فعل کا کوئی نہ کوئی مصدر بھی ضرور ہوتا ہے، لہٰذا آپ فعل کو بھی مقدر قرار دے سکتے ہیں اور اس کے مصدر کو بھی۔ مصدر اسی فعل کا ہوگا جس کا آپ نے پہلے نام لیا ہوگا، لہٰذا کھڑا ہونا ہو یا بیٹھنا، کھانا ہو یا پینا یا قراءت کرنا، وضو کرنا یا نماز پڑھنا ان سب کاموں کے شروع میں خیر و برکت حاصل کرنے کے لیے، ان کی تکمیل کی مدد چاہنے کے لیے اور ان کی قبولیت کے لیے، حکم شریعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ وَاللّٰهُ أعلم.

**لفظ جلالت ''اللہ'' کے معنی:** ''اللہ'' رب تبارک و تعالیٰ کا ذاتی عَلَم ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہی ''اسمِ اعظم'' ہے۔ اس لیے کہ تمام اچھی صفات کے ساتھ اسی اسم پاک کو موصوف قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○﴾ (الحشر 59:22-24) ''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق

---

① صحيح البخاري، الدعوات، باب مايقول إذا أتى أهله، حديث:6388 و صحيح مسلم، النكاح، باب مايستحب أن يقوله عند الجماع، حديث:1434.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، نہایت پاک (ہر عیب سے)، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست، بڑائی والا، اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب ہے، خوب حکمت والا ہے۔''

ان آیات میں باقی تمام اسماء کو اللہ تعالیٰ کی صفات کے طور پر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الأعراف 180:7) ''اور اللہ کے لیے تو سب اچھے سے اچھے نام ہیں، تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ (بنی إسرآء یل 110:17) ''کہہ دیجیے کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام) جس نام سے پکارو، اس کے سب نام اچھے سے اچھے ہیں۔''

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اِسْمًا، مِّائَةً إِلَّا وَاحِدًا ، مَّنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ] ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے، یعنی ایک کم سو نام ہیں جو انھیں یاد کر لے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''[1] ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ان ناموں کی تفصیل بھی آئی ہے۔[2] ان دونوں کتابوں کی روایتوں میں بیان کیے گئے اسمائے حسنٰی میں کچھ کمی زیادتی بھی ہے۔

**﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ﴾ کی تفسیر:** ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ﴾ ''بڑا مہربان نہایت رحم والا۔'' یہ دونوں نام ''رحمت'' سے مشتق ہیں۔ اور دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ رحمٰن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کے کلام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔[3] قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں (کہ ابن حصار نے کہا ہے:) اس اسم کے مشتق ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَنَا اللّٰهُ وَأَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا (اسْمًا) مِّنِ اسْمِي، فَمَنْ وَّصَلَهَا وَصَلْتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ] ''اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میں رحمان ہوں۔ میں نے ''رحم'' کو پیدا کیا اور اپنے نام سے اس (کے نام) کو مشتق کیا ہے۔ جس نے اسے ملایا، میں اسے ملاؤں گا اور جس نے اسے توڑا میں بھی اسے توڑ دوں گا۔''[4]

---

[1] صحیح البخاری، التوحید، باب: إن للّٰه مائة اسم إلّا واحدة، حدیث:7392 وصحیح مسلم، الذکر والدعاء......، باب فی أسماء اللّٰه تعالٰی......، حدیث:(5,6)-2677. [2] جامع الترمذی، الدعوات، باب حدیث فی أسماء اللّٰه الحسنٰی......، حدیث:3507 وسنن ابن ماجه ، الدعاء، باب أسماء اللّٰه عزوجل ، حدیث:3861 لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ [3] تفسیر الطبری:84/1. [4] جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی قطیعة الرحم، حدیث:1907 وصحیح ابن حبان، البر والإحسان، ذکر البیان بأن قوله ﷺ:[الرحم شِجْنة من الرحمٰن......]: 187,186/2، حدیث: 443.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ یہ اسم پاک مشتق ہے۔ کفار عرب کا اسم پاک الرَّحْمٰن سے انکار کرنا، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کی جہالت کی وجہ سے تھا۔[1]

قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رحمٰن اور رحیم کا ایک ہی معنی ہے۔ جس طرح نَدْمَان اور ندیم کا ایک ہی معنی ہے۔ یہ قول ابو عبید کا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فَعْلَان کا صیغہ فَعِیل کی طرح نہیں ہے کیونکہ فَعْلَان کے صیغے میں مبالغہ ضرور ہوتا ہے جیسے رَجُلٌ غَضْبَانُ اس شخص کو کہتے ہیں جو شدید غصے میں ہو مگر فَعِیل کا صیغہ فاعل یا مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے (اور اس صورت میں اس میں مبالغہ نہیں ہوتا۔) ابو علی فارسی کہتے ہیں کہ رحمٰن عام اسم ہے جو رحمت کی تمام قسموں کو شامل ہے۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اور رَحِیم صرف مومنوں کی مناسبت سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ ﴾ (الأحزاب 43:33) ''اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔''[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نام رحمت ورحم والے ہیں اور ایک میں دوسرے سے زیادہ رحمت اور رحم ہے۔[3]

ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عَرْزَمی کہتے ہیں کہ الرحمٰن کے معنی ہیں: ''تمام مخلوق پر رحم فرمانے والا۔'' اور الرحیم کے معنی ہیں: ''مومنوں پر رحم فرمانے والا۔''[4] مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ ﴾ (الفرقان 59:25) ''پھر وہ عرش پر مستوی ہوا (وہی) رحمٰن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ (طٰهٰ 5:20) ''وہ رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے۔''

ان آیات میں اِستواء ''مستوی ہونے'' کا ذکر اسم پاک الرحمٰن کے ساتھ فرمایا تاکہ یہ نام تمام مخلوق کو اپنی رحمت میں شامل کر سکے۔ اور مومنوں کے لیے فرمایا: ﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ ﴾ (الأحزاب 43:33) ''اور اللہ مومنوں پر بہت رحمت کرنے والا ہے۔'' یعنی مومنوں کے ذکر کے حوالے سے بطور خاص اسم پاک رحیم کو ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اَلرَّحْمٰن میں اَلرَّحِیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ اس میں دونوں جہانوں اور تمام مخلوق کے لیے عموم ہے جبکہ الرحیم مومنوں کے ساتھ خاص ہے، لیکن ایک حدیث میں مذکور ایک دعا میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: [رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ رَحِيمَهُمَا] ''اے دنیا وآخرت کے رحمٰن ورحیم!''[5]

اللہ تعالیٰ کا اسم پاک رحمٰن بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو اس نام کے ساتھ موسوم نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ ﴾ (بنی إسراءیل 110:17) ''کہہ دیجیے کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے سے اچھے نام اسی کے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف

---

[1] تفسير القرطبي:104/1. [2] تفسير القرطبي:106/1. [3] تفسير القرطبي:106/1. [4] تفسير الطبري:85/1.

[5] اقتباس از المستدرك للحاكم ، الدعاء والتكبير:515/1 ، حديث:1898 عن عائشة رضی اللہ عنہا. والمعجم الكبير للطبراني: 155/20 عن معاذ رضی اللہ عنہ. مگر یہ روایات ضعیف ہیں۔ اور دیکھیے السلسلة الضعيفة: 5287 عن أنس رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(45:43) ''اور (اے پیغمبر!) جو اپنے پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں ان کے احوال دریافت کرلیں، کیا ہم نے رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟''

مُسَیلمہ کذاب نے جب بہت بڑھ چڑھ کر دعویٰ کیا اور اپنا نام رحمان الیمامہ رکھ لیا [1] تو اللہ تعالیٰ نے اس کو لباس کذب پہنا کر اس کے ساتھ اسے مشہور کر دیا کہ اسے ''مسیلمہ کذاب'' کہا جاتا ہے۔ اور ہر پکے گھر والے شہری اور کچے گھر والے دیہاتی اور گنوار کے ہاں جھوٹ بولنے میں ضرب المثل بن چکا ہے۔

اسی بنیاد پر یہاں سب سے پہلے اسم پاک اللہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس نام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور (صفات میں) سب سے پہلے اس کی صفت الرحمن بیان کی گئی ہے۔ اور اس نام سے بھی اللہ کے سوا کسی اور کو موسوم کرنے سے منع کر دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ﴾ (بنی إسرآء یل: 110/17) ''کہہ دیجیے کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے بھی پکارو، تمام اچھے سے اچھے نام اسی کے ہیں۔'' مُسَیلمہ نے اپنے آپ کو اس نام سے موسوم کیا تو یہ اس کی بدترین جرأت تھی، اس کے گمراہ ساتھیوں کے سوا اس کی اس بات کو کسی اور نے قبول نہیں کیا تھا۔

رحیم کی صفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو بھی موصوف قرار دیا ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبۃ 128:9) ''(لوگو!) یقیناً تمھارے پاس تمھی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں، تمھاری تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے۔ اور وہ تمھاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔'' اسی طرح اس نے اپنے بعض دیگر اسماء کے ساتھ بھی دوسروں کو موصوف قرار دیا ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ڰ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝﴾ (الدھر 2:76) ''بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں تو ہم نے اس کو سننے دیکھنے والا بنایا۔'' اس آیت میں انسان کے لیے بھی سمیع وبصیر کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اسمائے گرامی ایسے ہیں جن سے غیر اللہ کو بھی موسوم قرار دیا جا سکتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کے ساتھ غیر اللہ کو موسوم قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ اسی کی ذات گرامی کے لیے مخصوص ہیں، مثلاً: اللہ، رحمٰن، خالق اور رازق وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے اسم پاک ''اللہ'' کا ذکر کیا، پھر اس کی صفت ''رحمٰن'' بیان فرمائی کیونکہ یہ ''رحیم'' کی نسبت زیادہ خاص اور زیادہ معروف ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس نام کو ذکر کیا جاتا ہے جو افضل اور اشرف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں سب سے پہلے اس نام سے آغاز کیا جو سب سے زیادہ خاص تھا، پھر اسے ذکر کیا جو اس سے قدرے کم خاص تھا۔

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد:165/1 و الدرایۃ فی تخریج أحادیث الهدایۃ:156/1 و المراسیل لأبی داود:34.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲﴾

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ②

حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قراءت فرماتے ہوئے ہر ہر آیت پر وقف فرماتے تھے جیسے: ﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ① ﴾ (پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔) ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ② ﴾ (پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔)[①] اسی وجہ سے قراء کی ایک جماعت نے ﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ① ﴾ اور ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ② ﴾ کے درمیان وقف کر کے پڑھا ہے جبکہ ایک جماعت نے ﴿ الرَّحِیۡمِ ① ﴾ کی میم کو ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾ کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھا ہے۔

## تفسیر آیت :2

**''حمد'' کے معنی:** ابوجعفر ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ شکر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ اس کے سوا جن معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے یا اس نے جو بھی مخلوق پیدا فرمائی ہے ان میں سے کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان تمام بے حد و حساب نعمتوں سے سرفراز فرمایا جنھیں اس کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنی اطاعت کرنے کے لیے تمام اسباب عطا فرمائے، فرائض ادا کرنے کے لیے اپنے بندوں کو تمام جسمانی طاقتوں سے نوازا۔ اور پھر دنیا میں رزق کی فراوانی عطا فرمائی اور زندگی بسر کرنے کے لیے کسی حق کے بغیر انواع و اقسام کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اور اس نے ہمیں ان اسباب کے بارے میں بتا دیا اور انھیں اختیار کرنے کی دعوت بھی دی جو ابدی نعمتوں کے مقام جنت میں ابدی و سرمدی زندگی کا ذریعہ ہیں، پس اول و آخر اسی ذات پاک کی حمد ہے۔[②]

ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾ ثنا کا کلمہ ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ثنا بیان فرمائی ہے۔ اور اس کے ضمن میں اپنے بندوں کو بھی اس نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ بھی اس کی ثنا بیان کریں، گویا اس نے ہمیں حکم یہ دیا ہے کہ جب میری ثنا بیان کرنے لگو تو کہو: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾.[③] ابن جریر کہتے ہیں: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾ کہنے سے اللہ تعالیٰ کے اچھے نام اور بلند صفات کے ساتھ اس کی ثنا ہے اور اَلشُّکۡرُ لِلّٰهِ کہنے سے اس کی نعمتوں اور اس کے احسانات کے ساتھ اس کی ثنا ہے۔[④]

**حمد اور شکر میں فرق:** تحقیقی بات یہ ہے کہ ان دونوں میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ دونوں لفظ نعمت اور احسان کے بدلے یا صلے کے طور پر بولے جائیں تو ''حمد'' کا لفظ ''شکر'' کی نسبت عام ہے کیونکہ اس کا استعمال لازم اور متعدی دونوں قسم کی صفات کے لیے ہوتا ہے، مثلاً: آپ یہ کہہ سکتے ہیں: حَمِدۡتُهٗ لِفُرُوسِيَّتِهٖ ''میں نے اس کی شہسواری کی وجہ

---

① مسند أحمد:302/6 و سنن أبی داود، الحروف والقراءات، باب:1، حدیث:4001 و جامع الترمذی، القراءات، باب فی فاتحة الکتاب، حدیث:2927. تفسیر میں یہاں [یُقَطِّعُ قِرَاءَتَهٗ حَرۡفًا حَرۡفًا] ہے مگر اس سیاق میں [آیَةً آیَةً] زیادہ موزوں ہے جیسا کہ مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہے۔ اور [حرفا حرفا] کا سیاق قدرے مختلف ہے، دیکھیے سنن أبی داود:1466 و جامع الترمذی:2923. ② تفسیر الطبری:90/1. ③ تفسیر الطبری:92/1. ④ تفسیر الطبری:90/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے اس کی تعریف کی۔'' اور حَمِدْتُهٗ لِكَرَمِهٖ ''میں نے اس کی سخاوت کی وجہ سے اس کی تعریف کی۔'' لیکن اس حیثیت سے کہ یہ لفظ زبان ہی سے ادا ہو سکتا ہے، یہ لفظ خاص ہے۔ اور چونکہ ''شکر'' قول، فعل اور نیت تینوں سے ادا ہو سکتا ہے، لہٰذا یہ عام ہے۔ اور یہ صرف متعدی صفات کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس وجہ سے یہ خاص ہے، چنانچہ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ شَكَرْتُهٗ لِفُرُوسِيَّتِهٖ ''میں نے اس کی شہسواری کی وجہ سے اس کا شکر ادا کیا۔'' ہاں، البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ شَكَرْتُهٗ عَلٰى كَرَمِهٖ وَإِحْسَانِهٖ إِلَيَّ ''میں نے اپنے ساتھ اس کے کرم و احسان پر اس کا شکر ادا کیا۔'' اس سلسلے میں بعض متاخرین کی تحریر کا یہی خلاصہ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ابونصر اسماعیل بن حماد جوہری نے لکھا ہے کہ حمد کا لفظ ذم کے مقابل ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں: حَمِدْتُ الرَّجُلَ أَحْمَدُهٗ حَمْدًا وَّمَحْمَدَةً اس محاورے کے مطابق جو شخص قابل تعریف ہو اسے حمید اور محمود کہا جاتا ہے۔ اور تحمید میں حمد سے بھی زیادہ مبالغہ ہے۔ اور حمد کا لفظ شکر سے عام ہے۔ اور شکر کسی محسن کی احسان مندی اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کی ثنا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور عربی زبان میں اس کا استعمال شَكَرْتُهٗ اور شَكَرْتُ لَهٗ دونوں طرح ہوتا ہے لیکن لام کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔[1]

مدح کا لفظ حمد کی نسبت عام ہے کیونکہ یہ زندہ اور مردہ بلکہ جمادات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کھانے پینے کی چیزوں اور مکان وغیرہ کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، نیز احسان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اسی طرح متعدی اور لازم دونوں طرح کی صفات کے لیے بھی یہ لفظ بولا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ لفظ عموم کی شان لیے ہوئے ہے۔

**''حمد'' کے بارے میں سلف کے اقوال:** ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم [سُبْحَانَ اللّٰهِ] اور [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] کو تو جانتے ہیں لیکن ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ ایک ایسا کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔[2] ابو معمر کے علاوہ ایک دوسرے راوی نے حفص سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر دوستوں کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اور [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] کے کلمات کے مفہوم کو تو ہم جانتے ہیں مگر [سُبْحَانَ اللّٰهِ] کا کیا مطلب ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ اور وہ اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کلمے کو کہا جائے۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کلمۂ شکر ہے جب بندہ کہتا ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرا شکر ادا کیا ہے۔[4]

**فضائلِ ''حمد'':** امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسود بن سریع کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اپنے وہ اشعار نہ سناؤں جن میں میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی حمد بیان کی ہے؟ فرمایا: [ أَمَا إِنَّ رَبَّكَ

---

[1] الصحاح: 407/2، 602. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 27/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 27/1. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 26/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ الْحَمْدَ] ”بے شک تمھارا رب حمد کو بہت پسند فرماتا ہے۔“① ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ] ”سب سے افضل ذکر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔“② امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، إِلَّا كَانَ الَّذِي أَعْطَاهُ أَفْضَلَ مِمَّا أَخَذَ] ”جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے سرفراز فرمائے اور وہ اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو اس کا یہ حمد کہنا اس نعمت سے افضل ہے جو اس نے حاصل کی ہے۔“③ سنن ابن ماجہ ہی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ قَالَ : يَا رَبِّ! لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيمِ سُلْطَانِكَ، فَعَضَّلَتْ بِالْمَلَكَيْنِ فَلَمْ يَدْرِيَا كَيْفَ يَكْتُبَانِهَا؟ فَصَعِدَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَا: يَا رَبَّنَا! إِنَّ عَبْدَكَ قَدْ قَالَ مَقَالَةً لَّا نَدْرِي كَيْفَ نَكْتُبُهَا؟ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا قَالَ عَبْدُهُ -: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟(قَالَا) : يَارَبِّ! إِنَّهُ قَالَ: يَارَبِّ! لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمَا : أُكْتُبَاهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي حَتّٰى يَلْقَانِي فَأَجْزِيَهُ بِهَا]

”بندگانِ الٰہی میں سے ایک بندے نے یہ کہا: اے پروردگار! تیری اس طرح تعریف ہے جس طرح تیرے چہرۂ اقدس کے جلال اور تیری عظیم بادشاہت کے شایانِ شان ہے۔ اس سے دونوں فرشتے حیران و پریشان ہو گئے۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ وہ اس کا اجر و ثواب کیسے لکھیں؟ لہٰذا وہ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں انھوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! تیرے ایک بندے نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے جس کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ ہم اس کا اجر و ثواب کیسے لکھیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اس کے بندے نے کیا کہا تھا۔ میرے بندے نے کیا کہا ہے؟ انھوں نے عرض کی: اے پروردگار! تیرے بندے نے کہا ہے: [يَارَبِّ! لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ] تو اللہ عزوجل نے ان فرشتوں سے فرمایا کہ اس کلمہ کو اسی طرح لکھ لو جس طرح میرے بندے نے کہا ہے حتی کہ جب وہ میری ملاقات کے لیے آئے گا تو میں خود اسے اس کی جزا دوں گا۔“④

① مسند أحمد:435/3 و السنن الكبرى للنسائي، النعوت ، باب الحب و الكراهية: 416/4 ، حديث: 7745 . ② جامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة، حديث:3383 و السنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم و الليلة، باب أفضل الذكر و أفضل الدعاء: 208/6 ، حديث: 10667 و سنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل الحامدين، حديث: 3800. ③ سنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل الحامدين، حديث:3805. ④ سنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل الحامدين ، حديث:3801 اور المعجم الكبير للطبراني: 335,334/12 میں دوسری مرتبہ بھی [ولعظيم سلطانك] ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۳﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۴﴾

بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ③ بدلے کے دن کا مالک ہے ④

﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾ کا الف لام استغراق کے لیے ہے: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾ میں الف لام استغراق کے لیے ہے، یعنی حمد کی تمام انواع واقسام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:[اَللّٰهُمَّ ! لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ ، وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهُ ، وَ بِيَدِكَ الْخَيْرُ كُلُّهُ ، إِلَيْكَ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ] ''اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تمام بادشاہتیں تیرے ہی لیے ہیں، تمام بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں اور تمام امور تیری ہی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''①

﴿ رَبِّ ﴾ کے معنی: رب مالک اور متصرف کو کہتے ہیں۔ لغت میں اس کا اطلاق سردار اور اصلاح کے لیے تصرف کرنے والے پر بھی ہوتا ہے۔ ان سب معانی کے اعتبار سے اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال صحیح ہے۔ غیر اللہ کے لیے رب کا لفظ اضافت ہی کے ساتھ استعمال ہوسکتا ہے۔ مثلاً: رَبُّ الدَّارِ ''گھر کا مالک'' رَبُّ كَذَا ''فلاں چیز کا مالک'' بغیر اضافت کے رَبّ کا لفظ صرف اللہ عزوجل ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ لفظ رَبّ ہی اسم اعظم ہے۔

﴿ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ ﴾ کے معنی: عالمین، عالَم کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود چیز کو عالَم کہتے ہیں۔ عالَم کا لفظ خود بھی اسم جمع ہے کیونکہ اس کے لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ آسمانوں اور برّ و بحر کی مخلوقات کی انواع واقسام مختلف عالَم ہیں، اسی طرح ایک زمانے اور ایک نسل کو بھی عالَم کہا جاتا ہے۔ فراء اور ابوعبید کا قول ہے کہ عالَم کا لفظ ذوی العقول، یعنی انسانوں، جنوں، فرشتوں اور شیطانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، حیوانوں کے لیے عالَم کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔② زید بن اسلم اور ابومُحَیصن سے روایت ہے کہ عالَم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس میں روح موجود ہو۔③ قتادہ کہتے ہیں کہ مخلوقات میں سے ہر قسم ایک عالَم ہے۔④ زجّاج کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں جو کچھ پیدا فرمایا ہے، وہ سب عالَم ہے۔⑤

قرطبی کہتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے کیونکہ یہ سب عالموں کو شامل ہے۔⑥ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ فِرۡعَوۡنُ وَمَا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۴﴾ ﴾ (الشعرآء 26:23,24) ''فرعون نے کہا تمام جہانوں کا مالک کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے، بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو۔''

''عالَم'' کی وجہ تسمیہ: عالَم کا لفظ علامت سے مشتق ہے۔ اسے عالَم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ عالَم کے پیدا کرنے والے اور اس کے بنانے والے کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل اور علامت ہے۔⑦

تفسیر آیت :3

① مسند أحمد: 396/5 مطوّلاً عن حذیفة ﷺ مگر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے راوی مجہول ہیں۔ ② تفسیر القرطبی: 138/1. ③ تفسیر القرطبی: 138/1 نحوہ. ④ تفسیر الطبری: 95/1. ⑤ تفسیر القرطبی: 139/1. ⑥ تفسیر القرطبی: 139/1. ⑦ تفسیر القرطبی: 139/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ ﴾ کے ضمن میں اس کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے،[1] لہٰذا اب اعادے کی ضرورت نہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ ﴾ کے وصف کے بعد ﴿ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ ﴾ کا وصف ترہیب کے بعد ترغیب کے باب میں سے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ نَبِّئۡ عِبَادِيۡۤ اَنِّيۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِيۡمُ ۝ ﴾ (الحجر 50,49:15) ''(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دیجیے کہ یقیناً میں بڑا بخشنے والا (اور) بڑا مہربان ہوں۔ اور بے شک میرا عذاب بھی بڑا اور درد دینے والا عذاب ہے۔''[2] اسی طرح یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ ﴾ (الأنعام 165:6) ''بے شک آپ کا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان بھی ہے۔'' اسم ﴿ رَبِّ ﴾ میں ترہیب اور ﴿ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ ﴾ کے ناموں میں ترغیب کا پہلو ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدٌ، وَّ لَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطَ مِنْ رَّحْمَتِهِ أَحَدٌ ] ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں صحیح علم ہو تو کوئی بھی اس کی جنت کی خواہش نہ کرے۔ اور اگر کافر کو اس کی رحمت کے بارے میں علم ہو تو کوئی بھی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔''[3]

## تفسیر آیت :4

**انصاف کے دن کی ملکیت کا مفہوم:** قیامت کے دن کی ملکیت کی تخصیص کے یہ معنی نہیں کہ باقی دنوں کی ملکیت کی نفی ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ رب العالمین ہے اور یہ دنیا و آخرت دونوں کو شامل ہے۔ قیامت کے دن کی طرف اضافت اس لیے کی گئی ہے کہ اس دن کوئی کسی چیز کی ملکیت کا دعوے دار نہ ہوگا بلکہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ﴾ (النبا 38:78) ''جس دن روح (الامین) اور (دیگر) فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا ۝ ﴾ (طٰہٰ 108:20) ''اور رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی تو تم آہٹ کے سوا کوئی آواز نہ سنو گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَ يَاۡتِ لَا تَكَلَّمُ نَفۡسٌ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ شَقِيٌّ وَّسَعِيۡدٌ ۝ ﴾ (ھود 105:11) ''جب وہ دن آ جائے گا تو کوئی نفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہ سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس دن اس کی بادشاہت میں اس کے سوا اور کوئی صاحب اختیار نہ ہوگا جس طرح دنیا میں یہ مجازاً بادشاہ تھے۔[4]

---

[1] دیکھیے عنوان: '' ﴿ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ ﴾ کی تفسیر'' [2] تفسیر القرطبی :139/1. [3] صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ......، حدیث: 2755 و مسند أحمد :397/2 لیکن [رحمته] مسند احمد میں ہے جبکہ صحیح مسلم میں اس کے بجائے [جنته] ہے۔ [4] تفسیر الطبری :98/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴾ کے معنی: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یوم الدین سے مراد مخلوق کے حساب کا دن، یعنی قیامت کا دن ہے جس دن وہ تمام اعمال کا بدلہ دے گا۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ، الا یہ کہ کسی کو وہ معاف فرما دے۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین اور سلف سے بھی یہی معنی منقول ہیں اور جیسا کہ ظاہر ہے یہی معنی صحیح ہیں۔

مَلِک اور مَلِکُ الاملاک اللہ ہی ہے: حقیقت میں مالک اللہ عزوجل ہی ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ ﴾ (الحشر23:59) ''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ (حقیقی) بادشاہ ہے، نہایت پاک ذات (ہر عیب سے)، سلامتی دینے والا۔''

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: [أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ ، لَا مَالِكَ إِلَّا اللّٰهُ] ''اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین نام یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو شہنشاہ کہلائے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بادشاہ (حقیقی) نہیں ہے۔''[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے صحیحین میں یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ : أَنَا الْمَلِكُ ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ ؟ (أَيْنَ الْجَبَّارُونَ ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ؟)] ''اللہ تعالیٰ زمین کو پکڑ لے گا اور آسمان کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا: ''میں ہوں بادشاہ کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ؟ کہاں ہیں سرکش؟ کہاں ہیں متکبر؟''[3]

اور قرآن عظیم میں بھی ہے: ﴿ لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡیَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴾ (المؤمن16:40) ''آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔'' ہاں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو دنیا میں جو بادشاہ کہا جاتا ہے تو یہ مجازی طور پر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًا ؕ ﴾ (البقرة247:2) ''بے شک اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔'' اسی طرح فرمایا: ﴿ وَكَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ ﴾ (الکهف79:18) ''اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذۡ جَعَلَ فِیۡكُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمۡ مُّلُوۡكًا ﴾ (المآئدة20:5) ''(اس وقت کو یاد کرو) جب اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے اور تمھیں بادشاہ بنایا۔'' صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں یہ جملہ بھی ہے: [ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ ] ''(پہلی اسلامی بحری فوج اس طرح ہوگی) جس طرح بادشاہ تختوں پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔''[4]

﴿ الدِّیۡنِ ﴾ کی تفسیر: دین کے معنی جزا اور حساب کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَوۡمَئِذٍ یُّوَفِّیۡهِمُ اللّٰهُ دِیۡنَهُمُ

---

[1] تفسیر الطبری:102/1 و تفسیر ابن أبی حاتم:29/1. [2] صحیح البخاری، الأدب، باب أبغض الأسماء إلی اللّٰه، حدیث:6206 و صحیح مسلم، الآداب، باب تحریم التسمی بملك الأملاك……، حدیث:(20,21)-2143 اور [لَا مَالِكَ إِلَّا اللّٰهُ] صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ [3] صحیح البخاری، الرقاق، باب: یقبض اللّٰه الأرض یوم القیٰمة، حدیث: 6519 و صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب صفة القیامة والجنة والنار، حدیث:2787، البتہ [أین الجبارون……] کے الفاظ صحیح مسلم:2788 میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے ہیں۔ [4] اقتباس از صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء، حدیث:2788 و صحیح مسلم، الإمارة، باب فضل الغزو فی البحر، حدیث:1912 مطوّلاً عن أنس رضی اللہ عنہ. اور یہ واقعہ اُم حرام بنت مِلحان رضی اللہ عنہا کا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵

(اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ⑤

الْحَقَّ ﴾ (النور 25:24) ''اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کی) پوری پوری اور ٹھیک جزا دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 53:37) ''تو کیا واقعی ہمیں (دوبارہ اٹھا کر) بدلہ ملے گا؟'' یعنی کیا ہمیں جزا دی جائے گی؟ ہمارا حساب لیا جائے گا؟ حدیث میں ہے: [ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ] ''عقل مند وہ ہے جو اپنا محاسبہ خود کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔''①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے، اور اپنا وزن کرتے رہا کرو قبل اس کے کہ تمھارا وزن کیا جائے۔ اور اس ذات گرامی کے سامنے اس بڑی پیشی کی تیاری کرتے رہا کرو۔ جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کر لیا روز قیامت اس پر حساب آسان ہو جائے گا۔ ﴿ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ ﴾ (الحآقّة 18:69) ''اس روز تمھاری پیشی ہوگی اور تمھاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔''②

## تفسیر آیت :5

**عبادت کے لغوی و شرعی معنی:** عبادت کے لغوی معنی عجز و انکسار کے ہیں۔ طَرِيقٌ مُّعَبَّدٌ اس راستے کو کہا جاتا ہے جو روندا ہوا ہو۔ اور بَعِيرٌ مُّعَبَّدٌ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو اپنی ضروریات کے لیے بطور سواری خوب استعمال کیا جاتا ہے۔ اور شرع میں عبادت کمال درجے کی محبت، عجز و انکسار اور خوف سے عبارت ہے۔

**مفعول کو مقدم قرار دینے اور غائب سے حاضر کی طرف التفات کے فوائد:** مفعول، یعنی ﴿ اِيَّاكَ ﴾ کو یہاں جو فعل و فاعل سے مقدم اور مکرر ذکر کیا ہے تو یہ اہتمام اور حصر کے لیے ہے، یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور یہ اطاعت و بندگی کا کمال درجہ ہے۔ سارا دین انھی دو جملوں پر مبنی ہے جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن مجید کا راز ہے اور سورۂ فاتحہ کا راز اس کلمہ: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵ ﴾ میں مضمر ہے۔

اس آیت کے پہلے حصے میں شرک سے بے زاری کا اظہار ہے۔ اور دوسرے میں اپنی طاقت و قوت کا انکار بھی ہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے کا اعتراف بھی۔ اور یہ معنی و مفہوم قرآن مجید کی کئی ایک آیات میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً: ﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (ھود 123:11) ''چنانچہ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر

① جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث : [الكيّس من دان نفسه......]، حديث:2459 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، حديث:4260 عن شدّاد بن أوس رضی اللہ عنہ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة:5319. ② المصنف لابن أبي شيبة، الزهد، كلام عمر بن الخطاب:115/7، حديث: 34448 اور دیکھیے جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث: [الكيّس من دان نفسه......] ، حديث:2459.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھروسا رکھیں اور آپ کا پروردگار اس سے بے خبر نہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔'' ﴿ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ (الملك 29:67) ''کہہ دیجیے: وہ (اللہ جو) رحمٰن ہے، ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسا رکھتے ہیں۔'' ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ ﴾ (المزمّل 9:73) ''(وہی) مشرق اور مغرب کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا اسی کو اپنا کارساز بنا لیجیے۔'' اسی طرح اس آیت کریمہ: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر غائب کے صیغوں سے مخاطب کی طرف التفات کا سبب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے کرتے گویا اس کے قریب پہنچ گیا اور اس کے سامنے حاضر ہو گیا ہے۔ اب اس کے لیے غائب کے صیغے استعمال کرنے کے بجائے حاضر کے صیغے استعمال کرتے ہوئے کہہ رہا ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ ''(اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔''

**فاتحہ میں حمد و ثنا بیان کرنے کی طرف رہنمائی ہے، اس لیے ہر نماز میں اس کی قراءت واجب ہے:** اس سورت کے ابتدائی حصے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی ذات کریمہ کی صفات جمیلہ کے حوالے سے ثناء و تعریف ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ رہنمائی ہے کہ اس کے بندے بھی اس کی حمد و ثنا کا اہتمام کریں، اسی لیے اس شخص کی نماز صحیح نہیں جو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی قدرت کے باوجود نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] ''جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔''[1] صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، (فَنِصْفُهَا لِي وَ نِصْفُهَا لِعَبْدِي)، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حَمِدَنِي عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ﴾ قَالَ اللّٰهُ: أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِي، فَإِذَا قَالَ: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي، فَإِذَا قَالَ: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ قَالَ: هٰذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ﴾ قَالَ: هٰذَا لِعَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ]

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے، اس کا نصف حصہ میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے۔ اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا۔ (یہ تقسیم اس طرح ہے کہ) بندہ جب یہ کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی ہے۔ وہ جب یہ

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم...... ، حديث: 756 وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة...... ، حديث: 394.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہتا ہے: ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا بیان کی ہے۔ وہ جب یہ کہتا ہے: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے۔ وہ جب یہ کہتا ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾ تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا۔ اور وہ جب یہ کہتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا۔''[1]

**توحید الوہیت:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ سے عرض کی:) اے محمد (ﷺ)! آپ یوں کہیں: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ یعنی اے ہمارے رب! ہم خاص تیری ہی توحید مانتے ہیں، صرف تجھ ہی سے ڈرتے ہیں اور تیری ہی ذات سے امید وابستہ رکھتے ہیں۔ تیرے سوا ہم نہ کسی کی توحید کے قائل ہیں، نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ کسی سے امید وابستہ رکھتے ہیں۔[2]

**توحید ربوبیت:** ﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! ہم تیری اطاعت و بندگی بجالانے پر اور اپنے تمام امور و معاملات کے سلسلے میں صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔[3] قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ تم سب صرف اسی کی خالص عبادت کرو اور اپنے تمام کاموں میں صرف اسی سے مدد مانگو۔[4] ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ کو ﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾ سے پہلے اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اصل مقصود ہے اور اس سے استعانت اس کے لیے وسیلہ ہے اور اہتمام و احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ زیادہ اہم چیز کو پہلے ذکر کیا جائے۔ وَاللّٰهُ أَعلَم.

**اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کا اہم مقامات پر ''عبد'' کے نام سے ذکر کرنا:** عبادت کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی حیات طیبہ کے اشرف و افضل واقعات کو بیان کرتے ہوئے آپ کو اسم ''عبد'' سے موسوم فرمایا، مثلاً: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ﴾ (الکھف 1:18) ''سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر (یہ) کتاب نازل فرمائی۔'' اور ﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ ﴾ (الجنّ 19:72) ''اور جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کو پکارنے کے لیے کھڑے ہوئے۔'' اسی طرح ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا ﴾ (بنی إسرآء یل 1:17) ''پاک ذات ہے (اللہ) جو اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں لے گیا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید کے نازل کرنے، دعوت کے لیے آپ کے کھڑے ہونے اور آپ کے اسراء و معراج جیسے اہم واقعات کو بیان کرتے ہوئے آپ کو اسمِ عبد سے یاد فرمایا ہے۔

**پریشانی کے وقت عبادت کا حکم:** اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ رہنمائی بھی فرمائی کہ اے نبی! جس وقت آپ

[1] صحیح مسلم، الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، حدیث:(38)-395 اور [فنصفہالی......]، حدیث:(40)-395 میں ہے۔ وسنن أبي داود، الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاته بفاتحۃ الکتاب، حدیث:821.

[2] تفسیر الطبری:103/1. [3] تفسیر ابن أبي حاتم:29/1. [4] تفسیر ابن أبي حاتم:29/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ⑥

دکھا ہمیں سیدھا راستہ ⑥

کا دل مخالفین کی تکذیب کی وجہ سے تنگ ہو تو آپ عبادت میں مشغول ہو جایا کریں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ۙ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ۝ ﴾ (الحجر15:97-99) ''اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے تو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے اور (اس کی) خوبیاں بیان کرتے رہیں اور سجدہ گزاروں میں ہو جائیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (موت) آ جائے۔''

## تفسیر آیت :6

**دعا سے پہلے حمد وثنا کرنے کی حکمت:** جب پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی تو اب مناسب تھا کہ اس سے سوال بھی کیا جائے۔ اور یہ حدیث قدسی پہلے بیان کی جا چکی ہے [1] کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [ فَنِصۡفُهَا لِي وَنِصۡفُهَا لِعَبۡدِي، وَلِعَبۡدِي مَا سَأَلَ ] ''لہٰذا اس نماز (سورۂ فاتحہ) کا نصف حصہ میرے لیے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مجھ سے مانگے۔'' [2]

اس اسلوب میں بے حد لطافت اور خوبی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جائے، پھر اپنی اور اپنے مومن بھائیوں کی حاجت طلب کرتے ہوئے کہا جائے: ﴿ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ⑥ ﴾ یہ وہ لطیف اسلوب ہے جو مقصود کو حاصل کرنے اور مراد کو پا لینے کے لیے تیر بہدف ہے، اسی اسلوب کو اختیار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کیونکہ یہ انتہائی کامل اسلوب ہے۔

سوال کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ سائل اپنی حالت اور حاجت کو بیان کر دیتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا تھا: ﴿ رَبِّ اِنِّيۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَىَّ مِنۡ خَيۡرٍ فَقِيۡرٌ ۝ ﴾ (القصص28:24) ''اے میرے پروردگار! بے شک میں اس کا محتاج ہوں تو مجھ پر جو بھی اپنی نعمت نازل فرمائے۔'' اور کبھی سائل اپنی حاجت وضرورت بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت بھی بیان کرتا ہے۔ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا: ﴿ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّيۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:87) ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔'' اور کبھی سوال کرنے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ سائل، مسئول کی صرف تعریف بیان کر دیتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

أَ أَذۡكُرُ حَاجَتِي أَمۡ قَدۡ كَفَانِي ‌ ‌ ‌ حَيَاؤُكَ إِنَّ شِيمَتَكَ الۡحَيَاءُ
إِذَا أَثۡنَى عَلَيۡكَ الۡمَرۡءُ يَوۡمًا ‌ ‌ ‌ كَفَاهُ مِنۡ تَعَرُّضِهِ الثَّنَاءُ

---

[1] دیکھیے عنوان: ''سورۂ فاتحہ اور نماز'' [2] صحیح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة......، حدیث: (38,40)-395.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"کیا میں اپنی حاجت کو ذکر کروں یا میرے لیے تیری مہربانیوں بھری بخشش ہی کافی ہے؟ کیونکہ بخشش ہی تیری صفت ہے۔ جب بندہ کسی دن تیری تعریف کرے تو اس کو سوال کے درپے ہونے کے بجائے تیری تعریف بیان کر دینا ہی کافی ہے۔"

**"ہدایت" کے معنی:** یہاں ہدایت کے معنی ارشاد و توفیق کے ہیں، لفظ ہدایت کبھی تو بنفسہ متعدی ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ میں ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کو سیدھا رستہ القا کر دے، سیدھے رستے کی توفیق دے دے، ہمیں سیدھے رستے سے نواز دے یا سیدھا رستہ عطا فرما دے۔ اسی طرح آیت کریمہ: ﴿ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ ﴾ (البلد 10:90) کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کے لیے خیر اور شر کو بیان کر دیا ہے۔ اور کبھی ہدایت کو اِلٰی کے ساتھ متعدی کر کے استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً: ﴿ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (النحل 121:16) "اللہ تعالیٰ نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) چن لیا اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔" ﴿ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 23:37) "پھر انھیں دوزخ کی راہ دکھا دو۔" ان آیات میں ہدایت کا لفظ ارشاد و دلالت اور رہنمائی کے معنی میں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (الشوریٰ 52:42). "اور بلاشبہ آپ سیدھے راستے ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔" اور کبھی ہدایت کا لفظ "لام" کے ساتھ متعدی ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اہل جنت کہیں گے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ﴾ (الأعراف 43:7) یعنی سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں اس کا اہل بنا دیا۔

**"صراط مستقیم" کے معنی:** امام ابوجعفر ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امت کے تمام اہل تفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صراط مستقیم اس صاف اور واضح راستے کو کہتے ہیں جو کہیں سے ٹیڑھا نہ ہو۔ تمام عربوں کی زبان میں بھی یہ اسی معنی میں مستعمل ہے، مثلاً: جریر بن عطیہ خطفی کا شعر ہے۔

أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى صِرَاطٍ إِذَا اعْوَجَّ الْمَوَارِدُ مُسْتَقِيمِ

"جب راستے ٹیڑھے ہو جائیں تو امیر المؤمنین ہمیشہ سیدھے راستے ہی پر ہوتے ہیں۔"

آپ فرماتے ہیں کہ اس کے اور بھی بے شمار شواہد ہیں، پھر عرب صِرَاط کے لفظ کو ہر اس قول و عمل اور وصف کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جو سیدھا یا ٹیڑھا ہو۔ سیدھا ہو تو اسے مُسْتَقِيمٌ اور ٹیڑھا ہو تو اسے مُعْوَجٌّ کہتے ہیں۔[1]

آیت کریمہ میں صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں نواس بن سمعان کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ، وَّعَلٰى جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُورَانِ ، فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ ، وَّعَلٰى

[1] تفسیر الطبری: 110,109/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُّرْخَاةٌ ، وَّعَلٰى بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَّقُولُ : أَيُّهَا النَّاسُ ! اُدْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِيعًا وَّلَا تَتَفَرَّجُوا ، وَدَاعٍ يَّدْعُو مِنْ جَوْفِ الصِّرَاطِ ، فَإِذَا أَرَادَ يَفْتَحُ شَيْئًا مِّنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ: وَيْحَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ ، وَالصِّرَاطُ : الْإِسْلَامُ ، وَالسُّورَانِ : حُدُودُ اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَالْأَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ : مَحَارِمُ اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَذٰلِكَ الدَّاعِي عَلٰى رَأْسِ الصِّرَاطِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَالدَّاعِي فَوْقَ الصِّرَاطِ وَاعِظُ اللّٰهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ]

''اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی اس طرح مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک راستہ ہو اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہوں، ان میں کئی ایک کھلے ہوئے دروازے ہوں اور دروازوں پر پردے لٹک رہے ہوں۔ راستے کے دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہو جو یہ اعلان کر رہا ہو کہ اے لوگو! تم سب سیدھے راستے پر چلو اور دائیں بائیں مت جھانکو۔ اور ایک پکارنے والا راستے کے درمیان میں ہو جب کوئی ان میں سے کسی دروازے کو کھولنا چاہے تو وہ کہہ دے: تجھ پر افسوس! اسے نہ کھولنا، اگر تو نے اسے کھول دیا تو اس میں داخل ہو جائے گا، چنانچہ اس مثال میں صراط (رستے) سے مراد اسلام ہے، دیواریں حدود الٰہی ہیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ راستے کے دروازے پر پکارنے والا قرآن کریم ہے اور سر راہ پکارنے والا اللہ تعالیٰ کا وہ خوف ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔''[1]

**مومنوں کا ہدایت کی دعا کرنا:** اگر سوال کیا جائے کہ مومن نماز میں بھی اور دیگر کئی اوقات میں بھی ہدایت کی دعا کیوں کرتا ہے جبکہ وہ تو ہدایت سے بہرہ ور ہے؟ کیا یہ تحصیلِ حاصل کے مترادف نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں، یہ تحصیل حاصل نہیں ہے۔ اگر انسان کو دن رات ہدایت طلب کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی نہ فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہی اس لیے ہے کہ انسان کو ہر لمحے اور ہر گھڑی اس کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت پر ثابت قدم رکھے، رسوخ عطا فرمائے، بصیرت سے نوازے، اضافہ فرمائے اور ہدایت کو جاری وساری رکھے کیونکہ کوئی انسان اپنے لیے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے مگر جو اللہ چاہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب سے یہ دعا کرتا رہے کہ وہ اس کی مدد فرمائے، اسے ثابت قدم رکھے اور اسے توفیق عطا فرمائے۔ انتہائی خوش بخت ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ دعا کی توفیق عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرنے کا ذمہ اٹھایا ہے، وہ جب بھی دعا کرے، خواہ دن کو دعا کرے یا رات کو خصوصاً جبکہ وہ مجبور و بے کس اور ناچار و بے قرار ہو۔

اور پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ﴾ (النسآء4:136) ''اے مومنو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتاب اس سے پہلے نازل فرمائی، اس پر بھی ایمان لاؤ۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل

[1] مسند أحمد:183,182/4 و جامع الترمذي، الأمثال، باب ماجاء في مثل الله عزو جلّ لعباده، حديث:2859.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ع 1/7

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۷

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ان کا نہیں جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا ⑦

ایمان کو بھی ایمان لانے کا حکم دیا ہے تو یہ تحصیلِ حاصل نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد ان اعمال پر ثبات، استقلال اور دوام ہے جو اس کے لیے مدد و معاون ہوں۔ وَاللّٰہُ أَعْلَم.

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ دعا بھی کرتے رہا کریں: ﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ ﴾ (آل عمران 8:3) ''اے ہمارے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کرنا۔ اور ہمیں اپنے ہاں سے رحمت عطا فرما بے شک تو ہی بڑا عطا فرمانے والا ہے۔'' لہٰذا ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ۶ ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ ہمیشہ ہمیں سیدھے راستے ہی پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور سیدھے راستے کے بجائے ہمیں کسی اور راستے کی طرف نہ لے جا۔

### تفسیر آیت :7

قبل ازیں یہ مکمل حدیث بیان ہو چکی ہے[1] جس میں یہ ہے کہ جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ۶ ﴾ سے آخر سورت تک تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [هٰذَا لِعَبْدِي ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ] ''یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے۔'' ﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ ﴾ کے الفاظ نحویوں کے نزدیک ﴿ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ۶ ﴾ سے بدل ہیں یہ بھی درست ہے کہ انھیں عطف بیان قرار دے دیا جائے۔ واللہ أعلم.

**صراطِ مستقیم پر گامزن لوگ:** جہاں تک انعام یافتگانِ بارگاہ الٰہی کا تعلق ہے تو ان سے مراد وہ سعادت مند ہیں جن کا سورۂ نساء کی ان آیات میں ذکر ہے: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:69,70) ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا، یعنی انبیاء (علیہم السلام) صدیقین، شہداء اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔''

**﴿ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ اور ﴿ الضَّآلِّيْنَ ۷ ﴾ سے کون مراد ہیں:** فرمانِ الٰہی: ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۷ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت عطا فرما جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن کی صفات کا تذکرہ قبل ازیں گزر چکا ہے۔ اور یہی اہل ہدایت و استقامت ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولوں کی اطاعت بجا لانے والے اور احکام الٰہی کے سامنے سر اطاعت جھکانے والے ہیں۔ اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں ان لوگوں کے

[1] دیکھیے عنوان: ''سورۂ فاتحہ اور نماز''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوتا رہا کیونکہ ان کے ارادوں ہی میں خرابی پیدا ہوگئی تھی جس کی وجہ سے حق کو معلوم کرنے کے باوجود اسے اختیار نہ کر سکے۔ اور نہ ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما جو گمراہ ہیں۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو علم ہی سے محروم ہیں، ضلالت وگمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور حق کی راہ انھیں سجھائی نہیں دیتی۔

**دو فاسد راستے:** حرف نفی ''لا'' کے ساتھ کلام میں مزید تاکید پیدا کردی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ دو فاسد راستے ہیں۔ ان دو راستوں سے مراد یہود و نصاریٰ کے راستے ہیں۔ اور ہر ایک کو چاہیے کہ وہ ان کی روش پر چلنے سے اجتناب کرے کیونکہ اہل ایمان کا راستہ حق کے علم اور اس پر عمل کرنے پر مشتمل ہے جبکہ یہود عمل سے اور نصاریٰ علم سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہود غضب الٰہی کے مستحق قرار پائے اور نصاریٰ ضلالت وگمراہی سے دوچار ہوئے کیونکہ جو شخص علم کے باوجود عمل کو ترک کردے وہ غضب الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ہاں، البتہ اگر کسی کو علم ہی نہ ہو تو اس کی بات اور ہے۔ نصاریٰ ایک چیز کے متلاشی تو تھے لیکن انھیں اس کی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی کیونکہ انھوں نے اس کے لیے صحیح راستے کو اختیار نہیں کیا تھا۔ اور صحیح راستہ یہ ہے کہ حق کی پیروی کی جائے، اس لیے وہ گمراہ ہوگئے۔

یہود و نصاریٰ میں سے اگرچہ ہر ایک گمراہ بھی ہے اور غضب کا شکار بھی مگر یہود کی نمایاں بات یہ ہے کہ یہ مغضوب ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ﴾ (المآئدۃ5:60) ''یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر وہ غضب ناک ہوا۔'' اور نصاریٰ کی نمایاں بات ضلالت وگمراہی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا كَثِيۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ۝﴾ (المآئدۃ5:77) ''جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور بھی اکثر کو گمراہ کر گئے اور سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔''

احادیث و آثار سے بھی یہی ثابت ہے اور یہ بالکل واضح اور بیّن ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ میں عَقرب میں مقیم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے میری پھوپھی اور چند لوگوں کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو یہ سب لوگ ایک قطار میں آپ کے سامنے کھڑے کر دیے گئے تو میری پھوپھی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری خبر گیری کرنے والا دور جا چکا ہے، اولاد جدا ہو چکی ہے اور میں عمر رسیدہ بڑھیا ہوں، میرا کوئی خدمت کرنے والا نہیں۔ آپ مجھ پر احسان کیجیے، اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ آپ نے دریافت فرمایا: [مَنۡ وَّافِدُكِ ؟] ''تیری خبر گیری کرنے والا کون ہے؟'' اس نے جواب دیا: عدی بن حاتم، فرمایا: [اَلَّذِی فَرَّ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ؟] ''وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگتا پھرتا ہے؟'' اس خاتون کا بیان ہے کہ آپ نے مجھ پر احسان (فرماتے ہوئے آزاد) کر دیا۔

جب آپ لوٹ کر دوبارہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھے جو ان کے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے فرمایا: ان سے سواری طلب کرلو، چنانچہ اس (میری پھوپھی) نے سواری طلب کرلی جو اسے دے دی گئی۔ (عدی بیان کرتے ہیں کہ پھوپھی میرے پاس آئی) تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت نے تو تمھارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باپ کی سخاوت کو بھی مات دے دی ہے (ان کی خدمت میں رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے حاضر ہو) فلاں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اسے اس قدر عطا فرمایا اور فلاں آیا تو آپ نے اسے اس قدر نوازا، بہرحال یہ سن کر میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک عورت اور کچھ بچے۔ یا ایک بچہ۔ بھی تھے، حضرت عدی نے نبی ﷺ سے ان کی قرابت داری بھی بیان کی، آپ سے ملاقات کے بعد مجھے یہ یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ قیصر و کسریٰ کی طرح بادشاہ نہیں ہیں (بلکہ آپ تو اللہ کے سچے نبی ہیں۔) آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

[ يَا عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ !مَا أَفَرَّكَ أَنْ يُّقَالَ :لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَهَلْ مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ؟ مَا أَفَرَّكَ أَنْ يُّقَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ؟ فَهَلْ شَيْءٌ هُوَ أَكْبَرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: فَأَسْلَمْتُ ، فَرَأَيْتُ وَجْهَهُ اسْتَبْشَرَ وَقَالَ: إِنَّ الْمَغْضُوبَ عَلَيْهِمْ : الْيَهُودُ ، وَ إِنَّ الضَّآلِّينَ : النَّصَارٰى]

''اے عدی بن حاتم! کیا لا الہ الا اللہ کے قول نے تمھیں راہ فرار اختیار کرنے پر آمادہ کیا؟ کیا اللہ کے سوا کوئی الٰہ ہے؟ کیا اللہ اکبر کی صداؤں نے تم کو بھگایا ہے؟ کیا اللہ عزوجل سے زیادہ بڑا کوئی اور ہے؟ آپ ﷺ کے یہ ارشادات سن کر میں مشرف بہ اسلام ہوگیا تو میں نے دیکھا آپ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ چہرۂ انور گلنار ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ ﴿الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ یہود اور ﴿الضَّآلِّينَ ⑦﴾ نصاریٰ ہیں۔''[1] امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔[2]

سیرت میں زید بن عمرو بن نُفَیل سے روایت ہے کہ جب وہ اور ان کے ساتھی دین حنیف کی تلاش میں شام کی طرف گئے تو یہودیوں نے ان سے کہا کہ آپ اس وقت تک ہمارے مذہب میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک غضبِ الٰہی میں سے اپنا حصہ نہ لیں تو میں نے کہا کہ نہیں، میں تو اللہ کے غضب سے بھاگتا ہوں۔ اسی طرح عیسائیوں نے ان سے کہا کہ آپ اس وقت تک ہمارے مذہب میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بھی اپنا حصہ نہ لیں۔ انھوں نے کہا کہ نہیں، مجھ میں اللہ کی ناراضی برداشت کرنے کی استطاعت نہیں ہے، چنانچہ یہ اپنی فطرت پر برقرار رہے، بتوں کی عبادت اور مشرکوں کے دین سے الگ تھلگ رہے اور یہود و نصاریٰ میں سے کسی کے بھی دین میں داخل نہ ہوئے۔ ہاں، البتہ ان کے باقی ساتھیوں نے عیسائیت کو قبول کر لیا تھا کیونکہ انھوں نے اس وقت اسے یہودیت کی نسبت زیادہ بہتر خیال کیا تھا، انھی میں سے ایک وَرَقَہ بن نَوفل بھی تھے۔[3] جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت سے سرفراز فرمایا جب اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ انھوں نے

---

[1] مسند أحمد: 378/4 . [2] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة فاتحة الكتاب، حديث:2953 نحوه مطوّلًا. [3] ملخص از السيرة النبوية لابن هشام:1/223-226 اور دیکھیے صحيح البخارى ، منا قب الأنصار ، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل ، حديث:3827. ملحوظہ: صحیح بخاری میں صرف زید بن عمرو کے شام جانے کا ذکر ہے جبکہ المعجم الكبير للطبرانی :1/151,152 میں ورقہ بن نوفل کے بھی ساتھ جانے کا ذکر ہے لیکن اس روایت میں سقم ہے۔ اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں عیسائیوں کی بابت اللہ کی ناراضی کا ذکر ہے جبکہ صحیح بخاری سمیت تمام مراجع میں ان کے متعلق اللہ کی لعنت کا ذکر ہے۔ اور زید بن عمرو کی دین ابراہیم علیہ السلام پر کاربند رہنے کی صراحت بھی موجود ہے۔ واللّٰہ أعلم. مزید دیکھیے دلائل النبوة للبيهقي: 2/123, 124.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے وحیٔ الٰہی کے جتنے حصے کو پایا، اس پر ایمان لے آئے تھے۔[1] اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

**سورۂ فاتحہ کے مشتملات:** یہ سورۂ کریمہ جس کی سات آیات ہیں، اللہ تعالیٰ کے ایسے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ جو اس کی صفات عُلیا کو مستلزم ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا پر مشتمل ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں قیامت کے دن کا بھی ذکر ہے اور بندوں کی یہ رہنمائی بھی کی گئی ہے کہ وہ الحاح وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہا کریں اور اپنی کوتاہی اور کم مائیگی کا بھی اعتراف کرتے رہا کریں۔ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید الوہیت کو اختیار کریں۔ اس بات سے اس کی ذات گرامی کو پاک قرار دیں کہ اس کا کوئی شریک یا نظیر یا مماثل ہو۔

اسی سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی رہنمائی فرمائی ہے کہ اس کے بندے اس سے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت طلب کرتے رہا کریں۔ وہ صراط مستقیم، یعنی دین قویم ہی پر انھیں ثابت قدم رکھے تاکہ اس کی برکت سے روز قیامت اللہ تعالیٰ انھیں پل صراط سے گزرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے جوار میں ابدی و سرمدی نعمتوں سے بھری ہوئی جنت سے فیض یاب ہوں، لہٰذا یہ سورت اعمال صالحہ کی ترغیب پر بھی مشتمل ہے تاکہ قیامت کے دن اعمال صالحہ بجالانے والوں کا ساتھ نصیب ہو۔

اس سورۂ مبارکہ میں باطل راستوں کو ترک کرنے کی تلقین بھی کی گئی ہے تاکہ قیامت کے دن ان باطل راستوں پر چلنے والوں کے ساتھ ان کا حشر نہ ہو۔ اور ان سے مراد مغضوب علیہم اور ضالین (یہود ونصاریٰ) ہیں۔

**ضلالت کے بجائے انعام کی اللہ کی طرف نسبت اور قدریہ فرقے پر رد:** یہ اسلوبِ بیان کس قدر حسین ہے کہ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ میں تو انعام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے مگر ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ میں فاعل کو حذف کر دیا گیا ہے اگرچہ اس کا حقیقی فاعل بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ﴾ (المجادلة 14:58) ''بھلا آپ نے ان لوگوں (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو اس قوم (یہود) سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا؟'' اسی طرح ضلالت کی نسبت خود گمراہ ہونے والوں کی طرف کی گئی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں گمراہی سے دوچار کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝﴾ (الكهف 17:18) ''جس کو اللہ ہدایت دے، وہ ہدایت یاب ہے اور جس کو گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ بتانے والا دوست نہیں پائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 186:7) ''جس شخص کو اللہ گمراہ کرے، اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔''

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی آیات ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہدایت عطا فرماتا

① غالباً یہ استدلال ان روایات کی بنا پر ہے: صحيح البخاري، بدء الوحي، كيف كان بدء الوحي......؟ حديث:2 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث:160.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور گمراہی سے دوچار کرتا ہے۔ فرقہ قدریہ اور اس کے نقش قدم پر چلنے والوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ بندے از خود ہدایت و ضلالت کو اختیار کرتے اور اسے سرانجام دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بدعت کی تائید میں قرآن مجید کی متشابہ آیات سے استدلال کرتے ہیں اور ان آیات کو ترک کر دیتے ہیں جن میں صریحاً ان کی تردید ہے۔ تمام گم گشتہ راہ اور سرکش لوگوں کا یہی حال ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے: [إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ، فَاحْذَرُوهُمْ] ''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن مجید کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے، تم ان سے بچو۔''[1]

یعنی ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیت میں ذکر فرمایا ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ﴾ (آل عمران 3:7) ''جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ متشابہات کی اتباع کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد فتنہ برپا کرنا اور اس کی تاویل تلاش کرنا ہوتا ہے۔''

لیکن بحمد اللہ کسی بدعتی کے لیے قرآن مجید میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ قرآن تو آیا ہی اس لیے ہے تاکہ حق کو باطل سے الگ کر دے، ہدایت اور ضلالت میں فرق کر دے۔ اور اس میں کوئی تناقض اور اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ تو دانا اور خوبیوں والے اللہ کا اتارا ہوا کلام ہے۔

**مسئلۂ آمین:** جو شخص سورۂ فاتحہ پڑھے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد آمین کہے۔ آمین، یٰسٓ کے وزن پر ہے۔ اسے مد کے بغیر أَمِین بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! اس دعا کو قبول فرما۔ آمین کہنے کے مستحب ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے جسے امام احمد، ابوداود اور ترمذی نے وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝7﴾ تو کہا: آمین اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز کو دراز فرمایا۔[2] ابوداود کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ ''آپ نے آمین کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند فرمایا۔'' امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (اور کئی دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم) سے بھی مروی ہے۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝7﴾ کی تلاوت کرتے تو کہتے: آمین حتی کہ آپ کے ساتھ ملنے والی پہلی صف والے اسے سن لیتے تھے۔ اسے امام ابوداود اور ابن ماجہ نے

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ﴾ (آل عمران 3:7)، حدیث: 4547 و صحیح مسلم، العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن......، حدیث: 2665 واللفظ له۔ [2] مسند أحمد: 316/4 و سنن أبی داود، الصلاة، باب التأمین وراء الإمام، حدیث: 932 اور یہاں [رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ] کے الفاظ ہیں۔ و جامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی التأمین، حدیث: 248 واللفظ له۔ [3] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الجهر بالتأمین، حدیث: 854 عن علی رضی اللہ عنہ۔ والدارقطنی، الصلاة، باب التأمین فی الصلاة......: 334/1، حدیث: 1259 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ۔ و حدیث 1258 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر ابن کثیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



روایت کیا ہے۔① ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔ امام دارقطنی نے اس مفہوم کی حدیث بیان کی ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔② حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ فرمائیں۔③

ابونصر قُشیری نے حسن بصری اور جعفر صادق رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے آمین کو میم کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ ﴿ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ﴾ (المآئدۃ 2:5) میں میم مشدّد ہے۔④ ہمارے اصحاب اور دیگر کئی علماء نے کہا ہے کہ جو لوگ نماز سے باہر ہوں ان کے لیے بھی آمین کہنا مستحب ہے۔ اور نمازی کے لیے تو آمین کہنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ اسے ہر حال میں آمین کہنا چاہیے، خواہ وہ اکیلا ہو یا امام یا مقتدی کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا ، فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ] ''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''⑤

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ: آمِينَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِينَ ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ] ''جب تم میں سے کوئی نماز میں آمین کہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہیں اور ان دونوں میں سے ایک کی دوسرے سے آمین مل جائے تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''⑥

فرشتوں کے ساتھ آمین کے مل جانے کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ دونوں کے آمین کہنے کا وقت ایک ہو، یا یہ کہ قبولیت کے اعتبار سے دونوں کی آمین مل جائے، یا یہ کہ صفت اخلاص کے اعتبار سے دونوں کی آمین ایک جیسی ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: [إِذَا قَالَ - يَعْنِي الْإِمَامُ -: ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦ ﴾ فَقُولُوا: آمِينَ ، يُجِبْكُمُ اللّٰهُ] ''جب امام ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦ ﴾ کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمھاری دعا کو قبول فرمالے گا۔''⑦ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آمین کے معنی یہ ہیں کہ ہماری امید کو ناکام نہ کرنا۔⑧ اور اکثر ائمہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! تو ہماری دعا قبول فرما۔

---

① سنن أبي داود، الصلاة، باب التأمين وراء الإمام، حديث:934 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين، حديث:853. ② سنن الدار قطني، الصلاة، باب التأمين في الصلاة......:334/1، حديث:1259. ③ سنن أبي داود، الصلاة، باب التأمين وراء الإمام، حديث:937. ④ تفسير القرطبي:129,128/1 وبتشديد الميم خطأ، لسان العرب:27/13. ⑤ صحيح البخاري، الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، حديث:780 و صحيح مسلم، الصلاة، باب التسميع والتحميد والتأمين، حديث:410 . ⑥ صحيح مسلم ، الصلاة ، باب التسميع والتحميد ......، حديث: (74,75)-410 . ⑦ صحيح مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، حديث:404 مطوّلاً. ⑧ دیکھیے تهذيب الأسماء واللغات:11/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تفسیر سورۂ بقرہ

**سورۂ بقرہ کی فضیلت:** مسند احمد، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَاتَجعَلُوا بُیُوتَکُم مَّقَابِرَ، وَإِنَّ الْبَیْتَ الَّذِی یُقرَأُ فِیهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ لَا یَدْخُلُهُ الشَّیْطَانُ] ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کیونکہ جس گھر میں سورۂ بقرہ کو پڑھا جائے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔''[1] امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں وہ سورۂ بقرہ سنتا ہے۔ امام نسائی نے اسے عَمَلُ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ میں روایت کیا ہے۔[2] امام حاکم نے اسی مفہوم کی حدیث کو مستدرک میں بیان کیا اور صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔[3] امام دارمی نے مسند (سنن) میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ گھر جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، شیطان گوز مارتا ہوا اس سے بھاگ جاتا ہے۔[4] امام دارمی ہی نے بطریق شعبی روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے رات کو سورۂ بقرہ کی دس آیات پڑھیں، اس رات اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہوگا۔ ان دس آیات سے مراد چار ابتدائی آیات، آیت الکرسی، دو اس کے بعد والی آیتیں اور تین اس سورت کی آخری آیات ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس دن اس کے اور اس کے اہل وعیال کے قریب نہ شیطان آئے گا اور نہ کوئی اور ایسی چیز جو اسے ناپسند ہو۔ اور یہ آیات اگر کسی مجنون پر پڑھی جائیں تو اسے افاقہ ہو جاتا ہے۔[5]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ سَنَامًا ، وَّإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ، مَنْ قَرَأَهَا فِی بَیْتِهِ لَیْلَةً لَّمْ یَدْخُلْهُ شَیْطَانٌ ثَلَاثَ لَیَالٍ ، وَّمَنْ قَرَأَهَا فِی بَیْتِهِ نَهَارًا لَّمْ یَدْخُلْهُ شَیْطَانٌ ثَلَاثَةَ أَیَّامٍ] ''ہر چیز کی ایک کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۂ بقرہ ہے۔ جو شخص ایک رات اسے اپنے گھر میں

---

[1] مسند أحمد:378/2 و صحیح مسلم ، صلاة المسافرین، باب استحباب الصلاة النافلة ......، حدیث:780 و جامع الترمذی، فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورة البقرة، حدیث:2877 والسنن الکبرٰی للنسائی، فضائل القرآن، باب سورة البقرة:13/5،حدیث:8015 تفسیر میں یہاں[مقابر] کے بجائے[قبورًا] تھا مگر اس کا سیاق مختلف ہے۔ دیکھیے سنن أبی داود:2042. [2] السنن الکبرٰی للنسائی، عمل الیوم واللیلة ، ذکر ما یجیر من الجن والشیطان......:240/6،حدیث: 10799مطوّلاً. [3] المستدرک للحاکم،التفسیر:260/2،حدیث:3029. [4] سنن الدارمی، فضائل القرآن، باب فی فضل سورة البقرة:331/2، حدیث:3375. [5] سنن الدارمی، فضائل القرآن، باب فضل أول سورة البقرة وآیة الکرسی:332/2 ، حدیث:3383,3382.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑھ لے تو تین راتیں شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتا اور جو شخص ایک دن اسے اپنے گھر میں پڑھ لے تو تین دن تک شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔'' اسے ابوقاسم طبرانی نے اور ابوحاتم ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ ①

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا تو آپ نے اس لشکر میں شامل ہر ہر فرد سے کہا کہ وہ سنائے کہ اسے قرآن مجید کس قدر یاد ہے؟ آپ قرآن سنتے سنتے جب ایک نوجوان کے پاس آئے اور آپ نے اس سے دریافت فرمایا: [مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ؟ فَقَالَ: مَعِيَ كَذَا وَ كَذَا وَسُورَةُ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ: أَمَعَكَ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ: اِذْهَبْ فَأَنْتَ أَمِيرُهُمْ] ''تجھے کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں اور سورۂ بقرہ بھی یاد ہے۔ فرمایا: کیا تجھے سورۂ بقرہ بھی یاد ہے؟ اس نے عرض کی: جی، فرمایا: تو جاؤ پھر تم اس لشکر کے امیر ہو۔'' قوم کے سرداروں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے سورۂ بقرہ کو اس لیے نہیں سیکھا کہ مجھے خدشہ تھا کہ میں اس کے ساتھ قیام نہیں کرسکوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَاقْرَأُوهُ ، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَأَهُ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَّحْشُوٍّ مِّسْكًا يَّفُوحُ رِيحُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَّ مَثَلَ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوكِيَ عَلَى مِسْكٍ] ''قرآن سیکھو اور اسے پڑھو کیونکہ جو قرآن سیکھے، اسے پڑھے اور اس کے ساتھ قیام کرے تو اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کستوری سے بھری تھیلی ہو جو اپنی بوئے عطر بیز کی وجہ سے ہر جگہ مہک رہی ہو۔ اور جو قرآن کو سیکھے مگر سیکھ کر سو رہے تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کستوری سے بھری ہوئی تھیلی ہو جس کے منہ کو بند کر دیا گیا ہو۔'' ② یہ ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں اور انھوں نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور انھوں نے اسے مرسل بھی روایت کیا ہے۔ واللہ أعلم.

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رات کو وہ سورۂ بقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ان کا گھوڑا پاس ہی بندھا ہوا تھا کہ اس نے بدکنا شروع کر دیا، وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا، انھوں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کر دیا۔ وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا پھر پرسکون ہو گیا۔ انھوں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ انھوں نے تلاوت کو ختم کر دیا کیونکہ ان کا بیٹا یحییٰ قریب ہی سو رہا تھا اور انھیں خدشہ لاحق ہوا کہ گھوڑا اسے نقصان نہ پہنچا دے۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: [ اِقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ]

① المعجم الكبير للطبراني: 163/6، حديث: 5864 و صحيح ابن حبان، الرقائق ، باب قراءة القرآن، ذكر تمثيل النبي ﷺ: 59/3، حدیث: 780، امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہاں سرکش شیاطین مراد ہیں۔ اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 588.
② جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في سورة البقرة وآية الكرسي، حديث: 2876 والسنن الكبرى للنسائي، السير، باب من أولى بالإمارة: 228,227/5، حديث: 8749 و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل من تعلّم القرآن و علّمه، حديث: 217 مختصرًا. مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اے ابن حضیر! آپ پڑھتے رہتے'' عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اس بات سے ڈر گیا کہ گھوڑا یحییٰ کو نقصان نہ پہنچا دے جو قریب ہی لیٹا ہوا تھا۔ میں نے دھیان اوپر کیا اور بچے کے پاس آ گیا، پھر میں نے اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سائبان کی طرح ایک چیز ہے جس میں چراغوں کے مانند کوئی شے ہے، پھر میں باہر نکلا تو دیکھا کہ وہاں کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: [ وَتَدْرِی مَا ذَاكَ؟ قَالَ : لَا ، قَالَ: تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا ، لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ] ''آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟ عرض کی: جی نہیں، فرمایا: یہ تو فرشتے تھے جو آپ کی تلاوت سننے کے لیے آئے تھے اور اگر آپ پڑھتے رہتے تو لوگ صبح کے وقت انھیں اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھتے۔''[1]

اس حدیث کو امام ابوعبید قاسم بن سلّام نے بھی اپنی کتاب ''فضائل القرآن'' میں بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

**سورۂ بقرہ کی سورۂ آل عمران کے ساتھ فضیلت:** امام احمد نے عبداللہ بن بُرَیدہ کی اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [ تَعَلَّمُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ ، وَّ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ ، وَّلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ ، قَالَ: ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: تَعَلَّمُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا الزَّهْرَاوَانِ، يُظِلَّانِ صَاحِبَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ ، أَوْغَيَايَتَانِ ، أَوْفِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ، وَإِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقٰى صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يَنْشَقُّ عَنْهُ قَبْرُهُ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ، فَيَقُولُ لَهُ : هَلْ تَعْرِفُنِي؟ فَيَقُولُ: مَا أَعْرِفُكَ، فَيَقُولُ : أَنَا صَاحِبُكَ الْقُرْآنُ الَّذِي أَظْمَأْتُكَ فِي الْهَوَاجِرِ وَ أَسْهَرْتُ لَيْلَكَ ، وَ إِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِّنْ وَّرَاءِ تِجَارَتِهِ ، وَإِنَّكَ الْيَوْمَ مِنْ وَّرَاءِ كُلِّ تِجَارَةٍ ، فَيُعْطَى الْمُلْكَ بِيَمِينِهِ وَالْخُلْدَ بِشِمَالِهِ ، وَ يُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ ، وَيُكْسٰى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يَقُومُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا ، فَيَقُولَانِ: بِمَا كُسِينَا هٰذَا؟ فَيُقَالُ : بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ ، ثُمَّ يُقَالُ: اِقْرَأْ وَاصْعَدْ فِي دَرَجِ الْجَنَّةِ وَغُرَفِهَا، فَهُوَ فِي صُعُودٍ مَّا دَامَ يَقْرَأُ، هَذًّا كَانَ أَوْتَرْتِيلًا ] ''سورۂ بقرہ کو سیکھو، اسے لینا برکت اور اسے ترک کرنا حسرت ہے اور جادوگر قسم کے لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھتے، پھر آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: سورۂ بقرہ اور آل عمران کو سیکھو، یہ دونوں نورانی سورتیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے پڑھنے والے پر قیامت کے دن سائبان یا بادل یا پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے جھنڈ کی طرح سایہ فگن ہوں گی۔ قرآن پڑھنے والا جب قبر سے اٹھے گا تو قرآن اس سے ایک اجنبی شخص کی صورت میں ملے گا اور کہے گا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ وہ کہے گا: نہیں، میں آپ کو نہیں پہچانتا تو قرآن کہے گا: میں تیرا ساتھی وہ قرآن ہوں جس نے دن کو تجھے بھوکا پیاسا رکھا اور رات کو بیدار رکھا۔ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا تھا لیکن آج سب تجارتیں تیرے پیچھے ہیں۔ اب اسے ملک دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور خلد بائیں ہاتھ میں، اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے قیمتی حُلّے پہنائے جائیں گے کہ ساری دنیا والے مل کر بھی ان کی قیمت ادا نہ کر سکیں۔ وہ ازراہ تعجب پوچھیں گے کہ یہ عمدہ اور قیمتی حُلّے ہمیں

---

[1] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب نزول السكينة والملا ئكة ......، حديث:5018 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب نزول السكينة لقراء ة القرآن ، حديث:796.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کس وجہ سے پہنائے گئے ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمھارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے، پھر کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجے اور بالا خانے چڑھتا جا، چنانچہ وہ پڑھتا جائے گا اور جنت کے درجے چڑھتا جائے گا، خواہ جلدی جلدی پڑھے یا ترتیل سے۔''[1] امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کا کچھ حصہ بشیر بن مہاجر سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔[2] اس حدیث کے بعض حصوں کے شواہد بھی موجود ہیں، مثلاً: حدیث ابوامامہ باہلی جسے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، ابواُمامہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[ اِقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهٗ شَافِعٌ لِّأَصْحَابِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، اِقْرَأُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ ، فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ ، أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ ، أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ يُحَاجَّانِ عَنْ أَهْلِهِمَا، ثُمَّ قَالَ: اِقْرَأُوا الْبَقَرَةَ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ، وَّ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ ، وَّ لَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ] ''قرآن پڑھو کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارش کرے گا، دو نورانی سورتوں بقرۂ و آل عمران کو پڑھتے رہا کرو، یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے دو سائبان یا دو بادل، یا پر کھولے ہوئے پرندوں کی دو ڈاروں کی طرح ہوں گی، اپنے پڑھنے والوں کی قیامت کے دن سفارش کریں گی۔ پھر فرمایا: بقرہ پڑھو اس کا لینا برکت اور اسے ترک کرنا حسرت ہے۔ جادوگر قسم کے لوگ اس (کے یاد کرنے یا پڑھنے) کی استطاعت نہیں رکھتے۔''[3] اسے امام مسلم نے بھی اپنی صحیح کی کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔[4]

اس کی شاہد وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے نوّاس بن سَمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[ يُؤْتٰى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهٖ ، تَقْدُمُهُمْ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ وَ ضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَّا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ ، قَالَ : كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ ، أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ، أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ يُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا] ''قیامت کے دن قرآن اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا، سورۂ بقرہ اور آلِ عمران سب سے آگے آگے ہوں گی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے تین مثالیں بھی بیان فرمائیں جنھیں میں کبھی نہیں بھولا۔ آپ نے فرمایا: گویا یہ دونوں سورتیں دو بادل یا دو گھنے سائبان ہوں جن میں چمک دمک ہو یا پر کھولے ہوئے پرندوں کے دو جھرمٹ ہوں، اپنے پڑھنے والوں کی یہ سفارش کریں گی۔''[5] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[6] امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی کچھ تقدیم و تاخیر سے اسے روایت کیا ہے اور اس کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[7]

**سورۂ بقرہ مدنی ہے:** سورۂ بقرہ بلا اختلاف ساری مدنی ہے۔ یہ مدینہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے لیکن

---

[1] مسند أحمد:348/5 نیز دیکھیے سنن الدارمی:333/2، حدیث:3391. [2] سنن ابن ماجه، الأدب، باب ثواب القرآن، حدیث:3781. [3] مسند أحمد:249/5. [4] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، حدیث:804. [5] مسند أحمد:183/4. [6] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، حدیث:805. [7] جامع الترمذی، فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ آل عمران، حدیث:2883.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کی آیت: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ﴾ (البقرة2:281) ''اس دن سے ڈرو جب تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی نازل ہونے والی سب سے آخری آیت ہے۔ ممکن ہے یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہو لیکن بہرحال یہ سورۂ بقرہ ہی کی آیت ہے۔ اسی طرح ''آیات رِبا'' بھی نازل ہونے والی آخری آیات میں سے ہیں۔ خالد بن مَعدان سورۂ بقرہ کو فُسطَاط القرآن (قرآن کا خیمہ) کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سورت ایک ہزار خبر، ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہی پر مشتمل ہے۔ شمار کرنے والوں نے کہا ہے کہ اس کی آیات دو سو ستاسی، کلمات چھ ہزار دو سو اکیس اور حروف پچیس ہزار پانچ سو ہیں۔ و اللّٰہ أعلم.

ابن جریج نے عطاء سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ بقرہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ ① عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ ② اسی طرح اور بھی کئی ایک ائمہ، علماء اور مفسرین نے بیان کیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جَمرۂ کبریٰ کی بطن وادی سے رمی کی تو بیت اللہ ان کے بائیں ہاتھ اور منٰی دائیں ہاتھ تھا۔ پھر فرمایا: یہ اس شخص کے رمی کرنے کی جگہ ہے جس پر سورۂ بقرہ کو نازل فرمایا گیا تھا۔ ③

ابن مردویہ نے عتبہ بن مرثد سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ سستی دیکھی تو فرمایا: [ يَاأَصْحَابَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ! ] ''اے اصحابِ سورۂ بقرہ!'' آپ نے شاید یہ غزوۂ حنین کے دن اس وقت فرمایا جب لشکر کے قدم اکھڑ گئے تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے اعلان کیا: [ يَا أَصْحَابَ الشَّجَرَةِ! ] ''اے اصحابِ شجرہ!'' یعنی اے درخت کے نیچے بیعت رضوان کرنے والو! ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اعلان کیا: [يَا أَصْحَابَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ !] ''اے اصحابِ سورۂ بقرہ!'' ان الفاظ سے اس لیے مخاطب کیا تاکہ ان میں نشاط اور دلیری پیدا ہو۔ یہ اعلان سنتے ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر طرف سے پروانہ وار دوڑتے چلے آئے۔ ④ اسی طرح ''یمامہ'' کے دن جب مُسَیلمہ کذاب کے ساتھیوں سے جنگ ہوئی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم بنو حنیفہ کے لشکر کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے ڈگمگا گئے تو مہاجرین و انصار بھی ایک دوسرے کو [يَا أَصْحَابَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ !] کہہ کر پکارنے لگے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح و نصرت سے سرفراز فرما دیا۔ ⑤

① الدر المنثور:46/1. ② الدر المنثور:46/1. ③ صحيح البخاري، الحج، باب من رمى جمرة العقبة ......، حديث:1749 و صحيح مسلم، الحج، باب رمي جمرة العقبة من بطن الوادي ......، حديث:1296. ④ مسند أبي يعلى:289/6، حديث:3606 عن أنس رضی اللہ عنہ نحوه، نیز یہاں یہ صراحت بھی ہے کہ یہ حنین ہی کا دن تھا۔ و المعجم الكبير للطبراني:133/17، حديث:328 عن عتبة بن فرقد رضی اللہ عنہ. ⑤ المصنف لعبدالرزاق، باب الشعار:232/5، حديث:9465 عن عروة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ①

تفسیر آیت: 1

**حروف مقطعات کے متعلق بحث:** حروف مقطعات جو بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کو ہے۔ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔[1] ایک قول ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آغاز ہیں کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ نے قرآن (کی سورتوں) کو شروع فرمایا ہے۔ امام مجاہد سے روایت ہے کہ تمام سورتوں کے شروع کے یہ حروف الٓمّٓ ① ، قٓ ، صٓ ، حٰمٓ ، طٰسٓمّٓ اور الٓرٰ وغیرہ حروف ہجاء ہیں۔ بعض عربی دانوں نے کہا ہے کہ یہ حروف تہجی میں سے چند حروف ہیں اور تمام حروف تہجی جو کہ اٹھائیس ہیں، میں سے ان کو ذکر کر کے باقی کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میرا بیٹا ا ب ت ث لکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام اٹھائیس حروف لکھتا ہے لیکن اس طرح وہ تمام حروف میں سے ذکر صرف چند حروف کا کرتا ہے۔ اس قول کو ابن جریر نے بیان کیا ہے۔[2]

**ان حروف کے انتخاب کی حکمت:** تکرار کو حذف کرنے کے بعد سورتوں کے آغاز میں مذکورہ حروف کی تعداد چودہ ہے اور یہ حروف ہیں: ا، ل، م، ص، ر، ک، ہ، ی، ع، ط، س، ح، ق، ن اور نَصَّ حَكِيمٌ قَاطِعٌ لَّهُ سِرٌّ کا جملہ ان تمام حروف پر مشتمل ہے۔ اور یہ تمام حروفِ مقطعات حروف تہجی کی تعداد کا نصف ہیں۔ حروف تہجی میں سے جو اس طرح مذکور ہیں وہ ان حروف سے اشرف ہیں جو متروک ہیں۔ صنعت تصریف کے حوالے سے اس کا جائزہ لیا جائے تو زمخشری کے بقول یہ چودہ حروف تمام اجناسِ حروف پر مشتمل ہیں، یعنی ان میں مَهۡمُوسَة اور مَجۡهُورَة، رِخۡوَة اور شَدِيدَة ، مُطۡبَقَة اور مَفۡتُوحَة، مُسۡتَعۡلِيَة اور مُنۡخَفِضَة اور قَلۡقَلَة تمام اقسام کے حروف آجاتے ہیں۔ علامہ زمخشری نے ان حروف کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس کی حکمت ہر چیز میں جلوہ گر ہے۔ حروف کی اکثر و بیشتر یہی اقسام ہیں اور قاعدہ ہے کہ کسی چیز کے اکثر حصے کو تمام ہی کے قائم مقام قرار دے دیا جاتا ہے۔[3]

حروف کی اس تفصیل کو ملاحظہ کرنے کی وجہ سے بعض مفسرین نے اس مقام پر یہ کہا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان حروف کو عبث اور بے معنی نازل نہیں فرمایا، اس لیے جاہل لوگوں کی یہ بات بہت بڑی غلطی پر مبنی ہے کہ قرآن مجید میں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن کے قطعاً کوئی معانی نہیں کیونکہ اب تو یہ بات طے ہے کہ ان حروف کے بھی حقیقت میں معانی ہیں۔ اگر ان معانی کے بارے میں نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت ہو تو ہم اسے اختیار کریں گے ورنہ توقف سے کام لیں گے اور کہیں گے: اٰمَنَّا

① تفسیر القرطبی:154/1. ② تفسیر الطبری:132/1. ③ الکشاف:30/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ﴾ (آل عمران 7:3) ''ہم ان پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔'' اس سلسلے میں علماء کا کسی ایک معین بات پر اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہے۔ جسے دلیل کے ساتھ بعض اقوال صحیح معلوم ہوں تو وہ انھیں قبول کرے ورنہ حق واضح ہونے تک توقف کرے۔

**حروف مقطعات اعجازِ قرآن کی دلیل ہیں:** ان حروف کے معانی سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ بعض سورتوں کے آغاز میں ان حروف کے ذکر کرنے میں حکمت کیا ہے؟ اس سلسلے میں ایک قول تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان حروف کو سورتوں کے آغاز میں اعجازِ قرآن کو بیان کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ قرآن اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے کہ یہ کلام انھی حروف سے مرکب ہے جنھیں تم بھی اپنی روزمرہ گفتگو میں استعمال کرتے ہو، پھر سوچو کہ آخر ساری مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز وقاصر کیوں ہے؟ امام رازی نے اپنی تفسیر میں یہ قول مبرّد اور محققین کی ایک جماعت سے اور قرطبی نے فرّاء اور قُطرُب سے بیان کیا ہے۔① زمخشری نے بھی اسے کشاف میں بیان کرتے ہوئے اس کی خوب خوب تائید وحمایت کی ہے۔② شیخ امام علامہ ابوالعباس ابن تیمیہ اور استاد گرامی حافظ مجتہد ابوالحجاج مزّی کا بھی یہی قول ہے۔ اور اس کو حافظ مزی نے میرے لیے ابن تیمیہ سے بیان کیا ہے۔

علامہ زمخشری بیان کرتے ہیں کہ ان تمام حروف کو قرآن مجید کے شروع میں صرف ایک ہی جگہ ذکر نہیں کیا گیا بلکہ انھیں مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے تاکہ قرآن کے مقابلے کے چیلنج کو زیادہ مؤثر اور بلیغ انداز میں پیش کیا جا سکے۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں بیان کیے گئے بہت سے واقعات کو بھی بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کئی مقامات پر چیلنج بھی نہایت واضح طور پر بار بار دیا گیا ہے۔ کبھی صرف ایک حرف کی صورت میں، مثلاً: ﴿صٓ﴾، ﴿نٓ﴾، ﴿قٓ﴾ کبھی دو حرفوں کی صورت میں، مثلاً: ﴿حٰمٓ﴾، کبھی تین حرفوں کی صورت میں، مثلاً: ﴿الٓمّٓ ①﴾ کبھی چار حرفوں کی صورت میں، مثلاً: ﴿الٓمّٓرٰ﴾ اور ﴿الٓمّٓصٓ﴾ اور کبھی پانچ حرفوں کی صورت میں، مثلاً: ﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾ اور ﴿حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ﴾ کیونکہ عربوں کے کلام کا اسلوب و انداز بھی یہی ہے کہ وہ کبھی صرف ایک حرف کبھی دو کبھی تین، کبھی چار اور کبھی پانچ پر مشتمل ہوتا ہے۔ عربی زبان کا کوئی کلمہ (حروف اصلیہ کے اعتبار سے) پانچ حروف سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہے۔③

یہی وجہ ہے کہ جن سورتوں کے آغاز میں یہ حروف آئے ہیں، ان میں قرآن ہی کی رفعت و برتری اور اعجاز وعظمت کا ذکر ہے جیسا کہ ان انتیس سورتوں کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے جن کے آغاز میں حروف مقطعات ہیں، مثلاً: ﴿الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ﴾ (البقرة 2,1:2) ''الٓمّٓ۔ یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں۔'' ﴿الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (آل عمران 3-1:3) ''الٓمّٓ۔ وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ اس نے (اے نبی!) آپ پر سچی کتاب

① تفسير الرازي: 9/2 و تفسير القرطبي: 156/1. ② الكشاف: 27/1. ③ الكشاف: 31,30/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ②

یہ کتاب ہے جس (کے نازل ہونے) میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے متقین کے لیے۔

نازل کی جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔'' ﴿ الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ﴾ (الأعراف 7:1،2) ''الٓمّٓصٓ۔ (اے نبی!) یہ کتاب (جو) آپ پر نازل ہوئی ہے، اس سے آپ کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیے۔'' ﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ﴾ (ابراھیم 14: 1) ''الٓرٰ۔ یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے اس کو ہم نے آپ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں ان کے پروردگار کے حکم سے۔'' ﴿ الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (السجدة 32:1،2) ''الٓمّٓ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔'' ﴿ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:1،2) ''حٰمٓ۔ یہ کتاب اللہ رحمان ورحیم کی طرف سے اتری ہے۔'' ﴿ حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾ (الشوریٰ 42:1-3) ''حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔ اللہ غالب ودانا اسی طرح آپ کی طرف (مضامین اور براہین) بھیجتا ہے (جس طرح) آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔''

اسی طرح ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن پر خوب غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا یہ قول صحیح ہے کہ یہ کلام انھی حروف سے مرکب ہے جنھیں تم بھی اپنی روزمرہ گفتگو میں استعمال کرتے ہو تو پھر سوچو کہ آخر ساری مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز وقاصر کیوں ہے؟ واللّٰه أعلم.

## تفسیر آیت: 2

**قرآن میں کچھ شک نہیں:** اس آیت میں ﴿ الْكِتٰبُ ﴾ سے مراد قرآن مجید ہے اور ﴿ رَيْبَ ﴾ کے معنی شک کے ہیں۔ سدی نے ابومالک اور ابوصالح کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اسی طرح مُرّہ ہمدانی کے حوالے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ ﴾ کے معنی ہیں لا شَكَّ فِيهِ ''اس میں کچھ شک نہیں۔''[1] ابودرداء، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور مجاہد، سعید بن جبیر، ابومالک، نافع مولی ابن عمر، عطاء، ابوعالیہ، ربیع بن انس، مقاتل بن حیان، سدی، قتادہ اور اسماعیل بن ابوخالد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابن ابوحاتم فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ یہ کتاب قرآن مجید ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ سجدہ میں بھی فرمایا ہے: ﴿ الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (السجدة 32:1،2) ''الٓمّٓ۔ اس میں

① تفسير الطبري: 1/144.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا، تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔'' بعض علماء نے کہا ہے کہ اگرچہ یہ خبر ہے لیکن اس کے معنی نہی کے ہیں، یعنی اس کتاب میں شک نہ کرو۔

بعض قُرّاء نے ﴿ لَا رَيْبَ ﴾ پر وقف کیا اور پھر ﴿ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ سے قراءت کو شروع کیا ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ ﴿ لَا رَيْبَ فِيهِ ۛ ﴾ پر وقف کیا جائے کیونکہ مذکورہ بالا آیت کا بھی یہی تقاضا ہے۔ اور اس طرح ﴿ هُدًى ﴾ قرآن کی صفت بن جاتی ہے اور اس میں ﴿ فِيهِ ۛ هُدًى ﴾ کی نسبت زیادہ بلاغت ہے۔ عربی گرامر کے اعتبار سے ﴿ هُدًى ﴾ میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ صفت کی وجہ سے مرفوع یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

**ہدایت کا متقین کے ساتھ اختصاص:** ہدایت کو متقین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ۖ وَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِيٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:44) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے۔ یہ لوگ (جو حق بات نہیں سنتے گویا) انھیں دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ (بنی إسرآء یل 17:82) ''اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔''

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن سے نفع صرف مومن ہی اٹھاتے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید فی نفسہ ہدایت ہے مگر اس سے ہدایت صرف اَبرار ہی حاصل کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یونس 10:57) ''لوگو! تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دل کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔''

ابن عباس، ابن مسعود اور رسول اللہ ﷺ کے دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ﴿ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ کتاب اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نور ہے۔[1]

**''متقین'' کے معنی:** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ میں متقین سے مراد وہ مومن بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے بچتے اور اس کی اطاعت گزاری کرتے ہیں۔[2] آپ سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس ہدایت کو جسے وہ پہچانتے ہیں، ترک کرنے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نبی جس دین کو لے کر آئے اس کی تصدیق کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔[3] قتادہ فرماتے ہیں کہ متقین سے

① تفسیر الطبری:1/145. ② تفسیر الطبری:1/148. ③ تفسیر الطبری:1/147.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مراد وہ لوگ ہیں جن کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ﴾ (البقرۃ2:3) ''جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں۔''①

ابن جریر نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ یہ آیت ان تمام باتوں پر مشتمل ہے اور ان کی یہ بات بالکل درست ہے۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَّكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِّمَا بِهٖ بَأْسٌ] ''کوئی بندہ اس وقت تک متقین میں سے نہیں ہو سکتا جب تک اس چیز کو بھی ترک نہ کرے جس میں کوئی حرج نہ ہوتا کہ اس سے بچ سکے جس میں کوئی حرج ہو۔''②

**ہدایت کی دو قسمیں:** کبھی تو ہدایت سے مراد دل میں پیوست ہونے والا ایمان ہوتا ہے۔ اور اس ایمان کو اپنے بندوں کے دلوں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی پیدا فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ (القصص28:56) ''(اے نبی!) بے شک آپ جس کو چاہیں، اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔'' ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ ﴾ (البقرۃ2:272) ''(اے نبی!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں۔'' ﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ﴾ (الأعراف 7:186) ''جس شخص کو اللہ گمراہ کرے، اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ﴾ (الکھف18:17) ''جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ بتانے والا دوست نہ پائیں گے۔'' اسی طرح اور بھی بہت سی آیات میں ہدایت کی اسی قسم کی طرف اشارہ ہے۔

ہدایت کی دوسری قسم سے مراد حق کا بیان کرنا، اس کی وضاحت کرنا اور اس کی نشان دہی کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (الشورٰی42:52) ''اور بے شک (اے نبی!) آپ سیدھا رستہ دکھاتے ہیں۔'' ﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ﴾ (الرعد13:7) ''سو (اے نبی!) آپ تو صرف ڈرانے والے (ہدایت کرنے والے) ہیں اور ہر ایک قوم کے لیے ایک رہنما ہوا کرتا ہے۔'' ﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ﴾ (حٰمٓ السجدۃ41:17) ''اور جو ثمود تھے تو ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا۔'' ﴿ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ ﴾ (البلد90:10) ''اور ہم نے اس کو (خیر و شر کے) دونوں رستے بھی دکھا دیے۔'' یہ آخری آیت اس قول کی بنیاد پر مثال بنے گی جب ﴿ النَّجْدَيْنِ ۝ ﴾ سے مراد خیر و شر ہو اور یہی زیادہ راجح قول ہے۔ واللہ أعلم.

**تقوی کے معنی:** تقوے کے اصل معنی بری باتوں سے بچنے کے ہیں، دراصل یہ لفظ وَقْوٰی ہے جو وِقَايَةٌ سے مشتق ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقوی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: کیا آپ کو کبھی کانٹوں والے راستے پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، تو پوچھا: آپ ایسے راستے پر چلتے ہوئے کیا

---

① تفسیر الطبری:147/1. ② جامع الترمذی، صفة القیامة، باب علامة التقوٰی……، حدیث:2451 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب الورع والتقوٰی، حدیث:4215 یہ روایت ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں

کرتے ہیں؟ فرمایا: دامن کو سمیٹ لیتا ہوں اور کوشش کر کے احتیاط سے گزر جاتا ہوں۔ فرمایا: بس ایسے ہی گناہوں سے بچنے کا نام تقوی ہے۔ ①

## تفسیر آیت: 3

**ایمان کے معنی:** ابوجعفر رازی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں۔ ② اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ کے معنی ہیں يُصَدِّقُوْنَ کہ وہ تصدیق کرتے ہیں۔ ③ معمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ ایمان کے معنی عمل کے ہیں۔ ④ ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ ﴿ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں۔ ⑤

ابن جریر فرماتے ہیں کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ قول، عمل اور اعتقاد کے اعتبار سے ایمان بالغیب کے ساتھ موصوف ہوں۔ خشیتِ الٰہی بھی ایمان کے معنی میں داخل ہے جبکہ ایمان عمل کے ساتھ قول کی تصدیق کا نام ہے۔ ایمان ایک جامع کلمہ ہے جو اللہ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کے اقرار اور اس اقرار کی فعل کے ساتھ تصدیق کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ⑥

لغوی معنی کے اعتبار سے تو ایمان کا لفظ صرف تصدیق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے، مثلاً: ﴿ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (التوبۃ 61:9) ''وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مومنوں (کی بات) کی تصدیق کرتا ہے۔'' برادران یوسف نے اپنے باپ سے کہا تھا: ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴾ (یوسف 17:12) ''اور آپ ہماری بات کی تصدیق کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہی ہوں۔'' اسی طرح جب ایمان کو اعمال کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے، پھر بھی یہی معنی ہوتے ہیں، مثلاً: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (العصر 3:103) ''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔'' اور اگر اس لفظ کو مطلقاً استعمال کیا جائے تو شرعی طور پر مطلوب ایمان اعتقاد، قول اور عمل کے مجموعے کا نام ہے۔ اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار احادیث و آثار موجود ہیں۔ اس موضوع پر ہم نے شرح البخاری کے آغاز میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

کچھ مفسرین نے ایمان کی تفسیر خشیت سے بھی کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ ﴾ (الملك 12:67) ''بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ○ ﴾ (قٓ 33:50) ''جو اللہ سے بن دیکھے ڈرتا رہا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔'' ﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ (فاطر 28:35) ''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔''

① تفسیر القرطبی: 161/1 اور دیکھیے الدر المنثور: 57/1. ② تفسیر الطبری: 149/1. ③ تفسیر الطبری: 149/1. ④ تفسیر الطبری: 149/1. ⑤ تفسیر الطبری: 149/1. ⑥ تفسیر الطبری: 149/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ③

اور وہ نماز کو (اس کے آداب کے ساتھ) قائم کرتے اور جو کچھ ہم نے اُن کو عطا فرمایا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

**غیب سے مراد:** یہاں غیب سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں سلف کے اقوال مختلف ہیں مگر یہ سب اقوال صحیح ہیں اور سبھی یہاں مراد ہیں۔ ابو جعفر رازی نے ابو العالیہ کا قول ذکر کیا ہے: ﴿ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ﴾ ''غیب پر ایمان لاتے ہیں۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت، جنت، جہنم اور دیدار الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں، نیز وہ حیات بعد الموت اور بعث پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان تمام باتوں کا تعلق غیب سے ہے۔ قتادہ بن دِعامہ کا بھی یہی قول ہے۔[1]

سعید بن منصور نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حضرات صحابۂ کرام اور ان کے ایمان کا ذکر شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو دیکھنے والے کے لیے بے حد واضح تھا لیکن اس ذات گرامی کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! ایمان بالغیب سے افضل کسی مومن کا ایمان نہیں ہو سکتا، پھر آپ نے ﴿ الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ② الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ﴾ ان آیات کی تلاوت فرمائی۔ اس کو ابن ابو حاتم، ابن مردویہ نے اور حاکم نے بھی مستدرک میں ذکر کیا اور کہا ہے: یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انھوں نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔[2]

اسی حدیث کے ہم معنی وہ روایت ہے جسے امام احمد نے ابن مُحَیرِیز سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جُمُعَہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ انھوں نے کہا: ہاں، میں تمھیں ایک بہت اچھی حدیث سناتا ہوں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے کوئی بہتر بھی ہو سکتا ہے؟ ہم آپ کے ساتھ اسلام لائے اور ہم نے آپ کے ساتھ مل کر جہاد بھی کیا ہے؟ فرمایا: [نَعَمْ! قَوْمٌ يَّكُونُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُونَ بِي، وَلَمْ يَرَوْنِي] ''ہاں! وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے اور میرے ساتھ ایمان رکھتے ہوں گے، حالانکہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔''[3]

## بقیہ: تفسیر آیت: 3

**اقامتِ صلاۃ کے معنی:** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ نماز کو اس کے فرائض کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔[4] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ اقامت صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ رکوع و سجود کو پورا پورا ادا کیا جائے، تلاوت کی جائے، خشوع و خضوع اور پوری پوری توجہ کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔[5] قتادہ فرماتے ہیں کہ

① تفسیر الطبری:150/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:36/1 و المستدرک للحاکم، التفسیر:260/2، حدیث:3033 واللفظ له وسنن سعید بن منصور:544/2، حدیث:180. ③ مسند أحمد:106/4 و سنن الدارمی، الرقاق، باب فی فضل آخر هذه الأمة:244/2، حدیث:2744. ④ تفسیر الطبری:153/1. ⑤ تفسیر الطبری:153/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اقامت صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ نماز کے اوقات، وضو، رکوع اور سجود کی حفاظت کی جائے۔ ① مُقاتِل بن حَیّان کا قول ہے کہ اقامت صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اوقات کی حفاظت کی جائے، مکمل طہارت کا اہتمام کیا جائے، رکوع وسجود پورے کیے جائیں، نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، تشہد میں نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے تو یہ ہے اقامت صلاۃ۔ ②

**خرچ کرنے سے مراد:** علی بن ابوطلحہ وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے اموال کی زکاۃ ادا کرتے ہیں۔ ③ سدی نے ابو مالک اور ابوصالح کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مرہ کے واسطے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے کیونکہ یہ آیت زکاۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ ④

جُوَیبِر نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ نفقات تقرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ تھے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مقدور واستطاعت کے بقدر خرچ کر کے تقرب الٰہی کے حصول کی کوشش کیا کرتے تھے حتی کہ فرض صدقات کے بارے میں حکم نازل ہوگیا اور یہ حکم سورۂ براءت کی ان سات آیات میں ہے جن میں صدقات کا ذکر ہے، ان آیات سے پہلا حکم منسوخ اور فرض صدقات کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ⑤

اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر نماز اور مال خرچ کرنے کے مسئلے کو ملا کر بیان فرمایا ہے کیونکہ نماز اللہ کا حق اور اس کی عبادت ہے اور یہ اللہ کی توحید، اس کی حمد وثنا، اس کی بارگاہ اقدس میں الحاح وزاری، اس سے دعا اور اس کی ذاتِ گرامی پر توکل پر مشتمل ہے جبکہ انفاق اس کی مخلوق سے احسان کرنا اور اسے نفع پہنچانا ہے۔ اس کے سب سے زیادہ مستحق قریبی رشتے دار، اہل وعیال اور انسان کے اپنے مملوک ہوتے ہیں، پھر اجنبی لوگ، لہٰذا تمام واجب نفقات اور فرض زکاۃ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ ﴾ میں داخل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ الْبَيْتِ] ''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے: (1) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (2) نماز قائم کرنا۔ (3) زکاۃ ادا کرنا۔ (4) رمضان کے روزے رکھنا۔ (5) اور بیت اللہ کا حج کرنا۔'' ⑥ اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

**الصلاۃ کے معنی:** عربی زبان میں صلاۃ کے اصل معنی دعا کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں یہ لفظ رکوع وسجود والی اس عبادت کے لیے استعمال ہونے لگا ہے جس کے مخصوص افعال ہیں اور جسے خاص اوقات میں معروف شروط اور مشہور صفات

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 37/1. ② تفسير ابن أبي حاتم: 37/1. ③ تفسير الطبري: 154/1. ④ تفسير الطبري: 154/1.
⑤ تفسير الطبري: 154/1 اور ممکن ہے یہاں سورۂ براءت کی مختلف آیات مراد ہوں، مثلاً: 34،60،91،99،103...... ⑥ صحيح البخاري، الإيمان، باب: دعاء كم إيمانكم ...... ، حديث: 8 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أركان الإسلام ...... ، حديث: 16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ④

وانواع کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، یعنی اب یہ لفظ نماز کے لیے استعمال ہونے لگا ہے۔

## تفسیر آیت: 4

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔'' کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اس کتاب کی جسے آپ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، اور ان کتابوں کی جسے آپ سے پہلے کے تمام رسول، اللہ کے پاس سے لائے تھے تصدیق کرتے ہیں اور وہ نہ اس میں فرق کرتے ہیں اور نہ جو وہ لے کر آئے ہیں اس میں سے کسی کا انکار کرتے ہیں۔[1] ﴿ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ ﴾ یعنی بعث، قیامت، جنت، جہنم، حساب اور میزان کا بھی یقین رکھتے ہیں۔[2] اور آخرت کو آخرت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کے بعد آنے والی ہے۔

**مومنین کے اوصاف:** اس آیت میں بھی انھی لوگوں کا تذکرہ ہے جن کا اس سے پہلی آیت: ﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ ﴾ میں تذکرہ تھا۔ مجاہد سے روایت ہے کہ سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات میں مومنوں، پھر دو آیتوں میں کافروں اور پھر تیرہ آیتوں میں منافقوں کا ذکر ہے۔[3] یہ چاروں آیات ہر اس مومن کے بارے میں عام ہیں جس میں یہ اوصاف پائے جائیں، خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، انسان ہو یا جن۔ اور ان میں سے کوئی ایک صفت دوسری صفات کے بغیر صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ان میں سے ہر صفت دوسری کو مستلزم اور اس سے مشروط ہے، مثلاً: ایمان بالغیب اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ ادا کرنا اس وقت تک صحیح نہ ہوگا جب تک اس کتاب پر بھی ایمان نہ ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، نیز ان تمام کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جنھیں آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ آخرت کا بھی یقین ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان تمام باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ ﴾ (النساء4:136) ''مومنو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں، سب پر ایمان لاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ ﴾ (العنکبوت29:46) ''اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو، ہاں! جو ان میں سے بے انصافی کریں (ان کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو) اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتابیں) تم پر اتریں ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا

① تفسیر الطبری:155/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:38/1. ③ تفسیر الطبری:152/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤

یہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور یہی فلاح پانے والے ہیں ⑤

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم ﴾ (النسآء4:47) ''اے کتاب والو! ہماری نازل فرمائی ہوئی کتاب (قرآن) پر جو تمھاری کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے، ایمان لے آؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَىٰةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۗ ﴾ (المآئدۃ5:68) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! تم ہرگز اصل دین پر کاربند نہیں ہو سکتے جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمھارے پروردگار کی طرف سے تم لوگوں پر نازل کی گئی ہیں، ان کو قائم نہ رکھو گے۔''

ان تمام باتوں پر ایمان لانے والوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ءَامَنَ الرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ﴾ (البقرۃ2:285) ''رسول (ﷺ) اس (کتاب) پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی، سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ﴾ (النسآء 4:152) ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی میں فرق نہ کیا (سب کو مانا۔)'' علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کو اللہ، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور دیگر تمام امور پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

مومنین اہل کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر ان کا اپنی شریعت پر مفصل ایمان ہو، پھر مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اس کے ساتھ مفصل طور پر ایمان لے آئیں تو انھیں دوگنا اجروثواب ملتا ہے جبکہ دیگر لوگوں کا سابقہ شریعتوں پر ایمان مجمل ہوتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [إِذَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ]، [﴿ وَقُولُوٓا ءَامَنَّا بِالَّذِيٓ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ ﴾] (العنکبوت29:46) ''جب اہل کتاب تم سے بیان کریں تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب ...... بلکہ یہ کہو کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اور جو تمھاری طرف نازل کیا گیا ہے۔''[1]

لیکن بہت سے عربوں کا اس اسلام کے ساتھ ایمان جس کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی، اہل کتاب کے ایمان کی نسبت زیادہ مکمل، اکمل اور جامع ہوسکتا ہے۔ دوبارہ ایمان لانے کی حیثیت سے اگرچہ اہل کتاب کے لیے اجروثواب بھی دوگنا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی تصدیق اس قدر ارفع و اعلیٰ ہوسکتی ہے جس کی وجہ سے ان کا اجروثواب اہل کتاب کے اس دوگنے اجروثواب سے بھی بڑھ کر ہو۔ واللہ أعلم.

① صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ]، حديث: 7362 و مسند أحمد: 4/136 و سنن أبي داود، العلم، باب رواية حديث أهل الكتاب، حديث: 3644. البتہ ابتدائی حصہ مسند أحمد میں ابونملہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اور آخری حصہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے ⑥

### تفسیر آیت: 5

**ہدایت وفلاح مومنوں ہی کا نصیب ہے:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ ﴾ یعنی یہی لوگ جن کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور اس مال میں سے خرچ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمایا ہے۔ اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل کیا گیا ہے، نیز وہ دارِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اور یہ ایمان اس بات کو مستلزم ہے کہ اعمال صالحہ سرانجام دیے جائیں اور محرمات کو ترک کر دیا جائے، چنانچہ جو لوگ ان اوصاف سے متصف ہیں، وہ ﴿ عَلَىٰ هُدًى ﴾ ''ہدایت پر ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور، بیان اور بصیرت پر ہیں ﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤ ﴾ ''اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔'' یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کیونکہ انھیں جس چیز کی طلب تھی اسے انھوں نے پالیا جس کے شر سے یہ بھاگتے تھے اس سے انھوں نے نجات پالی۔ یہ کامیاب ہوگئے کہ انھوں نے ثواب اور جنت میں ابدی و سرمدی زندگی کو پالیا۔ اور اس عذاب سے نجات پالی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے لیے تیار کیا ہے۔

### تفسیر آیت: 6

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا۔'' یعنی جنھوں نے حق کو چھپایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں یہی لکھ رکھا تھا، آپ کا انھیں نصیحت کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، چنانچہ وہ کبھی بھی اس دین کو قبول نہیں کریں گے جسے آپ لائے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ ﴾ (یونس 97,96:10) ''بے شک جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔''

اسی طرح معاندین اہل کتاب کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ ﴾ (البقرۃ 145:2) ''اور اگر آپ ان لوگوں کے پاس تمام نشانیاں بھی لے آئیں جنھیں کتاب دی گئی ہے، تو بھی یہ آپ کے قبلے کی پیروی نہ کریں گے۔'' یعنی جس کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے شقاوت لکھ رکھی ہے اسے سعادت نصیب ہو ہی نہیں سکتی، جسے وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت عطا نہیں کر سکتا، لہٰذا آپ ان کی وجہ سے غم نہ کریں، ان تک پیغام الٰہی کو پہنچا دیں۔ جو آپ کی دعوت پر لبیک کہے اسے گویا حصہ وافر مل گیا اور جو قبول کرنے سے اعراض کرے تو آپ اس کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ ﴿ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 40:13) ''آپ کا کام صرف (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ع 1 7 1

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ⑦

اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے⑦

ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔'' ﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِیْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ؕ﴾ (ھود11:12) ''(اے نبی!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

علی بن ابوطلحہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑥﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کے شدید خواہش مند تھے کہ تمام لوگ ایمان و ہدایت کو قبول کر کے آپ کی پیروی اختیار کر لیں، تب اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے سے آپ کو مطلع فرمایا ہے کہ دولت ایمان سے صرف وہی لوگ بہرہ ور ہوں گے، لوح محفوظ میں جن کے مقدر میں سعادت و کامرانی لکھ دی گئی ہے اور لوح محفوظ میں جن کے مقدر میں شقاوت و حرمان نصیبی لکھ دی گئی ہے وہ گمراہ ہوں گے۔[1]

## تفسیر آیت: 7

**ختم کے معنی:** سدی ابو مالک سے بیان کرتے ہیں کہ ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔ قتادہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انھوں نے جب شیطان کی پیروی کی تو شیطان نے ان کو اپنے قابو میں کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جس کی وجہ سے یہ لوگ ہدایت کو نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔[2] ابن جریج کے بقول مجاہد نے ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے معنی مہر لگانے کے ہیں، یعنی گناہ دلوں کا احاطہ کر کے اسے ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور دل پر چڑھتے جاتے ہیں، اس کیفیت کا نام طَبْعٌ اور یہی خَتْمٌ یعنی مہر لگانا ہے۔[3] ابن جریج کہتے ہیں کہ دل اور کان کے لیے محاورے میں ختم ''مہر'' کا لفظ آتا ہے۔[4]

اور مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ رَانَ ﴾ (المُطَفِّفِين14:83) کا لفظ طبع سے کم ہے اور طبع إقفال (دلوں پر تالے لگ جانے) سے کم ہے۔ اور إقفال کی کیفیت سب سے زیادہ شدید ہے۔[5]

اعمش بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے اپنا ہاتھ ہمیں دکھا کر کہا کہ دل ہتھیلی کی طرح ہے، جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا کچھ حصہ سمٹ جاتا ہے اور اپنی چھنگلیا بند کر کے دکھائی اور فرمایا کہ اس طرح۔ اور جب آدمی اور گناہ کرتا ہے تو کچھ اور حصہ سمٹ جاتا ہے۔ انھوں نے ایک اور انگلی بند کر کے دکھائی حتی کہ اس طرح تمام انگلیاں بند کر کے دکھائیں اور پھر فرمایا کہ اس طرح جب سارا دل سمٹ جاتا ہے تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ علماء کے نزدیک اسی حالت کا نام الرَّیْن ہے۔[6]

قرطبی فرماتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے کافروں کے کفر

---

① تفسیر الطبری:159/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:41/1. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:41/1. ④ تفسیر الطبری: 164/1. ⑤ تفسیر الطبری:164/1 اور إقفال ماخوذ ہے سورۂ محمد، آیت:24 سے۔ ⑥ تفسیر الطبری:164/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی سزا کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: ﴿ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ ﴾ (النسآء 155:4) ''بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر مہر کر دی ہے۔'' پھر انھوں نے وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے دلوں کے الٹنے پلٹنے کا ذکر ہے:① [يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلٰى دِينِكَ] ''اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔''②

انھوں نے حدیث حذیفہ کو بھی ذکر کیا ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی: [تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا ، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى تَصِيرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ: عَلٰى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَّا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ، وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا لَّا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا وَّ لَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا] ''دلوں پر فتنوں کو اس طرح وارد کیا جائے گا جس طرح چٹائی تنکے تنکے ہو۔ جو دل انھیں قبول کرے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جائے گا اور جو دل انھیں قبول کرنے سے انکار کر دے گا، اس میں ایک سفید نقطہ پیدا ہو جائے گا حتی کہ دل دو طرح کے ہو جائیں گے، یا تو دل چٹان کی طرح سفید ہوگا کہ جب تک آسمان و زمین باقی رہیں گے کوئی فتنہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا یا دل سیاہ ہو کر الٹے کوزے کی طرح ہو جائے گا کہ وہ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھے گا۔''③

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں ایک اور صحیح حدیث بھی ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ ، وَإِنْ زَادَ زَادَتْ (حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهُ) ، فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾ (المطففين 14:83)] ''بے شک مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ کر لے، گناہ کو چھوڑ دے اور بخشش مانگ لے تو دل روشن ہو جاتا ہے اور اگر مزید گناہ کرے تو اس سے دل کی سیاہی میں اضافہ ہو جاتا ہے حتی کہ سیاہی دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ حالتِ رَین ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾ (المطفّفين 14:83) ''ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے۔''④ اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔⑤

---

① تفسير القرطبي:187/1. ② جامع الترمذي، القدر، باب ماجاء أن القلوب بين إصبعي الرحمن، حديث:2140 عن أنس رضي الله عنه وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث:199 وصحيح ابن حبان، الرقائق، الأدعية: 223,222/3 واللفظ له عن النواس بن سمعان رضي الله عنه . ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان، حديث:144. ④ تفسير الطبري:165/1. ⑤ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴾، حديث:3334 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾: 509/6، حديث:11658 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الذنوب، حديث:4244 واللفظ له. البتہ قوسین والے الفاظ ترمذی کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ⑧ يُخٰدِعُوۡنَ

اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں ⑧ وہ اللہ کو اور ان لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جو

اللّٰهَ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَمَا يَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ⑨ؕ

ایمان لائے مگر وہ اپنے آپ کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور وہ شعور نہیں رکھتے ⑨

**﴿غِشَاوَةٌ﴾ کا اعراب اور معنی:** ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ ؕ﴾ پر وقف تام ہے۔ اور ﴿وَعَلٰۤى اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ﴾ جملہ تامہ ہے کیونکہ مہر تو دل اور کان پر ہوتی ہے اور پردہ آنکھ پر ہوتا ہے جیسا کہ سدی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، ابن مسعود اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ وہ (منافق) نہ عقل سے کام لیتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں سکتے۔ [1]

**منافقین:** اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی چار آیات میں مومنوں کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ دو میں کافروں کا ذکر کیا تو اب ان منافقوں کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے جو ظاہر تو ایمان کو کرتے ہیں مگر باطن میں کفر چھپائے ہوتے ہیں۔ ان کا معاملہ چونکہ بہت سے لوگوں کے لیے مشتبہ ہوتا ہے، اس لیے ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ اور متعدد صفات کے ساتھ کیا جیسا کہ سورۂ براءت اور سورۂ منافقین بھی انھی کے بارے میں نازل کی گئیں اور سورۂ نور اور دیگر کئی سورتوں میں بھی ان کے حالات کا ذکر کیا تاکہ ان سے اور ان کے حالات سے اجتناب کیا جا سکے۔

### تفسیر آیات: 9,8

**نفاق کے معنی:** نفاق کے معنی یہ ہیں کہ خیر کو ظاہر کیا جائے اور شر کو چھپایا جائے، اس کی کئی قسمیں ہیں: (1) اعتقادی: یہ نفاق منافق کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی بنا دیتا ہے۔ اور (2) عملی: یہ نفاق کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ان شاءاللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ [2] ابن جریج نے کہا ہے: منافق وہ ہوتا ہے جس کا قول فعل کے، باطن ظاہر کے، مدخل مخرج کے اور ظاہر غائب کے خلاف ہو۔ [3]

**نفاق کا آغاز:** منافقین کی صفات کا ذکر مدنی سورتوں میں آیا ہے کیونکہ مکہ میں نفاق نہیں تھا بلکہ مکہ میں تو صورت حال اس کے برعکس تھی کہ وہاں تو کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مجبوراً کفر کا اظہار کرتے تھے مگر درحقیقت وہ مومن تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں اوس اور خزرج کے انصار تھے۔ یہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین عرب کے طریقے کے مطابق بتوں کی عبادت کرتے تھے، یہاں اہل کتاب میں سے یہودی بھی تھے جو اپنے اسلاف کے طریقے پر قائم تھے۔ یہودیوں کے تین قبیلے تھے، ان میں سے بنوقینقاع خزرج کے حلیف تھے اور بنونضیر اور بنوقریظہ اوس کے حلیف تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا تو اوس اور خزرج قبائل کے بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

① تفسیر الطبری: 168/1. ② دیکھیے البقرۃ 20/2 عنوان: ''مومنوں، کافروں اور منافقوں کی اقسام'' اور النسآء: 142/4 اور الماعون: 5,4/107 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری: 170/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہود میں سے اسلام قبول کرنے والے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے صرف چند لوگ ہی تھے اور ابھی تک نفاق کا مرض بھی پیدا نہیں ہوا تھا کیونکہ مسلمانوں کو ابھی تک ایسی عظمت و شوکت حاصل نہیں ہوئی تھی جس سے دشمن خوف محسوس کریں بلکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہود اور مدینہ منورہ کے گرد و پیش کے بہت سے قبائل عرب سے معاہدہ بھی کر رکھا تھا۔

جب غزوۂ بدر پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمے کو سربلندی اور اسلام اور مسلمانوں کو عزت سے نوازا، اس وقت عبداللہ بن اُبَیّ ابن سَلول مدینہ کا سردار تھا اور خزرج سے اس کا تعلق تھا۔ وہ اوس و خزرج دونوں قبیلوں کا زمانۂ جاہلیت میں سربراہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں مدینہ منورہ کے لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ بنانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن جب ان کے پاس مدینہ میں اسلام آ گیا تو ان کی قسمت کا ستارہ جگمگا اٹھا۔ یہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو کر عبداللہ بن اُبی سے بے نیاز ہو گئے جس کی وجہ سے یہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اپنے دل میں کینہ رکھتا تھا۔ جنگ بدر کے نتائج کو دیکھ کر پکار اٹھا کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب آ گیا ہے۔ اس نے بھی بظاہر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور اس کے ساتھ کے جو لوگ اسی کے طریقے و مذہب پر تھے اور دیگر اہل کتاب نے بھی اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ بس یہیں سے اہل مدینہ اور گرد و پیش کے اَعراب میں نفاق کا مرض پیدا ہوا۔

مہاجرین میں کوئی ایک بھی منافق نہ تھا کیونکہ ان میں ایک بھی ایسا شخص نہ تھا جس نے بادلِ نخواستہ ہجرت کی ہو بلکہ ان میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور آخرت کی کامیابی و کامرانی کے لیے بطیبِ خاطر (خوش دلی سے) اپنے مال و دولت، اہل و عیال اور وطن مالوف کو ترک کر کے ہجرت کی تھی۔

**آیت کی تفسیر:** محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ اوس و خزرج اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① ابو العالیہ، حسن، قتادہ اور سدی سے بھی یہی روایت ہے کہ یہ آیت اوس و خزرج کے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ② یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی عادات و خصائل کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن ان کے ظاہری حالات سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں، ورنہ ان سے اجتناب نہ کرنے کی وجہ سے بہت بڑا فتنہ و فساد رونما ہو جائے گا کیونکہ سمجھا یہ جائے گا کہ وہ مومن ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ کافر ہیں اور یہ بہت بڑی خرابی کی بات ہے کہ فاسق و فاجر لوگوں کے بارے میں خیر و بھلائی کا گمان رکھا جائے۔ اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸﴾ ''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔'' کیونکہ یہ ان کا محض زبانی دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ﴾ (المنفقون 63:1) ''(اے

① تفسير الطبری:169/1. ② تفسير ابن أبي حاتم:42/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نبی!) جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو وہ (ازراہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت آپ اس کے پیغمبر ہیں۔''

یہ لوگ صرف اس وقت یہ بات کہتے ہیں جب آپ کے پاس آتے ہیں، حقیقت میں یہ لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، اسی لیے تو یہ اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لیے لفظ إِنَّ ''یقیناً'' اور لام تاکید ''البتہ'' کو استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں بھی انھوں نے کہا ہے: ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ ''ہم اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔'' حالانکہ ان کا (ان دونوں پر) ایمان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اعتقاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت اور خبر کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ (المنفقون 1:63) ''اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔''

**اللہ کو کون دھوکا دے سکتا ہے؟** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''وہ اللہ کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں۔'' یعنی یہ جو اپنے ایمان کو ظاہر کرتے اور کفر کو چھپاتے اور ازراہ جہالت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کو دھوکا دے رہے ہیں اور ایمان کا اس طرح اظہار ان کے لیے عند اللہ نفع بخش ہوگا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ مکر اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اسی طرح چل جائے گا جس طرح کہ بعض مومنوں کے ہاں چل جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ (المُجادلة 58 : 18) ''جس دن اللہ ان سب کو دوبارہ اٹھائے گا تو جس طرح وہ تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے کہ بے شک وہ ایک شے (اچھی راہ) پر ہیں، خبردار! بے شک وہی جھوٹے ہیں۔'' یہی وجہ ہے کہ ان کی اس بات کا ان کے اعتقاد سے مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ''مگر (حقیقت میں) وہ اپنے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور وہ (اس سے) بے خبر ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اپنی اس روش سے وہ صرف اپنے آپ ہی کو دھوکا اور چکما دے رہے ہیں اور اپنی طرف سے انھیں اس چیز کا شعور بھی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ (النسآء 142:4) ''بے شک منافقین اللہ کو دھوکا دیتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔''

امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے ابن جریج سے ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بظاہر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے تاکہ اپنے خونوں، مالوں اور جانوں کو بچالیں۔[1]

سعید (ابن ابوعروبہ) قتادہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ منافق کی نشانی یہ ہے کہ وہ برے اخلاق کا مالک ہوتا ہے، زبان سے تصدیق مگر دل سے انکار کرتا ہے، قول و عمل میں تضاد کا شکار ہوتا ہے۔ صبح اس کی ایک حالت ہوتی

① تفسير ابن أبي حاتم:42/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ⑩

ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے، پس اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اس بنا پر کہ وہ جھوٹ بولتے تھے ⑩

ہے اور شام کو دوسری، شام کو کچھ ہوتا ہے اور صبح کچھ، بہرحال وہ کشتی کی طرح ڈگمگاتا رہتا ہے کہ ہوا کے جھونکے کے ساتھ کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر۔[1]

## تفسیر آیت: 10

**مرض سے مراد:** سدی نے ابو مالک اور ابو صالح کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، اور مرہ ہمدانی کے حوالے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ سے مراد ہے کہ ان کے دلوں میں شک ہے۔[2]

﴿فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ ”تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض (شک) میں اور بھی اضافہ کر دیا۔“ مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، ابو العالیہ، ربیع بن انس اور قتادہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس سے مراد دینی بیماری ہے، جسمانی بیماری مراد نہیں ہے، یہ منافقوں کا ذکر ہے۔[3] مزید فرمایا: اسلام کے بارے میں یہ جس مرض میں مبتلا تھے، وہ شک کا مرض تھا۔ اور فرمایا: ﴿فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ کے معنی ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نجاست میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ انھوں نے موقع کی مناسبت سے ان آیات کو بھی پڑھا: ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ﴾ (التوبة 9:124,125) ”سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان اس سورت نے زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے، ان کے حق میں اس سورت نے خبث پر خبث زیادہ کیا۔“ یعنی ان کی شرارتوں اور ضلالتوں میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ عبدالرحمن بن زید کا یہ قول بہت اچھا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے جنسِ عمل کے مطابق انھیں سزا دی۔ پہلے علمائے تفسیر سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ اس کی نظیر حسبِ ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ○﴾ (محمد 47:17) ”اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، اللہ نے انھیں ہدایت میں زیادہ کیا، اور انھیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا۔“

**نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین کی تعداد:** اس آیت کریمہ میں ﴿یَكْذِبُوْنَ ⑩﴾ کو [ یُكَذِّبُوْنَ] بھی پڑھا گیا ہے کیونکہ منافقین میں کذب کے ساتھ ساتھ تکذیب کا مرض بھی تھا، وہ جھوٹ بھی بولتے تھے اور غیب کی تکذیب بھی کرتے تھے، یہ دونوں بری باتیں ان میں جمع تھیں۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم متعین طور پر بعض منافقوں کو جانتے تھے، ان کی دلیل حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے مروی وہ حدیث ہے جس میں ان چودہ منافقوں کا شمار ہے[4] جنھوں نے غزوۂ تبوک میں رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھاٹی کے پاس شہید کر دینے کا اس طرح پروگرام بنایا تھا کہ جب

---

① تفسیر ابن أبي حاتم:43/1. ② تفسیر الطبری:177/1. ③ تفسیر الطبری:177/1. ④ جبکہ اسی روایت کے سیاق میں بارہ منافقوں کا شمار اور باقی لوگوں سے عذر قبول ہونے کا بھی ذکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ کی اونٹنی وہاں پہنچے تو اسے بھگا دیا جائے تاکہ آپ اس سے گر کر شہید ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مذموم ارادے سے آپ کو مطلع فرما دیا تھا۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بات بتا دی تھی۔[1]

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کو متعین طور پر منافقوں کا علم نہ تھا، ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے: ﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ ﴾ (التوبة 101:9) ''اور تمھارے آس پاس جو دیہاتی ہیں ان میں منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ انھیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں۔'' نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ ﴾ (الأحزاب 61,60:33) ''اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو مدینے (کے شہر) میں جھوٹی افواہیں اڑایا کرتے ہیں (اپنے کردار سے) باز نہ آئیں گے تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ آپ کے پڑوس (مدینے) میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔ (وہ بھی) پھٹکارے ہوئے ہیں جہاں بھی وہ پائے جائیں پکڑ لیے جائیں گے اور بری طرح مار ڈالے جائیں گے۔''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے پیچھے نہیں لگایا تو آپ کو متعین طور پر ان کا علم نہیں تھا، آپ کے سامنے ان کی نشانیوں کو بیان کر دیا جاتا جن کی وجہ سے آپ ان میں سے بعض کو پہچان لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ ﴾ (محمد 30:47) ''اور اگر ہم چاہتے تو یقیناً وہ لوگ آپ کو دکھا بھی دیتے اور آپ ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے اور آپ انھیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لیں گے۔''

سب سے زیادہ مشہور منافق عبداللہ بن اُبَی ابن سلول تھا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف شہادت بھی دی تھی۔[2] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیجیے، میں اس منافق کی گردن اڑا دوں؟ تو آپ نے فرمایا: [دَعْهُ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَّقْتُلُ أَصْحَابَهُ] ''اسے چھوڑ دو، قتل نہ کرو کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگ جائیں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتا ہے۔''[3] اس کے باوجود جب عبداللہ بن اُبَی مر گیا تو نبی ﷺ نے اس کا جنازہ بھی پڑھا اور عام مسلمانوں کی طرح اس کے دفن کے موقع پر شرکت بھی فرمائی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: [إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ]

---

① صحيح مسلم، كتاب و باب صفات المنافقين، حديث:(11)-2779 و مسند أحمد:453/5 و دلائل النبوة:257/5.

② ملخص از صحيح البخاري، التفسير ،باب قوله: ﴿ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ ﴾ (المنفقون 1:63) ، حديث:4900 و صحيح مسلم، كتاب و باب صفات المنافقين......، حديث:2772. ③ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ ﴾ (المنفقون:6/63)، حديث:4905 و صحيح مسلم، البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا، حديث: (63)-2584 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة المنافقين، حديث:3315 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں⑪ سن لو! بے شک وہی

الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫

فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے⑫

''مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ میں اس کے لیے استغفار کروں یا نہ کروں) تو میں نے استغفار کرنے کے پہلو کو اختیار کر لیا ہے۔'' اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا] ''اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے کی وجہ سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستر بار سے بھی زیادہ مرتبہ استغفار کرنے کے لیے تیار ہوں۔''[1]

## تفسیر آیات :12,11

سدی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، ابن مسعود اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے لکھا ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو، تو وہ کہتے ہیں: ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔'' سے مراد منافق ہیں اور ﴿لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ﴾ ''تم زمین میں فساد نہ کرو۔'' یہاں فساد سے مراد کفر اور معصیتِ عمل ہے۔[2] ابوجعفر نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے، زمین میں فساد نہ ڈالو، سے مراد یہ ہے کہ زمین میں معصیت کا ارتکاب نہ کرو کیونکہ ان کا فساد معصیت پر مبنی تھا۔ جو شخص زمین میں اللہ تعالیٰ کی خود نافرمانی کرے یا کسی کو اس نافرمانی کا حکم دے تو وہ زمین میں فساد پھیلاتا ہے کیونکہ زمین و آسمان کی بہتری اس بات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت بجالائی جائے۔ ربیع بن انس اور قتادہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[3]

**منافقوں کے فساد کی قسمیں:** ابن جریر فرماتے ہیں کہ منافقین کے زمین میں فساد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہیں۔ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان کا ارتکاب کرتے ہیں، فرائض کو ضائع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس دین کے بارے میں شک کرتے ہیں جس کی تصدیق اور جس کی حقانیت کے ایقان کے بغیر وہ کوئی عمل قبول ہی نہیں فرماتا، اور پھر خود تو شک و ریب میں مبتلا ہیں مگر مومنوں کی تکذیب کرتے ہیں اور اہل تکذیب کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ جب بھی انھیں موقع ملتا ہے اولیاء اللہ کے ساتھ ان کا معاملہ ان لوگوں جیسا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے ہوں۔

یہ ہے منافقوں کا زمین میں فساد برپا کرنا، حالانکہ بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ زمین میں اصلاح کرنے والے ہیں۔[4] ابن جریر نے جو یہ فرمایا ہے بہت خوب ہے۔

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ ......﴾ (التوبة9:80)، حديث:4671. ② تفسير الطبري:182/1. ③ تفسير ابن أبي حاتم:44/1. ④ تفسير الطبري:183/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو!

وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ⑬

بیشک وہی بے وقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے ⑬

اسی طرح زمین میں فساد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مومن کافروں کو اپنا دوست بنالیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴾ (الأنفال 73:8) ''اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو (مومنو!) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو قطع کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴾ (النسآء 144:4) ''اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف (کارروائی کے لیے) کھلی حجت دے دو۔'' پھر فرمایا: ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴾ (النسآء 145:4) ''کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور (وہاں) آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔''

منافق چونکہ بظاہر ایمان کا اظہار کرتا ہے، اس لیے اس کا معاملہ مومنوں سے چھپا رہتا ہے، لہٰذا اس کی طرف سے فساد کا برپا کرنا بالکل واضح ہے کیونکہ وہ مومنوں کو اپنی اس بات کے ساتھ دھوکا دیتا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ مومنوں کے بجائے کافروں کی دوستی کا دم بھرتا ہے۔ اگر یہ اپنی پہلی حالت ہی پر رہے تو اس کا شر کم ہو اور اگر یہ اپنا عمل خالص اللہ کے لیے کرے اور اس کے قول و عمل میں مطابقت ہو تو یہ کامیاب و کامران ہو جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ⑪ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔'' یعنی ہم تو مومنوں اور کافروں دونوں فریقوں کے ساتھ مدارات سے رہنا چاہتے ہیں اور ہم ان دونوں سے صلح صفائی رکھنا چاہتے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں یہی روایت کیا ہے کہ ہم تو مومنوں اور اہل کتاب، دونوں فریقوں میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔[1]

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ⑫ ﴾ ''سن لو! بلاشبہ وہی فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔'' یعنی جس کو یہ اصلاح سمجھتے ہیں، یہ تو عین فساد ہے لیکن جہالت کی وجہ سے یہ

① تفسیر ابن أبي حاتم: 45/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

اور جب وہ ان سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے اور جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: یقیناً ہم

مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ

تمھارے ساتھ ہیں ان لوگوں سے تو ہم صرف مذاق کرتے ہیں ⑭ اللہ ان سے مذاق کرتا ہے اور انھیں ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے، وہ (اس میں)

طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ⑮

بھٹکتے پھرتے ہیں ⑮

سمجھتے ہی نہیں کہ یہ فساد ہے۔

### تفسیر آیت: 13

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب منافقوں سے یہ کہا جاتا ہے: ﴿ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ﴾ ''جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں، تم بھی ایمان لاؤ۔'' یعنی جس طرح لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، بعث بعد الموت اور جنت وجہنم پر ایمان لائے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر چیزوں پر بھی ایمان لائے ہیں جس کی اس نے اپنے بارے میں مومنوں کو خبر دی ہے، لہٰذا تم بھی ان پر ایمان لاؤ اور احکام کی بجا آوری اور محرمات کے ترک کرنے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاؤ تو کہتے ہیں: ﴿ اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ ﴾ ''بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟'' اللہ تعالیٰ منافقین پر لعنت فرمائے انھوں نے سفہاء ''بے وقوفوں'' سے مراد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لیا۔

ابو العالیہ نے اور سدی نے اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ ابن عباس، ابن مسعود اور کئی ایک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی روایت کیا ہے۔[1] ربیع بن انس اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہ کا بھی یہی قول ہے کہ منافقین کہتے تھے: کیا ہم اور وہ انھی کے ایک ہی طریقے پر ہو جائیں، حالانکہ وہ تو بے وقوف ہیں؟[2]

سُفَهَاءُ، سَفِیهٌ کی جمع ہے جس طرح حکماء، حکیم کی اور حلماء، حلیم کی جمع ہے۔ سفیہ اس جاہل کو کہتے ہیں جس کی رائے نفع ونقصان کے اعتبار سے ضعیف ہو اور وہ قلیل المعرفۃ ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا ﴾ (النسآء 5:4) ''اور تم اپنے وہ مال نادان لوگوں کے سپرد نہ کرو جو اللہ نے تمھارے لیے گزر بسر کا ذریعہ بنائے ہیں۔'' میں عورتوں اور بچوں کو سُفَهَاء ''بے عقل'' قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اکثر علمائے تفسیر نے سفہاء کی تفسیر میں یہی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں۔[3]

اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ ﴾ ''سن لو! بے شک یہی بے وقوف ہیں۔'' اور سفاہت و بے عقلی کو انھی میں محصور قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ⑬ ﴾ ''لیکن یہ نہیں جانتے۔'' یعنی ان کی

---

① تفسیر الطبری: 186/1. ② تفسیر الطبری: 186/1. ③ تفسیر الطبری: 327/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جہالت کی انتہا یہ ہے کہ وہ جانتے بھی نہیں کہ کس قدر ضلالت اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ یہ بات ان کے لیے انتہائی تباہ کن ہے، اس سے بڑھ کر اندھے پن اور ہدایت سے دوری کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

## تفسیر آیات: 15,14

**منافقوں کا مکر و فریب:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ منافق مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، یعنی یہ لوگ مومنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایمان اور دوستی کا اظہار کرتے ہیں مگر ان کا ایمان و دوستی کا یہ اظہار نفاق، تصنّع اور تقیّہ پر مبنی ہوتا ہے، نیز اس لیے بھی کہ مومن حاصل ہونے والے مالِ غنیمت میں انھیں بھی شریک کر لیں، پھر جب یہ اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ شیطانوں سے یہاں بڑے بڑے علمائے یہود اور مشرکوں اور منافقوں کے سردار مراد ہیں۔

**شیاطین جنّ وانس:** ابن جریر فرماتے ہیں کہ تمام سرکش چیزوں کو شیطان کہا جاتا ہے۔ شیطان انسانوں میں سے بھی ہو سکتا ہے اور جنوں میں سے بھی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ (الأنعام 112:6) ''اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع شدہ باتیں ڈالتے رہتے تھے۔''

**استہزا کے معنی:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ﴾ ''وہ کہتے: بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں۔'' کے بارے میں محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم بھی اسی دین پر ہیں جس پر تم ہو۔ [1] ﴿اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ یعنی ہم تو ان مسلمانوں سے مذاق اور کھیل تماشا کرتے ہیں۔ [2] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہم تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حقارت آمیز مذاق کرتے ہیں۔ [3] ربیع بن انس اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ [4]

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب اور ان کی اس روش کے مقابلے میں فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے اور انھیں ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے، وہ (اس میں) بھٹکتے پھرتے ہیں۔''

ابن جریر فرماتے ہیں: (بعض مفسرین کا قول ہے کہ) حسبِ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ روز قیامت ان سے ہنسی مذاق کرے گا: ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ (الحدید 13:57) ''اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے: ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمھارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو، پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی اندرونی جانب ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو بیرونی جانب ہے، اس طرف عذاب (واذیت۔)'' اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 48/1. [2] تفسیر الطبری: 190/1. [3] تفسیر الطبری: 190/1. [4] تفسیر الطبری: 191,190/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ﴾(آل عمران178:3) ”اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو ان کو مہلت دے رہے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم ان کو اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ کرلیں۔“

ابن جریر یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے حوالے سے استہزا وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان سے منافقوں اور مشرکوں سے مذاق اور مکروفریب کا ایسا ہی معاملہ مراد ہے۔[1]

**منافقوں کے مکر کا وبال انھی پر ہے:** اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ استہزا کے مقابلے میں ان سے استہزا کرے گا اور ان کے مکروفریب کی انھیں سزا دے گا۔ اپنے جس فعل کی وجہ سے یہ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے اس عذاب اور سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو لفظی طور پر ان کے فعل سے مطابقت رکھتے ہیں لیکن دونوں لفظوں کے معنی جدا جدا ہیں۔

اس کی مثال حسبِ ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ ﴾ (الشوریٰ40:42) ”اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے مگر جو درگزر کرے اور (معاملے کی) اصلاح کرلے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے۔“ اسی طرح اس کی ایک اور مثال حسبِ ذیل آیت ہے: ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ ﴾ (البقرة 194:2) ”پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو۔“ ان دونوں آیات کے ابتدائی حصے میں مذکور (سيئة یعنی برائی یا اعتدی یعنی زیادتی) تو ظلم ہے مگر دونوں کے دوسرے حصے میں اس برائی یا زیادتی کا بدلہ عین عدل ہے۔ دونوں آیتوں میں الفاظ اگرچہ ایک جیسے استعمال ہوئے ہیں مگر دونوں کے معنی الگ الگ ہیں۔

قرآن مجید میں اس طرح کے جس قدر بھی الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا یہی مفہوم ہے کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ لہو ولعب کے اعتبار سے مکروفریب اور مذاق جیسے الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے لیے استعمال نہیں ہوسکتے۔ ہاں، البتہ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ الفاظ انتقام، مقابلہ، عدل اور جزا سزا کے طور پر استعمال کیے جائیں۔

**مَدّ، طُغیان اور عَمَہ کے معنی:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮ ﴾ کے بارے میں سدی نے ابن عباس، ابن مسعود اور دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَيَمُدُّهُمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں مہلت دیتا ہے۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی سرکشی میں اور اضافہ فرما دیتا ہے۔[3] اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 56,55:23) ”کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں ان کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔“

ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہم انھیں مہلت دے کر اور انھیں ان کی سرکشی و شرارت میں

[1] تفسير الطبرى:191/1. [2] تفسير الطبرى:195/1. [3] تفسير ابن أبى حاتم:48/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ⑯

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی خرید لی ہدایت کے بدلے تو ان کی تجارت نے انھیں کوئی نفع نہ دیا اور (اس میں) وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے ⑯

چھوڑ کر ان کے گناہوں میں اضافہ کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾ (الأنعام 110:6) ''اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے) اور ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔''[1]

طُغیان کے معنی کسی چیز میں حد سے بڑھ جانے کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴾ (الحآقّة 11:69) ''بے شک جب پانی طغیانی پر آیا تو ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا۔''

ابن جریر فرماتے ہیں کہ العَمه کے معنی گمراہی کے ہیں۔ عربی زبان میں عَمِهَ فُلَانٌ يَعْمَهُ عَمَهَانًا وَّعُمُوهًا کے الفاظ اس شخص کے لیے استعمال ہوئے ہیں جو گمراہ ہو جائے۔ اور ﴿ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ⑮ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ اپنی گمراہی اور کفر میں بہکے پھر رہے ہیں جس کی ناپاکی نے انھیں گھیر لیا ہے اور جس کی نجاست نے چاروں طرف سے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔ اب یہ حیران و پریشان اور گمراہ ہو کر بھٹک رہے ہیں کہ اس ضلالت و کفر سے نکلنے کا راستہ سجھائی نہیں دے رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں کو ہدایت سے اندھا کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ نہ تو رشد و بھلائی کو دیکھ ہی سکتے ہیں اور نہ اس کی طرف راہ پا سکتے ہیں۔[2]

## تفسیر آیت:16

سدی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، ابن مسعود اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے ضلالت کو اختیار کر لیا اور ہدایت کو ترک کر دیا۔[3] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اور پھر انھوں نے کفر کو اختیار کر لیا۔[4] قتادہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ہدایت کے بجائے ضلالت کو پسند کر لیا۔[5] قتادہ کی یہ بات معنی کے اعتبار سے اس آیت کے مشابہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ثمود کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ ﴾ (حٰمٓ السجدة 17:41) ''اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا۔''

مفسرین کے ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں نے ہدایت سے روگردانی کر کے ضلالت کو اختیار کر لیا۔ اور اس آیت: ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔'' کے یہی معنی ہیں، گویا انھوں نے ہدایت کو ضلالت کی قیمت کے طور پر ادا کیا ہے۔ اور اس اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں جبکہ ان میں سے کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ جنھیں ایمان حاصل ہو گیا تھا مگر ایمان کے بعد وہ پھر کفر کی طرف لوٹ آئے جیسا کہ ان کے بارے میں اللہ

① تفسير الطبري: 195/1. ② تفسير الطبري: 196/1. ③ تفسير الطبري: 198/1. ④ تفسير الطبري: 198/1. ⑤ تفسير الطبري: 198/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب اس (آگ) نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ ان کی روشنی لے گیا اور انھیں

فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ⑰ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ⑱

اندھیروں میں چھوڑ دیا، پس وہ دیکھ نہیں پاتے ⑰ (وہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ (سیدھے راستے کی طرف) نہیں لوٹیں گے ⑱

تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (المنفقون 3:63) ''یہ اس لیے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔'' یا انھوں نے ہدایت کو اختیار ہی نہیں کیا اور اس پر ضلالت کو ترجیح دی۔ ان لوگوں کی بھی کئی انواع و اقسام ہیں۔ اسی لیے تو فرمایا: ﴿فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯﴾ یعنی اس بیع میں ان کا سودا نفع بخش ثابت نہ ہوا اور نہ یہ لوگ اپنے اس طرز عمل میں راہِ راست ہی پر تھے۔

ابن جریر نے قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! تم نے خود دیکھ لیا ہے کہ یہ لوگ ہدایت سے خارج ہو کر ضلالت کی طرف چلے گئے ہیں، جماعت کے بجائے افتراق و انتشار کو انھوں نے اختیار کیا، امن کے بجائے خوف سے دوچار ہوئے اور سنت کے بجائے انھوں نے بدعت کو اختیار کر لیا ہے۔[1] ابن ابو حاتم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

### تفسیر آیات: 18,17

**منافقوں کی مثال:** منافقوں نے ہدایت کے بدلے میں جو ضلالت کو خریدا اور بصیرت کے بعد اندھے پن کو ترجیح دی تو ان کی اس حالت کی تشبیہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے دی ہے جس نے آگ کو جلایا ہو۔ اور آگ نے جب اپنے گردو پیش کو روشن کر دیا اور اس نے اس سے نفع حاصل کرنا اور آگ کی روشنی میں دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا اور وہ اس سے بہت ہی مانوس ہو گیا ہو پھر آگ یک دم بجھ جائے اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے کہ اسے کچھ نظر نہ آئے اور نہ رستہ ہی سجھائی دے اور وہ ہو بھی بہرا کہ کچھ سن نہ سکے، گونگا کہ کچھ بول نہ سکے اور اندھا کہ روشنی ہو بھی تو دیکھ نہ سکے، لہٰذا وہ پہلی حالت کی طرف لوٹ نہیں سکتا۔ یہ مثال بھی اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کو اختیار کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر بھی اسے بیان فرمایا ہے۔ واللہ أعلم.

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ﴾ ''اللہ ان کی روشنی لے گیا۔'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ چیز لے گیا جو ان کے لیے نفع بخش تھی، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا اور اسے باقی چھوڑا جو ان کے لیے نقصان دہ تھی، یعنی آگ کا جلانا اور دھواں باقی رہنے دیا۔

﴿وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ﴾ یعنی انھیں شک، کفر اور نفاق کے اندھیروں میں چھوڑ دیا، ﴿لَّا يُبْصِرُوْنَ ⑰﴾ کہ راہ خیر کی طرف راہ ہی نہیں پاتے اور نہ اسے پہچانتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ﴿صُمٌّ﴾ ''بہرے ہیں'' کہ سنتے نہیں، ﴿بُكْمٌ﴾ ''گونگے ہیں'' کہ بولتے نہیں اور ﴿عُمْيٌ﴾ ''اندھے ہیں'' کہ ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہیں اور کسی چیز کو دیکھتے ہی نہیں جیسا

[1] تفسیر الطبری:201/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:50/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ

یا (ان کی مثال) زوردار بارش کی سی ہے جو آسمان سے (آتی) ہے، اس میں اندھیرے، گرج اور بجلی ہوتی ہے، وہ بجلی کے کڑکے سن کر موت کے ڈر سے

الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿19﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ

اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔ اور اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے ﴿19﴾ قریب ہے کہ بجلی اُچک لے ان کی آنکھیں۔ جب بجلی ان پر چمکتی

اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ

ہے تو وہ اس (کی روشنی) میں چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا ہوتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں۔ اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں چھین

ع 2 13 2 اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿20﴾ ع

لے، یقیناً اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿20﴾

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝﴾ (الحج 46:22) ”بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔“ لہٰذا یہ اس ہدایت کی طرف کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے جس کو انھوں نے ضلالت کے بدلے بیچ دیا تھا۔

### تفسیر آیات : 20,19

**منافقوں کی ایک اور مثال:** یہ ایک اور مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک دوسری قسم کے لیے بیان فرمائی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے کبھی تو حق ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی یہ شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ شک، کفر اور تردد کی حالت میں ان کے دل بارش کی طرح ہیں۔ صَیِّبٌ کے معنی بارش کے ہیں۔ ابن مسعود، ابن عباس اور دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ [1] اسی طرح ابوالعالیہ، مجاہد، سعید بن جُبیر، عطاء، حسن بصری، قتادہ، عطیہ عوفی، عطاء خراسانی، سدّی اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے کہ صَیِّبٌ کے معنی بارش کے ہیں۔ [2] ضحاک نے اس کے معنی بادل کے بیان کیے ہیں، [3] لیکن زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ اس کے معنی آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے ہیں جو ﴿ظُلُمٰتٌ﴾ ”اندھیروں“ کی حالت میں نازل ہوتی ہے۔ ان اندھیروں سے مراد شک، کفر اور نفاق کے اندھیرے ہیں۔

اور ﴿وَّرَعْدٌ﴾ سے مراد وہ (کڑک) ہے جو خوف کے باعث دلوں پر دہشت طاری کر دے۔ منافقوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ ان پر شدید خوف اور گھبراہٹ طاری رہتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ﴾ (المنفقون 4:63) ”(بزدل ایسے کہ) ہر زور کی آواز کو سمجھیں (کہ) ان پر (بلا آئی) ہے۔“

اور فرمایا: ﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝﴾ (التوبۃ 57,56:9) ”اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں، اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ (جیسے قلعہ) یا غار یا (زمین کے

---

[1] تفسیر الطبری: 215/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 54/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 54/1.

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرف رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں۔'' اور ﴿ بَرْقٌ ﴾ سے مراد نور ایمان کی وہ روشنی ہے جو بعض اوقات ان منافقوں کے دلوں میں چمکتی ہے۔

اسی لیے تو فرمایا: ﴿ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾ ﴾ ''وہ بجلی کے کڑکے سن کر موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں اور اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔'' یعنی ان کی یہ احتیاط ان کے کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے کے تحت ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾ ﴾ (البروج 85:17-20) ''بھلا آپ کو لشکروں کا حال معلوم ہوا ہے (یعنی) فرعون اور ثمود کا لیکن کافر (جان بوجھ کر) تکذیب میں (گرفتار) ہیں اور اللہ (بھی) ان کو گرداگرد سے گھیرے ہوئے ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ﴾ ''قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو اچک لے۔'' کیونکہ وہ بہت شدید اور قوی ہے اور ان کی آنکھیں کمزور ہیں۔ اور ایمان پر انھیں ثابت قدمی بھی نصیب نہیں ہے۔

علی بن ابوطلحہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ ﴾ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی مضبوط و مستحکم آیات منافقین کی تمام کمزوریوں کو کھول کھول کر بیان کر رہی ہیں۔ ① اور علی بن ابوطلحہ ہی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اسلام کو جب عزت و سربلندی نصیب ہوتی ہے تو منافقوں کو بھی قدرے اطمینان ہونے لگتا ہے اور جب اسلام کو کسی افتاد کا سامنا کرنا پڑے تو یہ کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ پھر سے کفر کی طرف لوٹ جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ ﴾ (الحج 22:11) ''اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے (شک) پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر ان کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو جاتے ہیں۔'' ②

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ یہ لوگ حق کو پہچانتے اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں تو ان کی یہ بات حالت استقامت میں ہوتی ہے لیکن اسلام کے بجائے جب پھر یہ کفر کی طرف واپس آتے ہیں تو حیران و پریشان کھڑے رہ جاتے ہیں۔ ③ ابوالعالیہ، حسن بصری، قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔ ④ سدی نے اپنی سند کے ساتھ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت کیا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح اور نمایاں ہے۔ واللہ أعلم.

جب ایمانداروں کو ان کے ایمان کے بقدر نور عطا کیا جائے گا تب بھی روز قیامت یہ لوگ اسی طرح ہوں گے، چنانچہ کچھ لوگوں کو تو اس قدر نور عطا کیا جائے گا جس کی روشنی سے کئی میلوں تک کرن کرن اجالا ہو جائے گا، کچھ ایسے ہوں گے جن کی روشنی کبھی جل اٹھے گی اور کبھی گل ہو جائے گی، روشنی ہوگی تو چلنے لگیں گے، گل ہو جائے گی تو کھڑے رہ جائیں گے اور کچھ وہ

① تفسیر ابن أبی حاتم:57/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:58/1. ③ تفسیر الطبری:222/1. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:59/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوں گے جو روشنی سے بالکل محروم ہوں گے۔ یہ خالص منافق ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ ﴾ (الحدید13:57) ''اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ تم ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمھارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔''

اور مومنوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ ﴾ (الحدید 57 : 12) ''اس دن آپ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا (کہا جائے گا:) آج تمھیں ایسے باغوں کی بشارت ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (التحریم8:66) ''اس دن اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور (ایمان) ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) دوڑتا ہوگا۔ اور وہ اللہ سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر اور ہمیں معاف فرما، بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

ابن ابو حاتم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ﴾ (الحدید12:57) کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کے حساب سے پل صراط سے گزر جائیں گے، کچھ لوگوں کا نور پہاڑ کی طرح ہوگا اور کچھ کا کھجور کے درخت کے مانند، سب سے کم نور اس شخص کا ہوگا جس کی روشنی اس کے انگوٹھے میں ہوگی اور وہ بھی کبھی جلے گی اور کبھی بجھ جائے گی۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روز قیامت اہل توحید میں سے ہر ایک کو نور عطا کیا جائے گا، منافق کا نور گل ہو جائے گا تو مومن بھی اس منظر کو دیکھ کر ڈریں گے اور اپنے رب تعالیٰ سے دعا کریں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ﴾ (التحریم8:66) ''اے ہمارے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر۔'' [2] ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ ہر اس شخص کو جس نے دنیا میں ایمان کا اظہار کیا ہوگا، روز قیامت نور دیا جائے گا مگر پل صراط عبور کرتے ہوئے منافقوں کا نور گل ہو جائے گا۔ مومن یہ منظر دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے اور دعا کریں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ﴾ (التحریم8:66).

**مومنوں، کافروں اور منافقوں کی اقسام:** اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے کئی تو خالص مومن ہیں، ان کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی ابتدائی چار آیات میں تذکرہ فرمایا ہے اور کچھ خالص کافر ہیں، ان کا اس کے بعد والی دو آیات میں ذکر ہے اور کچھ لوگ منافق ہیں۔ منافقوں کی دو قسمیں ہیں: (1) خالص منافق، ان کے لیے آگ والی

① تفسیر ابن أبي حاتم:3336/10. ② المستدرك للحاكم، التفسير، سورة التحريم (66):496,495/2، حديث: 3832.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مثال بیان کی گئی ہے۔ (2) تشکیک میں مبتلا فاسق جن کے سامنے کبھی تو ایمان کی روشنی جگمگانے لگتی ہے اور کبھی بجھ جاتی ہے ان کے لیے بارش والی مثال بیان کی گئی ہے۔ ان لوگوں کا نفاق پہلے درجے کے منافقوں سے کم تر ہوتا ہے۔

پھر ان کافروں کی مثال بیان کی گئی ہے جو اپنی بابت بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں، حالانکہ وہ کوئی شے نہیں۔ حسبِ ذیل آیت کریمہ میں انھی جاہلِ مرکب قسم کے لوگوں کا ذکر ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا ﴾ (النور 24:39) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال (کی مثال ایسی ہے) جیسے چٹیل میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔''

پھر جہل بسیط میں مبتلا کافروں کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّـجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ﴾ (النور 24:40) ''یا (ان کے اعمال کی مثال ایسے ہے) جیسے عمیق سمندر میں اندھیرے جس پر لہر چڑھی آتی ہو (اور) اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو اور) اس کے اوپر بادل ہوں (غرض) اوپر تلے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہوں۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو (کہیں بھی) روشنی نہیں مل سکتی۔''

یہاں کافروں کی بھی دو قسمیں بیان کی ہیں: (1) کفر کے داعی اور (2) (ہر سرکش کے) مقلد۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج کے آغاز میں بھی ان دونوں قسموں کے کافروں کا (علیحدہ علیحدہ آیت میں) ذکر کرتے ہوئے (کفار مقلدین کے متعلق) فرمایا ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ ﴾ (الحج 22:3) ''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ (کی شان) میں علم (و دانش) کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔'' اور (کفر کے داعیوں کے متعلق) فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ﴾ (الحج 22:8) ''اور لوگوں میں کوئی ایسے بھی ہیں جو اللہ (کی شان) میں بغیر علم (و دانش) کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے جھگڑتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ کی ابتداء وانتہا میں اور سورۂ دہر میں مومنوں کی بھی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: (1) سبقت کرنے والے، یعنی مقربینِ بارگاہ الٰہی اور (2) داہنے ہاتھ والے، یعنی ابرار۔

ان تمام آیات کریمہ سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوا کہ مومنوں کی دو قسمیں ہیں: (1) مقربین اور (2) ابرار۔ کافروں کی بھی دو قسمیں ہیں: (1) کفر کے داعی اور (2) مقلد۔ اور منافقوں کی بھی دو قسمیں ہیں: (1) خالص منافق اور (2) وہ جس میں نفاق کی کوئی ایک بات ہو جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا ، وَّمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا : إِذَا ائْتُمِنَ خَانَ ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ] ''چار خصلتیں ایسی ہیں جس میں یہ ہوں وہ پکا اور خالص منافق ہے۔ اور جس میں ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے حتی کہ اسے ترک کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دے:(1)جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔(2)جب بات کرے تو جھوٹ بولے(3)وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور(4)جھگڑا کرے تو(حق وناحق کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے)فسق وفجور پر اتر آئے۔"[1]

اس حدیث سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ انسان میں ایک خصلت ایمان کی ہو اور اس میں دوسری خصلت نفاق کی بھی ہو، یہ نفاق یا تو عملی ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں نفاق کی عملی صورت کا ذکر ہے یا یہ نفاق اعتقادی ہوگا جیسا کہ اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔

**دلوں کی اقسام:** امام احمد رحمۃ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[ اَلْقُلُوبُ أَرْبَعَةٌ : قَلْبٌ أَجْرَدُ فِيهِ مِثْلُ السِّرَاجِ يَزْهَرُ ، وَقَلْبٌ أَغْلَفُ مَرْبُوطٌ عَلٰى غِلَافِهِ ، وَقَلْبٌ مَّنْكُوسٌ ، وَّ قَلْبٌ مُّصْفَحٌ ، فَأَمَّا الْقَلْبُ الْأَجْرَدُ فَقَلْبُ الْمُؤْمِنِ ، سِرَاجُهُ فِيهِ نُورُهُ ، وَأَمَّا الْقَلْبُ الْأَغْلَفُ فَقَلْبُ الْكَافِرِ ، وَأَمَّا الْقَلْبُ الْمَنْكُوسُ فَقَلْبُ الْمُنَافِقِ ، عَرَفَ ثُمَّ أَنْكَرَ ، وَ أَمَّا الْقَلْبُ الْمُصْفَحُ فَقَلْبٌ فِيهِ إِيمَانٌ وَّ نِفَاقٌ، فَمَثَلُ الْإِيمَانِ فِيهِ كَمَثَلِ الْبَقْلَةِ يَمُدُّهَا الْمَاءُ الطَّيِّبُ وَمَثَلُ النِّفَاقِ فِيهِ كَمَثَلِ الْقُرْحَةِ يَمُدُّهَا الْقَيْحُ وَالدَّمُ ، فَأَيُّ الْمَادَّتَيْنِ غَلَبَتْ عَلَى الْأُخْرٰى غَلَبَتْ عَلَيْهِ]

"دل چار قسم کے ہوتے ہیں:(1)(بری خصلتوں سے)صاف دل جس میں چراغ کی طرح ایمان کا نور چمک رہا ہو۔(2)وہ دل جس پر مضبوطی کے ساتھ غلاف بندھا ہو۔(3)الٹا دل۔اور(4)وہ دل جو دوُرخا ہو۔صاف وشفاف دل سے مراد مومن کا دل ہے، اس کا چراغ اس کا نور ہے۔غلاف میں لپٹے ہوئے دل سے مراد کافر کا دل ہے۔الٹے دل سے مراد منافق کا دل ہے جو جاننے بوجھنے کے باوجود انکار کرتا ہے۔اور دورُخے دل سے مراد وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہو اور نفاق بھی۔اس میں ایمان کی مثال اس سبزے کی سی ہے جو پاکیزہ پانی سے پروان چڑھ رہا ہو اور نفاق کی مثال اس پھوڑے کی سی ہے جس میں پیپ اور خون بڑھتا ہی جاتا ہو۔اب ان میں سے جو مادہ بڑھ جائے وہ دوسرے پر غالب آجاتا ہے۔"[2] اس حدیث کی سند جید اور حسن ہے۔[3]

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

---

① صحيح البخاري،الإيمان، باب علامات المنافق، حديث:34 و صحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث:58. عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی اس روایت میں[أربع من كنّ فيه كان منافقا خالصا...... ] ہے۔اور جس روایت میں تین علامات کا ذکر ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں درج تھا:[ثلاث من كنّ فيه......] وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیحین کے انھی مذکورہ ابواب میں اس طرح مروی ہے:[آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وَ إِذَا اؤْتُمِنَ خان ] اور صحیحین کے علاوہ یہ روایت اس طرح مروی ہے:[ثلاث من كنّ فيه فهو منافق وإن صام......] دیکھیے مسند أحمد:536/2 و صحيح ابن حبان:257 و سنن النسائي:5026 موقوفًا. ② مسند أحمد:17/3 و المصنف لابن أبي شيبة:168/6،حديث:30395 عن حذيفة ﷺ موقوفًا و مسند الفردوس:235/3، حديث:4697 عن ابن عباس ﷺ موقوفا. ③ یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة:5158.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿21﴾ الَّذِیْ

اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ﴿21﴾ وہ (رب) جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت (بنایا) اور اس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس کے ذریعے سے (کئی قسم کے) پھلوں سے

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿22﴾

تمھارے لیے رزق نکالا، پس تم اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو﴿22﴾

﴿ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿20﴾ ﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کانوں (کی شنوائی) اور آنکھوں (کی بینائی دونوں) کو زائل کر دیتا، یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ اس لیے کہ انھوں نے حق کو پہچاننے کے باوجود ترک کر دیا تھا۔ اور ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿20﴾ ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں جو ارادہ فرمائے، انھیں سزا دے یا معاف فرما دے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[1]

ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنی یہ صفت کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس لیے بیان فرمائی ہے کہ اس نے منافقوں کو اپنے عذاب اور اپنی گرفت سے ڈرایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور وہ ان کی شنوائی اور بینائی کو ختم کر دینے پر بھی قادر ہے۔[2]

ابن جریر اور ان کی اتباع میں بہت سے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ دونوں مثالیں منافقوں کی ایک ہی قسم کی ہیں۔ اور ﴿ اَوْ كَصَیِّبٍ ﴾ میں اَوْ حرف واؤ (اور) کے معنی میں ہے[3] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿24﴾ ﴾ (الدھر 24:76) ''اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کی اطاعت نہ کیجیے۔'' میں بھی اَوْ بمعنی واؤ ہے یا اَوْ تخییر کے معنی میں ہے، یعنی اگر تم چاہو تو ان کے لیے یہ مثال بیان کر دو یا چاہو تو یہ مثال بیان کر دو، یہ قول قرطبی کا ہے۔[4] یا پھر یہاں اَوْ تساوی کے لیے ہے (دونوں پہلو برابر ہیں) جیسا کہ مقولہ ہے: جَالِسِ الْحَسَنَ أَوِ ابْنَ سِیرِینَ حسن بصری کے پاس بیٹھو یا ابن سیرین کے ''ایک ہی بات ہے۔ یہ قول زمخشری کی بیان کردہ توجیہ کے مطابق ہے۔[5] جیسے اس محاورے کا یہ مفہوم ہے کہ ان دونوں میں سے جس کے پاس بھی بیٹھو، دونوں ہی ایک دوسرے کے مساوی ہیں اسی طرح یہاں اَوْ کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لیے ان میں سے جو مثال بھی بیان کرو وہی ان کے حال کے عین مطابق ہے۔

## تفسیر آیات: 22,21

**توحید الوہیت:** اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی الوہیت کی یکتائی کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے کہ وہی منعمِ حقیقی ہے۔ اسی نے اپنے بندوں کو عدم سے وجود بخشا اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی ان پر انتہا فرما دی، زمین کو ان کے لیے بچھونا بنا دیا اور اسے

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:59/1. [2] تفسیر الطبری:232/1. [3] تفسیر الطبری:216/1. [4] تفسیر القرطبی:215/1.
[5] الکشاف:81/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بلند و بالا پہاڑوں کے ساتھ مضبوط و مستحکم بنا دیا۔ ﴿ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ﴾ ”اور آسمان کو چھت (بنا دیا۔)“ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾ (الأنبياء32:21) ”اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا، اس پر بھی وہ ہماری نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں۔“

﴿ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ ”اور اس نے آسمان سے مینہ برسایا۔“ یہاں آسمان سے مراد بادل ہے، یعنی جب بندوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ بارش نازل فرما دیتا ہے۔ اور بارش کے اس بابرکت پانی سے انواع و اقسام کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا فرماتا ہے جو انسانوں کے لیے بھی اور ان کے جانوروں کے لیے بھی کھانے کے کام آتے ہیں جیسا کہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن مجید کے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ درج ذیل آیت کریمہ ان آیات میں سے اس آیت کے سب سے زیادہ مشابہ ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (المؤمن64:40) ”اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، پس اللہ پروردگارِ عالم بہت ہی بابرکت ہے۔“

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی خالق، رازق اور دنیا اور اس کے رہنے والوں کی مالک ہے تو وہی اس بات کی مستحق ہے کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اسی لیے تو فرمایا: ﴿ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ”پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔“

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ] ”یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا فرمایا ہے۔“[1] اسی طرح حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے: [أَ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ قَالَ: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: أَنْ يَّعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا] ”کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: یہ کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔“[2]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: [لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ، وَّلٰكِنْ قُولُوا: مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ] ”یہ نہ کہو جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یہ کہو: جو اللہ چاہے، پھر فلاں چاہے۔“[3]

**وجود باری تعالیٰ کے دلائل:** بہت سے مفسرین مثلاً: رازی وغیرہ نے اس آیت سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال کیا ہے۔ یہ

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب:(2)، حديث:4477 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب ......، حديث:86. [2] صحيح البخاري، التوحيد، باب في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، حديث: 7373 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، حديث:30. [3] سنن أبي داود، الأدب، باب، حديث:4980 و مسند أحمد:384/5 عن حذيفة بن اليمان ﷺ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ

اور اگر تم اس (قرآن) کے متعلق شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے

مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿23﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ

مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو ﴿23﴾ چنانچہ اگر تم (یہ کام) نہ کر سکو اور تم کر بھی نہیں سکو گے، تو اس آگ سے بچو جس

وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿24﴾

کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور (وہ) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے ﴿24﴾

آیت واقعی بہترین انداز میں وجود باری تعالیٰ پر دلالت کناں ہے جو شخص بھی ان سفلی اور علوی موجودات، ان کی مختلف شکلوں، رنگوں اور طبیعتوں، ان کے فوائد اور منافع کی جگہ پر انھیں مضبوط و مستحکم انداز میں رکھنے پر غور کرے گا تو وہ یقیناً ان کے خالق کی قدرت، حکمت، علم و اتقان اور عظیم بادشاہت کو جان لے گا جیسا کہ ایک اعرابی سے جب یہ پوچھا گیا کہ رب تعالیٰ کے وجود کی دلیل کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا تھا: سبحان اللہ! اگر مینگنی سے اونٹ معلوم ہو سکے اور نقش پا کی شوخی بتائے کہ یہاں سے کسی کا گزر رہا ہے تو کیا یہ برجوں والا آسمان، راستوں والی زمین اور موجیں مارتے ہوئے سمندر لطیف وخبیر ذات باری تعالیٰ کے وجود کی دلیل نہیں ہیں؟[1]

جو شخص بھی ان آسمانوں کی رفعت اور وسعت اور ان میں چھوٹے بڑے روشن تاروں، ثوابت (وہ ستارے جو سات سیاروں کے علاوہ ہیں) اور سیاروں، زمین کو چاروں طرف سے محیط سمندروں اور زمین اور اس کے ساکنین کے قرار وسکون کے لیے پیدا کیے گئے مختلف شکلوں اور رنگوں کے ان پہاڑوں پر غور کرے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَغَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ○ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ﴾ (فاطر 28,27:35) ''اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور (بعض) کالے سیاہ ہیں، اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور چار پایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔'' اسی طرح ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں بہنے والے یہ منفعت بخش دریا اور زمین میں پیدا کیے جانے والے مختلف انواع و اقسام کے حیوانات اور نباتات جن کے ذائقے، خوشبوئیں، شکلیں اور رنگ مختلف ہیں، حالانکہ یہ سب ایک ہی قسم کی مٹی اور پانی سے پیدا ہوتے ہیں، جو بھی ان اشیاء پر غور کرے گا تو وہ باری تعالیٰ کے وجود، اس کی عظیم قدرت و حکمت اور اپنی مخلوق کے ساتھ اس کے لطف و رحمت اور احسان کو معلوم کر لے گا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔ ﴿عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۖ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ○﴾ (الشوریٰ 10:42) ''اسی پر میں بھروسا کرتا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' اس مضمون و مفہوم کی قرآن مجید میں اور بھی بہت زیادہ آیات ہیں۔[2]

## تفسیر آیات: 24,23

① تفسیر الرازی: 91/2. ② مثلاً: دیکھیے الرعد: 13/2-4 و إبراهيم: 14/32-34 و الحجر: 15/19-23 و النحل: 16/4-18.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اثبات:** یہ ثابت کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نبوت ورسالت کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کافروں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ ﴾ ”اور اگر تم کو اس (کتاب) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد عربی ﷺ) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اس طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔“ یعنی اگر تمھارا یہ گمان ہے کہ یہ کتاب غیر اللہ کی طرف سے ہے تو تم بھی اس کے مقابلے میں اس طرح کی کوئی کتاب لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کی بھی چاہو اس سلسلے میں مدد لے لو لیکن تم کبھی بھی ایسا نہیں کر سکو گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿ شُهَدَآءَكُمْ ﴾ کے معنی أَعْوَانَكُمْ ”اپنے مددگار“ کے ہیں۔[1] سدی نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی شرکاء کے ہیں۔[2] یعنی کچھ دوسرے لوگوں کو بھی بلا لو جو اس سلسلے میں تمھاری مدد کریں، اپنے معبودانِ باطلہ کو ساتھ ملا لو کہ وہ تمھاری نصرت واعانت کریں۔ مجاہد فرماتے ہیں: ﴿ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ایسے لوگوں کو بلا لو جو اس کی گواہی دیں۔[3] یعنی اپنے فصحاء و بلغاء کو بلا لو۔

**چیلنج اور اعجاز:** اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر کافروں کو یہ چیلنج دیا ہے۔ سورۂ قصص میں فرمایا: ﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ (القصص 49:28) ”کہہ دیجیے: اگر سچے ہو تو تم اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں قرآن اور تورات) سے بڑھ کر ہدایت والی ہو تا کہ میں بھی اسی کی پیروی کروں۔“ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 88:17) ”کہہ دیجیے: اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں۔“ سورۂ ہود میں فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ (ہود 13:11) ”کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دیجیے: اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس کو بھی (مدد کے لیے) بلا سکتے ہو بلا لو۔“ سورۂ یونس میں فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 38,37:10) ”اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے گھڑ لیا گیا ہو۔ ہاں، (ہاں یہ اللہ کا کلام ہے) جو (کتابیں) اس سے پہلے (کی) ہیں، ان کی تصدیق کرتا ہے اور انھی کتابوں کی (اس میں) تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں (کہ) یہ رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟ کہہ دیجیے: اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو۔“ یہ تمام آیات مکی ہیں۔

اسی طرح مدنی آیات میں بھی قرآن مجید نے یہ چیلنج دیا ہے۔ انھی مدنی آیات مبارکہ میں سے ایک یہ آیت کریمہ بھی ہے:

---

[1] تفسیر الطبری: 241/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 64/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 64/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ﴾ یعنی اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کی ہے، کچھ شک ہو تو قرآن مجید کی ان سورتوں جیسی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔ مجاہد اور قتادہ کا یہی قول ہے کہ ﴿ مِّثْلِهٖ ﴾ میں ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے نبی ﷺ کی ذات گرامی نہیں۔[1] ابن جریر طبری، زمخشری اور رازی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2]

حضرت عمر، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور حسن بصری اور اکثر محققین سے بھی امام رازی نے یہی نقل کیا ہے۔ اور اسے کئی وجوہ سے ترجیح دی ہے جن میں سے سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان سب لوگوں کو انفرادی و اجتماعی طور پر چیلنج دیا، خواہ وہ ناخواندہ ہوں یا خواندہ اور چیلنج کی یہ صورت اس کی نسبت زیادہ کامل اور جامع ہے کہ یہ کہا جائے کہ محض ان ناخواندہ لوگوں کو چیلنج دیا گیا جو لکھنا نہیں جانتے تھے اور علم سے بالکل بے بہرہ تھے۔[3] اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ ﴾ (ھود 11:13) ''تم ایسی دس سورتیں بنا لاؤ۔'' اور یہ بھی فرمایا: ﴿ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ﴾ (بنی إسراءیل 17:88) ''(جن و انس مل کر بھی) ایسا قرآن نہ لا سکیں گے۔''

یہ چیلنج عام تھا اور سب کے لیے تھا، حالانکہ وہ تمام امتوں کی نسبت سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ قرآن مجید نے مکی و مدنی سورتوں میں انھیں کئی بار یہ چیلنج کیا مگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے، حالانکہ وہ قرآن کے شدید دشمن تھے اور دین اسلام سے انھیں شدید بغض تھا مگر قرآن کے اس چیلنج کو قبول کرنے سے وہ عاجز و قاصر تھے۔ اسی لیے تو فرمایا: ﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ﴾ ''اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے۔'' حرف لَنْ مستقبل میں ہمیشہ ہمیشہ کی نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم کبھی بھی ہرگز ایسا نہیں کر سکو گے۔ اور یہ ایک دوسرا معجزہ ہے اور قرآن نے بغیر کسی تردّد اور خوف کے ایک ایسی پکی سچی اور قطعی خبر دی کہ یہ لوگ کبھی بھی کسی وقت بھی قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اور امر واقع یہی ہے کہ قرآن کے نزول کے زمانے سے لے کر آج تک کوئی قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ قرآن کا مقابلہ کبھی ممکن ہو گا۔ اور یہ ممکن بھی ہو تو کیونکر کہ قرآن تو اس اللہ کا کلام ہے جو ہر چیز کا خالق ہے تو مخلوق کا کلام خالق کے کلام کے کس طرح مشابہ ہو سکتا ہے؟

**اعجاز قرآن کے وجوہ و اسباب:** جو شخص بھی قرآن مجید میں تدبر کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ ظاہری و باطنی اور لفظی و معنوی اعتبار سے اپنے دامن میں اعجاز کے کئی پہلو لیے ہوئے ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴾ (ھود 11:1) ''الٓرٰ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔'' یعنی اس کے الفاظ محکم اور معانی مفصّل ہیں یا اس کے الفاظ مفصل اور معانی محکم ہیں جیسا کہ ائمۂ تفسیر کے ہاں اس میں اختلاف ہے۔ بہر آئینہ اس کا ہر لفظ اور ہر معنی فصیح ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے ہر خیر کا حکم دیا اور ہر شر سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾

---

[1] تفسیر الطبری: 240/1. [2] تفسیر الطبری: 240/1 والکشّاف: 99/1 وتفسیر الرازی: 118/2. [3] تفسیر الرازی: 118/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(الأنعام115:6) ’’اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔‘‘ یعنی ان باتوں میں بیان کی گئی خبریں سچی ہیں اور ان میں ارشاد فرمائے گئے احکام مبنی برانصاف ہیں۔

بہرحال سارا قرآن حق، صدق، عدل اور ہدایت پر مبنی ہے، اس میں کوئی فضول بات ہے نہ کذب وافترا جیسا کہ اہل عرب اور دیگر کے اشعار میں جھوٹی اور فضول باتیں ہیں کہ ان کے بغیر ان کے شعر عمدہ ہو ہی نہیں سکتے جیسا کہ شعر کے بارے میں کہا گیا ہے: إِنَّ أَعۡذَبَهُ أَكۡذَبُهُ یعنی سب سے عمدہ شعر وہ ہوگا جو سب سے زیادہ جھوٹا ہوگا۔ آپ طویل سے طویل قصیدے کو دیکھ لیں کہ اس کے اکثر وبیشتر اشعار عورتوں، گھوڑوں اور شراب کی تعریف میں ہوں گے یا وہ کسی معین شخص یا گھوڑے یا ناقہ یا جنگ یا کسی واقعہ یا کسی خوف یا کسی درندے کی مدح میں یا متعین مشاہدات میں سے کسی چیز کے بارے میں ہوں گے کہ ان کا کوئی فائدہ نہیں، سوائے اس کے کہ ان سے کسی معین مخفی یا دقیق چیز کے بارے میں متکلم کی قدرت کلام کا پتا چلتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک مخفی چیز کو واضح کر دیا ہے، پھر آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ اس طرح کے قصیدوں میں ایک دو شعر ہی کام کے ہوتے ہیں اور باقی سب ایسی خرافات پر مبنی ہوتے ہیں جن میں کوئی معنویت نہیں ہوتی۔

اس کے مقابلے میں سارے کا سارا قرآن حد درجہ فصاحت وبلاغت کا حسین وجمیل مرقّع ہے۔ ہر اس شخص کے سامنے قرآن کا یہ پہلو بہت نمایاں اور واضح ہے جو کلامِ عرب کے تفصیل واجمال کو جانتا اور اسلوبِ بیان کو پہچانتا ہے۔ اگر آپ قرآن کی خبروں پر غور کریں تو دیکھیں گے کہ ان میں حد درجہ حلاوت ہے، خواہ ان کو اجمال کے ساتھ بیان کیا گیا ہو یا تفصیل کے ساتھ، خواہ انھیں بار بار بیان کیا گیا ہو یا ایک ہی بار لیکن جیسے جیسے ان میں تکرار ہو اسی قدر ان میں حلاوت اور رفعت بڑھتی جاتی ہے، بار بار پڑھنے کے باوجود قرآن کی تازگی اور شادابی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ علماء اس سے کبھی نہیں اکتاتے۔ اگر اس میں وعید وتہدید کا بیان ہو تو اس سے ٹھوس اور جامد پہاڑوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، بے چارے کمزور دل کس گنتی شمار میں؟ اگر قرآن کے وعدوں کو دیکھیں تو ان سے دل اور کان کھل جاتے ہیں، سلامتی کے گھر اور عرش الٰہی کے پڑوس میں رہنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٖ جَزَآءَۢ بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ۝﴾ (السجدة17:32) ’’کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے، یہ ان کے اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَفِيهَا مَا تَشۡتَهِيهِ ٱلۡأَنفُسُ وَتَلَذُّ ٱلۡأَعۡيُنُۖ وَأَنتُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝﴾ (الزخرف71:43) ’’اور اس میں جو جی چاہے اور جو آنکھوں کو اچھا لگے (موجود ہوگا) اور (اے اہل جنت!) تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔‘‘ اور ترہیب کے طور پر فرمایا: ﴿أَفَأَمِنتُمۡ أَن يَخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ ٱلۡبَرِّ﴾ (بنی إسرآء یل68:17) ’’کیا تم اس (اللہ) سے بے خوف ہو کہ تمھیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يَخۡسِفَ بِكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۝ أَمۡ أَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبٗاۖ فَسَتَعۡلَمُونَ كَيۡفَ نَذِيرِ ۝﴾ (الملك17,16:67) ’’کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے، کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے، سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زجروتوبیخ کے طور پر فرمایا: ﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ﴾ (العنکبوت 29:40) ''تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا۔'' وعظ ونصیحت کے انداز میں فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:205-207) ''بھلا آپ دیکھیں تو! اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہیں، پھر ان پر وہ (عذاب) آ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، تو جو فائدے یہ اٹھاتے رہے ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔''

آپ کو قرآن مجید میں فصاحت، بلاغت اور حلاوت کی اس طرح کی بہت سی انواع واقسام نظر آئیں گی۔ اگر آیات کا تعلق احکام، اوامر اور نواہی سے ہو تو یہ ہر معروف، اچھی، نافع، طیّب اور محبوب چیز کے حکم اور ہر قبیح، رذیل اور گھٹیا چیز سے ممانعت پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سلف میں سے کئی اور حضرات سے منقول ہے کہ آپ جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنیں: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (البقرة 2:104) ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو!'' تو کان لگا دیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کا حکم دیا ہوگا یا کسی برائی سے منع فرمایا ہوگا۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
﴿ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ (الأعراف 7:157) ''وہ (نبی ﷺ) انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے، اتارتے ہیں۔''

اگر آیات کا تعلق آخرت اور اس کی ہولناکیوں سے ہو، جنت وجہنم سے ہو اور ان نعمتوں اور لذتوں سے ہو جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لیے جنت میں تیار فرما رکھا ہے یا ان دردناک عذابوں سے ہو جنھیں جہنم میں اپنے دشمنوں کے لیے تیار کر رکھا ہے تو پھر یہ آیات بشارت سناتی، ڈراتی، نیک کاموں کے سرانجام دینے کی دعوت دیتی، برے کاموں سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتی، دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کی ترغیب دلاتی ہیں۔ مثالی اور بہترین رستے پر ثابت قدم رکھتی اور اللہ کی صراط مستقیم اور اس کی شرع متین کی ہدایت کرتی اور دلوں سے شیطان مردود کی ناپاکی کو دور کرتی ہیں۔

**قرآن نبی ﷺ کا عظیم ترین معجزہ ہے:** صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَامِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ''ہر نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جنھیں دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ عطا کیا گیا ہے، وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ روز قیامت میرے متبعین کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''[2] یہ الفاظ صحیح مسلم کی روایت کے ہیں۔

اور اس حدیث کے الفاظ: [وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا] ''اور میرا معجزہ وحی ہے جو میں دیا گیا ہوں۔'' کا مفہوم یہ

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 196/1. [2] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب : كيف نزل الوحي وأوّل ما نزل؟ حديث: 4981 وصحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبيّنا محمدﷺ...... ، حديث: 152، واللفظ له .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ انبیائے کرام کی نسبت مجھے جس خاص معجزے سے سرفراز فرمایا گیا وہ یہ قرآن ہے جس کے مقابلے سے ساری انسانیت عاجز وقاصر ہے جبکہ بہت سے علماء کے نزدیک قرآن مجید کے علاوہ دیگر آسمانی کتابیں معجزہ نہ تھیں۔ واللہ أعلم.

اس معجزے کے علاوہ بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت وصداقت پر اور بھی بہت سے معجزات دلالت کناں ہیں جو احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

**پتھروں سے کیا مراد ہے؟** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ ﴾ ''تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور) وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' میں وَقُود واؤ کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس سے مراد وہ ایندھن وغیرہ ہے جس سے آگ جلائی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ ﴾ (الجنّ 72:15) ''اور لیکن جو ظالم ہیں، وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبيآء 21:98,99) ''بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوگے (اور) تم (سب) اس میں داخل ہو کر رہو گے، اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے، سب اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔'' پتھروں سے یہاں گندھک کے بڑے بڑے سیاہ اور سخت بدبودار پتھر مراد ہیں، گرم ہونے کے بعد دیگر تمام پتھروں کی نسبت ان کی حرارت سب سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پتھروں سے مراد بتوں اور مجسموں کے وہ پتھر ہیں جن کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ ﴾ (الأنبيآء 21:98) ''بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہوگے۔''

﴿ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ ﴾ ''جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس سے مراد وہ آگ ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد پتھر ہوں۔ اور ان دونوں باتوں میں (ضمیر کا مرجع النار ہو یا الحِجَارة) کوئی تضاد بھی نہیں کیونکہ (جہنم کی) آگ اور پتھر باہم لازم وملزوم ہیں۔ اس آگ کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے محمد (بن ابومحمد) سے اور انھوں نے عکرمہ سے یا جیسا کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسے ان تمام کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے جنھوں نے (اے کافرو!) تمھارے جیسے کفر کو اختیار کیا ہوگا۔[2]

**جہنم اب بھی موجود ہے:** بہت سے ائمۂ سنت نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ جہنم اب بھی موجود ہے کیونکہ ﴿ اُعِدَّتْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جسے تیار کیا گیا ہے، بہت سی احادیث سے بھی یہ ثابت ہے، مثلاً: ایک حدیث میں ہے کہ

[1] تفسیر الطبری:1/244. [2] تفسیر الطبری:1/245.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

اوران لوگوں کوخوش خبری دے دیجیے جوایمان لائے اورانھوں نے اچھے عمل کیے، یقیناً ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب بھی

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ

انھیں اس میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا اوران کو اس سے ملتا جلتا (پھل بھی) دیا

وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿25﴾

جائے گا اوران کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے ﴿25﴾

[تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ] ''جنت اور جہنم نے آپس میں جھگڑا کیا۔''[1] ایک اور حدیث میں ہے کہ [اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا، فَقَالَتْ : رَبِّ ! أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا ، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ : نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ] ''جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی، چنانچہ عرض کی: اے میرے رب! میرے اپنے ہی بعض حصے نے بعض کو کھا لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایک سردی کے موسم اور ایک گرمی کے موسم میں، دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما دی۔''[2]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت زوردار آواز سنی تو دریافت فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا هٰذَا؟] ''کیا تم جانتے ہو یہ کس چیز کی آواز ہے؟'' کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [هٰذَا حَجَرٌ رُّمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ، حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى قَعْرِهَا] ''یہ اس پتھر کی آواز ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا تو وہ مسلسل گرتا رہا اب اس کے پیندے تک پہنچا ہے۔''[3] یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔

اسی طرح حدیث نماز کسوف،[4] حدیث شب معراج[5] اور بہت سی دیگر متواتر احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہنم اب بھی موجود ہے۔

### تفسیر آیت:25

**نیک مومنین کی جزا:** جب اللہ تعالیٰ نے اُس عذاب اور سزا کا ذکر کیا جو اس نے اپنے دشمنوں، یعنی بدنصیب کافروں کے لیے

[1] صحيح البخاري، التفسير، (50) سورة ق ، حديث:4850 وصحيح مسلم، الجنة ونعيمها ، باب النار يدخلها الجبارون ......، حديث:2846 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [2] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث:3260 وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر......، حديث:617 وجامع الترمذي، صفة جهنم، باب ماجاء أن للنار نفسين ......، حديث:2592 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [3] صحيح مسلم ، الجنة ونعيمها ، باب جهنم ......، حديث:2844 ملحوظہ: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لیکن تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، نیز دیکھیے السلسلة الصحيحة: 2165. [4] صحيح البخاري، العمل في الصلاة ، باب إذا انفلتت الدابة في الصلاة، حديث:1212 وصحيح مسلم، الكسوف، باب صلاة الكسوف، حديث:(3)-901. [5] اس موضوع کی احادیث کو مفسر رحمہ اللہ نے سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدا میں یکجا بیان کر دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تیار کر رکھی ہے تو اب اس کے بعد اپنے ان دوستوں اور سعادت مند مومنوں کا تذکرہ شروع کر دیا ہے جنھوں نے اعمال صالحہ سے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔ اور علماء کے صحیح قول کے مطابق قرآن مجید کو جو مَثانِی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے تو اس کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ اپنے مقام پر ہم اس کی تفصیل بیان کریں گے۔[1]

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جہاں ایمان کا ذکر ہو تو وہ اس کے بعد کفر کا بھی ذکر کرتا ہے اور اگر کفر کا ذکر ہو تو وہ اس کے بعد ایمان کا ذکر کرتا ہے۔ اسی طرح خوش نصیبوں کے بعد بدنصیبوں کا اور بدنصیبوں کے بعد خوش نصیبوں کا ذکر بھی کرتا ہے تاکہ ایک چیز کے ساتھ اس کے مقابل کا بھی ذکر کر دیا جائے۔ اور اگر ایک چیز کا ذکر کر کے اس کے ساتھ اس کی نظیر کا ذکر کیا جائے تو اسے مشابہت یا تشابہ کہا جاتا ہے جیسا کہ ہم عنقریب اسے بیان کریں گے، چنانچہ کافروں کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد مومنوں کی جزا کا ذکر کرتے ہوئے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کو خوش خبری سنا دیجیے کہ ان کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے جنت کے باغوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے نیچے یعنی ان کے درختوں اور بالا خانوں کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جنت میں نہریں بہ رہی ہیں مگر ان میں کھائیاں نہیں ہیں۔[2] اسی طرح حدیث میں نہر کوثر کے بارے میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ الْمُجَوَّفِ، قُلْتُ: مَاهٰذَا يَاجِبْرِيلُ؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَ رَبُّكَ، فَإِذَا طِيبُهُ ـ أَوْطِينُهُ ـ مِسْكٌ أَذْفَرُ] ”اس کے دونوں کنارے سچے موتیوں کے قبے ہیں، میں نے کہا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ عرض کی: یہی وہ کوثر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے۔ اور اس کی خوشبو یا اس کی مٹی خالص مشک ہے۔“[3] [وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ] ”اور جنت کی کنکریاں موتی اور ہیرے ہیں۔“[4] ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی جنت کی ان نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ إِنَّهُ هُوَالْبَرُّ الرَّحِيمُ ”بے شک وہی خوب احسان کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

ابن ابوحاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْهَارُ الْجَنَّةِ تَفَجَّرُ مِنْ تَحْتِ تِلَالِ - أَوْ مِنْ تَحْتِ جِبَالِ - الْمِسْكِ] ”جنت کی نہریں کستوری کے ٹیلوں یا اس کے پہاڑوں کے نیچے سے نکلتی ہیں۔“[5] ابن ابوحاتم ہی نے مسروق سے بھی روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنت کی نہریں کستوری کے

---

① دیکھیے الحِجر، آیت:87 کے ذیل میں۔ ② المصنف لابن أبي شيبة ، الجنة ، باب ماذكر في الجنة ...... ، حديث: 33948 و الترغيب والترهيب، فصل في أنهار الجنة ...... ، حديث:5482 عن ابن عباس رضي الله عنهما موقوفا. ③ صحيح البخاري، الرقاق ، باب في الحوض، حديث:6581 عن أنس رضي الله عنه اور [اللؤلؤ] حديث:4964 میں ہے۔ ④ جامع الترمذي، صفة الجنة ، باب ماجاء في صفة الجنة ونعيمها، حديث:2526. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:65/1 و صحيح ابن حبان ، أخباره عن مناقب الصحابة، ذكر الموضع الذي يخرج منه أنهار الجنة:423/16، حديث:7408.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ

یقیناً اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ کوئی سی بھی مثال بیان کرے مچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھ کر (حقیر یا عظیم) ہو۔ پھر جو لوگ ایمان لائے وہ تو جانتے

الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا (وقف لازم)

ہیں کہ بے شک یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ایسی مثالیں پیش کرنے سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ اللہ اس

وَيَهْدِي بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا الْفَٰسِقِينَ ﴿26﴾ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ

سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ ان سے نافرمانوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا ﴿26﴾ جو لوگ اللہ کا عہد پکا کر لینے کے بعد اسے

وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْخَٰسِرُونَ ﴿27﴾

توڑتے ہیں اور جن (رشتوں) کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انھیں کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں، وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں ﴿27﴾

پہاڑ سے نکلتی ہیں۔[1]

**جنت کے پھلوں کی مشابہت:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ﴾ ”جب انھیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا۔“ ابن ابو حاتم نے یحییٰ بن ابو کثیر سے روایت کیا ہے کہ جنت کی گھاس زعفران ہے، اس کے ٹیلے کستوری کے ہیں، چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے، جنتیوں کے پاس پھل لے کر آئیں گے جنھیں وہ کھائیں گے، پھر اسی طرح کے اور پھل لے کر آئیں گے تو جنتی کہیں گے کہ یہ پھل تو تم ابھی ابھی لائے تھے؟ تو یہ لڑکے کہیں گے کہ نہیں انھیں بھی کھاؤ، رنگ ایک جیسا ہے مگر ذائقہ مختلف ہے، یہی معنی ہیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَأُتُوا بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا﴾ کے۔[2] ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انھوں نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ جنت کے پھل اگرچہ ایک دوسرے سے مشابہ ہوں گے مگر ان کا ذائقہ مختلف ہوگا۔[3] عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنت کے پھل بھی اگرچہ دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہوں گے مگر جنت کے پھل بہت عمدہ ہوں گے۔[4] سفیان ثوری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جنت کی کوئی شے دنیا کی کسی شے سے مشابہ نہیں ہوگی۔ ہاں، البتہ صرف ناموں کی مشابہت ہوگی۔[5] ایک روایت میں ہے کہ دنیا میں جنت کی کوئی چیز نہیں سوائے ان کے ناموں کے۔[6]

**اہل جنت کی بیویاں پاک ہوں گی:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ کے بارے میں ابن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل جنت کی بیویاں گندگی اور ناپاکی سے پاک ہوں گی۔[7] مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ حیض، بول وبراز، رینٹ، تھوک، منی اور نفاس وغیرہ سے پاک ہوں گی۔[8] قتادہ کا قول ہے کہ وہ بول وبراز اور گناہ سے پاک ہوں گی۔[9]

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:66/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:67/1. [3] تفسیر الطبری:250/1 و تفسیر ابن أبي حاتم:67/1.
[4] تفسیر الطبری:251/1. [5] تفسیر الطبری:251/1. [6] تفسیر ابن أبي حاتم:66/1 و تفسیر الطبری:251/1. [7] تفسیر الطبری:253/1. [8] تفسیر الطبری:254/1. [9] تفسیر الطبری:254/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انھی سے ایک اور روایت میں ہے کہ وہ حیض ونفاس سے پاک ہوں گی۔[1] عطاء، حسن، ضحاک، ابوصالح، عطیہ اور سدی سے بھی یہی منقول ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ''اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔'' اس سے مراد سعادت وکامرانی کی تکمیل ہے، یعنی وہ ان ابدی وسرمدی نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایسے پرامن مقام میں ہوں گے جہاں موت کا خوف ہوگا نہ زندگی کے ختم ہو جانے کا ڈر کیونکہ وہاں زندگی کبھی ختم نہ ہوگی بلکہ ابدی وسرمدی نعمتوں کے ساتھ ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اپنے انھی بندوں میں شامل فرمالے۔ إِنَّهُ جَوَّادٌ كَرِيمٌ بَرٌّ رَّحِيمٌ.

## تفسیر آیات:27,26

سدی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، ابن مسعود اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں جن کا ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ﴾ (البقرة2:18,17) اور فرمانِ الٰہی: ﴿ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ (البقرة2:19) ان تین آیات میں ذکر ہے تو منافقوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند وبالا ہے کہ وہ اس طرح کی مثالیں بیان فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا'' سے ﴿ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ (البقرة2:27,26) ''وہی ہیں خسارہ اٹھانے والے۔'' تک یہ دو آیتیں نازل فرمائیں۔[3]

سعید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرتے ہوئے عار نہیں کرتا کہ وہ کسی بھی چیز کا ذکر کرے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مکھی اور مکڑی کا ذکر کیا تو اہل ضلالت کہنے لگے کہ ان کے ذکر کرنے سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ﴾[4]

**دنیا کی مثال:** ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مچھر اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب بھوکا ہو جب وہ سیر ہو جائے تو مر جاتا ہے۔ ان لوگوں کا بھی یہی حال ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ جب یہ دنیا سے خوب سیر ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں پکڑ لیتا ہے، پھر انھوں نے اس کی تائید میں اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ (الأنعام6:44) ''پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے۔''[5] تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے عار نہیں کرتا یا اس بات سے نہیں ڈرتا کہ وہ کسی چیز کی کوئی بھی مثال بیان فرمائے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

﴿ فَمَا فَوْقَهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ جو اس سے بڑھ کر ہو کیونکہ مچھر سے بڑھ کر چھوٹی اور حقیر چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ (اس کی

---

① تفسیر الطبری:1/254. ② تفسیر ابن أبی حاتم:1/67. ③ تفسیر الطبری:1/255 . ④ تفسیر الطبری:1/256.
⑤ تفسیر الطبری:1/256.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو) امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُّشَاكُ شَوْكَةً فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ ، وَّمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ] ''جس مسلمان کو بھی کوئی کانٹا چبھے یا اس سے بڑھ کر کوئی تکلیف پہنچے تو اسے اس کے بدلے میں ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس (کانٹے) کے عوض ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔''[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ مثال بیان کرنے کے لیے کسی بھی چیز کو حقیر نہیں سمجھتا، خواہ وہ مچھر جیسی حقیر اور چھوٹی سی چیز ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اس کے پیدا کرنے میں کوئی عار نہیں رکھتا اسی طرح اس کے ساتھ مثال بیان کرنے میں بھی وہ کوئی عار نہیں سمجھتا۔

اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں مکھی اور مکڑی کی مثال بیان فرمائی ہے: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝﴾ (الحج 22:73) ''لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لیے سب مجتمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے، طالب اور مطلوب (عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ښ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت 29:41) ''جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں سے) دوستی کر رکھی ہے، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش! یہ (اس بات کو) جانتے۔''

اسی طرح مثالیں بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۝﴾ (إبراهيم 14:24-27) ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ (اسلام) کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟ (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں، اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا (اور میوے دیتا) ہو اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ اور کلمۂ خبیثہ (کفر و شرک) کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے، اس کو ذرہ برابر قرار (وثبات) نہیں۔ اللہ مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا۔) اور اللہ بے انصافوں کو

[1] صحیح مسلم، البرّ والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض ......، حدیث: 2572 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 75:16) ’’اللہ مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق دیا، چنانچہ وہ اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے۔ کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘ پھر فرمایا: ﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (النحل 76:16) ’’اور اللہ (ایک اور) مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا (اور دوسرے کی ملک) ہے (بے اختیار و ناتواں) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک پر ایک بوجھ ہے، وہ جہاں کہیں اسے بھیجتا ہے کبھی خیر اور بھلائی نہیں لاتا۔ کیا ایسا (گونگا بہرا) اور وہ شخص جو (سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے، دونوں برابر ہیں؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ (الروم 28:30) ’’وہ تمھارے لیے تمھارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن (لونڈی غلاموں) کے تم مالک ہو وہ اس (مال) میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے، تمھارے شریک ہیں؟‘‘

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ ﴾ کے بارے میں مجاہد فرماتے ہیں کہ ان سے مراد چھوٹی بڑی مثالیں ہیں جن کے ساتھ مومن ایمان رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ ان کے پروردگار کی طرف سے سچ ہیں، اللہ تعالیٰ ان مثالوں کے ساتھ انھیں ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے۔[1]

سدی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، ابن مسعود اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ﴿ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ ﴾ ’’گمراہ کرتا ہے اس سے بہتوں کو۔‘‘ کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ منافقوں کو گمراہ کرتا اور مومنوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس سے منافقوں کی ضلالت و گمراہی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مناسب حال جو مثال بیان فرمائی ہوتی ہے، اس سے انھیں حق اور یقین کا علم تو ہو جاتا ہے مگر وہ علم کے باوجود اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے ان کو گمراہ کرنے کے۔

﴿ وَّيَهْدِيْ بِهٖ ﴾ اور اللہ اس کے ساتھ، یعنی اس مثال کے ساتھ ہدایت بخشتا ہے ﴿ كَثِيْرًا ؕ ﴾ بہت سے اہل ایمان و تصدیق کو کہ اس سے ان کے ایمان اور ہدایت میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مناسب حال جو مثال بیان فرمائی ہوتی ہے، اس سے انھیں جس حق اور یقین کا علم ہوتا ہے، اس کی وہ تصدیق اور اقرار کرتے ہیں اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:68/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے انھیں ہدایت بخشنے کے۔ ①

﴿ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴾ ''اور گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں ہی کو۔'' فاسقوں سے یہاں مراد منافق ہیں۔ ②
عربی میں فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ چھلکا ہٹا کر خوشہ باہر نکل آیا۔ چوہیا کو بھی فُوَيْسِقَةٌ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ خرابی کرنے کے لیے اپنے بل سے باہر نکل آتی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [خَمسٌ فَوَاسِقُ يُقتَلنَ فِي (الْحِلِّ وَ) الْحَرَمِ :اَلْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ] ''پانچ جانور شریر اور موذی ہیں، انھیں (حرم سے باہر بھی اور) حرم میں بھی قتل کر دیا جائے: (1) چوہیا (2) بچھو (3) چیل (4) کوا (5) اور باؤلا کتا۔'' ③

فاسق کا لفظ کافر اور گناہ گار دونوں کو شامل ہے لیکن کافر کا فسق زیادہ شدید اور انتہائی قبیح ہوتا ہے۔ اس آیت میں فاسق سے مراد کافر ہی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں فاسقوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ ''جو اللہ کے قرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (رشتۂ قرابت) کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اس کو قطع کر ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' یہ کافروں کی صفات ہیں جبکہ مومنوں کی صفات ان کے برعکس ہوتی ہیں جیسا کہ سورۂ رعد میں ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝ ﴾ (الرعد 13:19-21) ''بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے حق ہے وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھا ہے؟ اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقل مند ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور قول وقرار کو نہیں توڑتے اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ان کو جوڑے رکھتے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے اور برے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔'' اور سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ ﴾ (الرعد 13:25) ''اور جو لوگ اللہ سے عہد واثق کر کے اس کو توڑ ڈالتے اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، ان کو قطع کر دیتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے۔''

وہ عہد جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فاسق اسے توڑ دیتے ہیں، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو تاکیدی حکم ہے، یعنی اطاعت کا حکم اور معصیت سے مکمل اجتناب جو اس نے اپنی کتابوں اور اپنے رسولوں کی زبانی فرمایا ہے

① تفسير الطبرى:1/261. ② تفسير الطبرى:1/262. ③ صحيح البخارى، بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب ......، حديث:3314 و صحيح مسلم، الحج، باب مايندب للمحرم......، حديث:1198. اور [الْحِلِّ] صحیح بخاری میں نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور عہد کے توڑنے سے مراد اس کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے کافروں اور منافقوں کے بارے میں ہے۔ اور عہد سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے لیا کہ وہ تورات کے مطابق عمل کریں گے اور جب حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوں تو وہ آپ کی اتباع کریں گے اور آپ اپنے رب کے پاس سے جس دین و شریعت کو لائیں اس کی تصدیق کریں گے۔ اور عہد کو توڑنے سے مراد ان کا آپ کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود آپ کا انکار کرنا اور لوگوں سے اسے چھپانا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ یہ لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور اسے نہیں چھپائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ انھوں نے اسے پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت سے تمام کافر، مشرک اور منافق مراد ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جو عہد لیا وہ توحید کے بارے میں ہے کہ اپنی ربوبیت کی نشانیاں اور دلائل اس نے اس کائنات میں پھیلا دیے ہیں، نیز امر و نہی کے بارے میں ان سے عہد لیا اور اپنے رسولوں کے ان معجزات کے ذریعے سے اس کے دلائل قائم فرمائے کہ جن کا جواب لانا کسی اور انسان کے بس میں نہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی صداقت کی دلیل بھی ہیں۔

اور عہد کو توڑنے سے مراد اس قرار کو ترک کرنا ہے جس کا صحیح ہونا دلائل سے واضح ہے، نیز اس سے مراد رسولوں اور کتابوں کی تکذیب ہے، حالانکہ انھیں علم تھا کہ انبیاء جس چیز کو لائے ہیں وہ حق ہے۔ مُقاتِل بن حَیّان سے بھی اسی طرح روایت ہے۔[1] اور یہ حسن ہے۔ زمخشری کا بھی اسی طرف میلان ہے۔[2] ﴿ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد صلہ رحمی اور قرابتوں کو ملانا ہے۔ قتادہ نے بھی اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔[3] اور حسب ذیل آیت کریمہ سے اس کی تائید ہوتی ہے: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ ﴾ (محمد 22:47) ”(اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔“ ابن جریر نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔[4] اس سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت عموم پر مبنی ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ملانے اور سرانجام دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا انھوں نے اسے توڑ دیا اور ترک کر دیا۔[5]

**خسران سے کیا مراد ہے؟** مُقاتل بن حَیّان نے ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا خسارہ ہے۔[6] یہ ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ ﴾ (الرعد 25:13) ”ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے۔“ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کی طرف منسوب کیا ہے، مثلاً: خسران وغیرہ تو اس سے مراد کفر ہے اور جسے اہل اسلام کی طرف منسوب کیا ہے تو اس سے مراد گناہ ہے۔[7]

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:72/1. ② الکشاف:120/1. ③ تفسیر الطبری:266/1. ④ تفسیر الطبری:266/1. ⑤ تفسیر الطبری:266/1. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم:73/1. ⑦ تفسیر الطبری:267/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿28﴾

تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے، پھر اس نے تمھیں زندہ کیا، پھر تمھیں موت دے گا، پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿28﴾

ابن جریر کہتے ہیں: ﴿ الْخٰسِرُوْنَ ﴿27﴾ ﴾ خاسر کی جمع ہے، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اپنے حصوں کو کم کر لیتے ہیں۔ جس طرح کہ کوئی شخص تجارت میں نقصان اٹھا کر اپنے اصل سرمایہ ہی کو کم کر لیتا ہے۔ اسی طرح کافر ومنافق کو اللہ تعالیٰ جب محروم کرتا ہے تو وہ بھی اس رحمت کو کم کر لیتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت میں اپنے بندوں کے لیے تیار فرمایا ہے، حالانکہ انھیں اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی سخت ضرورت ہوگی اسی سے ہے: خَسِرَ الرَّجُلُ ''آدمی نے نقصان اٹھایا'' يَخْسَرُ خَسْرًا وَّ خَسَارًا جیسا کہ جریر بن عطیہ نے کہا ہے:

إِنَّ سَلِيطًا فِي الْخَسَارِ إِنَّهُ　　　أَوْلَادُ قَوْمٍ خُلِقُوا أَقِنَّهُ

''یقیناً (قبیلہ) بنو سلیط نقصان اور گھاٹے میں ہے کیونکہ وہ (اہل قبیلہ) ایسی قوم کے بیٹے ہیں جو نسل در نسل غلام ہی پیدا کیے گئے ہیں۔''①

### تفسیر آیت: 28

اللہ تعالیٰ اپنے وجود وقدرت کی دلیل دیتے ہوئے اور اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ وہی اپنے بندوں کا خالق اور ان میں تصرف کرنے والا ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ یعنی تم اللہ کے وجود کا کس طرح انکار کر سکتے ہو یا تم اس کے ساتھ کسی اور کی کس طرح عبادت کر سکتے ہو؟ ﴿ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ﴾ ''حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی بخشی۔'' یعنی اس ذات گرامی نے تمھیں عدم سے وجود بخشا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؕ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ؕ ﴾ (الطور 52:35,36) ''کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۞ ﴾ (الدھر 76:1) ''بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

ابن جریج نے عطاء سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم مردہ تھے اور اپنے آباء واجداد کی پشتوں میں تھے اور تم کچھ نہ تھے کہ اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر تمھیں موت دے گا، پھر بعث کے وقت زندہ کرے گا، یہ آیت ایسے ہی ہے جس طرح یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ (المؤمن 40:11) ''تو نے ہم کو دو دفعہ بے جان کیا اور دو دفعہ جان بخشی۔''②

① تفسیر الطبری: 267/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 73/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ

وہی ہے (اللہ) جس نے تمھارے لیے پیدا کیا سب کا سب جو کچھ زمین میں ہے، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پھر ٹھیک کر کے سات آسمان بنا

3 ع 9 3 وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿29﴾

دیے، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ﴿29﴾

**تفسیر آیت: 29**

**دلائل قدرت کا بیان:** اللہ تعالیٰ نے پہلے اس دلیل کو ذکر کیا کہ اس نے اپنے بندوں کو پیدا فرمایا ہے اور یہ ایک ایسی دلیل ہے جس کا وہ اپنے نفسوں میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور اس کے بعد ایک اور دلیل کو ذکر فرمایا جس کا وہ آسمان و زمین کی تخلیق میں مشاہدہ کر رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ﴾ ''وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمھارے لیے پیدا کیں، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا۔'' ﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ﴾ کے معنی ہیں کہ پھر اس نے آسمان کی طرف قصد کیا۔ ﴿فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ﴾ یعنی سات آسمان بنا دیے۔

﴿السَّمَآءِ﴾ کا لفظ یہاں اسم جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے، اسی لیے (جمع مؤنث کی ضمیر آئی ہے، چنانچہ) فرمایا: ﴿فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ﴾ ''پھر ٹھیک کر کے سات آسمان بنا دیے۔'' ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿29﴾﴾ یعنی اس کا علم اپنی تمام مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ﴾ (الملك 14:67) ''بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟''

**تخلیق کائنات کی ابتدا:** اس آیت کریمہ کی تفصیل سورۂ حٰم سجدہ کی حسب ذیل آیات میں بیان کی گئی ہے: ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۞ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۞ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۞﴾ (حٰم السجدة 41:9-12) ''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: کیا تم اس سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور شرکاء کو اس کے مقابل بناتے ہو؟ وہی تو سارے جہان کا مالک ہے۔ اور اسی نے اس (زمین) میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس (زمین) میں برکت رکھی اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا (یہ کام) چار دن میں (ہوا اور تمام) طلب گاروں کے لیے یکساں (جواب ہو گیا)، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ خوشی سے، خواہ ناخوشی سے انھوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں، پھر دو دنوں میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس (کے کام) کا حکم بھیجا۔ اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے مزین کیا اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا۔ یہ زبردست (اور) خبردار کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو پیدا فرمایا، پھر سات آسمانوں کو۔اور کسی عمارت کو بنانے کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ پہلے اس کی بنیادیں استوار کی جاتی ہیں، پھر اس کا بالائی حصہ تعمیر کیا جاتا ہے۔مفسرین نے بھی اس کی صراحت کی ہے جیسا کہ ہم ان شاءاللہ اس کا عنقریب ذکر کریں گے۔[1] اور جہاں تک حسب ذیل آیات کا تعلق ہے: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۟ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۟ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۟ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۟ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۟ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ ﴾ (النّٰزعٰت 79:27-33) ''بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ جسے اسی نے بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا، پھر اسے برابر کر دیا۔ اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دھوپ نکالی۔ اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔ اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا۔ اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ یہ سب کچھ تمھارے اور تمھارے چارپایوں کے فائدے کے لیے (کیا۔)'' اس میں پہلے آسمان کی تخلیق کا ذکر ہے۔ تو اس آیت کے پیش نظر ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰۤى ﴾ میں ثُمَّ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہاں حرف عطف ثُمَّ خبر کے خبر پر عطف کے لیے ہے، فعل کے فعل پر عطف کے لیے نہیں ہے۔ (مگر جس موقف کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اختیار کیا ہے وہ بہتر ہے) جسے علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (کہ قرآن میں ایک جگہ آسمان سے پہلے زمین کی تخلیق کا ذکر ہے اور دوسری جگہ زمین سے پہلے آسمان کی تخلیق کا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہموار کر کے بچھائے بغیر آسمان کی تخلیق سے قبل زمین کو پیدا فرمایا، پھر آسمان کی تخلیق کے بعد زمین کو ہموار کر کے بچھا دیا۔)[2]

**زمین کی آسمانوں سے پہلے پیدائش:** مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا فرمایا ہے۔ اس نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو اس سے دھواں اٹھا، اسی لیے تو اس نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:11) ''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔'' ﴿ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ ﴾ ''ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا۔'' انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں اور سات زمینیں ایک دوسری کے نیچے ہیں۔[3] یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ حٰمٓ سجدہ کی ان آیات میں بیان فرمایا ہے جن کا قبل ازیں حوالہ دیا جا چکا ہے۔[4] قرآن مجید کے یہ دونوں مقامات اس بات کی دلیل ہیں کہ زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

**زمین کو آسمانوں کی تخلیق کے بعد پھیلایا گیا ہے:** صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا گیا۔ ہاں، البتہ زمین کو پھیلایا آسمان کی تخلیق کے بعد ہے۔[5] سابقہ اور موجودہ دور کے بہت سے علمائے تفسیر نے بھی اس کا یہی جواب دیا ہے۔ ہم نے سورۂ نازعات کی تفسیر

---

(1) دیکھیے بعد والا عنوان: ''زمین کی آسمانوں سے پہلے پیدائش'' (2) تفسیر الطبری:1/281. (3) تفسیر الطبری:1/280,281.
(4) دیکھیے اس سے پہلا عنوان: ''تخلیق کائنات کی ابتدا'' (5) صحیح البخاری، التفسیر، سورة حٰمٓ السجدة:(41)، قبل الحديث:4816.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ

اور (یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بیشک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا: کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا

فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ

جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟ اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے کہا: بے شک میں

مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿30﴾

وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿30﴾

میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔ زمین کے پھیلانے کا ذکر ان آیات میں ہے: ﴿ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰىهَا ۪ وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰىهَا ۙ ﴾ (النّٰزعٰت 79:30-32) ''اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔ اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا۔ اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔''

زمین کے پھیلانے کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں جس قدر بھی صلاحیتیں ودیعت تھیں ان کو عملی شکل دے دی گئی، یعنی جب ارضی کے بعد سماوی مخلوقات کی صورت مکمل ہوگئی تو اس کے بعد زمین کو پھیلایا اور اس میں جو پانی رکھا گیا تھا، اسے نکالا اور اس سے مختلف انواع واقسام اور مختلف رنگوں اور شکلوں کی نباتات پیدا ہوئیں۔ اسی طرح جب یہ اجرام سماوی مدار حرکت میں آئے تو اس سے تمام ثوابت (وہ ستارے جو سات سیاروں کے علاوہ ہیں) اور سیارے گردش میں آ گئے۔ وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ.

## تفسیر آیت: 30

**فرشتوں کے سامنے آدم اور ان کی اولاد کی خلافت کا ذکر اور ان کا جواب:** اللہ تعالیٰ بنی آدم پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے انھیں پیدا کرنے سے بھی پہلے ان کا ملأ اعلیٰ میں ذکر فرمایا: ﴿ وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ ﴾ یعنی اے نبی! اس وقت کو یاد کریں اور اپنی قوم کو یہ قصہ سنائیں جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا: ﴿ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً ؕ ﴾ ''بے شک میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔'' یعنی ایک ایسی قوم جو قرنًا بعد قرنٍ اور نسلًا بعد نسلٍ ایک دوسرے کے بعد آئے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِیۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ ﴾ (الأنعام 6:165) ''اور وہی تو ہے جس نے تمھیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا۔'' ﴿ وَیَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ﴾ (النمل 27:62) ''اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے؟'' ﴿ وَلَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰٓئِكَةً فِی الۡاَرۡضِ یَخۡلُفُوۡنَ ۝ ﴾ (الزخرف 43:60) ''اور اگر ہم چاہتے تو تمھارے عوض فرشتے بنا دیتے جو (تمھاری جگہ) زمین میں رہتے۔'' ﴿ فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ ﴾ (مریم 19:59) ''پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے۔''

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس (نائب بنانے) سے متعین طور پر حضرت آدم علیہ السلام مراد نہ تھے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام مراد ہوتے تو پھر فرشتوں کی یہ بات مناسب نہ تھی کہ ﴿ اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ﴾ ''کیا تو اس (زمین) میں ایسے شخص کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کُشت وخون کرتا پھرے۔'' فرشتوں کا خیال تھا کہ جنس انسان میں بعض افراد

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایسے ہوں گے جو کُشت وخون کریں گے۔ اوران کو یہ بات کسی خاص ذریعے سے معلوم ہوئی یا انسانی طبیعت کے پیش نظر معلوم ہوا کیونکہ انھیں بتایا گیا تھا کہ یہ گوندھی ہوئی، سڑی ہوئی، بدبودار مٹی سے پیدا کیا جائے گا، یا پھر لفظ ﴿ خَلِيفَةً ﴾ کے مفہوم سے انھوں نے سمجھا کہ یہ خود ہی لوگوں کے درمیان واقع ہونے والے جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا، مظالم کی روک تھام کرے گا اور حرام کاموں اور گناہ کی باتوں سے روکے گا۔

ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہوئے یا بنی آدم سے حسد کی بنا پر نہ تھی جیسا کہ بعض مفسرین کو وہم ہوا ہے، حالانکہ وہ تو ایسی مخلوق ہیں کہ جس کے متعلق ان کو اجازت مرحمت نہ ہو تو سوال ہی نہیں کرتے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ان کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ وہ زمین میں فساد برپا کریں گے تو اسی بنا پر فرشتوں نے کہا: ﴿ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ﴾ [1] فرشتوں کا یہ سوال اس مخلوق کی تخلیق میں جو حکمت کارفرما تھی، اسے معلوم کرنے کے لیے تھا، یعنی فرشتوں نے عرض یہ کی کہ اے اللہ! اس مخلوق کے پیدا کرنے میں حکمت کیا ہے؟ حالانکہ اس میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خرابیاں اور زمین میں کُشت وخون کریں گے۔ [2] اگر اسے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ تیری عبادت کرے تو ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں، یعنی ہم تیری نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ یہ تفسیر آگے بیان کی جائے گی۔ [3] اور تیری نافرمانی کی بھی کوئی چیز ہم سے صادر نہیں ہوتی تو پھر ہمیں پر اکتفا کیوں نہیں کیا جاتا؟

اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرشتوں سے فرمایا: ﴿ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''بے شک میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' یعنی میں جانتا ہوں کہ اس مخلوق کے پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہے جو ان مفاسد کی نسبت زیادہ راجح ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اور تم اس مصلحت کو نہیں جانتے کہ میں ان میں انبیاء پیدا کروں گا، میں ان میں اپنے رسولوں کو مبعوث کروں گا، ان میں صدیقین، شہداء، صالحین، عُبّاد، زُہّاد، اولیاء، ابرار، مقربین، علماء، عاملین، مجھ سے ڈرنے والے، مجھ سے محبت کرنے والے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع کرنے والے بھی ہوں گے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ فرشتے جب رب تعالیٰ کے پاس اس کے بندوں کے اعمال لے کر جاتے ہیں، [فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَقَالُوا: تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّونَ] ''تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم جب ان کے پاس سے آئے ہیں تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' یہ اس لیے کہ فرشتے ہمارے پاس نماز فجر وعصر میں آتے اور جاتے ہیں، کچھ فرشتے آتے ہیں اور دوسرے اعمال لے کر چلے جاتے ہیں [4]

---

[1] تفسیر الطبری:295/1. [2] تفسیر الطبری:289/1. [3] اس کی وضاحت مفصل تفسیر ابن کثیر میں اسی آیت کے ذیل میں ہے، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی:277/1 و تفسیر عبدالرزاق:265/1، رقم:37 . [4] ملخص از صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث:3223 و صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر......، حديث:632 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ] ''رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔''[1] فرشتوں کا یہ کہنا: ''ہم جب ان کے پاس سے آئے ہیں تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' یہ ﴿ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾ کی تفسیر ہے۔

ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے تو ان کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے لیکن ان کے پیدا کرنے میں جو حکمت ہے اسے تم نہیں جانتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فرشتوں نے جب یہ کہا: ﴿ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ﴾ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾ یعنی یہ کہ تم میں ابلیس بھی موجود ہے اور وہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے اپنے بارے میں بیان کیا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتوں نے یہ جو کہا: ﴿ اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ﴾ تو ضمناً اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ انسانوں کے بجائے انھیں زمین میں بسا دے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾ کہ تمھارا آسمانوں میں موجود رہنا ہی تمھارے لیے زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔ یہ اور اس طرح کے دیگر کئی جوابات امام رازی نے اپنی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔[2] واللہ أعلم.

**خلیفہ کے تقرر کا وجوب اور بعض مسائل خلافت:** قرطبی اور کئی دیگر مفسرین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خلیفہ کا تقرر واجب ہے تاکہ اختلاف کی صورت میں وہ لوگوں کا فیصلہ کر سکے، ان کے تنازعات کا تصفیہ کرے، مظلوم کی ظالم سے داد رسی کرے، حدود کو قائم کرے، فواحش و منکرات کے ارتکاب سے منع کرے اور ان تمام اہم امور کو سرانجام دے جنھیں امام کے بغیر سرانجام دینا ممکن نہیں ہے۔ اور جس کے بغیر واجب ادا نہ ہو سکتا ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

امامت یا تو بطور نص حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اہل سنت کی ایک جماعت کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں قول ہے کہ ان کی امامت منصوص علیہ ہے[3] یا یہ اشارہ سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اہل سنت کی ایک دوسری جماعت کا قول ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت کے بارے میں نص تو نہیں، البتہ اشارے بہت سے موجود ہیں یا امامت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ پہلا خلیفہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کر دے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا یا نیک لوگوں پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنا دی جائے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا یا اہل حل وعقد کا کسی ایک کی بیعت کرنے پر اتفاق ہو جائے یا ان میں سے کوئی کسی کی بیعت کر لے تو جمہور کے نزدیک اسے تسلیم کرنا واجب ہو جائے گا۔

یہ بھی واجب ہے کہ خلیفہ مرد، آزاد، بالغ، عاقل، مسلمان، عادل، مجتہد، بینا، سلیم الاعضاء، فنون جنگ سے باخبر، صاحب

---

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله: إن الله لا ينام ...... ، حديث:179 عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه. [2] تفسير الرازي:174/1. [3] منهاج السنة النبوية لابن تيمية، الأحاديث الدالّة على ثبوت خلافة أبي بكر رضي الله عنه:138/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ

اور اس نے آدم کو سب کے سب نام سکھا دیے، پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ (31) انھوں نے کہا: تو

صٰدِقِيْنَ ﴿31﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿32﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ

پاک ہے، ہمیں علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھا دیا، بے شک تو ہی خوب جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے (32) اللہ نے کہا: اے آدم! تو انھیں

اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ

ان چیزوں کے نام بتا دے، چنانچہ جب اس نے انھیں ان چیزوں کے نام بتا دیے تو اللہ نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿33﴾

اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو (33)

رائے اور صحیح قول کے مطابق قریشی ہو، البتہ یہ شرط نہیں ہے کہ وہ ہاشمی بھی ہو اور معصوم عن الخطاء بھی ہو جیسا کہ غالی رافضیوں کا قول ہے۔

اگر امام فسق کا ارتکاب کرے تو کیا اسے معزول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس مسئلے میں اختلاف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ اسے معزول نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے: [إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا ، عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيهِ بُرْهَانٌ] ''الا یہ کہ تم صریحًا کفر دیکھو اور تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بارے میں کوئی واضح دلیل موجود ہو۔''[1] کیا امام اپنے آپ کو خود معزول کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے آپ کو معزول کر کے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی۔[2] لیکن یہ عذر کی وجہ سے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اس اقدام کی تعریف کی گئی۔

جہاں تک بیک وقت دو یا دو سے زیادہ اماموں کے تقرر کا مسئلہ ہے تو یہ جائز نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [ مَنْ أَتَاكُمْ ، وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَّاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ (كَائِنًا مَّنْ كَانَ) ] ''جب تمھارے پاس کوئی آئے جبکہ تمھارا ایک ہی آدمی پر اتفاق واتحاد ہو اور وہ تمھارا شیرازہ بکھیرنا چاہے یا وہ تفرقہ ڈالنا چاہے تو اسے قتل کر دو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔''[3] جمہور کا یہی قول ہے۔

امام الحرمین نے اپنے استاذ ابو اسحاق سے روایت کیا ہے کہ وہ اس صورت میں دو یا دو سے زیادہ اماموں کے تقرر کو بھی جائز قرار دیتے تھے جبکہ مسلمانوں کی حکومت بہت بڑی ہو اور دونوں اماموں کے درمیان بہت سے وسیع علاقے حائل ہوں۔[4] خود امام الحرمین کو اس رائے کے بارے میں تردد تھا۔

[1] صحيح البخاري، الفتن، باب قول النبي ﷺ:[سترون بعدي أمورًا......]، حديث:7056 و صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء......، حديث:(42)-1709 بعد الحديث:1840 عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه. [2] تاريخ الطبري، سنة إحدى وأربعين:4/123-126 و فتح الباري:13/63 ، حدیث:7109 کے ذیل میں۔ [3] صحيح مسلم، الإمارة، باب حكم من فرّق أمر المسلمين......، حديث:(60)-1852 البتہ قوسین کے الفاظ: سنن أبي داود، السنة، باب في الخوارج ، حديث:4762 و سنن النسائي، حديث:4025 عن عرفجة الأشجعي رضي الله عنه میں ہیں۔ [4] تفسير القرطبي:1/273.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تفسیر آیات:31-33

**آدم کی فرشتوں پر فضیلت:** اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آدم کے فرشتوں پر شرف کا ذکر فرمایا ہے کہ انھیں اس خصوصیت سے نوازا کہ تمام چیزوں کے نام سکھا دیے مگر فرشتوں کو نہ سکھائے۔ اس کا تعلق فرشتوں کے آدم کو سجدہ کرنے کے بعد سے ہے لیکن موقع ومحل کی مناسبت کی وجہ سے اسے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ فرشتوں کو علم نہ تھا کہ خلیفہ کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے اور انھوں نے جب اس کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ تو اس واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لیے ذکر فرمایا ہے تا کہ فرشتوں کے سامنے آدم کے شرف کو بیان فرما دے کہ آدم کو علم کی وجہ سے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ سے مراد یہی نام ہیں جو لوگوں میں متعارف ہیں، مثلاً: انسان، حیوان، زمین، خشکی، تری، پہاڑ، گدھا اور اس طرح کے دوسرے نام۔ [1] امام ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ پیالے کا نام حتی کہ گوز کا نام بھی بتا دیا گیا تھا۔ [2] صحیح بات بھی یہی ہے کہ آپ کو تمام اشیاء کے نام اور ان کی صفات اور افعال سکھا دیے گئے تھے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ آپ کو تمام اشیاء کے نام اور ان کے چھوٹے بڑے تمام افعال سکھا دیے گئے تھے۔ [3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيَقُولُونَ:لَواسْتَشْفَعْنَا إِلٰى رَبِّنَا ، فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ : أَنْتَ أَبُو النَّاسِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهٗ ، وَ عَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ ، فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا ، فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَ يَذْكُرُ ذَنْبَهٗ فَيَسْتَحْيِي، اِئْتُوا نُوحًا،فَإِنَّهٗ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ ، فَيَأْتُونَهٗ فَيَقُولُ:لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَ يَذْكُرُ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ مَالَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ ، فَيَسْتَحْيِي، فَيَقُولُ: اِئْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمٰنِ ، فَيَأْتُونَهٗ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، اِئْتُوا مُوسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ ، فَيَأْتُونَهٗ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ، فَيَسْتَحْيِي مِنْ رَّبِّهٖ ، فَيَقُولُ : اِئْتُوا عِيسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُولَهٗ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوحَهٗ ، فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، اِئْتُوا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَأَخَّرَ .

فَيَأْتُونِي فَأَنْطَلِقُ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ عَلٰى رَبِّي فَيُؤْذَنُ ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ ثُمَّ يُقَالُ : اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهٗ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ، ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ، ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي ۔ مِثْلَهٗ۔ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا

[1] تفسیر الطبری:309/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:80/1 و تفسیر الطبری:309/1. [3] تفسیر الطبری:310/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُودُ الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ: مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ ] ''مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے اور کہیں گے کیا ہی اچھا ہو اگر ہم کسی سے اپنے رب کے پاس سفارش کروائیں، تو وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ سب لوگوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا، تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجیے تاکہ ہم اس جگہ سے راحت پائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں۔ وہ اپنا گناہ یاد کر کے عار محسوس کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ سب سے پہلے رسول ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔ سب مومن آپ کے پاس آئیں گے تو آپ بھی فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں۔ آپ کو یاد آئے گا کہ آپ نے اپنے رب سے ایک ایسا سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا، اس لیے آپ بھی عار محسوس کریں گے اور فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں، تم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ۔ وہ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ ایک ایسے بندے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کے شرف سے نوازا اور انھیں تورات عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں۔ وہ یاد کریں گے کہ ان سے ایک انسان کا ناحق قتل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے رب سے حیا کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ کا کلمہ اور اس کی (طرف سے) روح ہیں۔ وہ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔

وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا حتی کہ اپنے رب تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا تو وہ مجھے اجازت عطا فرما دے گا۔ جب میں اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کروں گا تو فوراً سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدے ہی میں رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: سر اٹھایئے اور سوال کیجیے، آپ کے سوال کو پورا کیا جائے گا، آپ کہیے آپ کی بات کو سنا جائے گا، آپ سفارش کریں آپ کی سفارش کو قبول کیا جائے گا تو میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے (اسی وقت) سکھائے گا، پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انھیں جنت میں داخل کر کے پھر اپنے رب کے پاس آؤں گا اور اپنے رب کو دیکھ کر اسی طرح سجدے میں گر پڑوں گا، پھر شفاعت کروں گا تو پھر میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انھیں جنت میں داخل کر کے پھر اپنے رب کے پاس تیسری مرتبہ آؤں گا، پھر چوتھی مرتبہ بھی آؤں گا اور کہوں گا کہ اب تو جہنم میں صرف وہ رہ گیا ہے جسے قرآن نے روکا ہے اور جس کے لیے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا واجب ہو گیا ہے۔''[1]

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب:(2) سورة البقرة ، حدیث:4476 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس حدیث کو مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ①

اس حدیث میں محل استشہاد یہ فرمان ہے: [فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ: أَنْتَ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَأَسْجَدَلَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ] ''وہ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوقات کے نام سکھا دیے تھے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ''پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔'' یعنی مُسَمَّیات کو جیسا کہ عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ پھر ان ناموں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا: ﴿ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''تو فرمایا اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔'' ②

اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ کہا گیا: اے فرشتو! یہ جو چیزیں میں نے تمھارے سامنے پیش کی ہیں، مجھے ان کے نام بتاؤ، تم جو یہ کہتے تھے: ﴿ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ﴾ ''کیا تو اس میں ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کُشت وخون کرتا پھرے؟'' حالانکہ ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں، اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو کہ اگر میں نے تمھارے علاوہ کسی اور کو زمین میں خلیفہ بنا دیا تو وہ اور اس کی اولاد میری نافرمانی کرے گی، خرابیاں اور کُشت وخون کرے گی اور اگر میں نے تمھیں نائب بنا دیا تو تم میری اطاعت کرو گے، میرے حکم کی پیروی کرو گے اور میری تعظیم و تقدیس بجالاؤ گے۔ اگر تم ان چیزوں کے نام نہیں جانتے ہو جنھیں میں نے تمھارے سامنے پیش کیا اور تم ان کا مشاہدہ کر رہے ہو تو تم ان امور کو تو بالکل نہیں جان سکتے جو آئندہ ہونے والے ہیں اور اس وقت موجود نہیں ہیں۔

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾ ''انھوں نے کہا کہ تو پاک ہے جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں، بے شک تو ہی دانا (اور) خوب حکمت والا ہے۔'' یہ فرشتوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تنزیہ ہے کہ کوئی اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر جو وہ چاہے اور انھیں صرف اسی قدر علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرما رکھا ہے۔ اسی لیے تو وہ کہہ اٹھے کہ ﴿ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾ یعنی وہی علیم و حکیم ہر چیز کا جاننے والا اور اپنے خلق و امر میں دانا ہے۔ اور تو جسے چاہے علم عطا فرمائے اور جسے چاہے اس سے محروم رکھے، تیرا یہ فیصلہ حکمت اور عدلِ تام پر مبنی ہے۔

**آدم علیہ السلام کی فضیلت کا سبب علم ہے:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴾ ''(تب) اللہ نے (آدم کو) حکم دیا کہ آدم! تم

① صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة......، حدیث:193، والسنن الکبرٰی للنسائی، باب قوله تبارك و تعالٰی: ﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ﴾......: 284/6، حدیث:10984 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذکر الشفاعة، حدیث: 4312. ② تفسیر عبدالرزاق: 265/1، رقم:38.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿34﴾

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: تم آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا ﴿34﴾

ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ، جب انھوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو (فرشتوں سے) فرمایا: کیوں! میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو (سب) مجھ کو معلوم ہے۔'' کے متعلق زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آدم! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ تو حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں بتا دیا کہ تم جبریل ہو، تم میکائیل ہو، تم اسرافیل ہو حتی کہ اس طرح تمام چیزوں کے ایک ایک کر کے نام بتا دیے حتی کہ کوّے تک کا نام بھی بتا دیا۔ (1)

مجاہد فرماتے ہیں کہ آپ نے کبوتر، کوّے اور ہر چیز کا نام بتا دیا۔ سعید بن جبیر، حسن اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (2)

جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ان تمام اشیاء کے نام بتا دیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ''کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔'' یعنی کیا میں نے پہلے ہی تم سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ بے شک میں غیب جانتا ہوں (خواہ) وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ○ ﴾ (طٰہٰ 20:7) ''اور اگر آپ پکار کر بات کہیں تو بلاشبہ وہ چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔'' اور جیسا کہ اس نے ہمیں بتایا ہے کہ ہدہد نے سلیمان علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ ﴾ (النمل 27:25,26) ''(اور نہیں سمجھتے) کہ وہ اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمھارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔''

﴿ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ کے بارے میں ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مخفی چیزوں کو بھی اسی طرح جانتا ہوں جس طرح ظاہر چیزوں کو جانتا ہوں، یعنی مجھے اس کبر و غرور کا بھی علم ہے جسے ابلیس نے اپنے دل میں چھپایا ہوا ہے۔ (3)

ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں نے جس بات کو ظاہر کیا وہ تو یہ تھی: کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت و خون کرتا پھرے۔ اور جس بات کو انھوں نے اپنے دل میں چھپایا تھا وہ یہ تھی کہ ہمارا رب کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائے گا جو علم اور عزت و توقیر میں ہم سے بڑھ کر ہو لیکن اب انھیں معلوم ہو گیا کہ آدم علیہ السلام علم اور عزت و تکریم کے اعتبار سے ان پر فضیلت رکھتے ہیں۔ (4)

(1) تفسیر ابن أبی حاتم:82/1. (2) تفسیر ابن أبی حاتم:82/1 . (3) تفسیر الطبری:318/1. (4) تفسیر الطبری:319/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تفسیر آیت:34

**فرشتوں کے سجدے سے آدم کی عزت افزائی:** یہ آدم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی عزت افزائی تھی۔ اولاد آدم کو یہ احسان جتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ بہت سی احادیث میں بھی اس کا ذکر ہے، مثلاً: حدیث شفاعت میں جسے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[1] اسی طرح ایک حدیث میں ہے، موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: [يَا رَبِّ! أَرِنَا آدَمَ الَّذِي أَخْرَجَنَا وَنَفْسَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، فَأَرَاهُ اللّٰهُ آدَمَ، فَقَالَ: أَنْتَ أَبُونَا آدَمُ؟ فَقَالَ لَهُ آدَمُ:نَعَمْ، قَالَ : أَنْتَ الَّذِي نَفَخَ اللّٰهُ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَعَلَّمَكَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ ؟] ''اے اللہ! مجھے وہ آدم دکھا جنھوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کا دیدار کروا دیا تو انھوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے باپ آدم ہیں؟ تو آدم علیہ السلام نے کہا: ہاں، موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: آپ ہیں جن میں اللہ نے اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور آپ کو تمام (چیزوں کے) نام سکھائے اور جنھیں اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا؟''[2]

**ابلیس کو بھی حکمِ سجدہ تھا اگرچہ وہ فرشتوں میں سے نہ تھا:** جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں تو یہ حکم ابلیس کے لیے بھی تھا اگرچہ وہ ان کے عنصر میں سے نہیں تھا لیکن فرشتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے اور ان جیسے افعال سرانجام دینے کی وجہ سے وہ بھی اس حکم کا مخاطب تھا اور اس کی مخالفت کی وجہ سے قابل مذمت قرار پایا۔ اس مسئلے کی تفصیل ہم۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سورۂ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ ؕ ﴾ (الکھف 18:50) کی تفسیر کے موقع پر بیان کریں گے۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے قبل ابلیس کا شمار فرشتوں میں تھا اور اس کا نام عزازیل تھا، یہ زمین کے باشندوں میں سے تھا۔ عبادت اور علم کے اعتبار سے یہ تمام فرشتوں سے بڑھ کر تھا۔ اسی وجہ سے یہ تکبر میں مبتلا ہو گیا۔ اس کا تعلق فرشتوں کے ایک ایسے خاندان سے تھا جس کا نام جِنّ تھا، یعنی جنوں کی ایک قسم سے تھا۔[3]

**اللہ کی اطاعت میں آدم کو سجدہ:** قتادہ فرماتے ہیں کہ اطاعت اللہ کے لیے تھی اور سجدہ آدم علیہ السلام کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ عزت بخشی کہ اپنے فرشتوں سے انھیں سجدہ کروایا۔[4]

**کیا تعظیمی سجدہ جائز ہے؟** بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ سجدۂ سلام و اکرام تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاۡوِيۡلُ رُءۡيَاىَ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّىۡ حَقًّا ؕ ﴾ (یوسف 12:100) ''اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے اور (اس وقت یوسف نے) کہا: ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے (بچپن میں) دیکھا تھا، میرے پروردگار نے اسے سچ کر دیا۔'' اور سابقہ امتوں

---

[1] دیکھیے البقرہ، آیت:31 کے ذیل میں عنوان: ''آدم کی فرشتوں پر فضیلت'' [2] سنن أبي داود ، السنة، باب في القدر، حديث: 4702 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ. [3] تفسير الطبري: 321/1. [4] تفسير الطبري: 327/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

اور ہم نے کہا: اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور اس میں سے سیر ہو کر کھاؤ جہاں سے چاہو (لیکن) اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿35﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا

دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ﴿35﴾ پھر شیطان نے ان کو اس سے پھسلا دیا اور انھیں اس سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا: یہاں سے اتر و،

اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿36﴾

تم میں سے بعض لوگ بعض کے دشمن ہیں اور تمھارے لیے زمین میں ٹھکانا ہے اور تمھیں ایک (خاص) وقت تک اس سے فائدہ اٹھانا ہے ﴿36﴾

میں اس طرح کا تعظیمی سجدہ جائز تھا مگر ہماری شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب شام گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے پیشواؤں اور علماء کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ تو زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے تو آپ نے فرمایا: [لَا، لَوْ كُنْتُ آمِرًا بَشَرًا يَّسْجُدُ لِبَشَرٍ لَّأَ مَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا)] ''نہیں، اگر میں کسی بشر کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اپنے آپ پر اس کے حقوق کی برتری کی وجہ سے۔''① امام رازی نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔②

**ابلیس کا تکبر:** قتادہ رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿34﴾﴾ ''چنانچہ سوائے ابلیس کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جو عزت عطا فرمائی تو اس کی وجہ سے اللہ کے دشمن ابلیس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور کہا کہ میں ناری ہوں اور یہ خاکی ہے۔ گناہوں کا آغاز تکبر سے ہوا، اللہ کے دشمن نے تکبر کیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو کیوں سجدہ کرے۔③

صحیح حدیث میں ہے: [لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرِيَاءَ] ''جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''④ یہ ابلیس کا تکبر، کفر اور عناد ہی تھا جس نے اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بارگاہِ قدس سے دور کر دیا۔

## تفسیر آیات: 36,35

**آدم علیہ السلام کی ایک اور عزت افزائی:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو یہ عزت بخشی، جب اس نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں اور ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے انھیں سجدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کو مباح قرار

① مسند أحمد: 228,227/5 و جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة، حديث: 1159 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجه، النكاح، باب حق الزوج على المرأة، حديث: 1853 عن عبدالله بن أبي أوفى رضی اللہ عنہ و مجمع الزوائد، النكاح، باب حق الزوج على المرأة: 310/4 ، حديث: 7651 و المعجم الكبير للطبراني: 208/5، حديث: 5116. قوسین کے الفاظ مسند أحمد: 159,158/3 اور كشف الأستار: 176/2، حديث: 1461 کے ہیں۔ ② تفسير الرازي: 213/2. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 84/1. ④ صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه، حديث: (148)-91 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دے دیا کہ جہاں چاہیں جنت میں رہیں اور جنت کی وسیع و پاک نعمتوں میں سے جو چاہیں بے روک ٹوک کھائیں پئیں۔

**حوا کی پیدائش آدم کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوئی تھی:** اس آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حوا کی پیدائش آدم کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوئی تھی۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے اس کی صراحت بھی کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ابلیس کی سرزنش سے فارغ ہوا تو آدم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بھی سکھا دیے تھے، چنانچہ فرمایا: ﴿ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ١ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ١ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ١ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۠ ﴾ [1] (البقرۃ 2:33) ''اے آدم! تو انھیں ان چیزوں کے نام بتا دے، چنانچہ جب اس نے انھیں ان چیزوں کے نام بتا دیے تو اللہ نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔''

اور اس کے بعد آدم علیہ السلام پر اونگھ طاری کر دی گئی جیسا کہ اہل تورات اور دیگر اہل کتاب کی طرف سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم سے ہم تک پہنچا ہے، پھر آپ کی بائیں طرف کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو لے کر اس کی جگہ گوشت پیدا کر دیا گیا کہ آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے اور وہ نیند سے بیدار نہیں ہوئے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس پسلی سے آپ کی بیوی حوا کو پیدا فرما دیا تاکہ اس سے سکون و راحت حاصل کریں، جب آپ نیند سے بیدار ہوئے اور حوا کو اپنے پہلو میں دیکھا تو -ان کے بقول و اللہ أعلم- فرمایا: ''یہ میرا گوشت، میرا خون اور میری بیوی ہے۔'' تو ان سے آپ علیہ السلام کو راحت اور سکون حاصل ہوا اور جب اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ کی بیوی بنا دیا اور آپ کے اپنے نفس ہی سے آپ کے لیے تسکین کا سامان پیدا فرما دیا تو آپ سے ہم کلام ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا١۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۠ ﴾ ''اے آدم! تم اور تمھاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔'' [2]

**آدم علیہ السلام کی آزمائش:** اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ ''اور اس درخت کے پاس نہ جانا۔'' تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کی ایک آزمائش اور امتحان تھا۔ اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کون سا درخت تھا؟ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا کہ یہ انگور تھا، بعض نے گندم، بعض نے کھجور اور بعض نے انجیر کہا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک ایسا درخت تھا کہ جو اسے کھا لیتا اسے انسانی حاجت ہو جاتی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک ایسا درخت تھا جس کا پھل کھانے سے فرشتوں کو ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

امام ابوجعفر ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو ایک خاص درخت کے پھل کھانے سے منع فرما دیا جبکہ جنت کے باقی تمام درختوں کے پھل کھانے کی اجازت تھی مگر آدم و حوا

---

[1] تفسیر ابن کثیر کے متداول نسخوں میں ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾ ہے، اور یہ تصحیح سلیم بن محمد السلامہ کی تحقیق ہے۔ و اللہ أعلم.

[2] تفسیر الطبری: 329/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے اس درخت کے پھل کو کھالیا جس سے منع کیا گیا تھا اور متعین طور پر ہمیں یہ معلوم نہیں کہ وہ درخت کون سا تھا کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور نہ صحیح حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ ہاں، البتہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ گندم، بعض نے کہا ہے کہ یہ انگور اور بعض نے کہا ہے کہ یہ انجیر کا درخت تھا، ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ہو، اگر اس کا علم ہو جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر اس کا علم نہ ہو سکے تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ ① امام رازی اور کئی دیگر مفسرین نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے اور یہی درست ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا﴾ ''پھر شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا۔'' کے بارے میں یہ بھی صحیح ہے کہ ﴿عَنْهَا﴾ کی ضمیر کا مرجع جنت ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے جیسا کہ عاصم بن بہدلہ، جو کہ ابن ابونُجُود کے نام سے معروف ہیں، نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ شیطان نے دونوں کو جنت سے دور کر دیا۔ ③ جو کہ [فَأَزَالَهُمَا] کی قراءت کے مطابق ہیں۔ ④ اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس ضمیر کا مرجع دونوں مذکورہ چیزوں میں سے قریب ترین، یعنی درخت ہو تو معنی یہ ہوں گے جیسا کہ حسن اور قتادہ نے کہا ہے کہ شیطان نے دونوں کو پھسلا دیا۔ ⑤ یعنی شیطان نے اس درخت کی وجہ سے دونوں کو پھسلا دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾ (الذّٰریٰت 9:51) ''اس سے وہی پھرتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔'' ⑥ یعنی اس سے وہی گمراہ ہوتا ہے جو حق سے برگشتہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ﴾ ''اور جس (عیش ونشاط) میں وہ تھے، اس سے ان کو نکلوا دیا۔'' یعنی جنتی لباس، کشادہ رہائش، عمدہ رزق اور سامان راحت سے انھیں محروم کروا دیا۔

﴿وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝۳۶﴾ یعنی تمھارے لیے زمین میں قرار، رزق اور اجل کو ایک وقت تک ایک معین مقدار کے ساتھ مقرر کر دیا گیا ہے، پھر اس کے بعد قیامت برپا ہو جائے گی۔

**حضرت آدم علیہ السلام طویل القامت تھے:** ابن ابوحاتم نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ رَجُلًا طُوَالًا ، كَثِيرَ شَعْرِ الرَّأْسِ ، كَأَنَّهُ نَخْلَةٌ سَحُوقٌ، فَلَمَّا ذَاقَ الشَّجَرَةَ سَقَطَ عَنْهُ لِبَاسُهُ، فَأَوَّلُ مَا بَدَا مِنْهُ عَوْرَتُهُ ، فَلَمَّا نَظَرَ إِلٰى عَوْرَتِهٖ جَعَلَ يَشْتَدُّ فِي الْجَنَّةِ ، فَأَخَذَتْ شَعْرَهُ شَجَرَةٌ فَنَازَعَهَا، فَنَادَاهُ الرَّحْمٰنُ : يَا آدَمُ! مِنِّي تَفِرُّ؟ فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامَ الرَّحْمٰنِ قَالَ : يَا رَبِّ ! لَا ، وَلٰكِنِ اسْتِحْيَاءً ] ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس طرح پیدا فرمایا کہ آپ طویل القامت تھے، سر کے بال بہت گھنے تھے، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آپ

---

① تفسیر الطبری:333/1. ② تفسیر الرازی:5/3. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:87/1. ④ تفسیر الطبری:336/1. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:87/1. ⑥ اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ اس میں بھی ﴿عَنْهُ﴾ کی ضمیر کے دو مرجع ہو سکتے ہیں، ایک اعمال کی جزا اور دوسرا ﴿قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾ (الذّٰریٰت 8:51) پہلی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اعمال کی جزا تو ضرور پیش آنی ہے مگر اس کو ماننے سے وہی شخص انکار کرتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہو۔ اور دوسری صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ ان مختلف اقوال سے وہی شخص گمراہ ہوتا ہے جو دراصل حق سے پھرا ہوا ہو۔ (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کھجور کا ایک طویل درخت ہوں۔ جب آپ نے درخت کو چکھا تو آپ کا لباس اتر گیا اور سب سے پہلے شرم گاہ عریاں ہوئی، جب آپ نے اپنے مقامِ شرم کو دیکھا تو جنت میں دوڑنے لگے، ایک درخت نے آپ کے بالوں کو پکڑ لیا، آپ بالوں کو چھڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی، آدم! مجھ سے بھاگتے ہو؟ آپ نے جب اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنا تو عرض کی: نہیں یارب! میں تو شرمندگی اور حیا کی وجہ سے بھاگ رہا ہوں۔“ ①

**آدم جنت میں تھوڑی دیر رہے:** امام حاکم رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام جنت میں نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک رہے۔ امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ ②

ابن ابوحاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو مکہ اور طائف کے درمیان دَحْنَا نامی ایک جگہ پر اتارا گیا تھا۔ ③ حسن بصری سے روایت ہے کہ آدم کو ہندوستان میں، حوا کو جُدّہ میں، ابلیس کو بصرہ سے چند میلوں کی مَسافت پر دَسْتُ مِیْساں ④ میں اور سانپ کو اصبہان میں اتارا گیا تھا۔ ⑤

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا] ”بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا۔“ ⑥

**ایک شبہ اور اس کا جواب:** اگر کہا جائے کہ وہ جنت جس سے آدم علیہ السلام کو نکالا گیا، آسمان میں ہے جیسا کہ جمہور علماء کا قول ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ابلیس اس میں کس طرح داخل ہوا، حالانکہ اسے وہاں سے زبردستی نکال دیا گیا تھا اور جسے جنت سے زبردستی نکال دیا گیا ہو تو اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ پھر اس میں داخل ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعینہ یہی استدلال ان لوگوں کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس جنت میں آدم تھے، وہ زمین میں تھی، آسمان میں نہیں تھی جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب البداية والنهاية کے آغاز میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ⑦

جمہور علماء نے اس کے کئی جواب دیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ابلیس کے لیے اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخلہ منع تھا۔ چوری چھپے اور اہانت کے ساتھ داخلہ منع نہ تھا۔ اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے جیسا کہ تورات میں بھی ہے کہ وہ

---

① تفسير ابن أبي حاتم:88,87/1 والمستدرك للحاكم ، تواريخ المتقدمين ، باب ذكر آدم:544,543/2 ، حديث: 3998 مختصرًا . ② المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين، ذكر آدم:542/2 ،حديث:3993. ③ تفسير ابن أبي حاتم:89/1. ④ ”دَسْتُ مِيْسان“ واسط، بصرہ اور اھواز کے گردونواح میں واقع ہے جبکہ اھواز کے زیادہ قریب ہے۔ معجم البلدان:455/2. اور عبدالعزیز بکری نے اپنی کتاب معجم ما استعجم میں مَیسان کو میم کی فتحہ کے ساتھ لکھا اور ضبط کیا ہے۔ ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:89/1. ⑥ صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، حديث:854 وسنن النسائي، الجمعة ، باب ذكر فضل يوم الجمعة، حديث:1374و1431. ⑦ البداية والنهاية ، باب خلق آدم:62/1-75.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿37﴾

پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھ لیے تو (اللہ نے مہربانی کرتے ہوئے) اس پر توجہ دی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿37﴾

سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں داخل ہو گیا تھا۔[1] بعض نے کہا ہے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس نے جنت کے دروازے پر کھڑے ہو کر وسوسہ ڈالا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس نے زمین ہی سے ان کے دلوں میں جبکہ وہ آسمان میں تھے، وسوسہ ڈالا ہو۔ ان اقوال کو زمخشری اور دیگر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔[2]

قرطبی رحمہ اللہ نے یہاں بہت سی ایسی احادیث بیان کی ہیں جن کا تعلق سانپوں سے اور ان کے قتل کرنے کے بارے میں حکم سے ہے۔ ان کا ان احادیث کو یہاں ذکر کرنا بہت ہی مفید اور موقع و محل کے مناسب ہے۔[3]

## تفسیر آیت: 37

**آدم علیہ السلام کی توبہ اور دعا:** ایک قول یہ ہے کہ ان کلمات سے مراد حسب ذیل دعا ہے: ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○﴾ (الأعراف 23:7) ”دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔“ یہ قول مجاہد، سعید بن جبیر، ابو العالیہ، ربیع بن انس، حسن، قتادہ، محمد بن کعب قُرَظی، خالد بن مَعدان، عطاء خراسانی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ سے مروی ہے۔[4]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمان باری: ﴿فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ کے بارے میں روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! کیا تو نے مجھے اپنے دست مبارک سے پیدا نہیں فرمایا؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کی: کیا تو نے مجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کی: جب مجھے چھینک آئی تو کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے اور تیری رحمت تو تیرے غضب پر غالب ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کی: کیا تو نے لکھ نہیں رکھا تھا کہ میں یہ کام کروں گا؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کی: یا اللہ! اگر میں توبہ کر لوں تو کیا تو مجھے جنت میں لوٹا دے گا؟ فرمایا: ہاں۔[5] ابن عوفی، سعید بن جُبَیر اور سعید بن معبد رحمہم اللہ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[6] حاکم نے اپنی مستدرک میں ابن جبیر کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے مگر بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔[7]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿37﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جو اللہ کی طرف توبہ کرے اور رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ (التوبة 104:9) ”کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے۔“ اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○﴾ (النسآء 110:4) ”اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق

---

① تفسیر الطبری: 337/1. ② الکشاف: 128/1. ③ تفسیر القرطبی: 314,313/1. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 91,90/1 وتفسیر الطبری: 348,347/1. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 90/1. ⑥ تفسیر الطبری: 347/1. ⑦ المستدرك للحاكم، تواریخ المتقدمین، باب ذکر آدم علیہ السلام: 545/2 ، حدیث: 4002 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

ہم نے کہا: تم یہاں سے اکٹھے اترو، پھر اگر تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان پر کوئی خوف ہوگا

يَحْزَنُوْنَ ﴿38﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿39﴾ ع 4/10/4

نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿38﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿39﴾

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ

اے بنی اسرائیل! تم میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمھارے عہد پورے کروں گا، اور مجھ ہی سے ڈرو ﴿40﴾ اور

فَارْهَبُوْنِ ﴿40﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا

اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی جبکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمھارے پاس ہے اور تم اس کا سب سے پہلے انکار کرنے

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿41﴾

والے نہ بنو، اور تم میری آیتوں کو تھوڑی قیمت میں نہ بیچو، اور مجھ ہی سے ڈرو ﴿41﴾

میں ظلم کرلے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا (اور) مہربان پائے گا۔'' مزید فرمایا: ﴿ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ ﴾ (الفرقان 71:25) ''اور جو توبہ کرتا اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے جیسے توبہ کرنے کا حکم ہے۔'' علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جو توبہ کرتا ہے تو وہ اس کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر لطف وکرم اور اپنے بندوں پر رحمت وشفقت کا اظہار ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ .

## تفسیر آیات: 39,38

اس مقام پر اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام ان کی بیوی اور ابلیس کو کس چیز سے ڈرایا تھا جب انھیں جنت سے اتارا تھا۔ (یہ بظاہر خطاب تو انھی کو ہے مگر) اس سے مراد اولاد آدم وحوا علیہما السلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہدایت کے لیے کتابیں نازل فرمائے گا اور انبیاء ومرسلین کو مبعوث فرمائے گا جیسا کہ ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ یہاں ہدایت سے مراد انبیاء ومرسلین اور بینات وبیان ہے۔[1] ﴿ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ﴾ ''جنھوں نے میری ہدایت کی پیروی کی۔'' یعنی جو ان احکام کی طرف متوجہ ہوگا جن کو میں کتابوں میں نازل کروں گا اور جن کے ساتھ رسولوں کو مبعوث کروں گا ﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾ ''انھیں نہ کچھ خوف ہوگا۔'' یعنی آخرت کے بارے میں کوئی خوف نہ ہوگا ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿38﴾ ﴾ ''اور نہ وہ غمناک ہوں گے'' ان امور دنیا کے بارے میں جو انھیں حاصل نہ ہو سکے تھے جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ہے: ﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 123:20) ''فرمایا: تم دونوں یہاں سے اکٹھے اتر جاؤ تمھارے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے، پھر اگر میری طرف سے تمھارے

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 93/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں تکلیف اٹھائے گا۔ [1] ﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ (طٰہٰ 124:20) ’’اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا، اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔‘‘

جیسا کہ یہاں فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ یعنی جنھوں نے (اس کو) قبول نہ کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ دوزخ میں جانے والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اس سے خلاصی حاصل کریں گے نہ کبھی اس سے چھٹکارا پائیں گے۔

## تفسیر آیات:41,40

**بنی اسرائیل کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب:** اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اسلام میں داخل ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور ان کے باپ اسرائیل، یعنی اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذکر سے ان کے شوق کو مہمیز لگاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے فرماں بردار اور برگزیدہ بندے کے بیٹو! تم بھی حق کی پیروی کرنے میں اپنے باپ کی طرح ہو جاؤ۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ کہتے ہیں: اے سخی کے بیٹے! تم بھی اپنے باپ کی طرح سخاوت کا مظاہرہ کرو۔ اے بہادر کے بیٹے! تم بھی بہادروں کو دعوتِ مبارزت دو۔ اے عالم کے بیٹے! تم بھی علم حاصل کرو۔ اس کی ایک مثال یہ بھی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝﴾ (بنی إسرآءیل 3:17) ’’اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا، بے شک نوح (ہمارے) شکر گزار بندے تھے۔‘‘

**اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے:** اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابوداود طیالسی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی...... تو آپ نے فرمایا: [...... هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ إِسْرَائِيلَ يَعْقُوبَ (مَرِضَ مَرَضًا شَدِيدًا......؟)، قَالُوا: اَللّٰهُمَّ! نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ! اشْهَدْ عَلَيْهِمْ] ’’کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل، یعنی یعقوب علیہ السلام (ایک مرتبہ شدید بیمار ہوئے ......؟)، (اس لمبی حدیث کے اثنا میں انھوں نے جواب دیا:) ہاں، ہمیں معلوم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ رہ۔‘‘ [2] امام طبری نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسرائیل کے معنی ہیں عبداللہ۔ [3]

**یہودیوں پر اللہ کے انعامات:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ﴾ ’’میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیے تھے۔‘‘ کے بارے میں مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر ایک نعمت تو یہ ہے جس کا یہاں ذکر فرمایا اور اس کے علاوہ ان پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے لیے پتھر سے پانی نکال دیا، آسمان سے من وسلویٰ نازل کیا اور آل فرعون کی غلامی سے

[1] تفسیر الطبری:279/16. [2] مسند أبي داود الطيالسي:451,450/4، حدیث:2854 و مسند أحمد:273/1. قوسین والا اضافہ مفہوم کی وضاحت کے لیے کیا گیا ہے نیز یہ مفصل حدیث سورۂ آل عمران آیت:93 کے ذیل میں دیکھیے۔ [3] تفسیر الطبری:355/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انھیں نجات بخشی۔[1] ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت یہ تھی کہ اس نے ان میں سے انبیاء اور رسول بنائے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔[2] جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان سے کہا تھا: ﴿ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (المآئدة 5:20) ''اے میری قوم! تم پر اللہ نے جو احسان کیے ہیں، ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے اور تمھیں بادشاہ بنایا اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔'' یعنی ان کے زمانے میں کسی اور کو اس طرح عنایت نہیں کیا۔ محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب میں نے تمھیں اور تمھارے آباء واجداد کو فرعون اور اس کی قوم سے نجات دی تو تم پر میرا یہ ایک بہت بڑا احسان تھا۔[3]

**یہودیوں کو ان کے عہد و پیمان کی یاد دہانی:** ﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ ﴾ ''اور تم اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا، میں اس قرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔'' یعنی تم اس عہد و پیمان کو پورا کرو جو میں نے تم سے لیا تھا کہ میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آئیں تو تمھیں ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق و اتباع کرنی ہوگی۔ اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا کہ ان بوجھوں اور طوقوں کو اتار دوں گا جو تمھارے گناہوں کی وجہ سے تمھاری گردنوں میں پڑے ہوئے ہیں۔[4]

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کا ذکر حسب ذیل آیت کریمہ میں ہے: ﴿ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ ﴾ (المآئدة 5:12) ''اور یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کیے، پھر اللہ نے فرمایا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تمھارے گناہ دور کردوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔''[5]

دیگر کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ عہد و پیمان ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے تورات میں لیا تھا کہ وہ عنقریب بنی اسماعیل میں ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمائے گا جس کی تمام اقوام عالم کو اطاعت کرنی چاہیے۔ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ان کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا، اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

امام رازی نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انبیائے کرام علیہم السلام کی بہت سی بشارتیں بھی ذکر کی ہیں۔[6] ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کی طرف عہد سے مراد دین اسلام ہے اور عہد کو پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس دین کی پیروی کریں۔[7] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ میں تم سے راضی

---

① تفسير الطبري:356/1. ② تفسير ابن أبي حاتم:95/1 وتفسير الطبري:356/1. ③ تفسير الطبري:356/1. ④ تفسير الطبري:357/1. ⑤ تفسير الرازي:34/3. ⑥ تفسير الرازي:35/3. ⑦ تفسير الطبري:357/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو جاؤں گا اور تمھیں جنت عطا کروں گا۔ ① سدی، ضحاک، ابو العالیہ اور ربیع بن انس رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴾ ''اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔'' یہ ابو العالیہ، سدی، ربیع بن انس اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس کے بارے میں قول یہ ہے کہ مجھ سے ڈرو کہ میں تمھیں بھی اس قسم کے عذابوں میں مبتلا نہ کردوں جس طرح کے عذابوں میں قبل ازیں تمھارے آباء واجداد کو مبتلا کیا تھا اور مسخ وغیرہ کے ان عذابوں کو تم خوب جانتے ہو۔ ③ یہ گویا ترغیب سے ترہیب کی طرف انتقال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ترغیب وترہیب کے دونوں انداز میں انھیں دعوت دی ہے تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کرلیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور قرآن سے نصیحت حاصل کریں، قرآن نے جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے اجتناب کریں جن کا حکم دیا ہے انھیں بجالائیں۔ اور قرآن نے جو خبریں دی ہیں ان کی تصدیق کریں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ﴾ ''اور جو کتاب میں نے (اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل کی جو تمھاری کتاب (تورات) کو سچا کہتی ہے، اس پر ایمان لاؤ۔'' اس سے مراد قرآن مجید ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی اُمی رسولِ عربی، بشیر ونذیر اور سراج منیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق کتاب ہے اور یہ سابقہ آسمانی کتابوں تورات وانجیل کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اہل کتاب! تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جسے میں نے نازل کیا ہے اور یہ کتاب تمھاری کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے اور تمھاری کتابوں تورات وانجیل میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ مجاہد، ربیع بن انس اور قتادہ رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ④

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس سے منکر اول نہ بنو کیونکہ تمھارے پاس وہ علم ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے۔ ⑤

ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے والے پہلے لوگ نہ بنو، یعنی آپ کی بعثت کے بارے میں سننے کے بعد اہل کتاب میں سے تم منکر اول نہ بنو۔ حسن، سدی، اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔ ⑥ ابن جریر نے اس قول کو پسند کیا ہے کہ ﴿ بِهٖ ﴾ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے کیونکہ اس سے پہلے اسی کا ذکر ہے۔ ⑦ یہ دونوں قول ہی صحیح ہیں کہ اس کا مرجع قرآن بھی ہو سکتا ہے اور صاحب قرآن بھی، کیونکہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں، اس لیے کہ جو قرآن کا منکر ہو وہ صاحب قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی منکر ہے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو وہ قرآن کا بھی منکر ہے۔

﴿ اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ﴾ یعنی بنی اسرائیل میں سے منکر اول کیونکہ کفار قریش اور دیگر بہت سے عرب ان سے پہلے منکر ہو چکے تھے، اس لیے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تم پہلے منکر نہ بنو۔ یہودِ مدینہ بنی اسرائیل میں سے وہ پہلے لوگ تھے جنھیں قرآن نے مخاطب کیا، لہٰذا ان کے کفر کے معنی یہ تھے کہ وہ اہل کتاب میں سے پہلے کافر ہیں۔

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :96/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:96/1. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:96/1 وتفسیر الطبری:358/1.
④ تفسیر ابن أبی حاتم :96/1. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم :97/1. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم :97/1. ⑦ تفسیر الطبری :360/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿42﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ

اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور حق کو مت چھپاؤ ،حالانکہ تم جانتے ہو ﴿42﴾ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّٰكِعِينَ ﴿43﴾

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ﴿43﴾

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ میری آیات کے ساتھ ایمان اور میرے رسول کی تصدیق کے عوض دنیا اور اس کی لذتوں کو حاصل نہ کرو کیونکہ یہ سب قلیل اور فانی چیزیں ہیں۔ ﴿وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ﴿41﴾﴾ ابن ابوحاتم نے طلق بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم علی وجہ البصیرت اللہ کی رحمت کی امید سے اس کی اطاعت بجالاؤ اور اللہ کے ڈر کی وجہ سے اس کی نافرمانی ترک کردو۔[1] اور ﴿وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ﴿41﴾﴾ ''اور مجھ ہی سے خوف رکھو'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں دیدہ ودانستہ حق چھپانے، حق کے خلاف ظاہر کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے پر سرزنش کر رہا ہے۔

## تفسیر آیات:43,42

**حق کو باطل کے ساتھ ملانے اور چھپانے کی ممانعت:** یہودی جان بوجھ کر حق کو باطل کے ساتھ ملا دیتے تھے، حق کو چھپا لیتے تھے اور باطل کو ظاہر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انھیں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿42﴾﴾ ''اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں ان دونوں باتوں، یعنی حق کو باطل کے ساتھ ملانے اور حق کو چھپانے سے منع فرمایا ہے اور اس بات کا حکم دیا ہے کہ حق کو ظاہر کریں اور اسے کھلم کھلا بیان کریں۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ کے معنی ہیں کہ حق کو باطل کے ساتھ اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ۔[2] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہودیت ونصرانیت کو اسلام کے ساتھ نہ ملاؤ۔ ﴿وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿42﴾﴾ اور تم خوب جانتے ہو کہ اللہ کا دین تو اب اسلام ہی ہے اور یہودیت ونصرانیت اس کے مقابلے میں خانہ ساز ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔[3] حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4]

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے رسول اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت کے بارے میں تمھیں جو علم ہے، اسے نہ چھپاؤ کیونکہ تمھارے پاس جو کتابیں ہیں، ان میں تم اس رسول کے بارے میں لکھا ہوا موجود پاتے ہو۔[5]

یہ بھی جائز ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ تم جانتے ہو کہ تمھارے حق کو چھپانے کی وجہ سے لوگوں کے لیے کس قدر عظیم نقصان ہے کہ اس طرح وہ ہدایت سے محروم ہو کر گمراہ ہو جائیں گے، پھر اس گمراہی کے نتیجے میں جہنم رسید ہوں گے کیونکہ انھوں

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:98/1. [2] تفسیر الطبري:363/1. [3] تفسیر ابن أبي حاتم:98/1. [4] تفسیر ابن أبي حاتم:98/1.
[5] تفسیر ابن أبي حاتم:98/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿44﴾

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿44﴾

نے تو باطل کے اس راستے کو اختیار کیا ہوگا جس میں تم نے تھوڑی سی حق کی آمیزش بھی کر دی ہوگی تاکہ اس طرح تم اپنے باطل کو رواج دے سکو۔ بیان کا مطلب وضاحت کرنا ہے اور اس کے برعکس کتمان (حق کو چھپانا اور) حق و باطل کو خلط ملط کرنا ہے۔

مُقاتِل بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے جو یہ فرمایا ہے: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں۔[1] اور ﴿ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ میں انھیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ زکاۃ دیں اور اسے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیں۔[2] اور ﴿ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿43﴾ ﴾ میں انھیں یہ حکم دیا ہے کہ امتِ محمدیہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا کریں، یعنی یہ بھی امت محمدیہ کے لوگوں کے ساتھ اور انھی میں سے ہو جائیں۔[3]

﴿ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿43﴾ ﴾ کے یہ معنی بھی ہیں کہ اعمال صالحہ بجا لانے میں مومنوں کے ساتھ ہو جاؤ، ان اعمال میں سرفہرست نماز ہے۔ اس آیت سے بہت سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز با جماعت ادا کرنا واجب ہے۔

## تفسیر آیت: 44

**نیکی کا حکم دینے اور خود عمل نہ کرنے پر سرزنش:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب! تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور یہ بڑی اچھی بات ہے مگر تمھیں یہ بات کس طرح زیب دیتی ہے کہ تم اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، لوگوں کو جس نیکی کے کرنے کا کہتے ہو، اسے خود نہیں کرتے، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو اور جانتے ہو کہ احکام الٰہی میں کوتاہی کرنے والے کے بارے میں اس میں کیا لکھا ہے؟ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿44﴾ ﴾ یعنی کیا تم سمجھتے نہیں کہ تم اپنے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ اس مدہوشی سے ہوش میں آؤ! اندھا پن چھوڑو اور بینا بنو!

عبدالرزاق نے معمر کے واسطے سے قتادہ رحمہ اللہ سے فرمان باری تعالیٰ: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل لوگوں کو تو اللہ کی اطاعت، تقویٰ اور نیکی اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے اور خود اس کی مخالفت کرتے تھے۔ اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے انھیں عار دلائی ہے۔[4] سدی کا بھی یہی قول ہے۔[5] اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج نے کہا ہے کہ اہل کتاب اور منافقین لوگوں کو تو نماز، روزے کا حکم دیتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں عار دلائی ہے، لہٰذا جو شخص نیکی کا حکم دے، اسے چاہیے کہ وہ سب سے پہلے خود اس پر عمل کرے۔[6]

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟'' یعنی اپنے آپ کو چھوڑ دیتے ہو۔ ﴿ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:99/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:100/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:100/1. [4] تفسیر عبد الرزاق:268/1. [5] تفسیر الطبری:368/1. [6] تفسیر الطبری:368/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ''حالانکہ تم کتاب (تورات) پڑھتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں؟'' یعنی تمھارے پاس جو علم نبوت اور عہد و پیمان تورات کی صورت میں ہے، اس کی وجہ سے لوگوں کو تو کفر سے روکتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ تورات میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ تم میرے رسول کی تصدیق کرو گے مگر تم نے میرے اس عہد کو توڑا ہے اور میری کتاب میں جو لکھا ہوا ہے، اس کا انکار کر رہے ہو۔ ①

الغرض اللہ تعالیٰ نے ان کی اس روش کی وجہ سے ان کی مذمت کی ہے اور اپنے بارے میں جس غلطی کا ارتکاب کر رہے تھے اس پر متنبہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر خود اسے نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم دینے پر ان کی مذمت نہیں کی کیونکہ نیکی کا حکم دینا تو بذات خود نیکی ہے اور عالم کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے یہ بھی واجب اور اولیٰ ہے کہ وہ خود بھی نیکی کرے اور نیکی کرنے والوں سے خود پیچھے نہ رہے جیسا کہ شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰى مَاۤ اَنۡهٰٮكُمۡ عَنۡهُ‌ؕ اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ‌ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ‌ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ۝﴾ (ھود 11:88) ''اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمھیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمھارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی (کے فضل) سے ہے۔ میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

نیکی کا حکم دینا بھی واجب ہے اور اسے خود سرانجام دینا بھی واجب۔ علمائے سلف و خلف کے صحیح ترین قول کے مطابق ان میں سے ایک کو ترک کر دینے کی وجہ سے دوسرے کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے فرمایا کہ تمھارا کیا خیال ہے کہ بات اسی صورت میں ہے جب میں تمھیں سنا کر کہوں؟ حالانکہ میں تو ان سے بات کرتا رہتا ہوں لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ ایک کام کا آغاز مجھ سے ہو اور نہ میں کسی کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تو سب لوگوں سے بہتر ہے، خواہ وہ میرا امیر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا ارشاد سنا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

[يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ بِهِ أَقْتَابُهُ ، فَيَدُورُ بِهَا فِي النَّارِ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ ، فَيُطِيفُ بِهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ: يَا فُلَانُ ! مَالَكَ مَاأَصَابَكَ ؟ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ]

''ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس سے اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی، وہ جہنم میں ان کے اردگرد چکر کھاتا رہے گا جس طرح گدھا چکی کے اردگرد چکر کھاتا ہے، جہنمی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا؟ کیا تو ہمیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع نہ کرتا تھا؟ وہ جواب دے گا: ہاں، میں تمھیں تو

① تفسیر الطبری: 368/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿45﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ

اور تم صبر اور نماز کے ذریعے سے اللہ کی مدد طلب کرو، اور بے شک یہ بہت بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر (بھاری نہیں) ﴿45﴾ جو لوگ اس بات کا

مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿46﴾

یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ضرور ملنے والے ہیں اور یہ کہ بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿46﴾

نیکی کا حکم دیتا تھا مگر خود نیکی نہیں کرتا تھا اور تمھیں برائی سے روکتا تھا مگر خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔"[1] اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں تین آیات کی وجہ سے وعظ کرنے کو پسند نہیں کرتا، وہ تین آیات یہ ہیں: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ "(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کا کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کیے دیتے ہو؟" ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ ﴾ (الصف 3,2:61) "مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے؟ اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔" اور تیسری آیت وہ جو اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ ﴾ (ھود 88:11) "اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمھیں منع کروں، خود اس کو کرنے لگوں، میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمھارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی (کے فضل) سے ہے، میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"[3]

## تفسیر آیات: 46,45

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کی جس خیر و بھلائی کی وہ امید رکھتے ہیں، اس کے حصول کے لیے وہ صبر اور نماز سے مدد لیا کریں جیسا کہ مُقاتِل بن حَیّان نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ طلبِ آخرت کے سلسلے میں فرائض پر صبر اور نماز کے ساتھ مدد لیا کرو۔[4] یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں صبر سے مراد روزہ ہے۔ مجاہد نے بھی یہی فرمایا ہے۔[5] قرطبی اور کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ رمضان کو ماہ صبر بھی کہا جاتا ہے۔[6] جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے۔[7] ایک قول یہ بھی ہے کہ صبر سے مراد گناہوں سے رک جانا ہے۔[8] اسی لیے اسے عبادات کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے اور عبادات میں سرفہرست نماز ہے۔

① مسند أحمد: 205/5. ② صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث: 3267 و صحيح مسلم، الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله......، حديث: 2989. ③ تفسير القرطبي: 367/1. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 102/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 102/1. ⑥ تفسير القرطبي: 372/1. ⑦ سنن النسائي، الصيام، ذكر الاختلاف على أبي عثمان......، حديث: 2410. ⑧ دیکھیے جامع العلوم والحكم لابن رجب: 333/1، حدیث: 15 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن ابو حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ مصیبت کے وقت صبر کیا جائے اور یہ بہت اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا صبر یہ ہے کہ ان امور کا ارتکاب نہ کیا جائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ حسن بصری سے بھی یہی قول مروی ہے۔ ①

جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو دین پر ثبات و استقامت کے لیے نماز سب سے بڑی مددگار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ﴾ (العنکبوت 45:29) ”(اے نبی!) یہ کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، اس کی تلاوت کیجیے اور نماز قائم کیجیے، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے حُذَیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مشکل کام کی وجہ سے غم میں مبتلا ہوتے تو نماز شروع فرما دیتے۔ ② اسے امام ابوداود نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

﴿ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ ﴾ میں ضمیر کا مرجع صلاۃ ہے، یہی مجاہد سے مروی ہے۔ ④ اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑤ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ ہو جس پر یہ کلام دلالت کر رہا ہے، یعنی صبر اور نماز کے ساتھ مدد دینے کی وصیت جیسا کہ قصہ قارون میں ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 80:28) ”اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس! مومنوں اور نیکوکاروں کے لیے اللہ کا ثواب کہیں بہتر ہے (جو اس نے تیار کر رکھا ہے) اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔“ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 35,34:41) ”اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں، آپ (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) کہ جس کی آپ سے دشمنی تھی، وہ آپ کا جگری دوست ہوگا۔ اور یہ بات انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر (برداشت) کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔“ یعنی یہ وصیت انھی کے لیے ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔

بہر حال ضمیر کا مرجع نماز ہو یا نماز و صبر کی وصیت تو اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ ﴾ کے معنی ہوں گے کہ یہ بہت گراں اور ثقیل ہے۔ ⑥ ﴿ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ ﴾ ”مگر ان لوگوں کے لیے (گراں نہیں) جو عجز کرنے والے ہیں۔“ ابن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کی تصدیق کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ ⑦

① تفسیر ابن أبي حاتم:102/1. ② مسند أحمد:388/5. ③ سنن أبي داود، التطوع، باب وقت قیام النبي ﷺ من اللیل، حدیث:1319 و صحیح الجامع الصغیر:858/2، حدیث:4703. ④ تفسیر ابن أبي حاتم:103/1. ⑤ تفسیر الطبري: 372/1. ⑥ تفسیر ابن أبي حاتم:103/1. ⑦ تفسیر الطبري:372/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿47﴾

اے بنی اسرائیل! تم میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور بے شک میں نے تمھیں فضیلت دی تھی جہانوں پر ﴿47﴾

اور فرمان الٰہی: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿46﴾ ﴾ ''جو یقین کیے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' اس کا تعلق بھی پہلے کلام ہی سے ہے کہ نماز یا وصیت بہت گراں ہے۔ ﴿ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿45﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ﴾ ''مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں) جو عجز کرنے والے ہیں، جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ضرور ملنے والے ہیں۔'' یعنی جو جانتے ہیں کہ انھیں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور اپنے رب کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ﴿ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿46﴾ ﴾ ''اور بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' یعنی ان کے تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی کی طرف راجع ہیں کہ وہ اپنے عدل کے مطابق ان کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت اور جزا پر یقین کی وجہ سے ان کے لیے نیکیوں کو سرانجام دینا اور برائیوں سے اجتناب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ﴾ کے بارے میں ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب یقین کو بھی ظن اور شک کو بھی ظن سے موسوم کرتے ہیں جس طرح وہ ظلمت وضیاء دونوں کے لیے سُدْفَة اور فریاد کن اور فریادرس دونوں کے لیے صَارِخ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں کہ ایک چیز کا ایک نام ہے اور اس کی ضد کا بھی وہی نام ہے۔[1] یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا ﴾ (الکہف 53:18) ''اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں۔'' اس میں ظن بمعنی یقین ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ (روز قیامت) ایک بندے سے فرمائے گا: [أَيْ فُلُ! أَلَمْ أُكْرِمْكَ (وَأُسَوِّدْكَ) وَ أُزَوِّجْكَ، وَأُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَ الْإِبِلَ وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ ؟ فَيَقُولُ : بَلٰى ، يَا رَبِّ! فَيَقُولُ: أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ؟ قَالَ: فَيَقُولُ :لَا ، فَيَقُولُ : فَإِنِّي أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي] ''اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت نہیں بخشی تھی؟ تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ کو تیرے لیے مسخر نہیں کر دیا تھا؟ اور کیا میں نے تجھے راحت و آرام کے لیے موقع عطا نہیں کیا تھا؟ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں! اے میرے پروردگار! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یقین تھا کہ ایک دن تو میری ملاقات کے لیے آئے گا؟ بندہ عرض کرے گا: نہیں، تو اللہ فرمائے گا: (آج) میں تجھے بھلا رہا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔''[2]

اس کی مزید تفصیل ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾ (التوبہ 67:9) کی تفسیر کے موقع پر بیان کی جائے گی۔ إن شاء اللہ تعالیٰ.

[1] تفسیر الطبری: 373/1. [2] صحیح مسلم، الزھد، باب [الدنیا سجن للمؤمن وجنّة للکافر]، حدیث: 2968.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

اور اس دن سے ڈرو جب کوئی جان کسی جان کو کچھ فائدہ نہیں دے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی

عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿48﴾

عوض لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی ﴿48﴾

**تفسیر آیت: 47**

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو وہ نعمتیں یاد دلا رہا ہے جو اس نے ان کے آباء واجداد اور اسلاف پر کی تھیں کہ ان میں سے رسول بھیجے، ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور انھیں ان کے زمانے کے تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الدخان 32:44) ''اور بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو جہان والوں سے علم کی بنا پر منتخب کیا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (المآئدة 20:5) ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم پر اللہ نے جو احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے اور تمھیں بادشاہ بنایا اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ اہل عالم میں سے کسی کو نہیں دیا۔''

ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس کے حوالے سے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے: ﴿ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿45﴾ ﴾ سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انھیں اپنے زمانے کے لوگوں کے مقابلے میں بادشاہت، رسولوں اور کتابوں کی صورت میں دی گئی تھیں۔ یاد رہے ہر زمانے کا ایک اپنا عالم ہوتا ہے۔[1] مجاہد، ربیع بن انس، قتادہ اور اسماعیل بن ابو خالد رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

**امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل سے افضل ہے:** بنی اسرائیل کو صرف اپنے زمانے کے لوگوں پر فضیلت حاصل تھی جبکہ امت محمدیہ ان سے بھی افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ ﴾ (آل عمران 110:3) ''(مومنو! جتنی امتیں لوگوں میں پیدا ہوئیں) تم (ان سب سے) بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔''

مسانید اور سنن میں معاویہ بن حَیدَہ قُشَیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْتُمْ تُوفُونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ] ''تم سترویں امت ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام امتوں کے مقابلے میں بہتر اور معزز ہو۔''[3] اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جنھیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

---

[1] تفسير الطبري:378/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم:104/1. [3] مسند أحمد:3/5 اور [خيرها] اسی صفحے پر دوسری روایت میں ہے۔ وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة آل عمران، حديث:3001 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، حديث:4288.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران 3:110) کی تفسیر کے موقع پر بیان کیا جائے گا۔

## تفسیر آیت: 48

یہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو پہلے اپنی نعمتیں یاد دلائیں اور اب اس کے بعد روز قیامت کے سخت اور طویل عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا یَوْمًا ﴾ ''اور اس دن سے ڈرو'' یعنی قیامت کے دن سے ﴿ لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا ﴾ ''اس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ط ﴾ (فاطر 35:18) ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔'' اور ارشاد ہے: ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۞ ﴾ (عبس 80:37) ''ان میں سے ہر شخص اس روز ایک ایسی فکر میں ہوگا جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' اسی طرح فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ط ﴾ (لقمٰن 31:33) ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آ سکے گا۔'' یہ بڑا پر خطر اور ہولناک مقام ہے کہ اس دن باپ بیٹے میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آ سکے گا۔

**کافروں سے سفارش وفدیہ قبول ہوگا نہ ان کی مدد کی جائے گی:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ کافروں کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔[1] جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۞ ﴾ (المدثر 74:48) ''تو (اس حال میں) سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے حق میں کچھ فائدہ نہ دے گی۔'' اور جیسا کہ جہنمیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہیں گے: ﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۞ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۞ ﴾ (الشعرآء 26:100,101) ''تو (آج) نہ کوئی ہمارے لیے سفارش کرنے والا ہے اور نہ کوئی گرم جوش دوست۔''

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط ﴾ (آل عمران 3:91) ''بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ اگر (نجات حاصل کرنا چاہیں اور بدلے میں زمین بھر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ ﴾ (المآئدة 5:36) ''بے شک جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس روئے زمین (کے تمام خزانے اور اس) کا سب مال ومتاع ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو تاکہ قیامت کے روز عذاب سے بچنے کے لیے فدیے میں دے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ان کو درد دینے والا عذاب ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ط ﴾ (الأنعام 6:70) ''اور اگر وہ (نفس) ہر چیز (جو روئے زمین پر ہے بطور) معاوضہ دینا چاہے تو وہ اس سے قبول نہ ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ط هِيَ مَوْلٰىكُمْ ط ﴾ (الحديد 57:15) ''تو آج تم (منافقین) سے کوئی معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ (وہ) کافروں

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 501/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے (قبول ہی کیا جائے گا) تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمھارے لائق ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ اگر وہ اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان نہ لائیں، اللہ تعالیٰ نے جس دین کے ساتھ انھیں مبعوث فرمایا ہے اس کی پیروی نہ کریں اور اسی حالت میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں تو انھیں کسی قرابت دار کی قرابت اور کسی صاحبِ جاہ وحشمت کی سفارش فائدہ دے گی نہ ان سے کوئی فدیہ ہی قبول کیا جائے گا، خواہ وہ ساری زمین سونے کی بھر کر کیوں نہ دیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ﴾ (البقرة 2:254) ''اس دن کے آنے سے پہلے پہلے (خرچ کرلو) جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہو سکے گا اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴾ (إبراهيم 14:31) ''جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ دوستی (کام آئے گی۔)''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو ان کا خیال نہ ہوگا کہ ان کی مدد کرے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے جیسا کہ قبل ازیں بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ کوئی صاحبِ قرابت یا کوئی صاحبِ جاہ وحشمت ان پر شفقت نہیں کرے گا اور نہ ان سے کوئی فدیہ ہی قبول کیا جائے گا۔ اور کوئی بھی اپنا یا بیگانہ ان کی مدد نہ کر سکے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴾ (الطارق 86:10) ''انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کافر سے نہ کوئی فدیہ قبول کرے گا اور نہ اس کے حق میں کسی کی سفارش تسلیم کرے گا۔ اس کے عذاب سے نہ کوئی بچا سکے گا، نہ اس سے کوئی خلاصی دلا سکے گا اور نہ کوئی پناہ دے سکے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ ﴾ (المؤمنون 23:88) ''اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۝ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ (الفجر 89:25,26) ''چنانچہ اس دن نہ کوئی اللہ کے عذاب کی طرح کا عذاب دے گا اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ بَلْ هُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:25,26) ''تم کو کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ بلکہ آج تو وہ (سب) فرماں بردار ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ﴾ (الأحقاف 46:28) ''تو جن کو ان لوگوں نے تقرب (الٰہی) کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا تھا، انھوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟ بلکہ وہ ان (کے سامنے) سے گم ہو گئے۔''

ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:25) کے بارے میں لکھا ہے کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم کو کیا ہوا کہ آج تمھاری مدد نہیں کی جا رہی، تمھارے لیے دوری ہو آج تمھیں کسی قسم کی مدد حاصل نہ ہوگی۔[1]

ابن جریر نے ﴿ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس دن کوئی مددگار ان کی مدد کرے گا نہ کوئی سفارش کرنے والا سفارش کرے گا اور نہ ان سے کوئی بدلہ یا فدیہ ہی قبول کیا جائے گا، دوستی دم توڑ جائے گی، رشوت اور سفارش ختم ہو جائے گی، نصرت وحمایت اور تعاون کا نام ونشان نہ ہوگا اور سارا معاملہ اس جبار اور عادل کے ہاتھ میں ہوگا جس کی بارگاہ میں سفارش کرنے والے اور مددگار کام نہ آئیں گے۔ وہ برائی کی سزا تو برائی کے برابر دے گا مگر نیکی کا بدلہ اس سے کئی گنا زیادہ

[1] تفسير الطبری: 384/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

اور (یاد کرو) جب ہم نے تمھیں آل فرعون سے نجات دی وہ تمھیں سخت عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ

نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿49﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ

دیتے تھے، اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی ﴿49﴾ اور جب ہم نے تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمھیں نجات

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿50﴾

دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا جبکہ تم دیکھ رہے تھے ﴿50﴾

عطا فرمائے گا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ○ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:24-26) ”اور ان کو ٹھہرائے رکھو بلاشبہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے، تم کو کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ بلکہ آج تو وہ (سب) فرماں بردار ہیں۔“[1]

## تفسیر آیات: 50,49

**بنی اسرائیل کی نجات اور قوم فرعون کا غرق:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل! تم میرے اس احسان کو بھی یاد کرو ﴿ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ ”اور (یاد کرو) جب ہم نے تمھیں آل فرعون سے نجات دی وہ تمھیں سخت تکلیف دیتے تھے۔“ یعنی جب میں نے تم کو فرعونیوں سے خلاصی بخشی اور تمھیں موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت میں ان کے ہاتھوں سے نجات عطا فرمائی، حالانکہ وہ تمھیں بہت بڑا اور شدید دکھ دیتے تھے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فرعون ۔لَعَنَهُ اللّٰهُ۔ نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ ڈر گیا کہ بیت المُقَدَّس سے ایک آگ نکل کر مصر میں پہنچی اور قبطیوں کے گھروں میں تو داخل ہوگئی مگر بنی اسرائیل کے گھروں میں داخل نہ ہوئی۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ اس کی حکومت کا زوال بنی اسرائیل کے ایک شخص کے ہاتھوں ہوگا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ قصہ گو لوگوں نے اسے بتایا کہ بنی اسرائیل اپنے ہاں ایک ایسے شخص کے پیدا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں جس کی وجہ سے انھیں حکومت اور عظمت و شوکت حاصل ہوگی۔ اس موقع پر فرعون ۔لَعَنَهُ اللّٰهُ۔ نے یہ حکم دیا کہ آج کے بعد بنی اسرائیل میں جو لڑکا بھی پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اور بنی اسرائیل کو مشقت والے اور رذیل کاموں میں استعمال کیا جائے۔

یہاں عذاب کی تفسیر بیٹوں کے قتل سے کی گئی ہے اور سورۂ ابراہیم میں بیٹوں کے قتل کو عذاب پر عطف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ ﴾ (ابراھیم 14:6) ”وہ لوگ تمھیں برے عذاب دیتے تھے اور تمھارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور تمھاری بیٹیاں زندہ رہنے دیتے تھے۔“ اس کی مزید تفسیر سورۂ قصص کی ابتدا میں بھی بیان کی جائے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، وَبِهِ الثِّقَةُ وَالْمَعُوْنَةُ وَالتَّأْيِيْدُ.

﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ ﴾ کے معنی ہیں یُوْلُوْنَكُمْ یعنی مبتلا رکھتے تھے تم کو۔ یہ قول ابوعبیدہ کا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: سَامَهُ خُطَّةَ

[1] تفسیر الطبری: 384/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فرعون کی غرقابی اور کوہِ طور

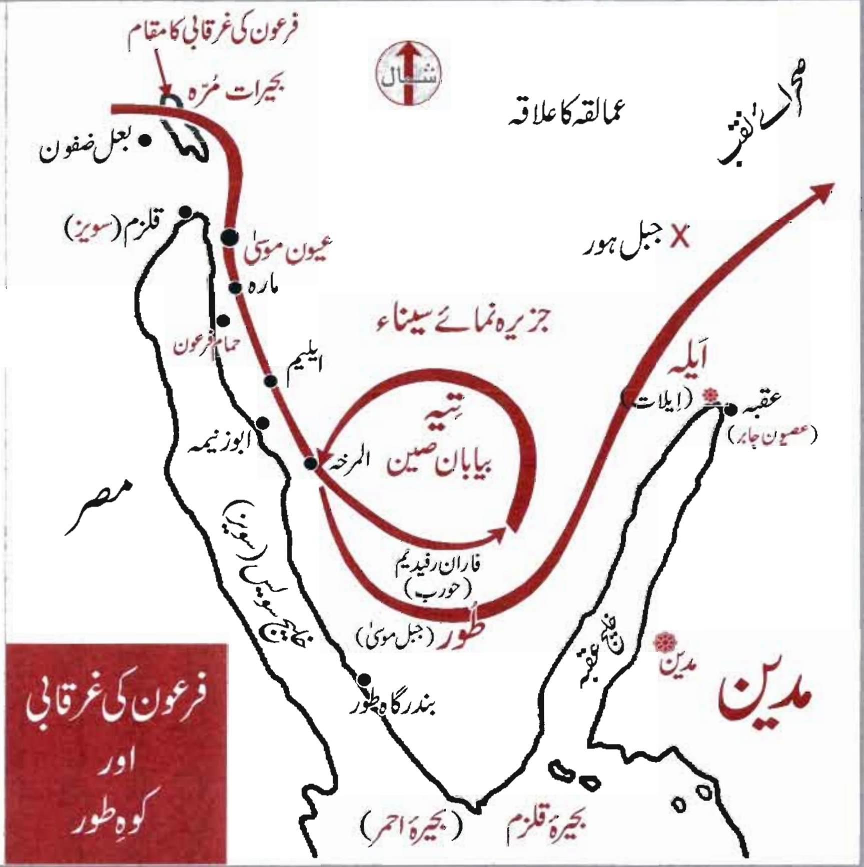


**بحیراتِ مُرّہ:** یہ نمکین پانی کی کھاڑیاں (جھیلیں) ہیں جو آج کل بحیرۂ قلزم کی خلیج سویس سے فاصلے پر واقع ہیں مگر قدیم زمانے میں یہ بحیرۂ قلزم کا حصہ تھیں۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ بحیرات مُرّہ کو کسی مقام سے پار کیا اور یہیں فرعون غرق ہوا۔

**حمام فرعون:** روایت ہے کہ اس جگہ فرعون منفتاح کی لاش پانی میں تیرتی ملی تھی۔

**کوہ طور (جبل موسیٰ):** موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل مارہ، ایلیم، المرخہ اور فاران رفیدیم کے راستے جبل موسیٰ تک پہنچے جس کا قدیم نام سیناء یا طور ہے۔ قرآن میں اسی کی وادی کو ''وادی مقدس طویٰ'' کہا گیا ہے۔

**بندرگاہ طور:** جزیرہ نمائے سیناء کے جنوب مغربی ساحل پر طور نامی بندرگاہ ہے۔

**بیابان صین:** بائبل کے مطابق بیابان صین سے من وسلویٰ کا نزول شروع ہوا۔ دشتِ صین یا ''سین'' سے مراد صحرائے سیناء ہے۔ اس بیابان کے سرے پر المرخہ واقع ہے۔

**حورب:** رفیدیم کے قریب حورب نامی چٹان پر موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا تو بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

**کوہ ہور:** جبل ہور پر ہارون علیہ السلام نے وفات پائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خَسْفٍ ''وہ اس کی ذلت وحقارت میں کوشاں رہتا ہے۔'' اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ وہ تمھیں ہمیشہ عذاب دیتے تھے جیسا کہ ہمیشہ چرنے والی بکری کو سَائِمَةُ الْغَنَمِ کہتے ہیں۔ اسے قرطبی نے بیان کیا ہے۔[1]

یہاں ﴿ يُذَبِّحُونَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ﴾ میں ﴿ يُذَبِّحُونَ ﴾ کا عطف ﴿ يَسُومُونَكُمْ ﴾ پر نہیں ڈالا گیا بلکہ ﴿ يُذَبِّحُونَ ﴾ فرعون کے بدترین عذاب کی تفسیر ہے کہ وہ کس قسم کا عذاب دیتا تھا کیونکہ اس کے سیاق میں آیت مبارکہ ﴿ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ﴾ میں نعمت مفرد ہے۔ اور سورۂ ابراہیم میں چونکہ ﴿ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ﴾ (إبراهيم 5:14) ''اور انھیں اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلا۔'' میں انعامات و احسانات کا ذکر ہے اس وجہ سے وہاں ﴿ يُذَبِّحُونَ ﴾ کا عطف ﴿ يَسُومُونَكُمْ ﴾ پر ڈالا گیا ہے تاکہ متعدد انعامات و احسانات کا پتا چل جائے۔

مصر کے سب کافر بادشاہوں کو فرعون کہا جاتا تھا، خواہ ان کا تعلق عمالیق سے ہو یا دوسروں سے جیسا کہ روم و شام کے ہر کافر بادشاہ کو قیصر، فارس (ایران) کے ہر بادشاہ کو کسریٰ، یمن کے ہر کافر بادشاہ کو تُبَّع اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ کے بارے میں ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ جو ہم نے تمھارے آباء واجداد کو قوم فرعون کے عذاب سے نجات بخشی تو یہ بھی تم پر ایک عظیم الشان نعمت تھی، یعنی ﴿ بَلَآءٌ ﴾ سے مراد نعمت ہے۔[2] لفظ ﴿ بَلَآءٌ ﴾ کے اصل معنی آزمائش کے ہیں اور آزمائش کبھی سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی آسودگی کے ساتھ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ﴾ (الأنبيآء 35:21) ''اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 168:7) ''اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔''

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکلیف کی صورت میں جو آزمائش ہو اس کے لیے بَلَوْتُهٗ أَبْلُوهُ بَلَاءً اور آسائش کی صورت میں جو آزمائش ہو اس کے لیے أَبْلَيْتُهٗ أُبْلِيهِ إِبْلَاءً وَّ بَلَاءً کے صیغے استعمال ہوتے ہیں۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اور جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی اور تم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے اور فرعون بھی تمھارے تعاقب میں نکلا تو ہم نے تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسا کہ اپنے اپنے مقامات پر اس کا ذکر آئے گا، اس کی سب سے زیادہ تفصیل۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سورۂ شعراء میں آئے گی۔[4] ﴿ فَاَنْجَيْنٰكُمْ ﴾ کے معنی ہیں ہم نے تم کو ان سے خلاصی عطا کی۔ تمھارے اور ان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی اور تمھاری آنکھوں کے سامنے انھیں غرق کر دیا تاکہ اس سے تمھارے سینوں کو زیادہ تسکین حاصل ہو اور تمھارے دشمن کے لیے یہ صورت حال زیادہ توہین آمیز ہو۔

**یوم عاشوراء کا روزہ:** حدیث میں آیا ہے کہ یہ عاشوراء کا دن تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے

[1] تفسیر القرطبی:384/1. [2] تفسیر الطبری:391/1. [3] تفسیر الطبری:392/1. [4] دیکھیے الشعرآء، آیات:52-68 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿51﴾

اور (یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے وعدہ کیا چالیس راتوں کا، پھر موسیٰ کے (طور پر) جانے کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے ﴿51﴾

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿52﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

پھر اس کے بعد ہم نے تمھیں معاف کر دیا تاکہ تم شکر کرو ﴿52﴾ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان (حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی)

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿53﴾

دی تاکہ تم ہدایت پاؤ ﴿53﴾

دریافت فرمایا: [مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَ ؟] ''تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: یہ بڑی عظمت والا دن ہے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی، اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا، آپ نے فرمایا: [أَنَا أَحَقُّ بِمُوسٰى مِنْكُمْ] ''میں تمھاری نسبت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حق دار ہوں۔'' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔[1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

### تفسیر آیات:51-53

**بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنانا:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم میرے اس احسان کو بھی یاد کرو جب تم نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا تھا اور میں نے تمھیں معاف کر دیا جس وقت موسیٰ علیہ السلام اس میعاد مقررہ کے لیے گئے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمادی تھی۔ اور وہ میعاد مقررہ چالیس رات تھی جس کا ذکر سورۂ اعراف کی اس آیت میں ہے: ﴿ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ ﴾ (الأعراف 7:142) ''اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی (کہ وہ اتنی راتیں کوہِ طور پر گزارے) اور دس راتیں مزید ملا کر اسے پورا کر دیا۔'' کہا گیا ہے کہ اس سے ذوالقعدہ کا پورا مہینہ اور دس راتیں ذوالحجہ کی مراد ہیں۔[3] اور یہ فرعون سے انھیں خلاصی عطا فرمانے اور سمندر سے پار کرا دینے کے بعد کا واقعہ ہے۔

اور فرمانِ الٰہی: ﴿ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ﴾ ''اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی۔'' میں الکتاب سے مراد تورات ہے۔ ﴿ وَالْفُرْقَانَ ﴾ اور فرقان سے مراد وہ شے ہے جس سے حق و باطل اور ہدایت و ضلالت میں فرق کیا جا سکے۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿53﴾ ﴾ ''تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔'' یہ بھی سمندر سے باہر نکلنے کے بعد کی بات ہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے۔[4] نیز درج ذیل آیت کریمہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 28:43) ''اور بے شک ہم نے

[1] مسند أحمد:291/1. [2] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، حديث:2004 و صحيح مسلم، الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، حديث:1130 و السنن الكبرى للنسائي:156/2، حديث:2834 و سنن ابن ماجه، الصيام، باب صيام يوم عاشوراء، حديث:1734 و سنن أبي داود:2444. [3] تفسير الطبري:400/1. [4] دیکھیے الأعراف، آیات:138-151.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بے شک تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے بچھڑے کو (معبود) بنا کر، لہٰذا اب تم اپنے پیدا کرنے والے

بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

کے حضور توبہ کرو، اور تم اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہت بہتر ہے، پھر اللہ نے تم پر توجہ کی، بے شک وہی

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿54﴾

بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿54﴾

(فرعونیوں سمیت) پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت، ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔''

## تفسیر آیت:54

**اپنے آپ کو قتل کرنے کی صورت میں بنی اسرائیل کی توبہ:** یہاں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا کر جس نہایت سنگین جرم کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جرم کی توبہ کس طرح قبول فرمائی۔ حسن بصری ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ ان سے اس وقت فرمایا تھا جب ان کے دلوں میں احساس پیدا ہوا کہ بچھڑے کی عبادت کرکے وہ سنگین جرم کے مرتکب ہوئے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ ﴾ (الأعراف 149:7) ''اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہم کو معاف نہیں فرمائے گا تو ہم ضرور برباد ہو جائیں گے۔'' تو اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ ﴾ ''اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے۔''[1]

ابو العالیہ، سعید بن جبیر اور ربیع بن انس رحمہم اللہ ﴿ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں: إِلٰى خَالِقِكُم کہ تم اپنے خالق کے آگے توبہ کرو۔[2] ﴿ اِلٰى بَارِىِٕكُمْ ﴾ کے الفاظ سے درحقیقت ان کے سنگین جرم سے متنبہ بھی کیا جا رہا ہے، یعنی اس ذات گرامی کے آگے توبہ کرو کہ تمھارا خالق تو وہ ہے مگر تم نے اس کے ساتھ کسی اور کی بھی عبادت شروع کر دی۔

امام نسائی، ابن جریر اور ابن ابو حاتم رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی توبہ کی صورت یہ تھی کہ ان میں سے ہر شخص اپنے سامنے آنے والے انسان کو تلوار سے قتل کر دے، خواہ وہ اس کا باپ ہو یا بیٹا اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ وہ کس کو قتل کر رہا ہے، اس طرح ان لوگوں نے بھی توبہ کر لی جو موسیٰ وہارون سے تو مخفی رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ کو ان کے گناہوں کا علم تھا، انھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور وہ کام کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا اور

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 109/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 110/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو سامنے (علانیہ) نہ دیکھ لیں تو تمھیں بجلی نے پکڑ لیا اور تم

تَنۡظُرُوۡنَ ﴿55﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿56﴾

دیکھ رہے تھے ﴿55﴾ پھر ہم نے تمھیں زندہ کیا تمھاری موت کے بعد تاکہ تم شکر کرو ﴿56﴾

اس طرح اللہ تعالیٰ نے قتل کرنے والوں کو بھی معاف فرما دیا اور قتل ہونے والوں کو بھی۔ [1]

ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں، موسیٰ علیہ السلام نے جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا جنھوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا تو وہ بیٹھ گئے اور جنھوں نے بچھڑے کو معبود نہیں بنایا تھا وہ ہاتھوں میں خنجر پکڑ کر کھڑے ہو گئے اس وقت زبردست اندھیرا چھا گیا اور انھوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا جب اندھیرا چھٹ گیا تو معلوم ہوا کہ ستر ہزار انسان قتل ہو گئے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے قتل ہونے والوں کی بھی توبہ قبول فرمائی اور جو بچ گئے ان کی بھی توبہ قبول فرمائی۔ [2]

## تفسیر آیات:56,55

**بنی اسرائیل کے سرداروں کا اللہ کے دیدار کا مطالبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کو مار کر زندہ کرنا:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جب تم نے موسیٰ علیہ السلام سے مجھ کو آمنے سامنے دیکھنے کا سوال کیا، حالانکہ اس کی تمھیں اور تم جیسے انسانوں کو استطاعت ہی نہیں کہ مجھے دیکھ سکیں۔ اور اس ناروا سوال کی پاداش میں جب تمھیں بجلی نے آ گھیرا تو موت آ جانے کے بعد میں نے تمھیں از سرنو زندہ کر دیا جیسا کہ ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ ﴿جَهۡرَةً﴾ کے معنی عَلَانِیَةً کے ہیں۔ [3] اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ جب تک ہم اللہ کو علانیہ طور پر نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ [4]

عروہ بن رُوَیم ﴿وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿55﴾﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مر گئے اور کچھ ان مرنے والوں کو دیکھ رہے تھے، پھر مرنے والوں کو زندہ کر دیا گیا اور دیکھنے والوں پر موت طاری کر دی گئی۔ [5] ﴿فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ﴾ کی تفسیر کے بارے میں امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ سب لوگ مر گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر رو رو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا شروع کر دی کہ اے اللہ! میں بنی اسرائیل کے پاس واپس جا کر کیا کہوں گا کہ ان میں سے اچھے لوگوں کو تو تو نے مار دیا ہے؟ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوۡ شِئۡتَ اَهۡلَكۡتَهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ﴾ (الأعراف 155:7)

''اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا، کیا تو اس فعل کی سزا میں، جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے، ہمیں ہلاک کر دے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ یہ ستر لوگ بھی ان میں سے ہیں جنھوں نے بچھڑے کی

---

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، طٰہٰ:405,404/6 وتفسیر الطبری:409/1 عن أبی العالیة معمولی فرق کے ساتھ وتفسیر ابن أبی حاتم:110/1. ② تفسیر الطبری:408/1. ③ تفسیر الطبری:413/1. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:111/1. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:111/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبادت کی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کر دیا اور وہ ایک ایک کر کے زندہ ہو گئے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ وہ کس طرح زندہ ہو رہے ہیں۔ یہی معنی ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۵۶ ﴾ ''پھر ہم نے تمھیں مارنے کے بعد زندہ کیا تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ'' کے ہیں۔[1]

ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ان کی موت سزا کے طور پر تھی لیکن انھیں موت کے بعد پھر زندہ کیا گیا تاکہ اپنی اپنی عمروں کو پورا کر لیں۔ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[2]

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے پاس سے ان تختیوں کو لے کر آئے جن میں تورات کو لکھا ہوا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی قوم کے لوگوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی ہے۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو انھوں نے ایسا ہی کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمالیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ ان تختیوں میں اللہ کی کتاب لکھی ہوئی ہے اور اس کتاب میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی ہیں تو انھوں نے کہا کہ موسیٰ! تیری بات کا کون یقین کرے؟ اللہ کی قسم! ہم تو اس کو اس وقت تک اللہ کی کتاب تسلیم نہیں کریں گے جب تک ہم خود اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں اور وہ خود یہ نہ فرمائے کہ یہ میری کتاب ہے تم اس کو لے لو۔ موسیٰ! بتائیں تو سہی کہ آخر اللہ تعالیٰ ہم سے اس طرح کیوں کلام نہیں کرتا جس طرح آپ سے کلام کرتا ہے؟ اس موقع پر عبدالرحمٰن نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ﴾ ''ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو سامنے (علانیہ طور پر) نہ دیکھ لیں۔'' تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عذاب آیا کہ توبہ قبول ہونے کے بعد ان کو بجلی نے آ گھیرا جس کی وجہ سے وہ سب کے سب مر گئے۔

مرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرما دیا اور یہی معنی ہیں ﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۵۶ ﴾ کے۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ اللہ کی کتاب لے لو، کہنے لگے: نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا تھا؟ کہنے لگے ہم مر گئے تھے، پھر ہمیں زندہ کر دیا گیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اللہ کی کتاب کو لے لو۔ کہنے لگے: نہیں، ہم اس کو نہیں لیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیج دیا جنھوں نے ان کے اوپر پہاڑ کو لا کھڑا کیا۔[3]

یہ سیاق کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انھیں دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد مکلّف قرار دیا گیا تھا۔ ماوردی نے اس سلسلے میں دو قول بیان کیے ہیں: (1) معاملے کے کھلم کھلا اور بالکل عیاں طور پر معائنے کے بعد ان سے احکام شریعت کی پابندی ساقط ہو گئی تھی کیونکہ تصدیق کے لیے وہ مجبور و مضطر ہو گئے تھے۔ (2) وہ بدستور مکلّف ہی تھے کیونکہ کوئی عاقل احکام شریعت کی پابندی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہی بات صحیح ہے کیونکہ زبردست امور کا مشاہدہ اس بات سے مانع نہیں ہو سکتا کہ انھیں احکام شریعت کا پابند قرار دیا جائے کیونکہ بنی اسرائیل نے تو اور بھی بڑے بڑے خرق عادت امور کا

① تفسیر ابن أبي حاتم:113/1. ② تفسیر ابن أبي حاتم:112/1. ③ تفسیر الطبری:417/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا

اور ہم نے تم پر سایہ کیا بادلوں کا اور (کھانے کے لیے) تم پر من وسلویٰ اتارا (اور کہا کہ) ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا کیں اور انھوں

ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿57﴾

نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے تھے ﴿57﴾

مشاہدہ کیا تھا اور اس کے باوجود انھیں احکام شریعت کا پابند قرار دیا گیا تھا۔[1] اور یہ بالکل واضح ہے۔ واللہ أعلم.

## تفسیر آیت: 57

**بادل کا سایہ اور من وسلویٰ کا نزول:** یہ ذکر کرنے کے بعد کہ ان سے عذاب کو دور کر دیا تھا، اب اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کا ذکر فرما رہا ہے جن سے اس نے بنی اسرائیل کو نوازا، چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ ''اور ہم نے بادلوں کا تم پر سایہ کیے رکھا۔'' غَمَامٌ ، غَمَامَةٌ کی جمع ہے، اس کے معنی ڈھانپنے کے ہوتے ہیں۔ بادل کو اس لیے غمامہ کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان کو چھپا لیتا اور ڈھانپ لیتا ہے۔ اس سے مراد وہ سفید بادل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر تیہ میں سایہ کر دیا تھا تاکہ سورج کی گرمی سے بچ سکیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر تیہ میں بادلوں کا سایہ کر دیا۔ ابن ابوحاتم فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، ربیع بن انس، ابومجلز، ضحاک اور سدی رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ کی تفسیر میں حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنگل میں بادل کا سایہ کر دیا تھا تاکہ دھوپ سے بچ سکیں۔[3] ابن جریج بعض دیگر مفسرین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ ایک بہت ہی ٹھنڈا اور پاکیزہ بادل تھا۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ﴾ ''اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا'' کے بارے میں علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے لیے مَنّ درختوں پر نازل ہوتا تھا، وہ صبح کے وقت جاتے اور جس قدر چاہتے کھا لیتے تھے۔[5] قتادہ فرماتے ہیں کہ منّ ان کے گھروں ہی میں اس طرح نازل ہوتا تھا جس طرح برف باری ہوتی ہے۔ یہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور طلوعِ فجر سے طلوع آفتاب تک نازل ہوتا تھا اور ان میں سے ہر شخص دن بھر کی اپنی ضرورت کے مطابق لے لیتا تھا، اگر کوئی اس سے زیادہ لے لیتا تو یہ خراب ہو جاتا اور کھانے کے قابل نہ رہتا تھا۔ ہاں، البتہ چھٹے دن، یعنی جمعے کے دن وہ اس قدر لے سکتے تھے جو چھٹے اور ساتویں، یعنی جمعہ و ہفتے کے دونوں دنوں کے لیے کافی ہوتا کیونکہ ہفتے کا دن ان کی عید کا دن تھا اور اس دن سب کاموں کی چھٹی ہوتی تھی، یہ سارے انعامات جنگل ہی میں پیش آتے تھے۔[6]

مَنّ کے بارے میں مشہور ہے کہ اسے اگر تنہا کھایا جاتا تو یہ کھانا بھی تھا اور میٹھا س بھی اور اگر اس کو پانی میں حل کر لیا جاتا تو اس سے ایک عمدہ مشروب بن جاتا، کسی اور چیز میں شامل کر لیا جاتا تو کھانے کی ایک دوسری قسم بن جاتا تھا۔ لیکن آیت میں مَنّ سے مراد صرف یہی نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے: [اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ] ''کھمبی بھی

[1] تفسیر القرطبی: 405/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 113/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 113/1. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 113/1. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 114/1. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 114/1 و تفسیر عبدالرزاق: 271/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

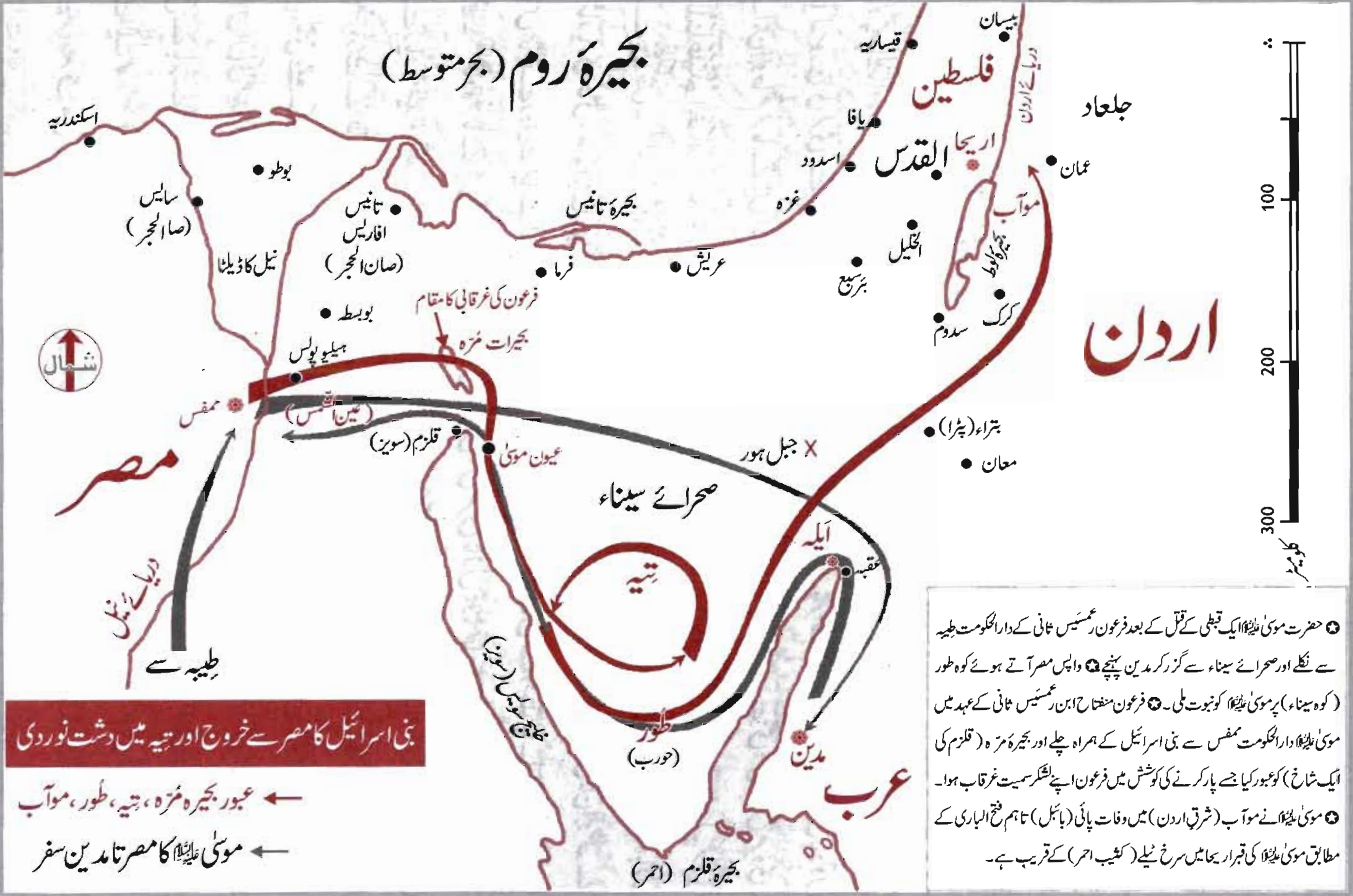


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَنّ (کی قسم) سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔‘‘[1] اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] نیز اس حدیث کو امام ابوداود کے علاوہ دیگر کئی محدثین نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ ، وَفِيهَا شِفَاءٌ مِّنَ السُّمِّ ، وَالْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ] ’’اور عجوہ (مدینہ منورہ کی ایک اعلیٰ ترین قسم کی کھجور) جنت سے ہے اور یہ زہر سے شفا ہے اور کھمبی بھی منّ سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔‘‘[4] اس حدیث کو (اس سند سے) صرف امام ترمذی ہی نے بیان کیا۔[5]

سلوٰی کے بارے میں علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سلوٰی بٹیر کے مشابہ ایک پرندہ تھا جسے وہ کھاتے تھے۔[6] سدی نے بھی ابن عباس، ابن مسعود اور بہت سے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی روایت کیا ہے۔[7] مجاہد، شعبی، ضحاک، حسن، عکرمہ اور ربیع بن انس رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[8] عکرمہ فرماتے ہیں کہ سلوٰی ایک پرندہ تھا جس طرح جنت کے پرندے ہوں گے، یہ چڑیا کے برابر یا اس سے کچھ بڑا پرندہ تھا۔[9] قتادہ کا قول ہے کہ سلوٰی چنڈول (چڑیا) کی طرح کا ایک پرندہ تھا۔ جنوب کی طرف سے ہوا چلتی تو وہ ڈھیر لگا دیتی، آدمی اپنی دن بھر کی ضرورت کے مطابق ذبح کر لیتا تھا اور اگر وہ ضرورت سے زیادہ جمع کرتا تو خراب ہو جاتا اور کھانے کے قابل نہیں رہتا تھا۔ ہاں، البتہ چھٹے دن، یعنی جمعے کے دن وہ اس قدر ذبح کر سکتے تھے جو چھٹے اور ساتویں، یعنی جمعے و ہفتے کے دونوں دنوں کے لیے کافی ہوں کیونکہ ہفتے کا دن عبادت کا دن تھا۔ اور اس دن عبادت کے سوا دیگر تمام کاموں کی چھٹی ہوتی تھی۔[10]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ ﴾ ’’جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ۔‘‘ یہ حکم اباحت کے لیے ہے، یعنی ان چیزوں کا کھانا ان کے لیے مباح تھا، اس میں رہنمائی بھی تھی اور احسان بھی۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝57 ﴾ ’’اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے تھے۔‘‘ یعنی ہم نے تو انھیں یہ حکم دیا تھا کہ یہ رزق جو ہم نے تمھیں عطا فرمایا ہے، اسے کھاؤ اور اپنے رب کا شکر بجالاؤ جیسا کہ فرمایا: ﴿ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُۥ ﴾ (سبا 15:34) ’’(ہم نے کہا:) تم اپنے رب کا رزق کھاؤ، اور اس کا شکر ادا کرو۔‘‘ لیکن انھوں نے اپنے رب کے حکم کی مخالفت کی، کفر کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا، حالانکہ انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے روشن نشانیوں، معجزاتِ قاطعہ اور بہت سے خرقِ عادت امور کا مشاہدہ بھی کر لیا تھا۔

[1] صحيح البخاري، الطب، باب: المنّ شفاء للعين، حديث: 5708 عن سعيد بن زيد رضی اللہ عنہ. [2] مسند أحمد: 187/1.
[3] صحيح مسلم، الأشربة، باب فضل الكمأة ......، حديث: 2049 وجامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الكمأة والعجوة، حديث: 2067. [4] جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الكمأة والعجوة، حديث: 2066. [5] یہ حدیث کئی دوسری سندوں سے بھی مروی ہے، دیکھیے سنن ابن ماجه، الطب، باب الكمأة والعجوة، حديث: 3453 ومسند أحمد: 356,325,305,301/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. [6] تفسير ابن أبي حاتم: 115/1. [7] تفسير الطبري: 422/1. [8] تفسير ابن أبي حاتم: 115/1. [9] تفسير ابن أبي حاتم: 116/1. [10] تفسير ابن أبي حاتم: 115/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ

اور جب ہم نے کہا: تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے تم چاہو جی بھر کر کھاؤ اور تم دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور کہنا:

سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿58﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ

اے اللہ! ہمیں بخش دے، تو ہم تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے اور عنقریب ہم احسان کرنے والوں کو زیادہ دیں گے ﴿58﴾ تو جن لوگوں نے

ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ

ظلم کیا انھوں نے بات بدل دی، سوائے اس کے جو ان سے کہی گئی تھی، پھر ہم نے ان ظالم لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا، اس وجہ سے کہ

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿59﴾ ع 6/13/6

وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿59﴾

**حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت:** اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے اصحاب کے مقابلے میں کس قدر فضیلت حاصل ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طول طویل سفر بھی کیے اور بہت سے غزوات میں بھی شرکت فرمائی اور ہر ہر موقع پر صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا، کبھی بھی نہ کسی دوں ہمتی کا ثبوت دیا اور نہ کسی کٹ حجتی کا مظاہرہ کیا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر سفر بھی طویل تھا، موسم بھی شدید ترین گرم اور بہت سی مشکلات کا بھی سامنا تھا لیکن اس کے باوجود انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ طلب کیا نہ کوئی اور مطالبہ کیا، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بہت آسان تھا۔ ہاں، البتہ جب بھوک کی وجہ سے مشکل میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے میں برکت کے لیے دعا کی درخواست کی اور کھانے پینے کا جو سامان ان کے پاس موجود تھا، اسے انھوں نے جمع کیا (تو وہ بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور آپ نے انھیں حکم دیا کہ اسے برتنوں میں ڈال لو تو اس سے وہ تمام برتن بھر گئے جو اس وقت ان کے پاس تھے۔ ①

اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جب پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے پانی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو ان کے سروں پر ایک بادل چھا گیا جس سے بارش برسنے لگی۔ بارش کے اس بابرکت پانی کو انھوں نے خود بھی پیا، اپنے اونٹوں کو بھی پلایا اور اس سے اپنے برتن بھی بھر لیے، پھر جب دیکھا تو یہ بارش صرف اسی جگہ ہوئی تھی جہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر فروکش تھا۔ ② اس سے جہاں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کا اظہار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت ثابت ہوتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اتباعِ نبوی کا کس قدر اکمل نمونہ تھے۔

① قوسین کے علاوہ دیکھیے صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات......، حدیث:27 ومسند أحمد:421/2 عن أبي ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ② دیکھیے صحیح ابن حبان، الطہارۃ، ذکر الخبر الدالّ علی أن فرث ما یؤکل......:223/4، حدیث:1383 عن عمر رضی اللہ عنہ۔ ودلائل النبوۃ للبیہقي:231,230/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**تفسیر آیات:59,58**

**یہودیوں کی مذمت کہ فتح کے موقع پر انھوں نے شکر کے بجائے تلبیس کو اختیار کیا:** اللہ تعالیٰ یہودیوں کے جہاد سے اعراض اور ارضِ مقدس میں داخل ہونے سے انکار پر ملامت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب یہ موسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں بلادِ مصر سے آئے تو انھیں حکم دیا گیا کہ ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ اور وہاں جو کافر عمالیق ہیں ان سے جہاد کرو تو انھوں نے جہاد سے انکار کرتے ہوئے انتہائی بزدلی اور دوں ہمتی کا مظاہرہ کیا، تب اللہ تعالیٰ نے انھیں جنگل میں پھینک دیا تاکہ حیران و سرگردان پھرتے رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا سورۂ مائدہ میں ذکر فرمایا ہے۔[1]

لہٰذا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ارض مقدس سے مراد بیت المَقدِس ہے جیسا کہ سدی، ربیع بن انس، قتادہ، ابومسلم اصفہانی اور دیگر کئی مفسرین نے بیان کیا ہے۔[2] اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ ﴾ (المآئدة 21:5) ''اے میری قوم! تم ارض مقدس میں جسے اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، داخل ہو جاؤ اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا۔'' کچھ دیگر لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے اریحاء مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبدالرحمٰن بن زید کے حوالے سے بھی یہی بیان کیا جاتا ہے۔[3]

یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ جنگل میں چالیس سال گزارنے کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ (اللہ کی راہ میں) نکلے تو اللہ تعالیٰ نے جمعے کی شام انھیں یہ علاقہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرمادی، اس دن سورج کو بھی ان کے لیے تھوڑی دیر کے لیے روک دیا گیا تھا تاکہ ان کے لیے فتح کرنا ممکن ہو جائے۔[4] اور جب انھوں نے شہر کو فتح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح و نصرت سے نوازا، ان کا شہر انھیں لوٹا دیا، انھیں جنگل اور اس میں سرگردان اور گم گشتہ راہ ہونے سے نجات عطا فرمائی، لہٰذا انھیں حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شکر بجالاتے ہوئے شہر کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں۔

عوفی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا ﴾ میں سجدہ سے مراد رکوع ہے۔ ابن جریر طبری نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے۔[5] امام حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[6] اور ابن ابوحاتم نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ رکوع یا سجدے کی حالت کے بجائے اپنے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔[7] حسن بصری نے بیان کیا ہے کہ انھیں حکم یہ تھا کہ اپنے چہروں کے بل سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں مگر امام رازی نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور کہا ہے کہ یہاں سجدے سے مراد خشوع و خضوع ہے اس لیے کہ اسے حقیقت پر محمول کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ کوئی شخص سجدہ کرتے ہوئے دروازے سے داخل نہیں ہوسکتا۔[8]

---

① دیکھیے المآئدة:5/21-26. ② تفسیر ابن أبی حاتم:1/116. ③ تفسیر الطبری:1/426 اور دیکھیے المستدرك للحاكم، قسم الفيء:2/139,140، حدیث:2618. ④ ملخص از صحیح البخاری، فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ: [أحلت لكم ......]، حدیث:3124 وصحیح مسلم، الجهاد، باب تحليل الغنائم ......، حدیث:1747 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ. لیکن یہاں ''جمعے کی شام'' کا ذکر نہیں۔ اور حضرت یوشع علیہ السلام کے نام کی صراحت مسند أحمد:2/325 میں ہے۔ ⑤ تفسیر الطبری:1/427. ⑥ المستدرك للحاكم:1/262، حدیث:3040. ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم:1/117. ⑧ تفسیر الرازی:3/89.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ دروازہ قبلہ رخ تھا۔[1] اس لیے حکم ہوا کہ جھکتے ہوئے داخل ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سدی، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے اِیلیاء، یعنی بیت المقدس کا باب الحِطّہ مراد ہے۔[2] امام رازی نے بعض ائمۂ تفسیر سے بیان کیا ہے کہ دروازے سے مراد جہاتِ قریہ میں سے ایک جہت ہے۔[3] عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس حکم پر عمل کے بجائے وہ کروٹ کے بل داخل ہوئے۔[4] سدی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھیں حکم تو یہ تھا کہ وہ اپنے سروں کو جھکائے دروازے سے داخل ہوں مگر وہ اس کے برعکس سروں کو اوپر اٹھائے ہوئے داخل ہوئے۔[5]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ ﴾ کے معنی یہ کیے ہیں کہ تم کہو: ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔[6] حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ تو ہم سے ہماری خطاؤں کو مٹا دے۔[7] ﴿ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''ہم تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے اور عنقریب ہم احسان کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔'' یہ جوابِ امر ہے، یعنی جب تم یہ کام کرو گے جس کا ہم نے تمھیں حکم دیا ہے تو ہم تمھاری غلطیوں کو معاف کر دیں گے اور تمھاری نیکیوں کو اور زیادہ کر دیں گے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ انھیں حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے اس موقع پر قول و فعل سے اس کے سامنے خشوع و خضوع کا اظہار کریں، اپنے گناہوں کا اقرار کریں، گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات چونکہ بے حد پسند ہے اس لیے اس کا جلد مظاہرہ کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذَا جَاۗءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ ﴾ (النصر 110:1-3) ''(اے نبی!) جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہوگئی) اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش مانگیے بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ﴾ ''چنانچہ جن لوگوں نے ظلم کیا انھوں نے بات بدل دی سوائے اس کے جو ان سے کہی گئی تھی۔'' کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: ﴿ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ ﴾ فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ ، فَبَدَّلُوا وَقَالُوا: حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ] ''بنی اسرائیل کو حکم تو یہ ہوا تھا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے اور حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہوں لیکن وہ اپنے سرینوں کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حِطَّةٌ کو بدل کر حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ کہنے لگے، یعنی ہم گندم کے دانے چاہتے ہیں۔''[8] امام نسائی نے بھی اس روایت کو موقوفاً بیان کیا ہے (لیکن وہاں حِطَّةٌ کی جگہ حِنطَةٌ ہے۔) اور اس روایت کے کچھ حصے کو انھوں

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:117/1. [2] تفسیر الطبري:427/1. [3] تفسیر الرازي:88/3 تفسیر ابن کثیر میں قریہ کی جگہ قبلہ ہے اور یہ تصحیح امام رازی اور ابوالمظفر السمعانی کی تفاسیر سے کی ہے۔ [4] تفسیر ابن أبي حاتم:118/1. [5] تفسیر ابن أبي حاتم: 118/1. [6] تفسیر ابن أبي حاتم:118/1. [7] تفسیر ابن أبي حاتم:119/1. [8] صحیح البخاري، التفسیر، (5) باب: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ﴾ ...... (البقرة 58:2)، حدیث:4479.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ اِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا: اپنی لاٹھی پتھر پر مار، چنانچہ اس (پتھر) سے بارہ چشمے بہ نکلے، ہر قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ

عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ كُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِي الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿60﴾

پہچان لیا۔ (ہم نے کہا:) کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق سے اور تم زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو ﴿60﴾

نے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [بَدَّلُوا، فَقَالُوا حَبَّةٌ] ''انھوں نے حِطَّةٌ کو حَبَّةٌ سے بدل دیا تھا۔''[1] عبدالرزاق نے اسی طرح روایت کیا ہے اور ان کی اس سند سے امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے اسے روایت کیا ہے، نیز امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2]

مفسرین نے جو ذکر فرمایا اور سیاقِ کلام سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ قول وفعل سے خشوع وخضوع کا اظہار کریں اور دروازے سے جھکتے ہوئے داخل ہوں تو انھوں نے اس کی مخالفت کی اور وہ اپنے سرینوں کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور اپنے سروں کو اوپر اٹھالیا۔ اور انھیں حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ وہ دروازے سے داخل ہوتے وقت حِطَّةٌ کہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! تو ہمارے گناہوں اور غلطیوں کو معاف فرمادے مگر اس کے بجائے انھوں نے ازراہ مذاق حِنۡطَةٌ فِي شَعِيرَةٍ ''ہم گندم کے دانے طلب کرتے ہیں'' کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ حکم الٰہی کی مخالفت اور عناد کی حد تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فسق، یعنی حکم الٰہی کی اطاعت کے بجائے مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَنۡزَلۡنَا عَلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿59﴾﴾ ''پھر ہم نے ان ظالم لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔'' ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی رِجۡزٌ کا لفظ آیا ہے تو اس کے معنی عذاب کے ہیں۔[3] مجاہد، ابو مالک، سدی، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے کہ رِجۡزٌ کے معنی عذاب کے ہیں۔[4]

ابن ابو حاتم نے سعد بن مالک، اسامہ بن زید اور خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلطَّاعُونُ رِجۡزٌ عَذَابٌ عُذِّبَ بِهٖ قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ] ''طاعون کا مرض رِجز، یعنی عذاب ہے، تم سے پہلے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب کے طور پر نازل فرمایا تھا۔''[5]

اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[6] اس حدیث کا اصل صحیحین میں بھی ہے کہ آپ ﷺ

[1] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب:7,6:6/286، حديث:10990,10989. [2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: (28)، حديث:3403، وكتاب التفسير، باب قوله: ﴿حِطَّةٌ﴾، حديث:4641 وصحيح مسلم، التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة، حديث:3015 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث:2956 ومسند أحمد:2/318. [3] تفسير الطبري:1/436. [4] تفسير ابن أبي حاتم:1/120. [5] تفسير ابن أبي حاتم:1/120. [6] السنن الكبرى للنسائي، الطب:4/362، حديث:7523.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے فرمایا: [إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا......] ''جب تم کسی جگہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں مرض طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں نہ جاؤ......۔''① ابن جریر نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ هٰذَا الْوَجَعَ أَوِ السُّقْمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِهِ بَعْضُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ] ''یہ درد اور بیماری رجز ہے، تم سے پہلے بعض قوموں پر اسے عذاب کی صورت میں مسلط کیا گیا تھا۔''② اس حدیث کا اصل بھی صحیحین میں موجود ہے۔③

### تفسیر آیت: 60

**بارہ چشمے پھوٹ نکلے:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل! تم میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ میں نے تمھارے نبی موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو بھی اس وقت قبول فرما لیا تھا جب انھوں نے مجھ سے تمھارے لیے پانی مانگا تھا تو میں نے تمھارے لیے پانی کے حصول کو آسان بنا دیا، اس پتھر سے پانی نکال دیا جو تمھارے پاس تھا، اور اس پتھر سے پورے بارہ چشمے نکال دیے، یعنی ہر خاندان کے لیے الگ الگ ایک چشمہ۔ اور ہر خاندان نے اپنے اپنے چشمے کو پہچان لیا تھا، لہٰذا منّ وسلویٰ کھاؤ اور اس پانی کو نوش جان کرو جسے میں نے تمھارے لیے تمھاری کسی محنت ومشقت کے بغیر پیدا کر دیا تھا اور اس ذات گرامی کی عبادت کرو جس نے اسے تمھارے لیے مسخر کر دیا تھا۔

﴿ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ ﴾ ''اور زمین پر فساد کرتے نہ پھرنا۔'' یعنی میری ان نعمتوں کے مقابلے میں نافرمانیاں نہ کرو ورنہ ان نعمتوں سے محروم کر دیے جاؤ گے۔ مفسرین نے اس واقعے کو کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک مربع شکل کا پتھر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پر اپنے عصا کو مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، یعنی ہر طرف تین تین چشمے تھے اور ہر خاندان کو اس کے چشمے کے بارے میں بتا دیا گیا تھا کہ وہ اس سے پانی پئیں، وہ نقل مکانی کر کے جس جگہ بھی جاتے، یہ پتھر ان کے ساتھ ہوتا تھا۔④

یہ واقعہ سورۂ اعراف میں بھی بیان کیا گیا ہے۔⑤ اور وہ چونکہ مکی سورت ہے، اس لیے وہاں غائب کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے حالات سے مطلع کیا ہے اور یہ سورۂ بقرہ مدنی ہے، (اور مدینہ میں یہودی موجود تھے) اس لیے اس میں خطاب براہ راست بنی اسرائیل سے ہے۔ اسی بنا پر ان سے حاضر کے صیغوں میں خطاب کیا گیا ہے۔ سورۂ اعراف میں لفظ: ﴿ فَانْبَجَسَتْ ﴾ (الأعراف 7:160) استعمال ہوا ہے جس کے معنی چشمے کے اول اول جاری ہونے کے ہیں جبکہ یہاں ﴿ فَانْفَجَرَتْ ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور انفجار چشمہ جاری ہونے کی آخری مکمل صورت کو کہتے ہیں، اس لیے اپنی اپنی جگہ پر ان لفظوں کا استعمال نہایت موزوں ہے۔ واللّٰہ أعلم۔

---

① صحیح البخاری، الطب، باب ما یذکر فی الطاعون، حدیث:5728 و صحیح مسلم، السلام، باب الطاعون و الطیرة ......، حدیث:2218 . ② تفسیر الطبری:435/1. ③ صحیح البخاری، الحِیَل، باب مایکرہ من الاحتیال فی الفرار......، حدیث:6974 و صحیح مسلم، السلام، باب الطاعون والطیرة......، حدیث:(96)-2218 . ④ تفسیر الطبری:438/1. ⑤ دیکھیے الأعراف، آیت:160.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے، لہٰذا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لیے وہ چیزیں نکال

بَقْلِهَا وَ قِثَّآىِٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ

دے جو زمین اُگاتی ہے، (یعنی) اس کی ترکاری، ککڑی، گندم، مسور اور پیاز۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم کم تر چیز لینا چاہتے ہو بدلے اس چیز کے جو بہتر ہے؟

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ

اُترو کسی شہر میں، تو بے شک وہاں تمھارے لیے وہی کچھ ہے جس کا تم نے سوال کیا۔

**تفسیر آیت: 61**

**من وسلویٰ کے بجائے ناقص کھانے کا مطالبہ:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل! تم میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ میں نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا جو ایک پاکیزہ، مفید، خوش ذائقہ اور آسانی سے دستیاب ہونے والا کھانا تھا مگر تم نے اس کھانے سے منہ موڑا اور موسیٰ علیہ السلام سے تم نے اس کے بجائے ترکاریوں اور سبزیوں وغیرہ کے کھانوں کا مطالبہ کر دیا جو اس کی نسبت کم تر تھے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے سرکشی اختیار کی، من وسلویٰ پر صبر نہ کر سکے اور اپنی پہلی زندگی کو یاد کرنے لگے جب وہ مسور، پیاز، ترکاریاں اور گندم استعمال کیا کرتے تھے۔[1] انھوں نے کہا: ﴿ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىِٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ ﴾ ''اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے، لہٰذا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لیے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے، یعنی اس کی ترکاری، ککڑی، گندم، مسور اور پیاز۔''

اس آیت میں ذکر ہے کہ انھوں نے ﴿ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ﴾ کہا ہے، حالانکہ وہ من اور سلویٰ کھاتے تھے لیکن ان دونوں کو انھوں نے ایک کھانا اس لیے قرار دیا کہ روزانہ انھیں یہی چیزیں ملتی تھیں اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی تھی گویا کہ وہ ایک ہی (نوع کا) کھانا تھا۔ بَقْلٌ ''ترکاری'' قِثَّاءٌ ''ککڑی'' عَدَسٌ ''مسور'' اور بَصَلٌ ''پیاز'' تو معروف چیزیں ہیں، البتہ فُوم کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿ وَ فُوْمِهَا ﴾ کے بجائے ثُومِهَا یعنی ''ثا'' کے ساتھ ہے۔[2] ابن ابو حاتم نے حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿ وَ فُوْمِهَا ﴾ کے معنی لہسن کے ہیں۔[3] قدیم لغت میں فَوِّمُوا لَنَا کے معنی اِخْتَبِزُوا کے ہیں، یعنی ہمارے لیے روٹی پکاؤ۔

ابن جریر فرماتے ہیں کہ اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ قراءت صحیح ہو تو پھر یہ حروفِ مُبَدَّلَہ میں سے ہے، جیسے ضرب المثل ہے: وَقَعُوا فِي عَاثُورِ شَرٍّ ''وہ ہلاکت کے گڑھے میں گر گئے۔'' سے..... عَافُورِ شَرٍّ، اسی طرح أَثَاثِي ''گھر کا سامان'' سے'' أَثَافِي، اور مَغَاثِير ''بدبودار گوند'' سے مَغَافِير ہے۔ ثا، فا سے بدل جاتی ہے اور فا، ثا سے۔ واللّٰہ أعلم۔[4] دیگر کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ فُوم

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 123/1. [2] تفسیر الطبري: 445,444/1. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 123/1. [4] تفسیر الطبري: 445/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ

اوران پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔ یہ اس لیے ہوا کہ بے شک وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور قتل

ع 7 بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿61﴾

کرتے تھے نبیوں کو ناحق، یہ اس سبب سے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھ جانے والے تھے ﴿61﴾

کے معنی گندم کے ہیں جس سے روٹی بنائی جاتی ہے۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کھائے جانے والے تمام دانوں کو فوم کہا جاتا ہے۔[2]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ ﴾ ’’موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں چاہتے ہو؟‘‘ یہ ان کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش تھی کہ انھوں نے ان کم تر کھانوں کا مطالبہ کیا، حالانکہ انھیں بہت عمدہ اور خوش ذائقہ کھانا مل رہا تھا اور وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

فرمان الٰہی: ﴿ اِهْبِطُوْا مِصْرًا ﴾ ’’کسی شہر میں جا اترو‘‘ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان سے کہا گیا: تم کسی بھی شہر میں چلے جاؤ۔[3] ابن جریر نے ابوالعالیہ اور ربیع بن انس رحمہما اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ تم فرعون کے شہر مصر میں چلے جاؤ۔[4] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ تم کسی بھی شہر میں چلے جاؤ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی صحابہ سے اس کی تفسیر منقول ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ جو تم نے مطالبہ کیا ہے، یہ کوئی مشکل نہیں ہے، تم کسی بھی شہر میں چلے جاؤ، یہ چیزیں تو ہر جگہ دستیاب ہیں، ان کے بارے میں خاص اہتمام سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ضرورت نہیں۔ منّ و سلویٰ کے مقابلے میں یہ سادہ سی چیزیں تو ہر شہر میں کثرت سے دستیاب ہیں۔ اسی لیے انھوں نے فرمایا: ﴿ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ ﴾ ’’کیا تم عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے میں کم تر چیزیں چاہتے ہو؟ (اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں) تو کسی شہر میں جا اترو وہاں جو مانگتے ہو مل جائے گا۔‘‘ بنی اسرائیل کا یہ سوال سرکشی، بغاوت (اور نعمت الٰہی کو ٹھکرانے) پر مبنی تھا اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی، اس لیے اس کا انھیں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ واللہ أعلم.

### بقیہ: تفسیر آیت :61

**یہودیوں کا مقدر ذلت و محتاجی ہے:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ذلت و رسوائی اور محتاجی و بے نوائی کو یہودیوں سے چمٹا دیا گیا، یعنی اسے ان کے لیے شرعاً اور قدراً لازم قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ذلیل ہی رہیں گے جو بھی ان کو پائے گا ذلیل و رسوا ہی کرے گا اور وہ خود بھی ذلیل و رسوا ہی ہیں۔ حسن (بصری) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل و رسوا کیا ہے، لہٰذا ان کے لیے کوئی عزت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مسلمانوں کے پاؤں تلے ذلیل و رسوا کر دیا تھا، مسلمانوں نے ان سے جزیہ بھی وصول کیا۔[5]

---

[1] تفسير الطبري:444/1. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: (2) ، قبل الحديث: 4477. [3] تفسير ابن أبي حاتم:124/1. [4] تفسير الطبري:447/1. [5] تفسير ابن أبي حاتم:125/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابوالعالیہ، ربیع بن انس اور سدی رحمہم اللہ کہتے ہیں: ﴿ الْمَسْكَنَةُ ﴾ کے معنی فاقے کے ہیں۔[1] عطیہ عوفی کہتے ہیں: اس کے معنی خراج کے ہیں۔[2] اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ کے معنی ضحاک نے یہ بیان کیے ہیں کہ وہ غضب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔[3] ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ کے غضب کی طرف پلٹ آئے لوٹ آئے۔[4] اور بَاءَ کا فعل خیر یا شر کے ساتھ مل کر ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: بَاءَ فُلَانٌ بِذَنْبِهٖ ''فلاں نے گناہ اپنے سر لے لیا۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ ﴾ (المآئدة 29:5) ''بے شک میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ اپنے سر لے لے۔'' یعنی تو دونوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے لوٹے گا۔ سارا گناہ تیرے ہی ذمے ہوگا، میرے ذمے نہیں ہوگا۔ تو مذکورہ بالا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ وہ اللہ کے غضب کو اٹھائے ہوئے لوٹے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر غضب مسلط ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی ان کے لیے واجب ہوگئی تھی۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ ''یہ اس لیے ہوا کہ بے شک وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ذلت و مسکنت کی جو سزا دی اور غضب کا مستحق قرار دیا تو اس کا سبب ان کا اتباع حق سے منہ موڑنا، اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرنا اور حاملین شریعت، یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کی توہین کرنا تھا بلکہ ان کی توہین سے بھی آگے بڑھ کر ان کے مقدس خون سے ہاتھ رنگنے میں بھی دریغ نہ کرنا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کیا۔

**تکبر کی تعریف:** ایک حدیث، جس کی صحت پر اتفاق ہے، میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ] ''تکبر یہ ہے کہ حق بات کو ہٹ دھرمی سے نہ مانا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔''[6] امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ قَتَلَهُ نَبِيٌّ أَوْ قَتَلَ نَبِيًّا، وَّإِمَامُ ضَلَالَةٍ، وَّمُمَثِّلٌ مِّنَ الْمُمَثِّلِينَ] ''روز قیامت سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جسے کسی نبی نے قتل کیا یا جس نے کسی نبی کو قتل کیا۔ دوسرا وہ جو ضلالت و گمراہی کا امام ہو۔ اور تیسرا تصویریں بنانے والا۔''[7]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾ ''یہ اس سبب سے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھ جانے والے تھے۔'' انھیں دی گئی مذکورہ بالا سزاؤں کا یہ ایک دوسرا سبب بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ اس لیے ہے کہ وہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے۔ عصیان کے معنی ممنوع کام کرنے کے ہیں اور اِعتِدَاء کے معنی اس کام

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:125/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:125/1. [3] تفسیر الطبری:450/1. [4] تفسیر الطبری: 450/1. [5] تفسیر الطبری:450/1. [6] صحیح مسلم، الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه، حدیث:91 عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مطوّلاً. [7] مسند أحمد:407/1. حدیث میں [مُمَثِّل] کا لفظ آیا ہے جس کے معنی مصور اور مجسمہ ساز کے ہیں اور آج کل جدید عربی زبان میں اس کے معنی فلم ایکٹر کے بھی ہیں۔ (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ

بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی، عیسائی اور صابی (بے دین) ہوئے، ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور

صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿62﴾

نیک عمل کیے تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، نہ تو انھیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿62﴾

میں حد سے بڑھنے کے ہیں جس کی اجازت ہو یا جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔ واللہ أعلم.

## تفسیر آیت: 62

**ہر دور میں ایمان اور عملِ صالح ہی ذریعۂ نجات ہیں:** جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی، ممنوع امور کا ارتکاب کیا، سرکشی کی روش اختیار کرتے ہوئے ایسے کام کیے جن کی اجازت نہ تھی۔ اپنے چال چلن کو بے حد خراب کر لیا، پھر ان جرائم کی پاداش میں انھیں سزا بھی دی گئی۔ ان لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے جن لوگوں نے ایمان و عمل صالح اور نیکی واطاعت کی راہ کو اختیار کیا تو انھیں بہت اچھا صلہ ملے گا اور قیامت تک یہی اصول کارفرما رہے گا۔ اسی اصول کے مطابق جو شخص بھی رسول اکرم نبی اُمّی ﷺ کی پیروی کرے گا تو اسے ابدی سعادت و کامرانی نصیب ہوگی۔ مستقبل میں انھیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ماضی کے بارے میں انھیں کوئی ملال ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۚ﴾ (یونس 62:10) ”آگاہ رہو! بے شک جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔“

اسی طرح فرشتے مومنوں سے ان کی موت کے وقت کہتے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 30:41) ”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غم ناک ہو اور بہشت کی خوشی مناؤ جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔“

**مومن کی تعریف:** علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿62﴾﴾ ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی، عیسائی اور صابی (بے دین یا ستارہ پرست) ہوئے، ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، نہ تو انھیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿ وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴾ (آل عمران 85:3) ”اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔“[1]

[1] تفسیر الطبری: 461/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہر شخص کا صرف وہی طریقہ اور عمل قابلِ قبول ہوگا جو شریعتِ محمدی کے مطابق ہوگا۔ ہاں، البتہ آپ کی تشریف آوری سے قبل اگر کسی نے اپنے زمانے کے نبی کی اطاعت اور پیروی کی اور وہ ہدایت اور سیدھے راستے پر تھا تو وہ آخرت میں بھی نجات پا جائے گا۔ پس یہاں یہود سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے وہ پیروکار ہیں جو اپنے زمانے میں تورات کے مطابق عمل کرتے تھے۔

**یہود کی وجہ تسمیہ:** یہود هَوَادَة سے مشتق ہے۔ اس کے معنی مَوَدَّة ''محبت'' کے ہیں یا یہ تَهَوُّد سے مشتق ہے جس کے معنی توبہ کرنے کے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ﴾ (الأعراف 156:7) یعنی ہم نے آپ کے سامنے توبہ کی، گویا انھیں توبہ کرنے کی وجہ سے یا ایک دوسرے سے محبت کی وجہ سے یہود کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے ''یہودا'' کی طرف نسبت کی وجہ سے یہودی کہلاتے ہیں۔ ابوعمرو بن علاء بیان کرتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ لِأَنَّهُمْ يَتَهَوَّدُونَ ''کیونکہ یہ (تورات کی قراءت کے وقت) حرکت کرتے ہیں۔''[1] اسی لیے انھیں یہودی کہا جاتا ہے۔

**نصاریٰ کی وجہ تسمیہ:** جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو بنی اسرائیل کے لیے ان کی اتباع اور فرماں برداری واجب تھی۔ آپ کے اصحاب اور آپ کے دین کے ماننے والے نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوئے۔ انھیں انصار کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ﴾ (الصف 14:61) ''اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (طرف دار اور آپ کے) مددگار ہیں۔'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا قیام ایک ایسی جگہ تھا جس کا نام نَاصِرَہ تھا، لہٰذا ناصِرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے یہ اس نام سے موسوم ہوئے۔ یہ قتادہ اور ابن جریج کا قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے۔[2] واللہ أعلم.

نَصَارٰی نَصْرَان کی جمع ہے جس طرح نَشَاوٰی نَشْوَان کی اور سُكَارٰی سَكْرَان کی جمع ہے۔ اور عیسائی عورت کے لیے نَصْرَانَة کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور تمام انسانیت کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو عیسائیوں کے لیے بھی یہ واجب ہوگیا کہ وہ آپ کی تصدیق کریں۔ آپ کے حکم کی اطاعت بجالائیں۔ آپ جس سے منع فرمائیں اس سے باز آجائیں۔ آپ کی ذات گرامی پر ایمان لانے والے تو صحیح معنوں میں مومن ہیں۔ اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو کثرتِ ایمان، شدتِ ایقان اور سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور آنے والے امور غیب پر ایمان کی وجہ سے مومنین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

[1] تفسیر الرازی: 105/3. [2] تفسیر الرازی: 105/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا

اور جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا اور تم پر طور پہاڑ کو بلند کیا (اور کہا:) ہم نے تمھیں جو دیا ہے اسے قوت سے پکڑ لو، اور جو کچھ

فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿63﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

اس (کتاب) میں ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم متقی بن جاؤ﴿63﴾ پھر اس کے بعد تم پھر گئے، تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿64﴾

تو تم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاتے﴿64﴾

**صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟** اس بات میں اختلاف ہے کہ صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟ سفیان ثوری نے لیث بن ابو سُلیم کے حوالے سے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ صابی ایک ایسی قوم تھی جو مجوسیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے بین بین تھی اور اس کا کوئی خاص دین نہ تھا۔[1] عطاء اور سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] ایک قول یہ ہے کہ یہ اہل کتاب کا ایک ایسا فرقہ تھا جو زبور پڑھتا تھا۔[3] ایک قول یہ ہے کہ یہ فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔[4] ایک قول کے مطابق یہ ستارہ پرست تھے۔[5]

زیادہ صحیح قول مجاہد، ان کے ہم نواؤں اور وہب بن مُنَبِّہ کا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکوں میں سے کسی کے دین پر بھی نہ تھے۔ ان کا کوئی باضابطہ دین نہیں تھا بلکہ یہ لوگ اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص مشرف بہ اسلام ہو جاتا تو مشرک اسے طعنہ دیتے کہ یہ صابی ہو گیا ہے، یعنی یہ روئے زمین کے تمام دینوں کا منکر ہو گیا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ صابئین سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں کسی بھی نبی کی دعوت نہیں پہنچی۔ واللہ أعلم.

## تفسیر آیات:64,63

**میثاقِ یہود:** اللہ تبارک وتعالیٰ یہودیوں کو وہ عہد و میثاق یاد دلا رہا ہے جو ان سے لیا گیا تھا کہ تم اللہ وحدہ لا شریک لہ کے ساتھ ایمان لاؤ گے اور اس کے رسولوں کی اتباع کرو گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ جب ان سے یہ عہد لیا جا رہا تھا تو اس وقت ان کے سروں پر پہاڑ کو بھی اٹھا کھڑا کیا تھا تاکہ اس عہد و پیمان کا یہ اقرار کریں اور اسے قوت و طاقت اور مضبوط عزم و ارادے کے ساتھ پکڑ لیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○﴾ (الأعراف 7:171) ''اور جب ہم نے ان (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انھوں نے خیال کیا کہ یقیناً وہ ان پر گر رہا ہے تو (ہم نے کہا:) اس (تورات) کو جو ہم نے تمھیں دی ہے، زور سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم (برے کاموں سے) بچ جاؤ۔''

طور سے مراد پہاڑ ہے جیسا کہ سورۂ اعراف (آیت:171) میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء، عکرمہ، حسن، ضحاک، ربیع بن انس رحمہ اللہ اور دیگر کئی ائمہ سے یہی مروی ہے۔[6] اور ظاہری معنی یہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

① تفسیر الطبري:1/455. ② تفسیر ابن أبي حاتم:1/127. ③ تفسیر ابن أبي حاتم:1/127. ④ تفسیر ابن أبي حاتم:1/128. ⑤ تفسیر الرازي:3/105. ⑥ تفسیر ابن أبي حاتم:1/129.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿65﴾ فَجَعَلْنٰهَا

اور یقیناً تمھیں ان لوگوں کا علم ہے، جنھوں نے تم میں سے ہفتے (کے دن) میں زیادتی کی، تو ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل بندر بن جاؤ ﴿65﴾ پھر ہم نے اس

نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿66﴾

(واقعے) کو ان کے لیے عبرت بنا دیا جو اس زمانے میں تھے اور جو اس کے بعد آنے والے تھے اور پرہیزگار لوگوں کے لیے اسے نصیحت (بنا دیا) ﴿66﴾

ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر نباتات ہوں اور جس پر نباتات نہ ہوں وہ طور نہیں۔[1] ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾ ''(اور کہا:) ہم نے تمھیں جو دیا ہے اسے قوت سے پکڑ لو'' کے بارے میں حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تورات ہے۔[2] مجاہد فرماتے ہیں ﴿بِقُوَّةٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اس پر مضبوطی سے عمل کیا جائے۔[3] اور ابوالعالیہ اور ربیع نے ﴿وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ﴾ ''اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اسے یاد رکھو'' کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ تورات کو پڑھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ یعنی اس عظیم اور پختہ عہد سے تم پھر گئے، تم نے روگردانی کی اور اس عہد و میثاق کو توڑ ڈالا۔ ﴿فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ یعنی اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی کہ اس نے تمھاری توبہ کو قبولیت سے نوازا اور انبیاء و مرسلین کو تمھاری ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ﴿لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿64﴾﴾ تو اس عہد و میثاق کو توڑنے کی وجہ سے تم دنیا و آخرت میں خسارے میں پڑ گئے ہوتے۔

### تفسیر آیات:66,65

**ہفتے کے دن سے یہود کا تجاوز اور ان کی شکلیں مسخ ہونا:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ﴾ ''اور یقیناً تمھیں علم ہے۔'' یعنی اے گروہِ یہود! تم خوب جانتے ہو کہ کس قدر خوفناک سزا ملی ان بستی والوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی، اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جو اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن کی تعظیم کے سلسلے میں ان سے لیا تھا اور یہ دن ان کے لیے شرعی حیثیت رکھتا تھا لیکن ہفتے کے دن میں مچھلیوں کے شکار کے لیے یہ حیلہ کرتے کہ کانٹے، ڈوریاں اور جال ہفتے کے دن سے پہلے ہی ڈال دیتے۔ جب حسب معمول مچھلیاں ہفتے کے دن بہت زیادہ آتیں تو وہ ان کے جالوں میں پھنس جاتیں اور ان سے باہر نہ نکل سکتی تھیں۔ ہفتے کا دن گزرنے کے بعد وہ رات کو ان مچھلیوں کا شکار کر لیتے تھے۔ جب انھوں نے یہ حیلہ سازی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔

ظاہری شکل کے اعتبار سے بندر انسانوں کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ انسان نہیں ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے اعمال اور ان کا حیلہ بظاہر حق کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا لیکن حقیقت میں یہ حق کے مخالف تھا، لہٰذا انھیں سزا بھی ان کے جنسِ عمل کے مطابق دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں یہ قصہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے

[1] تفسير ابن أبي حاتم:129/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم:130/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم:130/1. [4] تفسير ابن أبي حاتم:130/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ (الأعراف 7:163) ''اور (اے نبی!) ان (یہود مدینہ) سے اس گاؤں (اَیلہ) کا حال تو پوچھیں جو برلب سمندر واقع تھا۔ جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی) اس وقت کہ ان کے ہفتے کے دن ان (کے شکار) کی مچھلیاں ان کے سامنے پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالتے ہیں۔''

عوفی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل بندر بن جاؤ'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بندر اور خنزیر بنا دیا۔ آپ کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کے نوجوانوں کو بندروں اور بوڑھوں کو خنزیروں کی شکلوں میں مسخ کر دیا تھا۔[1] شیبان نحوی نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مردوں اور عورتوں کو بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا جو بندروں ہی کی طرح آوازیں نکالتے تھے اور بندروں ہی کی طرح ان کی دُمیں بھی تھیں۔[2]

**موجودہ بندر اور خنزیر ان کی مسخ شدہ نسل میں سے نہیں:** ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے اور اس کی وجہ سے انھیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تو وہ اس کے بعد ہلاک ہو گئے تھے جن لوگوں کو مسخ کر دیا گیا ہو ان کی نسل آگے نہیں چلتی۔[3] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی نافرمانی کی وجہ سے بندروں کی صورت میں مسخ کر دیا تھا اور اس کے بعد وہ زمین پر تین دن تک زندہ رہے۔ جسے بھی مسخ کیا گیا ہے وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہا، نہ وہ کھاتا پیتا تھا اور نہ اس کی نسل ہی آگے چلتی تھی۔ باقی رہے دنیا کے یہ بندر اور خنزیر اور دیگر تمام مخلوق تو اسے اللہ تعالیٰ نے انھی چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے جن کا اس نے اپنی کتاب مقدس میں ذکر فرمایا ہے۔[4]

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو بندروں کی صورت میں مسخ کر دیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جس کے ساتھ جو چاہے کرے اور جس کو جس صورت میں چاہے بدل دے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی، یعنی اس کے باشندوں کو ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے عبرت بنا دیا کہ انھیں ایسی سزا دی جو دوسروں کے لیے بھی باعث عبرت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴾ (النّزعٰت 79:25) یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے دوسرے سرکشوں کے لیے آخرت اور دنیا میں نشانِ عبرت بنا دیا۔ اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی اسے (اس عہد کی) بستیوں کے لیے عبرت بنا دیا۔[6]

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 1/133. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 1/133. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 1/132. [4] دیکھیے السجدۃ: 32:4 وحٰمٓ السجدۃ 41:9، 10 والحدید 57:4. [5] تفسیر الطبری: 1/470. [6] تفسیر ابن أبي حاتم: 1/134.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو، انھوں نے کہا: کیا تو ہم سے ہنسی مذاق کرتا ہے؟ موسیٰ نے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿67﴾

کہا: میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں شامل ہو جاؤں ﴿67﴾

ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس بستی کو عبرت ناک سزا دینے کی وجہ سے اسے گرد و پیش کی دیگر بستیوں کے لیے عبرت بنا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ (الأحقاف 27:46) ’’اور یقیناً ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور بار بار (اپنی) نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ رجوع کریں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسی زمانے کے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نسل در نسل خبر کے ذریعے سے اسے نصیحت بنا دیا۔ (چونکہ اس کا تعلق بعد والوں سے ہے) اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿66﴾﴾ ’’اور پرہیز گاروں کے لیے نصیحت (بنا دیا۔)‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کے ارتکاب کی وجہ سے ہم نے ان لوگوں کو جس سنگین سزا اور بدترین عذاب سے دوچار کیا، اس میں پرہیز گاروں کے لیے نصیحت کا یہ پہلو ہے کہ وہ اس طرح کی حیلہ سازیوں سے اجتناب کریں جن کا ان یہودیوں نے ارتکاب کیا تھا تاکہ یہ بھی اس طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں جس سے وہ دوچار ہوئے تھے۔ جیسا کہ امام ابوعبداللہ ابن بطہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا تَرْتَكِبُوا مَا ارْتَكَبَتِ الْيَهُودُ فَتَسْتَحِلُّوا مَحَارِمَ اللهِ بِأَدْنَى الْحِيَلِ] ’’تم ان امور کا ارتکاب نہ کرو جن کا یہودیوں نے ارتکاب کیا تھا کہ معمولی حیلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کو حلال قرار دینے لگ جاؤ۔‘‘[1] اس حدیث کی سند جید ہے۔ واللہ أعلم.

## تفسیر آیت: 67

**بنی اسرائیل کے مقتول اور گائے کا قصہ:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل! تم میرے اس خرق عادت احسان کو بھی یاد کرو جو گائے کی صورت میں میں نے تم پر کیا تاکہ معلوم ہو کہ قاتل کون ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقتول کو زندہ کیا کہ وہ بتائے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟

ابن ابوحاتم نے عَبِیدہ سَلمانی سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص بے اولاد مگر بہت مالدار تھا۔ اس کا ایک بھتیجا اس کا وارث تھا۔ اس نے اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش کو رات کے وقت اپنے ہی ایک آدمی کے دروازے پر پھینک دیا، پھر دعویٰ کر دیا کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ سب مسلح ہو کر آپس میں برسر پیکار ہونے لگے کہ ان میں سے کچھ عقل مند لوگوں نے کہا کہ تم آپس میں کیوں لڑتے ہو؟ یہ اللہ کے رسول تم میں موجود ہیں، تم ان سے فیصلہ کرا لو، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور انھوں نے اس واقعے کا ذکر کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿67﴾﴾ ’’بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو،

[1] دیکھیے! إرواء الغليل: 375/5 ، حدیث: 1535.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ

انھوں نے کہا: تو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر کہ وہ ہمارے لیے بیان کرے کہ وہ (گائے) کیسی ہو؟ موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ کہتا ہے کہ بے شک

وَّلَا بِكْرٌ ۖ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿68﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا

وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا، ان کے درمیان عمر کی ہو، چنانچہ تم وہ کرو جو تمھیں حکم دیا جاتا ہے ﴿68﴾ انھوں نے کہا: تو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر

مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿69﴾ قَالُوا

کہ وہ ہمارے لیے بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے کہا: اللہ فرماتا ہے بے شک وہ گائے زرد رنگ کی ہو، اس کا رنگ خوب گہرا ہو، وہ دیکھنے

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ

والوں کو خوش کر دے ﴿69﴾ انھوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے لیے (مزید) بیان کرے کہ وہ گائے کس قسم کی ہو؟ بے شک

لَمُهْتَدُونَ ﴿70﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي

گائیں ہم پر مشتبہ ہو گئی ہیں اور یقیناً اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پالیں گے ﴿70﴾ موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ فرماتا ہے کہ بے شک وہ گائے مشقت

الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ

کرنے والی نہ ہو کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، وہ بے عیب ہو، اس میں کوئی داغ دھبا نہ ہو۔ انھوں نے کہا: اب تو حق لایا ہے، پھر

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿71﴾ ع 8 (10) 8

انھوں نے اسے ذبح کیا اور لگتے نہیں تھے کہ وہ یہ کام کریں گے ﴿71﴾

انھوں نے کہا: کیا آپ ہم سے ہنسی کرتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نادانوں میں شامل ہو جاؤں۔'' اگر وہ پس وپیش کی خاطر سوالات نہ کرتے تو جو گائے بھی ذبح کر دیتے تو حکم کی اطاعت ہو جاتی لیکن انھوں نے تشدد سے کام لیا تو ان سے بھی تشدد کا معاملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں وہ اس گائے تک پہنچ گئے جس کے ذبح کرنے کا انھیں حکم دیا گیا تھا۔ انھوں نے اسے ایک ایسے شخص کے پاس پایا جس کے پاس صرف یہی ایک گائے تھی تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ اس کی قیمت کے طور پر اس کی کھال بھر کر سونا لے گا اور اس میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں کرے گا۔ تو انھوں نے اتنا سونا دے کر گائے کو خرید لیا اسے ذبح کیا اور اسے مقتول کے جسم کے ساتھ لگایا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے۔ اور یہ کہہ کر وہ پھر مر گیا۔ اس طرح قاتل کو اس کے مال میں سے کچھ بھی نہ دیا گیا اور بعد میں بھی ہمیشہ یہی اصول رہا کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا۔[1] ابن جریر نے بھی اسے تقریباً اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

① تفسیر ابن أبي حاتم:136/1 اور آخر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: [لَيْسَ لِلْقَاتِلِ شَيْءٌ] ''قاتل کے لیے (مقتول کی وراثت میں سے) کچھ بھی نہیں۔'' (سنن أبي داود، الديات، باب ديات الأعضاء، حديث:4564 عن عبدالله بن عمرو ﷺ وجامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في إبطال ميراث القاتل، حديث:2109 عن أبي هريرة ﷺ وسنن ابن ماجه: 2645.) ② تفسير الطبري:479/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تفسیر آیات:71-68

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے اپنے رسول سے بطریق تلبیس کثرت سے سوال کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے اپنے آپ پر تنگی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں مشکل میں ڈال دیا، اگر وہ کوئی سی بھی گائے ذبح کر دیتے تو درست تھا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عَبِیدہ اور کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے لیکن جیسے جیسے وہ سختی کرتے گئے ان پر اسی طرح سختی کی گئی۔ انھوں نے اس سلسلے میں پہلا سوال یہ کیا: ﴿ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ﴾ یعنی آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ گائے کس طرح کی ہو؟ اس کی صفت کیا ہو؟ آپ نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ نہ بہت ہی بڑی اور بوڑھی ہو اور نہ (اس قدر) چھوٹی عمر کی کہ سانڈھ اس کے قریب نہ گیا ہو جیسا کہ ابوالعالیہ، سدی، مجاہد، عکرمہ، عطیہ عوفی، عطاء خراسانی، وہب بن منبہ، ضحاک، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔[1]

ضحاک کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ﴾ وہ بڑی اور چھوٹی عمر کے بین بین ہو۔ اس عمر کے جانور اور گائیں طاقتور بھی ہوتی ہیں اور خوب صورت بھی۔[2] عوفی نے اپنی تفسیر میں ﴿فَاقِعٌ لَّوْنُهَا﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اس قدر گہرے زرد رنگ کی ہو کہ زرد رنگ سفید معلوم ہوتا ہو۔[3]

سدی فرماتے ہیں: ﴿تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہو۔ ابوالعالیہ، قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[4] وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب آپ اس کی جلد کی طرف دیکھیں تو یہ خیال کریں کہ سورج کی شعاع گویا اس کی جلد میں سے نکل رہی ہے۔[5] تورات میں ہے کہ وہ حمراء، یعنی سرخ رنگ کی تھی، شاید عربی بنانے میں یہ غلطی ہے یا جیسے کہ پہلے مفسرین نے کہا ہے کہ وہ اس قدر گہرے زرد رنگ کی تھی جو سرخی وسیاہی کی طرف مائل تھا۔ واللہ أعلم.

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ گائیں کثرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے مشابہ معلوم ہوتی ہیں، لہٰذا اس گائے کے اس طرح اوصاف بیان کیجیے کہ یہ دیگر سے ممتاز اور نمایاں ہو جائے۔ ﴿وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝﴾ اگر آپ نے اسے ہمارے سامنے بیان فرما دیا تو ہمیں۔ إن شاء اللہ۔ ٹھیک ٹھیک یہ گائے معلوم ہو جائے گی۔

﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ ایسی گائے ہو جو نہ تو کھیتی باڑی کے لیے سدھائی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتی کو پانی دینے کا کام لیا گیا ہو بلکہ وہ خوبصورت اور قابل ستائش ہو۔ قتادہ سے روایت ہے کہ ﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی عیب نہ ہو۔ ابوالعالیہ اور ربیع کا بھی یہی قول ہے۔[6] جبکہ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں داغ دھبا نہ ہو۔[7] عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ اس کے

---

① تفسير ابن أبي حاتم:137/1. ② تفسير ابن أبي حاتم:138/1. ③ تفسير ابن أبي حاتم:140/1. ④ تفسير ابن أبي حاتم:140/1. ⑤ تفسير الطبري:492/1. ⑥ تفسير الطبري:499/1. ⑦ تفسير الطبري:499/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿72﴾

اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، پھر تم نے اس کے بارے میں جھگڑا کیا اور اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا جسے تم چھپاتے تھے ﴿72﴾

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿73﴾

چنانچہ ہم نے کہا: تم اس (گائے کے گوشت) کا ایک ٹکڑا اس مردے کو مارو، اللہ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ تمھیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو ﴿73﴾

معنی یہ ہیں کہ اس کے پاؤں اور باقی سارا جسم بے داغ ہو۔[1] اور ﴿ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ ﴾ کے متعلق مجاہد کہتے ہیں کہ وہ کالی ہو نہ سفید۔[2] ﴿ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿71﴾ ﴾ ''پھر انھوں نے اسے ذبح کیا اور لگتے نہیں تھے کہ وہ یہ کام کریں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قریب تھا کہ وہ ایسا نہ کرتے، یعنی انھوں نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کا ارادہ تو یہ تھا کہ وہ اسے ذبح نہ کریں۔[3] یعنی اس سوال و جواب کے بعد بھی انھوں نے اسے مشکل ہی سے ذبح کیا اور اس میں ان کی مذمت ہے کیونکہ ان کے یہ سوالات محض ان کی کجی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھے، گویا وہ اسے ذبح کرنے والے تھے ہی نہیں۔ عبیدہ، مجاہد، وہب بن منبہ، ابو العالیہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ کا قول ہے کہ انھوں نے اس گائے کو بہت زیادہ مال دے کر خریدا۔[4] لیکن اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

## تفسیر آیات:73,72

**مقتول کو زندہ اور قاتل کا تعین کرنا:** امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ تم نے اس کے بارے میں اختلاف کیا۔[5] مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔[6] جبکہ عطاء خراسانی اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تم اس میں جھگڑنے لگے۔[7] ابن جریج فرماتے ہیں کہ ان کا جھگڑا یہ تھا کہ بعض نے کہا: تم نے اسے قتل کیا ہے، وہ کہنے لگے نہیں ہم نے نہیں بلکہ تم نے اسے قتل کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔[8] ﴿ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ کے معنی مجاہد نے یہ بیان کیے ہیں کہ جو بات تم چھپا رہے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔[9]

﴿ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ ﴾ ''ہم نے کہا کہ اس (گائے کے گوشت) کا کوئی سا ٹکڑا مقتول کو مارو۔'' یعنی اس گائے کے اعضاء میں سے کوئی بھی عضو مقتول کو لگا دو، اس سے معجزے اور خرق عادت امر کا ظہور ہو جائے گا۔ حقیقت میں تو یہ ایک معین ٹکڑا ہی تھا، چنانچہ اس کی تعیین میں اگر دین یا دنیا کا کوئی فائدہ ہوتا تو اسے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بیان فرما دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مبہم ہی رکھا ہے۔ کسی بھی صحیح حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعیین ثابت نہیں ہے، لہٰذا ہم بھی اسے مبہم ہی

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 142/1. [2] تفسير الطبري: 499/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 143/1. [4] تفسير الطبري: 503/1. [5] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ﴾، قبل الحديث: 3407. [6] تفسير الطبري: 506/1. [7] تفسير ابن أبي حاتم: 144/1. [8] تفسير الطبري: 506/1. [9] تفسير ابن أبي حاتم: 144/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے، چنانچہ وہ پتھروں کے مانند ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت، اور بے شک کچھ پتھر وہ ہیں کہ

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا

ان سے نہریں پھوٹتی ہیں، اور بے شک ان میں سے کچھ وہ ہیں کہ پھٹ پڑتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے، اور بے شک ان میں سے

يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿74﴾

کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں، اور اللہ اس سے غافل نہیں جو تم عمل کرتے ہو ﴿74﴾

رکھیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے مبہم رکھا ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔'' یعنی انھوں نے جب اسے اس کے ساتھ لگایا تو وہ زندہ ہو گیا اور انھوں نے اس کے زندہ ہونے کا جو مشاہدہ کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی قدرت اور مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت کا جلوہ دکھایا۔ اور اسے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی دلیل بنا دیا اور دوسری طرف اس سے ان کے باہمی جھگڑے اور ہٹ دھرمی کا فیصلہ بھی فرما دیا۔

**سورۂ بقرہ میں پانچ مقامات پر مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے:** اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں مردوں کو زندہ کرنے کا پانچ مقامات پر ذکر فرمایا ہے: (1) بنی اسرائیل نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے انھیں موت کے بعد از سر نو زندہ کر دیا تھا۔[1] (2) دوسرا یہ گائے والا واقعہ ہے۔[2] (3) ان لوگوں کا واقعہ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے۔[3] (4) اس شخص کا واقعہ جسے ایک بستی سے، جو چھتوں کے بل گری پڑی تھی، گزرنے کا اتفاق ہوا تھا۔[4] (5) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور چار پرندوں کا واقعہ۔[5]

اللہ تعالیٰ نے مردہ ہونے کے بعد زمین کے زندہ کر دینے کو بھی اس بات کی دلیل قرار دیا ہے کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ گل سڑ جانے کے بعد جسموں کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ اس کا شاہد ہے: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ○ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ○ ﴾ (یٰس 36:33-35) ''اور ایک عظیم نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا، پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیے تا کہ یہ ان کے پھل کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے تو ان (پھلوں) کو نہیں بنایا، کیا پھر یہ شکر نہیں کرتے؟''

## تفسیر آیت: 74

[1] البقرۃ 2:55,56. [2] البقرۃ 2:72,73. [3] البقرۃ 2:243. [4] البقرۃ 2:259. [5] البقرۃ 2:260.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**یہود کی سنگدلی:** اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور مردوں کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کرنے کے باوجود تمھارے دل سخت ہو گئے، گویا یہ ان پتھروں کی طرح ہیں جو کبھی نرم نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان کی سی حالت اختیار کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ﴾ (الحدید 16:57) ”کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو (ان سے) پہلے کتابیں دی گئی تھیں، پھر ان پر زمانۂ طویل گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔“

عوفی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا ہے کہ جب مقتول کے ساتھ گائے کے ٹکڑے کو لگایا گیا تو وہ بیٹھ گیا اور اس طرح بالکل زندہ سلامت تھا جس طرح پہلے ہوتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے بھتیجوں ہی نے مجھے قتل کیا ہے، پھر اس کی روح کو قبض کر لیا گیا اور جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس کی روح کو قبض کر لیا تو اس کے بھتیجوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے تو اسے قتل نہیں کیا، یعنی حق کو دیکھنے کے بعد انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ پھر اس کے بعد تمھارے دل، یعنی بوڑھے کے بھتیجوں کے دل سخت ہو گئے۔ ﴿ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ ﴾ ”چنانچہ وہ پتھروں کے مانند ہو گئے یا ان سے بھی زیادہ سخت۔“[1]

یعنی طویل مدت گزرنے کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کے دل اس قدر سخت ہو گئے کہ آیات و معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود انھوں نے نصیحت و موعظت کو قبول نہ کیا۔ یہ دل سختی میں ان پتھروں کی طرح ہیں جن کی سختی کا کوئی علاج نہیں بلکہ یہ تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ پتھروں سے تو چشمے اور نہریں بہ پڑتی ہیں۔ بعض پتھروں سے پانی نکل آتا ہے گو وہ جاری نہ بھی ہو۔ اور بعض پتھر اللہ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے پہاڑوں کی چوٹیوں سے گر کر نیچے آ جاتے ہیں۔ ان میں اپنے حسبِ حال ادراک ہے۔

محمد بن اسحاق نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ تمھیں جس حق کی دعوت دی جاتی ہے اگر پتھر اسے معلوم کر لیں تو وہ تمھارے دلوں کی نسبت بدرجہا نرم ثابت ہوں۔[2]

**جمادات میں بھی حسبِ ضرورت ادراک کی قوت موجود ہے:** بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مجاز کے قبیل سے ہے۔ اس آیت میں پتھروں کی طرف ڈر کی نسبت اسی طرح ہے جس طرح حسبِ ذیل آیت: ﴿ يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ ﴾ (الکھف 77:18) ”(دیوار) جو گرا چاہتی تھی“ میں دیوار کی طرف ارادے کی نسبت کی گئی ہے۔

[1] تفسیر الطبری: 512/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 147/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام رازی، قرطبی اور دیگر کئی ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں یہ صفت پیدا فرما دیتا ہے۔[1] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ﴾ (الأحزاب 72:33) ''بے شک ہم نے (بارِ) امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔'' ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ﴾ (بنی إسرآءیل 44:17) ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔'' ﴿ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ ﴾ (الرحمٰن 6:55) ''اور بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔'' ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ﴾ (النحل 48:16) ''کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے لوٹتے (ڈھلتے) رہتے ہیں؟'' نیز فرمایا: ﴿ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 11:41) ''تو ان دونوں (زمین و آسمان) نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الحشر 21:59) ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا (اور) پھٹ جاتا۔'' نیز فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (حٰمٓ السجدة 21:41) ''اور وہ اپنے چمڑوں (اعضاء) سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گے: اس اللہ نے ہم کو بھی گویا کر دیا جس نے ہر چیز کو قوت گویائی بخشی ہے۔''

صحیح حدیث میں ہے: [هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ] ''یہ (اُحد) پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''[2] حدیث متواتر سے ثابت ہے کہ کھجور کا وہ تنا جس کے سہارے رسول اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، منبر بننے کے بعد رونے لگ گیا تھا۔[3] صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ ، إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ] ''یقیناً میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے قبل مجھے سلام کیا کرتا تھا، بلاشبہ میں اسے اب تک پہچانتا ہوں۔''[4]

اسی طرح حجر اسود کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ روز قیامت [يَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ] ''جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس کو بوسہ دیا، یہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔''[5] علاوہ ازیں اس مفہوم کی اور بھی بہت سی

---

[1] تفسیر القرطبی:465/1 وتفسیر الرازی:131,130/3. [2] صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب فضل الخدمة فی الغزو، حدیث:2889 و صحیح مسلم، الحج، باب فضل المدینة......، حدیث:1365 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ. [3] صحیح البخاری، الجمعة، باب الخطبة علی المنبر، حدیث:918 عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی بدء شأن المنبر، حدیث:1414عن أبی بن كعب رضی اللہ عنہ. و مسند أحمد:267/1 عن ابن عباس وأنس بن مالك رضی اللہ عنہ. [4] صحیح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ ......، حدیث:2277 عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ. [5] مسند أحمد:247/1 و جامع الترمذی، الحج، باب ماجاء فی الحجر الأسود، حدیث:961 و سنن ابن ماجه، المناسك، باب استلام الحجر، حدیث:2944 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نصوص کتاب وسنت میں موجود ہیں۔

علمائے لغت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً﴾ ''گویا وہ پتھر ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔'' میں ﴿أَوْ﴾ کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس بات پر تو اجماع ہے کہ یہ محال ہے کہ یہاں ﴿أَوْ﴾ شک کے معنی میں ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ ﴿أَوْ﴾ یہاں واؤ ''اور'' کے معنی میں ہے، یعنی گویا وہ پتھر ہیں اور اس سے بھی زیادہ سخت جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا﴾ (الدھر 24:76) ''اور ان میں سے کسی ناشکرے اور گناہ گار کی اطاعت نہ کیجیے۔'' اور ﴿عُذْرًا أَوْ نُذْرًا﴾ (المرسلٰت 6:77) ''عذر (ختم کرنے) اور ڈر سنانے کو'' میں بھی ﴿أَوْ﴾ واؤ کے معنی میں ہے۔

کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ہے: ﴿أَوْ﴾ یہاں بَلْ ''بلکہ'' کے معنی میں ہے، یعنی گویا وہ پتھر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾ (النسآء 77:4) ''اچانک ان میں ایک گروہ کافر لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوف زدہ تھا۔'' اور ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ (الصّٰفّٰت 147:37) ''اور ہم نے اسے ایک لاکھ (انسانوں) کی طرف بھیجا بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ تھے۔'' اور ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾ (النّجم 9:53) ''تو وہ دو کمانوں جتنا بلکہ اس سے بھی قریب تر ہو گیا'' میں ﴿أَوْ﴾ بَلْ ''بلکہ'' کے معنی میں ہے۔

کچھ اور لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں: گویا وہ پتھر ہیں یا تمھارے نزدیک ان سے بھی زیادہ سخت۔ اسے ابن جریر نے بیان کیا ہے۔① بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھارے دل ان دو مثالوں میں سے کسی ایک سے باہر نہیں ہیں، یعنی یا تو وہ پتھروں کی طرح سخت یا سختی میں پتھروں سے بھی بڑھ کر ہیں۔②

امام ابوجعفر ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس تفسیر کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ بعض دل پتھروں کی طرح ہیں اور بعض پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔③ ابن جریر نے دیگر معانی بھی بیان کیے ہیں مگر اس آخری معنی کو ترجیح دی ہے۔④ اس کی مثال ایسے ہے، جیسے: ﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ (البقرۃ 17:2) ''ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی'' کے ساتھ دوسری مثال: ﴿أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ﴾ (البقرۃ 19:2) ''یا (ان کی مثال) زوردار بارش کی سی ہے جو آسمان سے آتی ہے'' بیان کی گئی ہے۔ اور ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ﴾ (النور 39:24) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال چٹیل میدان میں سراب (چمکتی ریت) جیسے ہیں'' کے بعد دوسری مثال: ﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ (النور 40:24) ''یا (کافروں کے اعمال) گہرے سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں'' بیان کی گئی ہے، یعنی ان میں سے کچھ لوگ اس طرح کے ہیں۔ اور کچھ اس طرح کے۔ واللہ أعلم۔

① تفسير الطبري: 513/1، 514. ② تفسير الطبري: 513/1. ③ تفسير الطبري: 513/1. ④ تفسير الطبري: 514/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ

(مسلمانو!) کیا پھر تم توقع رکھتے ہو کہ وہ تمھاری بات مان لیں گے؟ حالانکہ ان میں سے ایک فریق ایسا ہے کہ وہ اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر وہ اسے سمجھ لینے کے بعد اس میں

مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝75 وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

تحریف کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں ۝75 اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں: ہم بھی ایمان لائے ہیں، اور جب وہ ایک دوسرے کے

قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝76 اَوَ لَا يَعْلَمُوْنَ

ساتھ تنہا ہوتے ہیں تو (آپس میں) کہتے ہیں: کیا تم مسلمانوں کو وہ باتیں بتلاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ وہ تمھارے رب کے ہاں تمھارے خلاف ان باتوں کو

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۝77

بطور حجت پیش کریں؟ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ۝76 کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ (سب کچھ) جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں؟ ۝77

## تفسیر آیات: 75-77

**عہد نبوی کے یہودیوں کے ایمان سے ناامیدی:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے مومنو! کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہود کا یہ گمراہ فرقہ تمھاری اطاعت و فرماں برداری کو اختیار کر لے گا؟ ان کے آباء واجداد نے بھی بڑی بڑی نشانیوں اور معجزات کا مشاہدہ کیا تھا لیکن پھر بھی ان کے دل سخت ہو گئے تھے۔ ﴿وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ﴾ ''اور بے شک ان میں سے کچھ لوگ اللہ کے کلام (تورات) کو سنتے، پھر اس کو واضح طور پر سمجھ لینے کے باوجود اس کو بدل دیتے رہے ہیں۔'' یعنی حقیقی مراد کے علاوہ اور مطلب بتاتے رہے ہیں۔ ﴿وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝75﴾ یعنی وہ جانتے بھی تھے کہ اس تحریف اور تاویل کو اختیار کر کے وہ سخت غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

قرآن مجید کا یہ مقام درج ذیل آیت سے کافی مشابہت رکھتا ہے: ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ﴾ (المآئدۃ 5:13) ''چنانچہ ان لوگوں کے اپنا عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا یہ لوگ کلماتِ (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل ڈالتے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝75﴾ ''پھر وہ اس (اللہ کے کلام) کو واضح طور پر سمجھ لینے کے باوجود جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں۔'' کے بارے میں قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہود ہیں جو اللہ کے کلام کو سننے اور سمجھنے اور یاد رکھنے کے باوجود اس کو بدل دیتے تھے۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ ان کے علماء تھے جو کتاب الٰہی میں تحریف کرتے اور اسے چھپاتے تھے۔[2] ابن وہب نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے کہ یہ لوگ اس تورات میں تحریف کر دیتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نازل فرمایا تھا۔ اور وہ اس طرح کہ یہ لوگ حلال کو حرام اور حرام کو حلال، حق کو باطل اور باطل کو حق بنا دیتے تھے، اگر کوئی باطل شخص انھیں رشوت دے دیتا تو کتاب الٰہی نکال کر اسے حق ثابت کر دیتے اور اگر کوئی ان سے کسی ایسی چیز کے بارے میں پوچھتا جس سے حق یا رشوت یا کسی اور چیز کا تعلق نہ ہوتا تو اسے حق بات بتا دیتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:[3]

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 149/1. [2] تفسیر الطبری: 519/1. [3] تفسیر الطبری: 520/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○﴾ (البقرۃ 2:44) ''کیا (یہ عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کیے دیتے ہو، حالانکہ تم کتاب (اللہ) بھی پڑھتے ہو، کیا پھر تم سمجھتے نہیں؟''

**یہود رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتے مگر ایمان نہیں لاتے تھے:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ﴾ کے بارے میں محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے ہیں، یعنی اس بات پر کہ تمھارے صاحب محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں لیکن وہ خاص تمھارے لیے ہیں۔[1] اور جس وقت باہم ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے کہ عربوں کو اس کے بارے میں نہ بتاؤ کہ پہلے تم ہمیشہ ان عربوں پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدد مانگا کرتے تھے اور اب وہ انھی میں سے ہیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ ﴾ ''یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے ہیں اور جس وقت آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا جو بات اللہ نے تم پر ظاہر فرمائی ہے، وہ تم ان کو اس لیے بتاتے ہو کہ (قیامت کے دن) اسی کے حوالے سے تمھارے پروردگار کے سامنے تم کو الزام دیں؟''

یعنی تم یہ اقرار کرتے ہو کہ یہ اللہ کے نبی ہیں اور تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ تم سے پیغمبر آخر الزماں کی اطاعت و پیروی کا عہد و میثاق لیا گیا ہے اور وہ بتاتے بھی ہیں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے تھے اور جن کے بارے میں ہم اپنی کتابوں میں بھی لکھا ہوا پاتے ہیں، لہٰذا تم انکار کر دو اور آپ کے نبی ہونے کا اقرار نہ کرو۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿77﴾ ﴾ ''کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اللہ کو (سب) معلوم ہے۔''

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ یہود جب مومنوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے کہ اصحاب محمد (ﷺ) کو یہ بات نہ بتاؤ جو اللہ نے تم پر ظاہر کر دی ہے اور جو تمھاری کتاب میں موجود ہے تاکہ تمھارے رب کے پاس تمھیں الزام دے کر تم پر غالب نہ آ جائیں۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿77﴾ ﴾ ''کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اللہ کو (سب) معلوم ہے۔'' کے متعلق ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ انھوں نے محمد ﷺ کے ساتھ کفر اور تکذیب کو چھپایا، حالانکہ یہ آپ کے بارے میں اپنی کتابوں میں بھی لکھا ہوا پاتے ہیں۔ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[3]

[1] تفسیر الطبری: 523,522/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 151/1. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 151/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿78﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

اور ان میں سے کچھ ان پڑھ ہیں، وہ کتاب کو نہیں جانتے سوائے جھوٹی آرزوؤں کے، اور بس وہ صرف گمان کرتے ہیں ﴿78﴾ چنانچہ ان لوگوں

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۙ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

کے لیے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لیں،

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿79﴾

چنانچہ ان کے ہاتھوں نے جو لکھا اس کی وجہ سے ان کے لیے ہلاکت ہے، اور جو وہ کماتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے لیے ہلاکت ہے ﴿79﴾

النصف

حسن فرماتے ہیں کہ ان کے چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے الگ ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے: خبردار! تم میں سے کوئی اصحاب محمد ﷺ کو وہ نہ بتائے جو اللہ نے تم پر ظاہر کر دیا اور تمھاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے تاکہ اصحاب محمد ﷺ اسے تمھارے خلاف اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کر سکیں۔[1] اور ظاہر کرنے سے مراد یہ ہے کہ یہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو کہتے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ ابو العالیہ، ربیع اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[2]

## تفسیر آیات : 79,78

**"اُمِّیٌّ" کے معنی:** ﴿ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ ﴾ "اور بعض ان میں سے ان پڑھ ہیں۔" مجاہد فرماتے ہیں: یعنی اہل کتاب میں سے۔[3] اور ﴿ اُمِّيُّوْنَ ﴾ اُمِّیٌّ کی جمع ہے۔ اور اُمِّیٌّ اس شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا نہ جانتا ہو۔ ابراہیم نخعی اور کئی ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے۔[4]

اور فرمان الٰہی: ﴿ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ ﴾ "وہ کتاب نہیں جانتے" سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے، یعنی وہ نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ ابو العالیہ، قتادہ اور ربیع بن انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5] نبی اکرم ﷺ کی صفت اُمِّی بھی اس لیے ہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 48:29) "اور آپ اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا......] "ہم ناخواندہ لوگ ہیں نہ لکھنا جانیں اور نہ حساب، مہینا کبھی اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے (ایک دفعہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے 29 دن اور دوسری دفعہ 30 دن شمار کروائے۔)"[6] یعنی ہم اپنی عبادات اور ان کے اوقات کے لیے حساب کتاب کے محتاج نہیں ہیں۔ اللہ

① تفسیر ابن أبی حاتم: 151/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 151/1. ③ تفسیر الطبری: 527/1. ④ تفسیر الطبری: 528/1. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 152/1. ⑥ صحیح البخاری، الصوم، باب قول النبی ﷺ: [لا نکتب ولا نحسب]، حدیث: 1913 و صحیح مسلم، الصیام، باب وجوب صوم رمضان ......، حدیث: (15) - 1080 واللفظ له عن ابن عمر رضی اللہ عنہما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تبارک وتعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ (الجمعة 2:62) ’’وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انھی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا۔‘‘

**’’أَمَانِيَّ‘‘ کی تفسیر:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ کے بارے میں امام ضحاک رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی منہ کی جھوٹی باتوں کے ہیں۔[1] ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان کی خواہشات اور تمنائیں ہیں جو وہ کرتے ہیں۔[2] مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اُمّی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اس کتاب کو نہیں سمجھتے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا بلکہ وہ جھوٹی اور باطل باتیں از خود گھڑتے رہتے ہیں۔[3] یہاں تمنی کے معنی از خود جھوٹ گھڑنا ہے۔[4] امام مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: ﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝﴾ کے معنی ہیں کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔[5] قتادہ، ابوالعالیہ اور ربیع رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ کے بارے میں ناحق بدگمانیاں کرتے ہیں۔[6]

**تحریف کرنے والے یہود کے لیے تباہی و بربادی:** ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ﴾ ’’ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے (آئی) ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (دنیوی منفعت) حاصل کریں۔‘‘ یہ یہود کی ایک دوسری قسم ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی اور خود ساختہ باتیں منسوب کر کے ضلالت و گمراہی کی طرف دعوت دیتے اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتے تھے۔ اَلْوَيْل کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں۔ یہ عربی زبان کا ایک مشہور لفظ ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تازہ تازہ خبریں ہیں؟ تمھارے پاس یہ تروتازہ کتاب موجود ہے جو خالص ہے اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں اہل کتاب کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف و تبدیلی کر دی تھی۔ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ وہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت، یعنی دنیوی منفعت حاصل کر لیں۔ تمھارے پاس جو علم ہے کیا یہ تمھیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ اللہ کی قسم! ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی شخص نے اس کے بارے میں تم سے پوچھا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔[7] اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔[8]

---

[1] تفسير الطبري:1/529. [2] تفسير الطبري:1/530. [3] تفسير الطبري:1/530. [4] تفسير الطبري:1/530. [5] تفسير ابن أبي حاتم:1/152. [6] تفسير ابن أبي حاتم:1/152. [7] تفسير ابن أبي حاتم:1/154. [8] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لاتسئلوا أهل الكتاب عن شيء]، حديث:7363 عن ابن عباس رضي الله عنهما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ

اور انھوں نے کہا: آگ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے سوا ہرگز نہیں چھوئے گی۔ کہہ دیجیے: کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لیا ہے؟ پھر تو اللہ اپنے عہد کے

اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿80﴾

خلاف ہرگز نہیں کرے گا، کیا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟ (80)

حسن بن ابوالحسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام کی تمام دنیا ہی ثمن قلیل (تھوڑی قیمت) ہے۔ ①

اور فرمانِ الٰہی: ﴿فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿79﴾﴾ ''چنانچہ ان کے ہاتھوں نے جو (بے اصل) لکھا اس کی وجہ سے ان کے لیے ہلاکت ہے اور جو وہ کماتے ہیں اس کی وجہ سے (پھر) ان کے لیے ہلاکت ہے۔'' یعنی اس پر بھی ہلاکت ہے جو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے جھوٹ، بہتان اور افترا پر مبنی باتیں لکھیں اور اس پر بھی ہلاکت ہے جو انھوں نے ان جھوٹی باتوں سے حرام کما کر کھایا جیسا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ ﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ﴾ یعنی انھوں نے اپنے ہاتھوں سے جو جھوٹ لکھا اس کی وجہ سے انھیں عذاب ہوگا۔ ﴿وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿79﴾﴾ اور جو یہ لوگوں کا مال کھاتے ہیں اس کی وجہ سے بھی یہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ ②

### تفسیر آیت: 80

**یہودیوں کی خوش فہمی ہے کہ وہ جہنم میں صرف چند روز رہیں گے:** اللہ تعالیٰ یہود کے بارے میں یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ انھوں نے اپنے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں دوزخ کی آگ چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔ چند روز کے بعد وہ اس سے نجات پا جائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا﴾ ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا تم نے اللہ سے اس کے بارے میں کوئی عہد و قرار لے رکھا ہے؟'' اگر ایسا ہے پھر تو وہ اپنے عہد و قرار کے خلاف نہیں کرے گا لیکن ایسا تو نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں أَمْ کا حرف استعمال کیا گیا ہے جو بَلْ کے معنی میں ہے، یعنی ایسا کوئی وعدہ تو نہیں ہے بلکہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف کذب و افتراء سے ایسی باتیں منسوب کر رہے ہو جو تم جانتے نہیں ہو۔

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہود کہتے تھے کہ ہمیں آگ صرف چالیس راتوں تک چھوئے گی۔ ③ دیگر مفسّرین نے کہا ہے: یعنی ان کے بقول صرف اتنی مدت جس میں انھوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ ④

حافظ ابوبکر بن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے زہر آلود گوشت کا تحفہ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[اِجْمَعُوا لِي مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ يَّهُودَ (فَجُمِعُوا لَهُ ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ)، قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ أَبُوكُمْ ؟ قَالُوا : فُلَانٌ، فَقَالَ : كَذَبْتُمْ ، بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ،

① تفسیر ابن أبي حاتم: 155/1. ② تفسیر الطبری: 537/1. ③ تفسیر الطبری: 538/1. ④ تفسیر الطبری: 538/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿81﴾

کیوں نہیں! جس نے کوئی برائی کمائی اور اسے اس کی برائی نے گھیر لیا، تو وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿81﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿82﴾ ع 11

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، وہی جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿82﴾

قَالُوا:صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ ، فَقَالَ لَهُمْ : هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ ؟ فَقَالُوا : نَعَمْ، يَا أَبَا الْقَاسِمِ ! وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَهْلُ النَّارِ ؟ فَقَالُوا: نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تَخْلُفُونَا فِيهَا ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اخْسَئُوْا فِيْهَا﴾ (المؤمنون 23:108) وَاللّٰهِ ! لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ : فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ ؟ قَالُوا : نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ ! قَالَ : هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا ؟ فَقَالُوا : نَعَمْ ، فَقَالَ : مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ ؟ فَقَالُوا : أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيحُ مِنْكَ ، وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ]

"یہاں جو یہودی موجود ہیں، انھیں میرے پاس جمع کرو، جب وہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: میں تم سے کچھ پوچھنے لگا ہوں کیا تم مجھے سچ سچ بتا دو گے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! تو نبی ﷺ نے پوچھا: تمھارا باپ کون ہے؟ انھوں نے کہا: فلاں، آپ نے فرمایا: نہیں تم جھوٹ کہتے ہو، تمھارا باپ تو فلاں ہے، انھوں نے جواب دیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں، پھر آپ نے ان سے فرمایا: اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا سچ سچ بتا دو گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، ابوالقاسم! ہم سچ بتائیں گے اور اگر ہم نے آپ سے جھوٹ بولا تو آپ اسی طرح ہمارے جھوٹ کو پہچان لیں گے جس طرح ہمارے باپ کے بارے میں آپ نے ہمارے جھوٹ کو پہچان لیا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ جہنمی کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے کہ تھوڑی مدت کے لیے تو ہم جہنم میں رہیں گے، پھر ہمارے بعد تم آ جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ "تم ذلیل و خوار ہو کر جہنم ہی میں رہو گے"، ہم کبھی بھی تمھارے جانشین نہیں بنیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پھر فرمایا کہ اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو کیا سچ سچ بتاؤ گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، ابوالقاسم (ﷺ)! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے نجات حاصل کر لیں گے اور اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو پھر یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

امام احمد، بخاری اور نسائی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔①

① صحیح البخاری، الجزیة والموادعة، باب إذا غدر المشرکون بالمسلمین……، حدیث: 5777,3169 قوسین والے الفاظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہیں جبکہ یہ الفاظ بخاری کی ان دو روایات سے ماخوذ ہیں۔ و مسند أحمد: 451/2 و السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿اخْسَئُوْا فِيْهَا﴾ (المؤمنون 23:108): 413/6، حدیث: 11355.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تفسیر آیات:82,81

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: نہیں بات اس طرح نہیں جس طرح تم تمنا رکھتے اور خواہش کرتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ جو برا کام کرے اور اس کے گناہ ہر طرف سے اسے گھیر لیں اور وہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کے پاس ایک نیکی بھی نہ ہو بلکہ اس کے تمام اعمال برائیوں ہی پر مشتمل ہوں تو ایسا شخص جہنم ہی میں رہے گا۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں اور شریعت کے مطابق نیک اعمال کریں تو وہ جنت کے عیش و آرام میں رہیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○ ﴾ (النسآء4:123,124) ”(نجات کا دارومدار) نہ تو تمھاری آرزوؤں اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر (بلکہ) جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ اور جو نیک کام کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو وائل، عطاء اور حسن فرماتے ہیں: ﴿ وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْۗــــــَٔــتُهٗ ﴾ ”اور اس کے گناہوں نے اس کو گھیر لیا“ میں گناہ سے مراد شرک ہے۔[1] اعمش نے ابو رزین کے حوالے سے ربیع بن خثیم سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو توبہ کیے بغیر گناہوں کے ساتھ مر جائے۔[2] سدی اور ابو رزین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ابو العالیہ اور ایک روایت کے مطابق حسن اور مجاہد، قتادہ اور ربیع بن انس وغیرہ کا قول ہے کہ اس سے مراد کبیرہ گناہ ہے۔[3] ان تمام اقوال کا تقریباً ایک ہی مفہوم ہے۔ واللہ أعلم .

**صغیرہ گناہ بھی ہلاکت کا باعث ہیں:** یہاں اس حدیث کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جسے امام احمد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَإِنَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ عَلَى الرَّجُلِ حَتّٰى يُهْلِكْنَهُ ، وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ضَرَبَ لَهُنَّ مَثَلًا كَمَثَلِ قَوْمٍ نَّزَلُوا أَرْضَ فَلَاةٍ ، فَحَضَرَ صَنِيعُ الْقَوْمِ ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْطَلِقُ فَيَجِيءُ بِالْعُودِ ، وَالرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْعُودِ ، حَتّٰى جَمَعُوا سَوَادًا ، فَأَجَّجُوا نَارًا وَّأَنْضَجُوا مَا قَذَفُوا فِيهَا] ”چھوٹے اور حقیر گناہوں سے بھی بچو کیونکہ یہ بھی جمع ہو کر آدمی کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر فرمایا کہ جیسے کچھ لوگ جنگل میں جمع ہوں اور جب کھانا پکانے کا وقت آ جائے تو ایک ایک آدمی ایک ایک لکڑی لے آئے حتی کہ اس سے لکڑیوں کا ڈھیر لگ جائے، وہ اسے آگ لگا دیں اور انھوں نے جو کچھ اس میں ڈالا ہے اسے پکا لیں۔“[4]

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (81)

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:1/158. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:1/158. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:1/159. [4] مسند أحمد: 1/402,403.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین، رشتے داروں، یتیموں اور مسکینوں سے نیک سلوک کرنا

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا

اور تم لوگوں سے اچھی باتیں کہنا، اور نماز قائم کرنا، اور زکوۃ دینا، پھر تم اس (وعدے) سے پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے (اس کے پابند رہے) اور تم تو پھر

قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿83﴾

جانے والے ہی ہو ﴿83﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، وہی جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جو شخص اس دین پر ایمان لایا جس کا (اے یہودیو!) تم نے کفر کیا ہے اور اس نے اس کے مطابق عمل کیا جس کو تم نے چھوڑا ہے تو اس کے لیے جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے گویا یہ فرمایا ہے کہ خیر کا ثواب اور شر کا عذاب اچھے برے اعمال بجالانے والوں کو ہمیشہ ملتا رہے گا اور یہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ ①

## تفسیر آیت: 83

**میثاقِ بنی اسرائیل:** اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو وہ احکام یاد دلا رہا ہے جن کا اس نے انھیں نہ صرف حکم دیا تھا بلکہ ان سے پختہ عہد بھی لیا تھا کہ وہ انھیں بجالائیں گے لیکن یہ ان سب باتوں سے پھر گئے تھے اور قصداً و ارادۃً جانتے بوجھتے ہوئے انھوں نے ان سے اعراض کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ حکم دیا تھا کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

اللہ تعالیٰ نے صرف انھیں ہی نہیں بلکہ اپنی تمام مخلوق کو یہی حکم دیا ہے اور اسی کی خاطر اس نے سب کو پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (الأنبيآء 25:21) ''اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف بھی یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل 36:16) ''اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (بتوں کی پرستش) سے اجتناب کرو۔'' سب سے اعلیٰ اور عظیم ترین حق اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے اور وہ یہ کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے۔

اللہ کے اس حق کے بعد مخلوق کے حقوق کی باری آتی ہے اور مخلوق کے حقوق میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حق اور والدین کے حق کو ملا کر بیان فرماتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ط اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ (لقمٰن 14:31) ''میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' اور

① تفسیر ابن أبی حاتم: 159/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (بنی إسرآءیل 23:17) ''اور تمھارے پروردگار نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ﴾ (بنی إسرآءیل 26:17) ''اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔''

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: [اَلصَّلَاةُ عَلٰی وَقْتِهَا ، قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : بِرُّ الْوَالِدَيْنِ ، قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''وقت پر نماز ادا کرنا، میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: والدین سے حسن سلوک، میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔''[1]

﴿ الْيَتٰمٰى ﴾ یتیم کی جمع ہے۔ اور اس سے مراد وہ چھوٹے بچے ہیں جن کا کمانے والا باپ نہ ہو۔ اور ﴿ الْمَسٰكِيْنِ ﴾ مِسکین کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہ ہو۔ ان اصناف کے بارے میں سورۂ نساء کی اس آیت میں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (النسآء 36:4) ''اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾ یعنی لوگوں سے اچھی باتیں کرو اور ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اسی میں داخل ہے۔ ﴿ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اچھی بات یہ بھی ہے کہ انسان نیکی کا حکم دے، برائی سے منع کرے، حلم و درگزر سے کام لے، لوگوں کو معاف کر دیا کرے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اور وہ حسن خلق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔[2]

امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فَالْقَ أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ] ''کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو اور کرنے کو کوئی کام نہ ہو تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے پیش آؤ۔''[3]

پہلے حکم دیا کہ بالفعل لوگوں سے احسان کرو اور اس کے بعد یہ حکم انتہائی مناسب ہے کہ لوگوں سے بات بھی اچھی کرو تاکہ فعلی اور قولی دونوں احسان یکجا ہو جائیں، پھر اللہ نے اپنی عبادت اور لوگوں سے ایک متعین احسان کا حکم دیا، یعنی نماز اور زکاۃ کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان تمام باتوں سے اعراض کیا اور دیدہ و دانستہ انھوں نے ان کو پس

---

[1] صحیح البخاري، مواقیت الصّلاة، باب فضل الصلاة لوقتها ، حدیث:527، 2782 وصحیح مسلم، الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللّٰه تعالٰی أفضل الأعمال، حدیث:85. [2] تفسیر ابن أبي حاتم :1/161، 162. [3] صحیح مسلم، البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، حدیث:2626 ومسند أحمد:5/173 واللفظ له . وجامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في طلاقة الوجه......، حدیث:1970.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ

اور جب ہم نے تم سے پکا وعدہ لیا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ نکالو گے اپنے لوگوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کیا اور تم

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿84﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ

(اس بات کے) گواہ ہو ﴿84﴾ پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں سے ایک فریق کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو، تم ان کے خلاف

دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ

گناہ اور زیادتی کے ساتھ دوسروں کی مدد کرتے ہو۔ اور اگر وہ تمھارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو تم انھیں فدیہ دے کر چھڑاتے ہو، حالانکہ تم پر ان کا

عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ

نکال دینا ہی حرام کر دیا گیا تھا۔ کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو شخص یہ کام کرے گا اس

ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا

کی سزا اس کے سوا کوئی نہیں کہ رسوائی ہو دنیاوی زندگی میں اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ اور تم جو عمل کرتے ہو

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿85﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ

اللہ اس سے غافل نہیں ہے ﴿85﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زندگانی دنیا کو آخرت کے عوض خرید لیا ہے، لہٰذا نہ تو ان سے عذاب ہلکے ہوں گے اور نہ ان کی

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿86﴾ ع 10/4/10

مدد ہی کی جائے گی ﴿86﴾

پشت ڈال دیا۔ ان میں سے صرف چند لوگ ہی تھے جو ان پر کاربند رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری اس امت کو بھی اس قسم کی باتوں کا حکم دیتے ہوئے سورۂ نساء میں فرمایا ہے: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴾ (النسآء 4:36) ''اور تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور رفقائے پہلو (پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمھارے لونڈی و غلام ہوں، سب کے ساتھ احسان کرو کہ بے شک اللہ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔'' ہماری امت ان سب باتوں پر عمل پیرا ہے جن پر سابقہ امتوں میں سے کوئی امت بھی عمل نہ کر سکی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ .

### تفسیر آیات: 84-86

**معاہدے کی دفعات اور بنی اسرائیل کی عہد شکنی:** اللہ تبارک و تعالیٰ عہد رسول ﷺ میں مدینہ کے یہودیوں اور اوس و خزرج کے ساتھ ان کے لڑائی جھگڑوں کی تردید فرما رہا ہے۔ اوس و خزرج کے لوگ جو مشرف بہ اسلام ہو کر انصار کہلائے، زمانہ جاہلیت میں بت پرست تھے اور ان میں بہت سی جنگیں ہوئی تھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہود مدینہ تین قبیلوں میں منقسم تھے جن میں سے بنو قَیْنُقَاع اور بَنُو نَضِیر خَزرَج کے حلیف تھے جبکہ بنو قُرَیْظَہ أَوْس کے حلیف تھے، جب ان میں جنگ برپا ہو جاتی تو ہر فریق اپنے حلیفوں کا ساتھ دیتا اور ان سے مل کر ان کے دشمن سے لڑتا۔ اس طرح دونوں طرف کے یہودی یہودیوں ہی کے ہاتھوں مارے جاتے تھے، حالانکہ یہ ان کے دین اور ان کی کتاب کی رو سے حرام تھا، پھر یہ ان کو ان کے گھروں سے بھی نکال دیتے اور گھروں کے مال اور ساز و سامان کو بھی لوٹ لیتے تھے، پھر جب جنگ کے بادل چھٹ جاتے تو وہ تورات کے حکم کے مطابق مغلوب فریق کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾ ''(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم (اللہ کی) کتاب کے ایک حصے (بعض احکام) کو تو مانتے ہو اور ایک حصے (بعض) کا انکار کرتے ہو؟'' اسی لیے مزید فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ﴾ یعنی ہم نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کرو گے، نہ گھروں سے نکالو گے اور نہ ان پر چڑھائی کرو گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ﴾ (البقرۃ2:54) ''لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو، تمھارے خالق کے نزدیک تمھارے حق میں یہی بہتر ہے۔''

اس آیت میں بھی ﴿ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ﴾ کی طرح ﴿ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ فرمایا گیا ہے اس لیے کہ ایک ہی ملت کے ماننے والے ایک ہی جان کے مانند ہوتے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى] ''مومنوں کی مثال آپس کی محبت، رحمت و شفقت اور صلہ رحمی کے اعتبار سے ایک ہی جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بیداری کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ پھر تم نے اس عہد و پیمان کی معرفت اور صحت کا اقرار بھی کر لیا اور تم اس بات کے گواہ بھی ہو۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ﴾ ''پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں سے ایک فریق کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے اس فعل کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے تورات میں ان کے لیے آپس میں کُشت و خون کو حرام قرار دیا تھا اور اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانا فرض قرار دیا تھا۔[2]

یہودیوں کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں بنو قَیْنُقَاع تھے جو خَزرَج کے حلیف تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ اوس و خزرج میں جب جنگ ہوتی تو بنو قینقاع خزرج کا ساتھ دیتے اور بنو نضیر و قریظہ خاندان اوس کا ساتھ دیتے تھے۔

---

① صحیح البخاری، الأدب، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث:6011 وصحیح مسلم، البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین ......، حدیث:2586 واللفظ لہ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ. ② تفسیر ابن أبی حاتم:167/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان میں سے ہر گروہ اپنے حلیف کو اپنے ہی بھائیوں کے مقابلے میں لا کھڑا کرتا تھا جس کی وجہ سے یہ آپس ہی میں کُشت و خون شروع کر دیتے، حالانکہ ان کے پاس تورات موجود تھی جس میں لکھے ہوئے اپنے حقوق و فرائض کو یہ جانتے تھے۔ اوس و خزرج کے قبیلے مشرک اور بت پرست تھے۔ انھیں جنت وجہنم، بعث وقیامت، اللہ کی کتاب اور حلال و حرام کا کوئی علم نہ تھا جبکہ ان یہودیوں کو ان سب باتوں کا علم تھا۔ جب جنگ کے بادل چھٹ جاتے تو بزعم خود تورات کی تصدیق اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے سے اپنے قیدیوں کو فدیہ ادا کر کے رہا کرا لیتے تھے۔ بنوقینقاع اوس کے ہاتھوں سے اپنے قیدیوں کو رہا کروا لیتے اور بنونضیر وقریظہ خزرج کے ہاتھوں سے اپنے قیدیوں کو چھڑا لیتے تھے اور مشرکوں کو اپنے اوپر چڑھا لانے کی وجہ سے انھوں نے نامعلوم اپنے کتنے ہی لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾ ''کیا تم کتاب کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو؟'' یعنی تورات کے حکم کے مطابق فدیہ دے کر قیدیوں کو تو چھڑا لیتے ہو لیکن اس بات کو فراموش کر دیتے ہو کہ تورات میں یہ بھی تو لکھا ہوا ہے کہ کسی کو قتل نہ کیا جائے، یا اسے گھر سے نہ نکالا جائے اور محض دنیا کے حصول کی خاطر ان لوگوں کو غالب نہ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے اور اس کے بجائے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اوس و خزرج کے ساتھ اس معاملے ہی کی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

اس آیت کریمہ اور اس کے اس سیاق سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس وجہ سے مذمت بیان کی ہے کہ تورات کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھنے کے باوجود یہ لوگ اس کے بعض احکام کو مانتے اور بعض سے انکار کر دیتے تھے، حالانکہ یہ جانتے اور اس بات کی گواہی بھی دیتے تھے کہ یہ صحیح کتاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تورات کے حوالے سے یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اس پر انھیں امین قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ان کی تصدیق کی جا سکتی ہے کیونکہ انھوں نے ان تمام باتوں کو بھی چھپا لیا تھا جن کا تعلق نبیٔ اکرم ﷺ کی صفت، بعثت، ہجرت اور آپ کی حیات طیبہ کے ان واقعات سے تھا جن کے بارے میں سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام نے پیش گوئیاں فرمائی تھیں اور وہ تورات میں لکھی ہوئی تھیں مگر یہود نے۔ اللہ ان پر لعنت فرمائے۔ ان تمام باتوں کو چھپا لیا تھا۔

اسی لیے فرمایا: ﴿ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''تم میں سے جو شخص یہ کام کرے گا اس کی سزا اس کے سوا کوئی نہیں کہ رسوائی ہو دنیا کی زندگی میں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے ان کی سزا یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔ ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ﴾ ''اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔'' اور یہ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب، جو ان کے پاس موجود ہے، کی مخالفت کی سزا ہوگی ﴿ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور اللہ ان کے اعمال سے غافل بھی نہیں ہے۔''

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ﴾ ''یہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے عوض دنیا کی زندگی کو خرید لیا ہے۔'' ﴿ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ ﴾ ''لہٰذا (ایک لمحے کے لیے بھی) ان کے عذاب میں کوئی تخفیف نہیں کی جائے گی۔'' ﴿ وَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد اس کے پیچھے پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلے معجزات دیے اور اسے روح

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

القدس (جبریل) کے ساتھ قوت دی، کیا پھر جب کبھی تمھارے پاس کوئی رسول وہ چیز لایا جسے تمھارے نفس نہ چاہتے تھے، تو تم نے تکبر کیا، پھر تم نے ایک

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿87﴾

فریق کو جھٹلایا اور دوسرے فریق کو تم قتل کر دیتے رہے؟ ﴿87﴾

﴿ هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿86﴾ ﴾ ''اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی۔'' یعنی نہ ان کا کوئی حامی و ناصر ہی ہوگا جو اس دائمی اور سرمدی عذاب سے انھیں نجات دلا سکے۔

**تفسیر آیت: 87**

**یہود کا تکبر، انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و قتل:** اس مقام پر اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بارے میں یہ فرما رہا ہے کہ انھوں نے سرکشی، عناد، تکبر اور انبیاء کی مخالفت کی روش کو اختیار کیا اور یہ اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی مگر انھوں نے اس کتاب، یعنی تورات میں تحریف و تبدیلی کر دی۔ اس کے احکام کی مخالفت اور تاویل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد اور بھی بہت سے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا جو ان کی شریعت کے مطابق حکم دیتے تھے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ ﴾ (المآئدۃ 5: 44) ''بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار تھے، یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور اللہ والے اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر وہ گواہ تھے۔''

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ ﴾ ''اور ہم نے اس کے بعد اس کے پیچھے پے در پے رسول بھیجے۔'' سدی، ابو مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿ قَفَّيْنَا ﴾ بمعنی أَتْبَعْنَا ہے کہ ہم نے ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجے۔ [1] اور بعض نے ﴿ قَفَّيْنَا ﴾ بمعنی أَرْدَفْنَا لیا ہے۔ تمام مفاہیم قریب ہی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ﴾ (المؤمنون 23:44) ''پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے'' حتی کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیج کر انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ ختم کر دیا جو تورات سے کچھ مختلف احکام لے کر تشریف لائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں کھلے نشانات، یعنی معجزات عطا فرمائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان معجزات سے مراد ان کا مردوں کو زندہ کرنا، مٹی سے پرندے کی شکل کا جانور بنانا، اس میں پھونک مارنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا پرندہ بن جانا، بیماروں کو شفایاب کرنا اور ان پوشیدہ چیزوں کی خبریں دینا جن کو وہ

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 168/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے۔ ① اور اللہ تعالیٰ کا روح القدس، یعنی جبرئیل سے ان کی مدد کرنا۔ ② یہ تمام معجزات اس بات کی دلیل تھے کہ وہ اللہ کے پاس سے جس شریعت کو لے کر آئے ہیں وہ سچی شریعت ہے مگر بنی اسرائیل نے ان کی شدید تکذیب کی اور تورات سے کچھ مختلف احکام لانے کی وجہ سے ان سے شدید عناد اور حسد کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (آل عمران 3:50) ”اور (میں) اس لیے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کو تمھارے لیے حلال کردوں اور میں تو تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔“

بنی اسرائیل نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ حد درجہ برا سلوک کیا، بعض کی تکذیب کی اور بعض کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ اس لیے کہ وہ ایسے احکام لے کر آئے تھے جو ان کی خواہشات اور آراء کے خلاف ہوتے تھے۔ اور وہ انھیں احکام تورات کی پابندی کا حکم دیتے جس کی مخالفت کو انھوں نے اختیار کر رکھا تھا لیکن یہ باتیں انھیں بہت گراں گزرتی تھیں، اس لیے یہ ان کی تکذیب کرتے بلکہ بسا اوقات ان کے مقدس خون سے ہولی کھیلنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿87﴾ ﴾ ”کیا پھر جب کوئی پیغمبر تمھارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے جن کو تمھارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو جاتے رہے، پھر (انبیاء کے) ایک گروہ کو تو جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے؟“

**روح القدس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں:** اس بات کی دلیل کہ روح القدس سے مراد جبرئیل ہیں صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا۔ ③ اور وہ رسول اللہ ﷺ کی مدافعت کرتے تھے۔ ④ آپ نے ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: [اَللّٰهُمَّ ! أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ]، [مَا نَافَحَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ] ”اے اللہ! حسان کی روح القدس کے ساتھ مدد فرما ⑤ جب تک وہ رسول اللہ کی مدافعت کرتا رہے۔“ ⑥ اس حدیث کو بالفاظ دیگر ابوداود اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ⑦

روح القدس سے مراد جبرئیل ہی ہیں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں صراحتاً مروی ہے۔ ⑧ نیز ابن

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:168/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:168/1. ③ جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی إنشاد الشعر، حدیث:2846 عن عائشة رضی اللہ عنہا. ④ صحیح البخاری، المناقب، باب من أحب أن لایسبّ نسبه، حدیث: 3531. ⑤ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات اللہ علیهم ، حدیث:3212 عن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ. وَفِی رِوَایَةٍ: [اُهْجُهُمْ وَ جِبْرِیلُ مَعَكَ] حدیث:3213 عن البراء رضی اللہ عنہ. ⑥ سنن أبی داود، الأدب، باب ماجاء فی الشعر، حدیث:5015 عن عائشة رضی اللہ عنہا. ⑦ سنن أبی داود، الأدب، باب ماجاء فی الشعر، حدیث:5015 و جامع الترمذی، الأدب، ماجاء فی إنشاد الشعر، حدیث:2846 عن عائشة رضی اللہ عنہا. ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم:168/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿88﴾

اور انھوں نے کہا: ہمارے دل غلافوں میں ہیں، (نہیں) بلکہ ان کے کفر کے باعث اللہ نے ان پر لعنت کی ہے، لہٰذا کم لوگ ہی ایمان لاتے ہیں ﴿88﴾

عباس،[1] محمد بن کعب، اسماعیل بن ابو خالد، سدی، ربیع بن انس، عطیہ عوفی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] اس کی تائید میں یہ آیت بھی ہے: ﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۙ ﴾ (الشعرآء 26:193، 194) ''اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے (اس نے) آپ کے دل پر (القاء کیا ہے) تاکہ (لوگوں کو) ڈراتے رہیں۔''

صحیح ابن حبان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا (وَأَجَلَهَا)، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ ] ''روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک فوت نہیں ہوگا جب تک وہ اپنے رزق اور عمر کو پورا نہ کر لے، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے رزق تلاش کرو۔''[3]

**یہود کا قتلِ انبیاء علیہم السلام کی کوششوں کو جاری رکھنا:** زمخشری نے ﴿ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿87﴾ ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں فرمایا: وَفَرِيقًا قَتَلْتُمْ ''اور ایک گروہ کو تم نے قتل کیا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ یہاں یہ بیان فرمانا چاہتا ہے کہ ماضی ہی میں نہیں بلکہ مستقبل میں بھی ان کی یہی روش ہے کیونکہ انھوں نے زہر اور جادو کے ذریعے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بھی مذموم کوشش کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا تھا: [مَا زَالَتْ أُكْلَةُ خَيْبَرَ تُعَادُّنِي... فَهٰذَا أَوَانُ انْقِطَاعِ أَبْهَرِي] ''خیبر میں کھایا ہوا (زہر آلود) لقمہ وقتاً فوقتاً مجھے تکلیف دیتا رہا حتی کہ یہ میری شہ رگ کٹنے کا وقت (آ گیا) ہے۔''[4] یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔[5]

## تفسیر آیت: 88

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے کہا: ہمارے دل پردے میں ہیں۔[6] مجاہد فرماتے ہیں کہ ان پر پردہ پڑا ہوا ہے۔[7] عکرمہ کہتے ہیں کہ ان پر مہر لگی ہوئی ہے۔[8] ابو العالیہ کہتے ہیں کہ یہ سمجھتے نہیں۔[9] مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے غُلُفٌ (لام کے ضمہ کے ساتھ)

---

① تفسیر القرطبی: 24/2 و تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، تحت الآیۃ: 87 من سورۃ البقرۃ، ص: 13. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 168/1. ③ شرح السنۃ: 304/14، حدیث: 4112 اور [أجلها] المعجم الکبیر: 166/8 میں ہے۔ اور صحیح ابن حبان: 32/8 میں اس مفہوم کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ④ المستدرک للحاکم، معرفۃ الصحابۃ، ذکر مناقب بشر بن البراء: 219/3، حدیث: 4966 عن أم مبشر رضی اللہ عنہا و الکامل لابن عدی، سعید بن محمد الوراق: 460/4 واللفظ لہ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ. ⑤ صحیح البخاری، المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، حدیث: 4428 عن عائشۃ رضی اللہ عنہا. وسنن أبی داود: 4513,4512 ومسند أحمد: 18/6 عن أم مبشر رضی اللہ عنہا. ⑥ تفسیر الطبری: 572/1. ⑦ تفسیر الطبری: 572/1. ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم: 171/1. ⑨ تفسیر الطبری: 573/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ ۙ وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو اس (کتاب) کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے، اور اس سے پہلے وہ ان لوگوں کے

يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ ۫ فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ

خلاف فتح مانگتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ (حق) آ گیا جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا، لہٰذا کافروں پر

عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿89﴾

اللہ کی لعنت ہے ﴿89﴾

پڑھا ہے اور یہ غلاف کی جمع ہے، یعنی انھوں نے کہا کہ ہمارے دل تو ہر قسم کے علم سے لبریز ہیں، لہٰذا ہمیں تیرے علم کی ضرورت نہیں۔ [1] یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء کا ہے۔ [2]

﴿ بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ ﴾ ''بلکہ ان کے کفر کے باعث اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر خیر و بھلائی سے دور ہٹا کر محروم کر دیا ہے۔ ﴿ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿88﴾ ﴾ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے۔ [3] ﴿ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ﴾ ایسے ہی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِيۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ ﴾ (حٰمٓ السجدة 5:41) ''اور کہنے لگے کہ جس چیز کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں، اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿88﴾ ﴾ یعنی بات اس طرح نہیں جیسا کہ انھوں نے دعویٰ کیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دل ملعون ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر بھی لگا دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَّقَوۡلِهِمۡ قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴾ (النساء 155:4) ''اور ان (کفار) کے یہ کہنے کے سبب کہ ہمارے دلوں پر پردے (پڑے ہوئے) ہیں (اللہ نے ان کو مردود کر دیا اور ان کے دلوں پر پردے نہیں ہیں) بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر مہر کر دی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔''

﴿ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿88﴾ ﴾ اور ﴿ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴾ کے معنی: اس کے معنی میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے ایمان لانے والے کم ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا ایمان کم ہے۔ [4] یعنی موسیٰ علیہ السلام جس شریعت کو لے کر آئے اس کے مطابق آخرت اور ثواب و عذاب پر تو ان کا ایمان ہے لیکن ان کا یہ ایمان ان کے لیے مفید نہیں کیونکہ ان کے دل اس دین و شریعت کے بارے میں کفر سے بھرے ہوئے ہیں جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا کسی بھی چیز پر ایمان نہیں تھا۔ ﴿ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿88﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ سب کے سب دین کے ساتھ کفر کرتے ہیں جیسا کہ عرب کہتے ہیں: قَلَّمَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا قَطُّ ''میں نے ایسا کبھی کم ہی دیکھا ہوگا۔'' لیکن اس

[1] تفسير القرطبي: 25/2. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 170/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 171/1. [4] تفسير الطبري: 575/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا۔

## تفسیر آیت: 89

**یہود نبی ﷺ کی بعثت کے منتظر تھے لیکن جب آپ مبعوث ہوئے تو آپ کا انکار کر دیا:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب یہود کے پاس اللہ کے ہاں سے کتاب آ گئی، یعنی قرآن مجید جسے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل فرمایا اور وہ کتاب ان کی کتاب، یعنی تورات کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس رسول ﷺ کے یہ کتاب لے کر تشریف لانے سے پہلے جب یہ اپنے مشرک دشمنوں سے جنگ کرتے تو اس رسول کی تشریف آوری سے کافروں پر فتح مانگا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اب اس آخری زمانے میں اللہ کے ایک نبی مبعوث ہوں گے تو ان کے ساتھ مل کر ہم تم سے لڑائی کر کے اس طرح تمھیں نیست و نابود کر دیں گے جس طرح عاد اور اِرم کی قوموں کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل یہود آپ کے ساتھ اوس اور خزرج کے خلاف مدد طلب کیا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو عربوں میں سے مبعوث فرما دیا تو انھوں نے اپنی باتوں کے برعکس عناد اور کفر کی راہ اختیار کر لی۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور خاندان بنوسَلِمہ کے بِشر بن بَراء بن مَعْرُور نے ان سے کہا: اے گروہِ یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو، تم تو محمد ﷺ کے ساتھ ہمارے خلاف مدد مانگا کرتے تھے جبکہ ہم مشرک تھے اور تمھی بتایا کرتے تھے کہ اس نبی کی بعثت ہونے ہی والی ہے۔ اور تم تو ان کی نشانیاں بھی بیان کیا کرتے تھے؟ اس کے جواب میں بنونضیر کے سلّام بن مِشکَم نے کہا: آپ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں لائے جسے ہم پہچانتے ہوں۔ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تمھارے سامنے ذکر کیا کرتے تھے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو اس (کتاب) کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے......۔''[1]

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ یہود مشرکینِ عرب کے خلاف محمد ﷺ کی آمد کے ساتھ فتح طلب کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! اس نبی کو اب مبعوث فرما دے جس کے بارے میں ہم اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں تاکہ وہ مشرکوں کو (ان کی حرکات کا) مزہ چکھائیں اور انھیں قتل کر دیں، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور یہودیوں نے دیکھا کہ آپ کا تعلق ان سے نہیں ہے تو انھوں نے عربوں سے حسد کرتے ہوئے آپ کے ساتھ کفر کیا، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''پھر جب ان کے پاس (وہ ہستی) آ پہنچی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا، لہٰذا کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''[2]

[1] تفسیر الطبری: 578/1. [2] تفسیر الطبری: 579/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ

وہ چیز بہت بری ہے جس کے بدلے انھوں نے اپنے نفس بیچ دیے، یہ کہ وہ اس چیز کا انکار کرتے ہیں جو اللہ نے نازل کی، صرف اس حسد کی بنا

فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

پر کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل نازل کرے، پس وہ غضب در غضب کے ساتھ لوٹے اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿90﴾

والا عذاب ہے ﴿90﴾

## تفسیر آیت: 90

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ﴾ ”وہ چیز بری ہے جس کے بدلے انھوں نے اپنے نفس بیچ دیے۔“ کے متعلق امام مجاہد فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ یہود نے حق کو باطل کے ساتھ بیچ دیا اور محمد ﷺ جس چیز کو لے کر آئے اسے بیان کرنے کے بجائے چھپایا۔[1] سدی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ بری چیز ہے جس کے ساتھ انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔[2] یعنی بری ہے وہ چیز جسے انھوں نے اپنی جانوں کے معاوضے کے طور پر لیا اور اس کے ساتھ راضی ہو گئے اور حضرت محمد ﷺ کی تصدیق اور نصرت وحمایت کے بجائے آپ کا انکار کیا۔ اور اس روش پر ان کو بغاوت، حسد اور اس بات کو ناپسند کرنے نے آمادہ کیا: ﴿ اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ ﴾ ”کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل نازل فرما دے۔“ اور اس سے بڑھ کر حسد ہو بھی کیا سکتا ہے؟

﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ ﴾ ”پس وہ غضب در غضب کے ساتھ لوٹے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے۔ پہلا غضب تو انھوں نے یہ کیا کہ تورات کو ضائع کر دیا، حالانکہ یہ ان کے پاس موجود تھی اور دوسرا غضب یہ ڈھایا کہ اس نبی کا بھی انکار کر دیا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔[3] ﴿ بَآءُوْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ غضب بالائے غضب کے مستوجب اور مستحق قرار پائے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے انھیں انجیل اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کی وجہ سے غضب کا مستوجب قرار دیا، پھر وہ حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کے ساتھ کفر کی وجہ سے غضب کے مستحق ٹھہرے۔[4] عکرمہ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[5] ﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿90﴾ ﴾ ان کے کفر کا سبب بغاوت، حسد اور تکبر تھا اس لیے انھیں دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرنے والے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 40: 60) ”بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر و سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ یعنی وہ ذلیل و رسوا اور حقیر ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 583/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 172/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 173/1. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 173/1. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 173/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے، اور وہ اس

وَرَآءَهٗ ق وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ

کے ماسوا کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ (قرآن) حق ہے اس (کتاب) کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے، کہہ دیجیے: پھر اس سے پہلے تم اللہ کے

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿91﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے اگر تم مومن تھے؟﴿91﴾ اور بے شک موسیٰ تمھارے پاس کھلے معجزات لے کر آئے، پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو پوجنا

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿92﴾

شروع کر دیا اور تم ہو ہی ظالم ﴿92﴾

امام احمد نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ النَّاسِ ، يَعْلُوهُمْ كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الصِّغَارِ ، حَتّٰى يَدْخُلُوا سِجْنًا فِي جَهَنَّمَ يُقَالُ لَهُ : بُولَسُ ، فَتَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ ، يُسْقَوْنَ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ : عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ] ''تکبر کرنے والوں کو انسانی صورت میں چیونٹیاں بنا کر اٹھایا جائے گا کہ ان پر ہر طرح کی ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہوگی حتی کہ انھیں جہنم کے ایک قید خانے میں داخل کیا جائے گا جس کا نام ''بُولَس'' ہوگا۔ آگوں کی آگ ان پر مسلط ہوگی اور انھیں جہنمیوں کا لہو اور پیپ پینے کو دیا جائے گا۔''[1]

## تفسیر آیات:92,91

**حق کے انکار کے باوجود یہود کا دعوائے ایمان:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ جب یہود اور ان جیسے دیگر اہل کتاب سے کہا جاتا ہے کہ ﴿اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ اس پر ایمان لاؤ جسے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر اتارا ہے، اسے سچی کتاب تسلیم کرو اور اس کی پیروی کرو تو ﴿قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ کہتے ہیں کہ ہم پر جو کتابیں تورات و انجیل نازل کی گئی ہیں ہمارے لیے انھی پر ایمان لانا کافی ہے، لہٰذا ہم صرف انھی کا اقرار کریں گے۔ ﴿وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ اور وہ اس کے بعد نازل ہونے والی کتاب کو نہیں مانتے، ﴿وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے، سراسر ایک سچی کتاب ہے۔

﴿مُصَدِّقًا﴾ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی یہ اسے نہیں مانتے، حالانکہ یہ کتاب تورات اور انجیل کی تصدیق بھی کرتی ہے، لہٰذا ان پر حجت قائم ہوگئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ م﴾ (الأنعام 20:6) ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (ہمارے پیغمبر) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔''

[1] مسند أحمد: 179/2، نیز دیکھیے جامع الترمذی، صفة القیامة، باب ماجاء فی شدة الوعید للمتکبرین، حدیث: 2492.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاسۡمَعُوۡا ؕ

اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے پکا وعدہ لیا اور ہم نے تم پر طور پہاڑ کو بلند کیا (اور کہا:) ہم نے تم کو جو دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو۔ انھوں نے

قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا ۗ وَاُشۡرِبُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ

کہا: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی، اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا (ڈال) دی گئی۔ کہہ دیجیے: اگر تم مومن ہو تو وہ کام

بِهٖۤ اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿93﴾

برا ہے جسے کرنے کا تمھارا ایمان تمھیں حکم دیتا ہے ﴿93﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿91﴾﴾ یعنی اگر تم اپنی کتاب پر ایمان لانے کے دعوے میں سچے ہو تو بھلا یہ بتلاؤ کہ تم نے ان انبیائے کرام علیہم السلام کو کیوں قتل کیا جو تمھارے پاس آئے اور انھوں نے اس تورات کی تصدیق کی جو تمھارے ہاتھوں میں ہے اور انھوں نے اس کے ساتھ عمل کرنے اور اس کے منسوخ نہ ہونے کی بھی تصدیق کی اور تم جانتے بھی تھے کہ وہ سچے ہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے بغاوت و سرکشی اور تکبر کرتے ہوئے انھیں قتل کر دیا کیونکہ تم تو صرف اپنی آراء اور خواہشات ہی کی پیروی کرتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰٓى اَنۡفُسُكُمُ اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ ۚ فَفَرِيۡقًا كَذَّبۡتُمۡ ۡ وَفَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ○﴾ (البقرۃ 2:87) ”کیا پھر جب بھی کوئی پیغمبر تمھارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے جن کو تمھارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو جاتے رہے، پھر انبیاء کے ایک گروہ کو تو جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے؟“ سدی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ انھیں عار دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر تم صاحبِ ایمان ہوتے تو اللہ کے پیغمبروں کو اس سے پہلے کیوں قتل کیا کرتے تھے؟[1]

﴿وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام تمھارے پاس اس بات کی واضح نشانیاں اور قطعی دلائل لے کر تشریف لائے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ ان آیات بینات سے مراد: طوفان، مکڑی، جوں، مینڈک، خون،[2] عصا اور یدِ بیضاء ہیں،[3] نیز ان میں سمندر کو پھاڑ دینا، بادل سے سایہ کرنا، من و سلویٰ کا نازل کرنا اور پتھر سے پانی کے چشمے جاری کر دینا بھی شامل ہیں۔ اور یہ سب واضح نشانیاں ہیں جن کا انھوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔

﴿ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ﴾ پھر تم نے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بچھڑے کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا تھا۔ ﴿مِنۡۢ بَعۡدِهٖ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی مناجات کے لیے تشریف لے جانے کے بعد جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰى مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِيِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ﴾ (الأعراف 7:148) ”اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنا لیا (وہ) ایک جسم (تھا) جس میں سے بیل کی آواز (نکلتی) تھی۔“ ﴿وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿92﴾﴾ یعنی تم اپنے اس کرتوت میں کہ تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی تم ظالم تھے، حالانکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جیسا

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:175/1. [2] دیکھیے الأعراف، آیت:133. [3] دیکھیے طٰہٰ، آیات:17-23.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

کہہ دیجیے: اگر اللہ کے ہاں آخرت کا گھر، خاص تمھارے ہی لیے ہے اوروں کو چھوڑ کر، تو تم موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو (94) اور وہ اپنے ان

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (94) وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

گناہوں کی وجہ سے جو اپنے ہاتھوں کما کر آگے بھیج چکے ہیں، اس (موت) کی کبھی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے (95) اور

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (95) وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

یقیناً آپ ان (یہودیوں) کو سب لوگوں سے بڑھ کر جینے کے حریص پائیں گے، اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جنھوں نے شرک کیا، ان میں سے

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ

ہر ایک چاہتا ہے کاش! اسے ایک ہزار سال کی عمر مل جائے، حالانکہ اس قدر عمر کا ملنا بھی اسے عذاب سے بچانے والا نہیں اور جو عمل وہ کرتے

ع 11 10 11 وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (96) ع

ہیں اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے (96)

کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الأعراف 149:7) ''اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں (شامل) ہو جائیں گے۔''

## تفسیر آیت:93

**طور کو اٹھانے اور عہد لینے کے بعد یہود کی نافرمانی:** اللہ تعالیٰ ان کی غلطیاں، عہد و میثاق کی خلاف ورزیاں اور سرکشیاں شمار کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس نے ان پر کوہِ طور کو لا کھڑا کیا تھا جس کی وجہ سے وقتی طور پر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کر لیا، پھر اس کی مخالفت شروع کر دی اسی وجہ سے انھوں نے کہا تھا: ﴿ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ﴾ اور اس کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[1]

﴿ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ ﴾ ''اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا (ڈال) دی گئی۔'' عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بچھڑے کی محبت میں اس طرح گرفتار ہوئے کہ وہ ان کے دلوں میں رچ بس گیا۔[2] ابو العالیہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[3] امام احمد نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ] ''کسی چیز کی (اندھی) محبت تمھیں اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔''[4]

اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (93) ﴾ ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: اگر تم مومن ہو تو وہ

---

[1] دیکھیے سورۂ بقرہ، آیت:63 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر عبدالرزاق:280/1، رقم:89۔ [3] تفسیر ابن أبي حاتم:176/1۔

[4] مسند أحمد:194/5 و سنن أبي داود، الأدب، باب في الهوٰی، حدیث:5130 یہ الفاظ مرفوعاً ثابت نہیں، البتہ یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 24/36، حدیث:21694۔ [نوٹ] کوہِ طور کا محل وقوع سورۂ بقرہ، آیت:57 کے تحت نقشے میں دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کام برا ہے جسے کرنے کا تمھارا ایمان تمھیں حکم دیتا ہے۔'' یعنی زمانۂ قدیم وجدید میں جس چیز پر تم نے اعتماد کیا وہ بہت بری ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی اور اب تم نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ بھی کفر کیا، اور یہ تمھارا بہت بڑا گناہ ہے جو تمھارے لیے شدید ترین عذاب کا باعث بنے گا کہ تم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی کفر کیا، حالانکہ آپ تو ختم الرسل اور سید الانبیاء والمرسلین ہیں جنھیں ساری کائناتِ انسانی کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے تو ان قبیح ترین افعال کے ارتکاب کے باوجود تمھیں یہ بات کیونکر زیب دیتی ہے کہ ایمان کے بلند بانگ دعوے کرو، حالانکہ تم نے تو عہد و میثاق کی دھجیاں اڑا دیں، آیات الٰہی کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو چھوڑ کر تم نے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا تھا!

## تفسیر آیات:94-96

**یہود کو دعوتِ مباہلہ:** محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرمایا:
﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿94﴾﴾ ''آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کے ہاں آخرت کا گھر اور لوگوں (مسلمانوں) کے لیے نہیں صرف تمھارے لیے مخصوص ہے تو اگر تم اس میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو!'' یعنی یہ دعا کرو کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں سے جو فریق جھوٹا ہو تو اس پر موت طاری ہو جائے لیکن انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایسی دعا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (1)

﴿وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿95﴾﴾ ''اور ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں، یہ کبھی اس کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے (خوب) واقف ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ انھیں آپ کے بارے میں علم ہے لیکن اس کے باوجود یہ آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ جب یہود سے یہ کہا گیا کہ موت کی آرزو کرو، اگر اس دن یہ موت کی آرزو کر لیتے تو روئے زمین پر ایک یہودی بھی باقی نہ رہتا بلکہ سب کے سب مر جاتے۔ (2)
ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ موت کا سوال کرو۔ (3) عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر یہودی موت کی آرزو کر لیتے تو فی الواقع مر جاتے۔ (4) ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر وہ موت کی آرزو کرتے تو ان میں سے ہر ایک اپنے ہی تھوک سے گلا گھٹ کر مر جاتا۔ (5)
یہ تمام اقوال ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سندوں سے مروی ہیں۔

ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَوْ أَنَّ الْيَهُودَ تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَمَاتُوا، وَلَرَأَوْا مَقَاعِدَهُمْ مِّنَ النَّارِ ، وَ لَوْخَرَجَ الَّذِينَ يُبَاهِلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَرَجَعُوا لَا يَجِدُونَ أَهْلًا وَّ لَا مَالًا] ''اگر یہود موت کی آرزو کرتے تو مر جاتے اور جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتے اور اگر وہ رسول اللہ ﷺ سے مباہلے کے لیے نکل آتے تو پھر اپنے اہل و مال میں سے کسی کو کبھی بھی نہ دیکھ سکتے۔'' (6)

(1) تفسیر ابن أبی حاتم:177/1. (2) تفسیر ابن أبی حاتم:177/1. (3) تفسیر الطبری:599/1. (4) تفسیر ابن أبی حاتم:177/1. (5) تفسیر ابن أبی حاتم:177/1. (6) تفسیر الطبری:597/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (الجمعة 62:6-8) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے یہود! اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں، چنانچہ اگر تم سچے ہو تو (ذرا) موت کی آرزو کرو۔ اور یہ ان (اعمال) کے سبب جو کر چکے ہیں ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے۔ اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔ کہہ دیجیے کہ موت جس سے تم فرار ہوتے ہو وہ یقیناً تمھیں ملنے والی ہے، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں سب کچھ بتائے گا۔'' یہود...... اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے...... نے جب یہ گمان کیا کہ وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں اور کہا کہ جنت میں صرف یہود و نصاریٰ ہی داخل ہوں گے تو انھیں مباہلے کی دعوت دی گئی اور یہ کہ ان دونوں گروہوں، یعنی یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں سے جو فریق جھوٹا ہے، اس پر بددعا کی جائے لیکن انھوں نے جب اس سے انکار کر دیا تو ہر ایک نے یہ جان لیا کہ یہ ظالم ہیں، کیونکہ اگر انھیں اپنی صداقت کا یقین ہوتا تو وہ اس دعوتِ مباہلہ کو قبول کر لیتے لیکن جب انھوں نے اسے قبول نہ کیا تو ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ یہ سراسر جھوٹے ہیں۔

یہ اسی طرح ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں کے وفدِ نجران پر بھی مناظرے میں حجت پوری کرنے کے بعد انھیں مباہلے کی دعوت دی تھی۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ ﴾ (آل عمران 3:61) ''پھر جو لوگ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں آپ سے جھگڑا کریں، آپ کو حقیقتِ حال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو آپ ان سے کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ، پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعاء والتجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔''

جب انھوں نے یہ دیکھا تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر تم نے اس نبی سے مباہلہ کیا تو تم میں سے کوئی ایک لمحہ بھر کے لیے بھی زندہ باقی نہیں رہے گا۔ اسی وجہ سے وہ صلح کے لیے آمادہ ہو گئے اور ذلیل ورسوا ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا قبول کر لیا جسے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مقرر فرمایا تھا، اور آپ نے ان کے ساتھ ابوعُبیدہ بن جراح کو امین بنا کر بھیج دیا تھا۔[1] اسی کے قریب قریب یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ مشرکوں سے مخاطب ہو کر فرما دیں: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ ﴾ (مريم 19:75) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے تو اللہ اس کو آہستہ آہستہ مہلت دیے جاتا ہے۔'' یعنی ہم میں یا تم میں سے جو بھی گمراہی میں پڑا ہوا

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 573/2 نیز تفصیل وتخریج سورۂ آل عمران، آیت: 61 کی تفسیر میں دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوتو اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی میں اور بھی اضافہ فرما دے اور اسے مہلت دے دے جیسا کہ اس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ ①

اس آیت کی تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، یعنی موت کی تمنا سے مراد مباہلہ نہیں ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر مباہلے سے کی ہے۔ اور یہ تفسیر ہی زیادہ صحیح ہے۔

اس مباہلے کو ''تمنا'' یعنی آرزو کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ حق پر موجود ہر شخص کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس سے مناظرہ کرنے والے باطل پرست کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے، خصوصاً جب اس کے پاس حق کو بیان کرنے اور اسے ظاہر کرنے کی دلیل بھی ہو۔ موت پر مباہلے کی دعوت اس لیے دی گئی کہ ان کے نزدیک زندگی بڑی عزیز اور عظیم تھی، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ موت کے بعد ان کا انجام بدترین ہوگا۔

**طویل عمر کی حرص:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ ﴾ ''وہ اپنے اُن اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں کبھی اس (موت) کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے (خوب) واقف ہے۔ اور یقیناً آپ ان کو اور لوگوں سے زندگی پر سب سے زیادہ حریص دیکھیں گے۔'' یعنی یہ طویل عمر کے حریص ہیں کیونکہ یہ اپنے برے انجام اور اللہ تعالیٰ کے ہاں خائب و خاسر عاقبت کو خوب جانتے ہیں، اس لیے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ مگر کافر کے لیے جنت ہے۔ اس لیے ان کی خواہش ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ آخرت سے پیچھے رہ جائیں۔ اور جس چیز سے یہ ڈرتے ہیں وہ تو لامحالہ پیش آ کر رہے گی حتی کہ یہ دنیوی زندگی کے ان مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ہیں جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہی نہیں۔ ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ ﴾ میں مشرکین سے مراد عجمی لوگ ہیں۔ ② اسی طرح حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے مگر انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ ③ مجاہد ﴿ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ ﴾ ''ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کاش! اسے ایک ہزار سال کی عمر مل جائے'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ گناہوں نے ان میں طویل عمر کی خواہش پیدا کر رکھی ہے۔ ④

محمد بن اسحاق نے ﴿ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ ﴾ ''اور اس قدر عمر کا ملنا بھی اسے عذاب سے بچانے والا نہیں۔'' کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ طویل عمر بھی انھیں عذاب الٰہی سے نجات نہیں دلا سکتی کیونکہ مشرک بعث بعد الموت کی امید نہیں رکھتا۔ اسی لیے وہ طویل زندگی کو پسند کرتا ہے۔ اور ہر یہودی کو بھی معلوم ہے کہ اسے آخرت میں کس قدر ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اس سبب سے کہ اس نے اس علم کو ضائع کر دیا ہے جو اس کے پاس تھا۔ ⑤ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہود تو ان لوگوں، یعنی مشرکوں سے بھی زندگی کے زیادہ

① دیکھیے مریم، آیت:75 کے ذیل میں۔ ② تفسير ابن أبي حاتم:178/1. ③ المستدرك للحاكم، التفسير، باب و من سورة البقرة:263/2، حدیث:3043. ④ تفسير ابن أبي حاتم:179/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:179/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: جو کوئی جبریل کا دشمن ہے، تو اُسی نے اِس قرآن کو اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کیا ہے، یہ اس (کتاب) کی تصدیق کرتا

يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿97﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی اور مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے ﴿97﴾ جو کوئی اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور جبریل اور

وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿98﴾

میکائیل کا دشمن ہے تو بے شک اللہ بھی کافروں کا دشمن ہے ﴿98﴾

حریص ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ کاش! اسے ہزار برس عمر مل جائے اور اگر اسے یہ عمر مل بھی جائے تو وہ عذاب سے نہیں بچ سکتا جیسا کہ کافر ہونے کی وجہ سے ابلیس کی طویل عمر اس کے لیے قطعاً فائدہ مند نہیں ہے۔[1]

﴿ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿96﴾ ﴾ یعنی اللہ اس بات سے باخبر ہے کہ اس کے بندے کیا اچھے یا برے عمل کرتے ہیں اور وہ ہر ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق ہی بدلہ دے گا۔

## تفسیر آیات:98,97

**یہود کی جبرائیل علیہ السلام سے عداوت:** امام ابوجعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے یہود کو جواب دینے کے لیے نازل ہوئی ہے جن کا یہ خیال تھا کہ جبرائیل علیہ السلام ان کا دشمن اور میکائیل علیہ السلام دوست ہے۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عکرمہ کا قول ہے: جَبْرَ، مِيكَ اور إِسْرَافِ[3] کے معنی عبد اور إِيل کے معنی اللہ کے ہیں، پھر انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں سنا تو اس وقت وہ اپنی زمین میں پھل چننے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ آپ جب تشریف لے آئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ میں آپ سے تین سوال پوچھتا ہوں اور ان کے جواب نبی کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہیں: (1) قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ (2) اہل جنت کو سب سے پہلے کیا کھانا دیا جائے گا اور (3) وہ کون سی چیز ہے جو بچے کو کبھی باپ کے مشابہ بنا دیتی ہے اور کبھی ماں کے؟ آپ نے فرمایا:

[أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرِيلُ آنِفًا، قَالَ: جِبْرِيلُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ : ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ، فَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ ﴾ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ ، فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ ، وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ ، فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوتِ ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ ، نَزَعَ الْوَلَدَ ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ]

”ان سوالوں کے جواب ابھی ابھی مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائے ہیں، عبداللہ بن سلام نے کہا: جبرائیل نے؟ آپ نے

---

[1] تفسیر الطبری:605/1. [2] تفسیر الطبری:606/1. [3] مگر صحیح بخاری میں ہمزہ کے بغیر ”سَرَافِ“ ہے اور مزید دیکھیے تفسیر الطبری:614,613/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: ہاں، تو انھوں نے کہا کہ فرشتوں میں سے یہ یہود کا دشمن ہے تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ ﴾ ''جو کوئی جبریل کا دشمن ہے (تو دشمنی کی کوئی وجہ نہیں جبکہ) اسی نے تو اس قرآن کو آپ کے دل پر اتارا ہے۔'' (پھر آپ نے ان کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:) (1) قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو جمع کر کے مشرق سے مغرب کی طرف لے آئے گی۔ (2) اہل جنت جو سب سے پہلے کھانا کھائیں گے، وہ مچھلی کے جگر و کلیجی سے بنا ہوگا۔ (3) جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوتی ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو بچے کی مشابہت اپنی ماں سے ہوتی ہے۔'' یہ جواب سن کر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بے ساختہ پکار اٹھے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. پھر انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہود جھوٹی تہمت لگا کر ہکا بکا کر دینے والی ایک قوم ہے، میرے بارے میں پوچھنے سے پہلے ہی اگر انھیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تو یہ مجھ پر بھی جھوٹی تہمت لگانے لگ جائیں گے۔ یہود آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: [أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيكُمْ ؟ ] ''تم میں عبداللہ بن سلام کیسے ہیں؟'' وہ کہنے لگے: ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سرداروں کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ ؟ ] ''اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو تمھارا کیا خیال ہے؟'' کہنے لگے: اللہ انھیں اس سے بچائے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو باہر آ گئے اور کہنے لگے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، یہودی کہنے لگے کہ یہ تو ہم میں سے بہت برے ہیں اور بہت برے انسان کے بیٹے ہیں اور اس طرح ان کی برائیاں کرنے لگ گئے۔ عبداللہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اسی بات سے ڈرتا تھا۔

اس طریق سے اس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔[1] اور ایک اور طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تقریباً اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ إِیل عبد سے عبارت ہے اور دوسرا کلمہ (جو اس سے قبل متصل ہوتا ہے وہ) اللہ کا نام ہے کیونکہ کلمۂ إِیل ان سب میں تبدیل نہیں ہوا۔ اس طرح یہ اسماء عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالملک، عبدالقدوس، عبدالسلام، عبدالکافی اور عبدالجلیل کی طرح ہیں جس طرح ان سب میں ''عبد'' موجود ہے اسی طرح تمام فرشتوں کے اسماء میں إِیل موجود ہے اور جس طرح ان میں مضاف الیہ کے اسماء مختلف ہیں، اسی طرح جبرائیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل میں مضاف ہونے والے کلمات مختلف ہیں اور عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں مضاف الیہ کو مضاف سے پہلے بیان کیا جاتا ہے۔ و اللّٰه أعلم.

**ملائکہ میں تفریق کرنا اسی طرح کفر ہے جس طرح انبیاء میں تفریق کرنا:** جہاں تک اس آیت کی تفسیر کا تعلق ہے تو ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص جبریل سے دشمنی رکھے تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ وہ تو روح الامین ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذکر حکیم کو آپ کے قلب اطہر پر

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ ﴾ (البقرة2:97)، حديث:4480. ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حديث:3911,3329.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نازل کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے قاصدوں میں سے ایک قاصد ہیں اور جو اللہ کے کسی ایک قاصد سے دشمنی رکھے تو وہ اللہ کے تمام قاصدوں کا دشمن ہے جیسا کہ جو شخص اللہ کے پیغمبروں علیہم السلام میں سے کسی ایک کے ساتھ ایمان لائے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ باقی تمام کے ساتھ بھی ایمان لائے اور ایک کے ساتھ کفر کرے تو تمام کے ساتھ کفر لازم آتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ﴾ (النسآء4:150) ''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔''

یہ اور اس سے اگلی آیت سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بعض پیغمبروں کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر قرار دیا ہے۔ اسی طرح جو شخص جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی رکھے تو وہ اللہ کا دشمن ہے کیونکہ جبرائیل علیہ السلام کسی بات کو لے کر از خود نازل نہیں ہوتے بلکہ وہ تو اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ﴾ (مریم 19:64) ''اور (فرشتوں نے پیغمبر علیہ السلام کو جواب دیا کہ) ہم آپ کے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؁ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ؁ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ؁ ﴾ (الشعرآء26:192-194) ''اور یہ (قرآن اللہ) پروردگارِ عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے (اس نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تا کہ آپ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہیں۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔''[1]

یہی وجہ ہے کہ جبرائیل سے دشمنی رکھنے والوں سے ناراض ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ ''جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مر جانا چاہیے) اس نے تو یہ کتاب اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔'' پہلی کتابوں سے مراد سابقہ آسمانی کتابیں ہیں۔

﴿ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی مومنوں کے دلوں کے لیے ہدایت اور انھیں جنت کی بشارت سنانے والی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ﴾ (حٰمٓ السجدة41:44) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے وہ ہدایت اور شفا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (بنی إسرآء یل 17:82) ''اور ہم قرآن نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا

[1] صحیح البخاري، الرقاق، باب التواضع، حدیث:6502 و سنن ابن ماجه، الفتن، باب من تُرجی له السلامة من الفتن، حدیث:3989 بالفاظ دیگر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے اور میرے فرشتوں سے اور میرے رسولوں سے دشمنی رکھے تو میں اس کا دشمن ہوں۔

اس آیت میں ﴿ رُسُلِهٖ ﴾ کا لفظ تمام رسولوں کے لیے ہے، خواہ ان کا تعلق فرشتوں سے ہو یا انسانوں سے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ﴾ (الحج22:75) ''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔''

اس کے بعد جبرائیل و میکائیل کا ذکر عطف الخاص علی العام کے باب میں سے ہے، یعنی اگرچہ یہ دونوں فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کے عموم میں بھی داخل ہیں لیکن پھر ان کا بطور خاص ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہاں سیاق کلام سے جبرائیل کی نصرت واعانت مقصود ہے۔ اور یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں کے درمیان سفیر کے فرائض سرانجام دیتا رہا ہے اور اس کے ساتھ میکائیل کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہودیوں کا خیال تھا کہ جبرائیل ان کا دشمن اور میکائیل دوست ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو ان میں سے کسی ایک سے دشمنی رکھے تو وہ دوسرے کا، نیز اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے، پھر اس لیے بھی کہ میکائیل تو کبھی کبھی انبیاء کے پاس آئے جبکہ جبرائیل اکثر آتے رہتے ہیں کیونکہ ان کا فرض منصبی ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس وحی لانا ہے جیسا کہ حضرت اسرافیل کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ وہ قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے جانے کے لیے صور میں پھونکیں گے، چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو یہ دعا فرماتے: [اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَ مِيكَائِيلَ وَ إِسْرَافِيلَ ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ، اِهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ] ''اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار! آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والے! پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والے! جن باتوں میں تیرے یہ بندے اختلاف کر رہے ہیں تو ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا اور حق کے بارے میں جو اختلاف کیا جا رہا ہے، اس میں اپنے حکم سے تو ہی میری رہنمائی فرما، بے شک تو ہی جس کو چاہتا ہے، سیدھے رستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔''[1]

﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''تو بے شک اللہ بھی کافروں کا دشمن ہے۔'' یہاں ضمیر کے بجائے اسم ظاہر ہی کو استعمال کیا گیا ہے اور مذکورہ معنی کے اظہار ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کہنے کے بجائے کہ وہ کافروں کا دشمن ہے، یہ فرمایا کہ ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے تاکہ انھیں یہ بتا دیا جائے کہ جو شخص اللہ کے کسی بھی دوست سے دشمنی رکھے تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرے تو اللہ بھی اس کا دشمن ہے اور جس شخص کا اللہ تعالیٰ دشمن ہو تو وہ دنیا و آخرت میں تباہ

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث:770 عن عائشة ؓ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿99﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ

اور یقیناً ہم نے نازل کیں آپ کی طرف واضح آیتیں اور نافرمانوں کے سوا کوئی ان کا انکار نہیں کرتا ﴿99﴾ کیا (ایسا نہیں ہوتا رہا کہ) جب بھی انھوں نے

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿100﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا

کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے پھینک دیا، بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے ﴿100﴾ اور جب بھی اللہ کی طرف سے ان کے پاس کوئی

مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿101﴾

رسول آیا جو ان کے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتا تھا تو جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا

گویا وہ جانتے ہی نہیں ﴿101﴾ اور انھوں نے اس کی پیروی کی جسے شیطان، سلیمان کی بادشاہت میں پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَي الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ

شیطانوں نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور انھوں نے اس کی پیروی کی جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا، وہ

مِنْ اَحَدٍ حَتّٰي يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ

دونوں (فرشتے) جادو سکھانے سے پہلے کہہ دیتے تھے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں، لہٰذا تو کفر نہ کر، چنانچہ لوگ ان دونوں سے وہ جادو سیکھتے جس کے

بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا

ذریعے سے وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے، اور وہ اس جادو سے اللہ کے حکم کے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اور لوگ ان سے

يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ

وہ علم سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتا تھا، ان کو نفع نہیں دیتا تھا، حالانکہ وہ بالیقین جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خریدا آخرت میں اس کے لیے

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿102﴾ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ

کوئی حصہ نہیں، اور البتہ وہ بہت بری چیز تھی جس کے بدلے میں انھوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں کاش! وہ جانتے ہوتے ﴿102﴾ اور اگر وہ ایمان لاتے اور

12 ع 7 12 عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿103﴾

تقویٰ اختیار کرتے تو بے شک اللہ کے ہاں سے بہت اچھا ثواب ملتا، کاش! وہ جانتے ہوتے ﴿103﴾

وبرباد ہو جاتا ہے جیسا کہ قبل ازیں یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ] ''جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے تو میرا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔''①

## تفسیر آیات: 99-103

**نبوت محمدی کے دلائل:** امام ابوجعفر ابن جریر رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے آپ کی طرف ایسی واضح آیات نازل کی ہیں جو آپ کی نبوت کی

① صحيح البخاري، الرقاق، باب التواضع، حديث:6502 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دلیل ہیں۔ ان آیات سے مراد کتاب اللہ کے وہ مُحتویات ہیں جن میں علوم یہود کے مخفی پہلوؤں، ان کے حالات اور پوشیدہ رازوں، بنی اسرائیل کے پہلے لوگوں کی خبروں اور ان کی آسمانی کتابوں کی ان باتوں کو بیان کیا گیا ہے جنھیں ان کے احبار و علماء کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ نیز ان کے اگلے اور پچھلے لوگوں نے احکام تورات میں جو تحریف اور تبدیلی کی اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اپنی اس کتاب مقدس میں طشت از بام کر دیا ہے جسے اس نے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

یہ تمام باتیں ایک ایسے منصف مزاج انسان کے لیے بلاشک وشبہ واضح اور روشن آیات ہیں جسے حسد و سرکشی نے تباہ و برباد نہ کر دیا ہو کیونکہ ہر صحیح الفطرت انسان مجبور ہے کہ وہ ان آیات بینات کی تصدیق کرے جنھیں حضرت محمد ﷺ لے کر دنیا میں تشریف لائے، حالانکہ آپ نے کسی بشر سے کوئی علم نہیں سیکھا اور نہ ان آیات میں سے کسی کو کسی دوسرے انسان ہی سے لیا ہے۔ [1] جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کی طرف ان آیات بینات کو نازل فرمایا ہے۔ آپ انھیں یہ پڑھ کر سناتے اور صبح وشام بتاتے ہیں، حالانکہ آپ ان کے نزدیک اُمّی ہیں کہ آپ نے آج تک قرآن مجید کے سوا کسی اور کتاب کو نہیں پڑھا لیکن ان کی کتابوں میں جو کچھ موجود ہے آپ انھیں ان کے بارے میں صحیح صحیح بتا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں عبرت ونصیحت اور بیان وحجت ہے۔ اے کاش! کہ یہ لوگ اس حقیقت کو جان لیں۔ [2]

**عہد شکنی یہود کی عادت ہے:** جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ نے یہودیوں کو خصوصًا وہ عہد و میثاق یاد دلایا جو ان سے آپ کے بارے میں لیا گیا تھا تو مالک بن صَیف (قینقاعی) کہنے لگا: اللہ کی قسم! ہم سے تو محمد ﷺ کے بارے میں کوئی عہد و میثاق نہیں لیا گیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ﴾ ''کیا (ایسا نہیں ہوتا رہا کہ) جب بھی انھوں نے کوئی عہد و میثاق کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اسے پھینک دیا؟'' [3]

امام حسن بصری رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۰ ﴾ ''بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان میں اکثر بے ایمان ہیں'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا عہد و پیمان نہیں جو یہود سے لیا گیا ہو اور اسے انھوں نے نہ توڑا ہو۔ ان کی عادت ہی یہی ہے کہ آج جو عہد کرتے ہیں کل اسے توڑ دیتے ہیں۔ [4]

**یہودیوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر جادو کو لے لیا:** ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ﴾ ''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے پیغمبر (آخر الزماں) آئے جو ان کے پاس موجود (آسمانی) کتاب کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔'' سدی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت محمد ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے تورات سے آپ کا مقابلہ کرنا چاہا مگر جب انھوں نے دیکھا کہ تورات اور قرآن کے مضامین میں اتفاق ہے تو انھوں نے تورات کو بھی پس پشت ڈال دیا اور آصف (بن برخیا) کی کتاب اور ہاروت و ماروت کے جادو کو اختیار کر لیا جو کہ قرآن کے مخالف تھا۔ اسی

[1] تفسیر الطبری:1/618. [2] تفسیر الطبری:1/618. [3] تفسیر الطبری:1/620. [4] تفسیر ابن أبی حاتم:1/184.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیے فرمایا: ﴿ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ ''گویا وہ جانتے ہی نہیں۔''[1] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ جانتے تو تھے لیکن جاننے کے باوجود انھوں نے اسے پھینک دیا، چھپایا اور اسے ماننے سے انکار کر دیا۔[2]

**جادو سلیمان علیہ السلام کے عہد سے پہلے بھی تھا:** ﴿ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ﴾ ''اور انھوں نے اس کی پیروی کی جسے شیطان سلیمان کی بادشاہت میں پڑھا کرتے تھے۔'' سدی بیان کرتے ہیں کہ مُلکِ سلیمان سے مراد عہد سلیمان (علیہ السلام) ہے۔

شیاطین آسمان پر چلے جاتے تھے اور وہاں سننے کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جایا کرتے تھے اور فرشتوں کی باتیں سن کر یہ معلوم کر لیتے کہ زمین میں کس کی موت واقع ہونے والی ہے یا غیب کی کون کون سی باتیں رونما ہونے والی ہیں۔ فرشتوں سے سنی ہوئی باتوں سے کاہنوں کو مطلع کر دیا کرتے تھے اور کاہن وہ باتیں لوگوں کو بتا دیتے تھے۔ اور لوگ دیکھتے کہ وہ باتیں اسی طرح پوری ہوئی ہیں جس طرح کاہنوں نے انھیں بتائی تھیں۔ کاہنوں نے لوگوں کو اپنے اعتماد میں لے لیا تو پھر ان سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔ شیطانوں سے سنی ہوئی ایک بات میں ستر ستر باتیں اپنی طرف سے ملانا شروع کر دیں۔ لوگوں نے ان باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھنا شروع کر دیا اور بنی اسرائیل میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ جنّ علم غیب جانتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کے پاس اپنے آدمی بھیج کر ان تمام کتابوں کو جمع کر لیا اور انھیں ایک صندوق میں ڈال دیا اور اس صندوق کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا۔ جو شیطان بھی آپ کی کرسی کے قریب آتا وہ جل کر راکھ ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شیاطین علم غیب جانتے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے اور وہ علماء بھی چل بسے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانتے تھے اور ان کے ناخلف پیدا ہو گئے تو شیطان انسانی صورت میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا میں تمھیں ایک ایسا خزانہ نہ بتاؤں جسے تم کبھی بھی ختم نہ کر سکو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں، ضرور بتائیے۔ شیطان نے کہا کہ کرسی کے نیچے جگہ کھودو۔ شیطان ان کے ساتھ گیا اور اس نے انھیں وہ جگہ دکھائی اور خود دور جا کر کھڑا ہو گیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ قریب آئیے۔ اس نے کہا کہ نہیں، میں یہاں تمھارے پاس ہی موجود ہوں اگر تمھیں یہاں سے نہ ملے تو بے شک مجھے قتل کر دینا۔

انھوں نے جگہ کو کھودا تو واقعی ان کتابوں کو وہاں موجود پایا اور جب انھوں نے انھیں باہر نکالا تو شیطان نے کہا کہ سلیمان انسانوں، شیطانوں اور پرندوں پر اس جادو کی وجہ سے حکومت کرتے تھے۔ یہ کہہ کر شیطان چلا گیا اور بنی اسرائیل میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ سلیمان جادوگر تھے، بنی اسرائیل نے ان کتابوں کو محفوظ کر لیا اور جب حضرت محمد ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے انھی کتابوں کی بنیاد پر آپ سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا، چنانچہ اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا ﴾ ''سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے۔''[3]

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:184/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:185/1. [3] تفسیر الطبری:624,623/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قصۂ ہاروت و ماروت: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ ﴾ ''اور (انھوں نے اس کی پیروی کی) جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا، وہ دونوں فرشتے جادو سکھانے سے پہلے کہہ دیتے تھے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں، لہٰذا تو کفر نہ کر، چنانچہ لوگ ان دونوں سے وہ جادو سیکھتے تھے جس کے ذریعے سے وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے۔'' کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ ﴿ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ ﴾ یہاں ''ما'' نافیہ ہے جیسا کہ علامہ قرطبی نے بھی لکھا ہے کہ یہ ''ما'' نافیہ ہے۔ اور اس کا عطف ﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ ﴾ پر ہے، یعنی سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی اور نہ دو فرشتوں پر کچھ نازل کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ یہودیوں کا یہ گمان تھا کہ اس جادو کو لے کر جبریل و میکائیل نازل ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ان کی تکذیب کی ہے۔ اور ﴿ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ ﴾ اللہ کے اس فرمان: ﴿ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ ﴾ میں لفظ شیاطین سے بدل ہے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ (جمع سے تثنیہ کا بدل) صحیح ہے کیونکہ دو کے لیے بھی جمع کا لفظ استعمال ہوسکتا ہے جیسا کہ ﴿ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ ﴾ (النساء 4:11) ''پھر اگر اس (میت) کے (ایک سے زیادہ) بھائی ہوں۔'' میں ہے (کہ بھائی دو بھی ہوں تو ماں کے لیے حجب نقصان بنیں گے، حالانکہ یہاں تثنیہ کے بجائے اِخْوَۃٌ جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔) یا اس لیے کہ ان کے اور بھی بہت سے پیروکار تھے (لیکن ہاروت و ماروت کا ذکر کیا گیا کیونکہ یہ ان کے سرغنے تھے۔) یا پھر ان دونوں کی بڑھی ہوئی سرکشی کی وجہ سے ان کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ (بقول امام قرطبی رحمہ اللہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے) اور ان کے نزدیک اصل عبارت اس طرح ہے: يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ یعنی شیاطین میں سے ہاروت اور ماروت بابل میں لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا یہی مفہوم سب سے زیادہ بہتر اور صحیح ہے، لہٰذا اس کے سوا کسی اور مفہوم کی طرف کوئی التفات نہیں کیا جائے گا۔ [1]

ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ بطریق عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ ﴾ کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جادو کو نازل نہیں کیا۔ اور انھوں نے اپنی سند کے ساتھ ربیع بن انس سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر جادو نازل نہیں کیا تھا۔ [2] ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان اقوال کے مطابق تفسیر یہ ہوگی کہ یہ اس جادو کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان علیہ السلام کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں پر کوئی جادو نازل کیا لیکن ان شیطانوں نے کفر کیا کہ بابل میں ہاروت و ماروت لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، گویا ﴿ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ ﴾ کے الفاظ مؤخر ہیں لیکن ان کے معنی مقدم ہیں۔ [3]

امام ابن جریر لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ وجہ تقدیم کیسے ہے؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ یہ وجہ تقدیم اس طرح ہے

[1] تفسیر القرطبی:50/2. [2] تفسیر الطبری:633/1. [3] تفسیر الطبری:633/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ یوں کہا جائے: ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ﴾ یہ اس جادو کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے ﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ ﴾ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں پر جادو نازل کیا۔ ﴿ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ بابل میں ہاروت و ماروت لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، تو اس صورت میں ﴿ الْمَلَكَيْنِ ﴾ سے مراد جبریل و میکائیل علیہما السلام ہیں۔ کیونکہ جادوگر یہودی کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داود علیہما السلام پر جبریل و میکائیل کی زبانی جادو نازل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تکذیب کی اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ جبریل و میکائیل کوئی جادو لے کر نازل نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو بھی جادو سے بری قرار دیا اور فرمایا کہ جادو تو شیطانوں کا کام ہے۔ لوگوں نے اسے بابل میں سیکھا تھا۔ لوگوں کو جادو سکھانے والے دو آدمی تھے جن میں سے ایک کا نام ہاروت اور دوسرے کا نام ماروت تھا۔ اس تفسیر کے مطابق ہاروت و ماروت دو آدمیوں کے نام ہیں اور ان کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے۔ یہ ابن جریر کی بیان کردہ تفسیر ہے لیکن یہ ایک تکلف ہے جو مخفی نہیں ہے۔[1]

بہت سے سلف کا یہ مذہب ہے کہ ہاروت و ماروت آسمان کے دو فرشتے تھے جنھیں زمین پر نازل کیا گیا، پھر ان کا یہ واقعہ پیش آ گیا تھا۔ اور اس واقعے اور فرشتوں کی عصمت کے بارے میں جو دلائل وارد ہیں ان میں تطبیق اس طرح ہو گی کہ ان دونوں کے بارے میں پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، لہٰذا یہ ان دونوں کی تخصیص ہو گی۔ اس لیے اس میں کوئی تعارض نہیں جیسا کہ ابلیس کے بارے میں بھی پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ ابلیس کا فرشتوں میں سے ہونا اس آیت کریمہ: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴾ (البقرۃ 2:34) ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے نہ مانا'' اور دیگر بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ ہاروت و ماروت کا یہ معاملہ تو ابلیس کے معاملے کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے۔ قرطبی نے اسے (ہاروت و ماروت دو فرشتوں کا آسمان سے اترنا) حضرت علی، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور کعب احبار، سدی اور کلبی سے روایت کیا ہے۔[2] لیکن جہاں تک قصۂ زہرہ کا تعلق ہے وہ بلاشک موضوع اور من گھڑت ہے۔

**بابل کا محل وقوع:** ہیئت دانوں کا کہنا ہے کہ بابل، جو ملک عراق کا شہر ہے، بحر محیط غربی، یعنی بحر اوقیانوس سے ستر (70) درجے طول بلد پر واقع ہے اور جنوبی جانب سے یہ زمین کے وسط، یعنی خط استواء سے بتیس درجے عرض بلد پر واقع ہے۔ واللہ أعلم.

**جادو سیکھنا کفر ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ ﴾ ''اور

---

① تفسیر الطبری: 634,633/1. لیکن امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کے بعد تفسیر ابن جریر سے دوسری تفسیر بھی نقل کی ہے جس میں مَا کو موصولہ قرار دیا گیا ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی کو راجح کہا ہے لیکن المصباح المنیر میں وہ نقل نہیں ہوئی۔ اور یہ وہی تفسیر ہے جو آگے متن میں آ رہی ہے۔ ② تفسیر القرطبی: 52,51/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



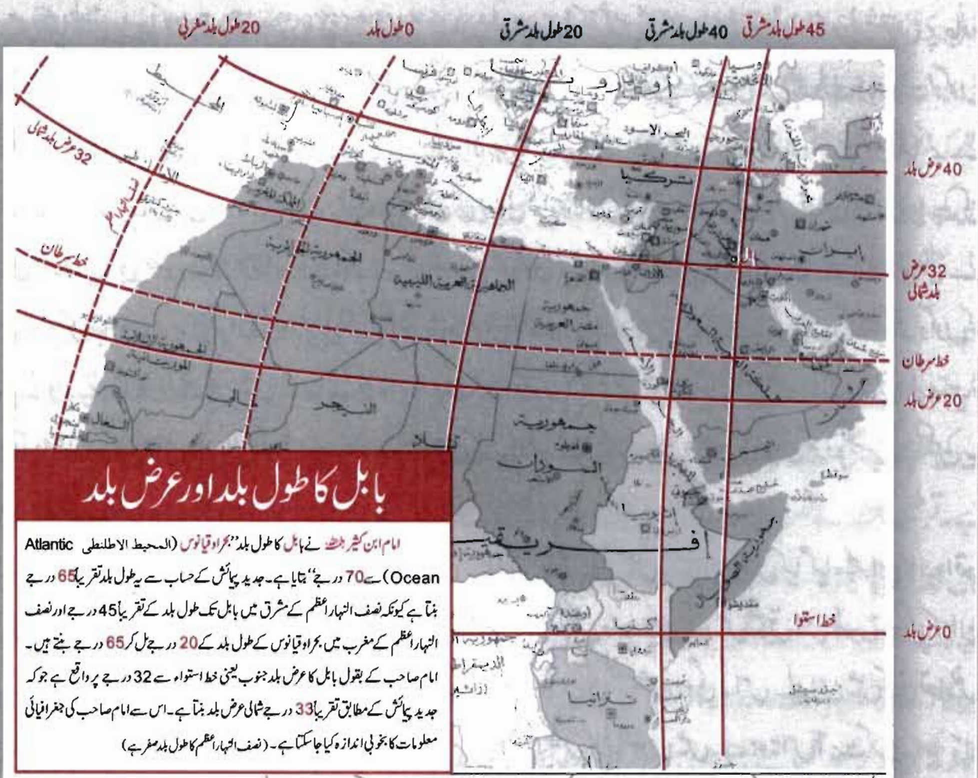


## بابل کا طول بلد اور عرض بلد

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بابل کا طول بلد ''بحراوقیانوس (المحیط الاطلنطی Atlantic Ocean) سے 70 درجے'' بتایا ہے۔ جدید پیمائش کے حساب سے یہ طول بلد تقریباً 65 درجے بنتا ہے کیونکہ نصف النہار اعظم کے مشرق میں بابل تک طول بلد کے تقریباً 45 درجے اور نصف النہار اعظم کے مغرب میں بحراوقیانوس کے طول بلد کے 20 درجے مل کر 65 درجے بنتے ہیں۔ امام صاحب کے بقول بابل کا عرض بلد جنوب یعنی خط استواء سے 32 درجے پر واقع ہے جو کہ جدید پیمائش کے مطابق تقریباً 33 درجے شمالی عرض بلد بنتا ہے۔ اس سے امام صاحب کی جغرافیائی معلومات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (نصف النہار اعظم کا طول بلد صفر ہے)

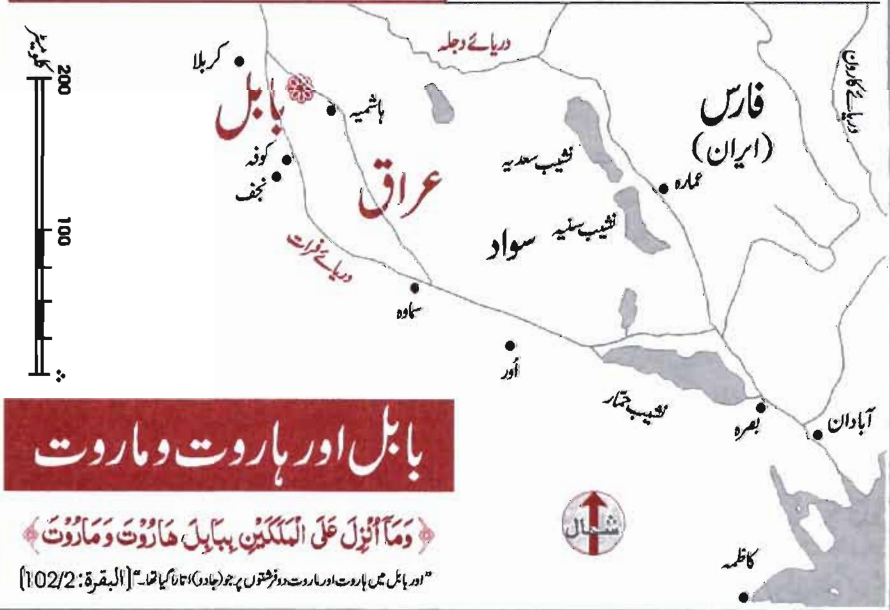


## بابل اور ہاروت و ماروت

﴿ وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَ ﴾

''اور بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر جو (جادو) اتارا گیا تھا۔'' [البقرۃ: 102/2]

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں، لہٰذا تو کفر نہ کر۔'' ابوجعفر رازی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی ان دونوں سے جادو سیکھنے کے لیے آتا تو اسے سختی سے منع کر دیتے اور کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں، چنانچہ تم کفر میں نہ پڑو۔ اس لیے کہ وہ خیر وشر اور کفر وایمان کو جانتے تھے اور انھیں معلوم تھا کہ جادو کفر ہے، لہٰذا جب وہ ان کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیتا تو اسے کہتے کہ فلاں جگہ جاؤ۔ وہ جب وہاں جاتا تو شیطان کو وہاں پاتا جو اسے جادو سکھا دیتا تھا۔ اور جب وہ جادو سیکھ لیتا تو اس سے نور نکل جاتا اور وہ اسے آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے دیکھتا تو وہ کہتا: ہائے حسرت! ہائے افسوس! اب میں کیا کروں گا؟ [1]

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ دو فرشتوں کو جادو دے کر اتارا گیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو یہ آزمائش سکھا دیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کرنا چاہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ اس وقت تک کسی کو یہ جادو نہ سکھائیں جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ذریعۂ آزمائش ہیں، چنانچہ تم کفر میں نہ پڑو۔ [2] قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ [3]

سدی بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی انسان ان دونوں فرشتوں کے پاس جادو سیکھنے کے لیے آتا تو یہ اسے نصیحت کرتے ہوئے کہتے کہ تم کفر میں نہ پڑو ہم تو ذریعۂ آزمائش ہیں جب وہ انکار کر دیتا اور جادو کے سیکھنے ہی پر اصرار کرتا تو اس سے کہتے کہ جاؤ اور اس راکھ پر پیشاب کر دو۔ جب وہ اس پر پیشاب کر دیتا تو اس کے جسم سے نور خارج ہو کر اوپر اٹھ جاتا حتی کہ وہ آسمان میں داخل ہو جاتا۔ اور یہ خارج ہونے والا نور ایمان ہوتا اور دھوئیں کے مانند ایک کالی سیاہ چیز آتی جو اس کے کانوں میں اور جسم کے ہر حصے میں داخل ہو جاتی اور یہ غضب الٰہی ہوتا۔ اور جب وہ ان دونوں فرشتوں کو اس کے بارے میں بتاتا تو وہ اسے جادو سکھا دیتے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ کا یہی مفہوم ہے۔ [4]

حجاج نے ابن جریج سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جادو سیکھنے کی جرأت صرف کافر ہی کر سکتا ہے اور آیت میں فتنے کے معنی ابتلاء وآزمائش کے ہیں۔ [5]

اس آیت سے جادو سیکھنے کے کفر ہونے پر بھی استدلال کیا گیا ہے، نیز اس حدیث کو بھی استشہاد میں پیش کیا گیا ہے جسے حافظ ابوبکر بزّار نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: [مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ سَاحِرًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ] ''جو شخص کسی کاہن یا جادوگر کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین وشریعت کے ساتھ کفر کیا جسے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔'' [6] اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے اور بھی

[1] تفسير ابن أبي حاتم:194/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم:192/1. [3] تفسير الطبري:646/1. [4] تفسير الطبري:646/1. [5] تفسير الطبري:647/1. [6] تاريخ بغداد، ترجمة الحسين بن عبدالله بن أبي علّانة المُقرِى:60/8، حديث: 4134 اور اس میں [أَوْ عرّافًا] بھی ہے۔ و كشف الأستار:443/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بہت سے شواہد ہیں۔[1]

**جادو کے ذریعے سے میاں بیوی میں جدائی:** ﴿ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ ﴾ ''چنانچہ لوگ ان سے ایسا جادو سیکھتے جس سے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں۔'' یعنی لوگ ہاروت و ماروت سے جادو کا علم سیکھتے اور اس جادو کے ذریعے سے وہ جو مذموم افعال کرتے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ اس سے میاں اور بیوی میں جدائی ڈال دیتے تھے، حالانکہ وہ باہمی الفت و محبت کی زندگی بسر کر رہے ہوتے تھے۔ اور یہ شیطانوں ہی کا کام ہے جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِّنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ : فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا ، فَيَقُولُ : مَا صَنَعْتَ شَيْئًا ، قَالَ: ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ ، قَالَ : فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ : نِعْمَ أَنْتَ] ''ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے لشکر روانہ کر دیتا ہے، شیطان کے دربار میں سب سے زیادہ تقرب اسے حاصل ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فتنہ و فساد میں مبتلا کر دے، مثلاً: ان میں سے ایک آ کر یہ رپورٹ دیتا ہے کہ میں نے یہ یہ کیا ہے۔ ابلیس کہتا ہے: نہیں! تجھ سے کچھ نہیں بن پڑا۔ اسی طرح جب ایک اور شیطان آ کر اسے یہ رپورٹ دیتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے پڑ گیا اور اس وقت تک میں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہیں ڈال دی۔ ابلیس خوش ہو کر اسے اپنا مقرب بنا لیتا ہے اور اسے اپنے قریب کر لیتا ہے کہ ہاں، واقعی تو نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔'' حدیث کے راوی اعمش کہتے ہیں: میرے خیال میں یہ فرمایا تھا: [فَيَلْتَزِمُهُ] ''تو اسے گلے لگا لیتا ہے۔''[2]

جادو کے ذریعے سے میاں بیوی میں جدائی اور تفرقے کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کو بدصورت یا بدخلق معلوم ہونے لگتا ہے یا دل میں عداوت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے یا اس طرح کی اور کئی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو جدائی اور تفرقے کا سبب بن جاتی ہیں۔ اَلْمَرْءُ کے معنی مرد کے ہیں، اس کی تانیث اِمْرَأَةٌ ہے، ان دونوں سے تثنیہ کے صیغے تو عربی زبان میں استعمال ہوتے ہیں مگر جمع کے نہیں۔ واللہ أعلم.

**اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے:** ﴿ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور اللہ کے حکم کے سوا وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے۔'' سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے مراد اللہ تعالیٰ کی قضا اور فیصلہ ہے۔[3] حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہاں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہتا اس پر ان کو مسلط کر دیتا اور جس کے بارے میں وہ نہ چاہتا ان کو مسلط نہ کرتا کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي:136/8 و مسند أبي يعلى:280/9، حديث:5408 عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ. [2] صحيح مسلم، صفات المنافقين، باب تحريش الشيطان و بعثه سراياه ......، حديث:2813 و مسند أحمد:314/3. [3] تفسير ابن أبي حاتم:194/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم (نبی سے یہ) نہ کہو: رَاعِنَا بلکہ یہ کہو: اُنْظُرْنَا اور تم غور سے سنو اور کافروں کے لیے بہت دردناک عذاب ہے ﴿۱۰۴﴾ اہل

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ

کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ نہیں چاہتے اور نہ مشرکین ہی چاہتے ہیں کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے کوئی خیر نازل کی جائے اور اللہ اس

رَّبِّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۰۵﴾

کے لیے اپنی رحمت خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے ﴿۱۰۵﴾

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ یَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ ؕ ﴾ ''اور لوگ ان سے کچھ ایسا علم (منتر) سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتا تھا اور فائدہ کچھ نہ دیتا تھا۔'' یعنی دین کو نقصان پہنچاتا اور اس نقصان کے مقابلے میں فائدہ کچھ نہ پہنچاتا تھا۔ ﴿ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ۫ ﴾ ''اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔'' یعنی ان یہودیوں کو یہ علم تھا جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کے بجائے جادو کو اختیار کر لیا تھا کہ جو شخص یہ کام کرے گا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ خَلَاقٍ ؕ۫ ﴾ کے معنی حصے کے ہیں۔[2]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ﴾ ''اور جس چیز کے عوض انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی، کاش! وہ (اس بات کو) جانتے ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو بے شک اللہ کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا، اے کاش! وہ اس سے واقف ہوتے۔'' یعنی ایمان اور رسول ﷺ کی پیروی کے بجائے انھوں نے جس جادو کو اختیار کیا ہے وہ بہت ہی بری چیز ہے۔ اے کاش! انھیں اس کا علم ہوتا جس کی انھیں نصیحت کی گئی ہے اور اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاتے اور حرام امور سے اجتناب کرتے تو اس کا انھیں اس جادو کی نسبت جسے انھوں نے اپنے لیے پسند کیا، بہت اچھا صلہ ملتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 80:28) ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس! مومنوں اور نیکوکاروں کے لیے اللہ کا ثواب (جو اس کے ہاں تیار ہے وہ) کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔''

## تفسیر آیات: 105,104

**الفاظ کے استعمال میں ادب:** اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کافروں کے اقوال و افعال کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہود رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے آپ کی ذات گرامی کی توہین و تنقیص کے لیے توریہ کے طور پر

① تفسیر ابن أبي حاتم: 193/1. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 195/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بعض الفاظ استعمال کیا کرتے تھے، چنانچہ جب وہ یہ کہنا چاہتے کہ ہماری بات سنیں تو اس مفہوم کے لیے اِسۡمَعۡ لَنَا کے بجائے رَاعِنَا کہتے (جس کا اصل مفہوم تو ہے ہماری طرف توجہ کیجیے، اور اس کا مادہ رَعٰی ہے) مگر وہ اس سے رُعُونَۃ مراد لیتے (جس کا مادہ رَعَن اوچھا پن، ناسمجھی ہے۔) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (النسآء4:46) ''اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور اپنی زبانوں کو بل دے کر سچے دین کے خلاف طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے نہیں مانا اور کہتے ہیں: سنو! اگرچہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمھیں کچھ سنایا جائے۔ اور آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: رَاعِنَا اور بے شک اگر وہ کہتے: ہم نے سن لیا اور مان لیا اور (کہتے) ہماری بات سنیے اور ہماری طرف نظر کیجیے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور نہایت مناسب ہوتا لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے، تو تھوڑا ہی ہے جو وہ ایمان لاتے ہیں۔''

**کفار سے مشابہت:** اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ سلام کہتے تو اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ کے بجائے اَلسَّامُ عَلَيۡكُمۡ کہتے تھے اور سام کے معنی موت ہیں۔ اسی لیے ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ان کے سلام کے جواب میں صرف وَ عَلَيۡكُمۡ کہیں۔[1] اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ہماری بددعا ان کے حق میں قبول ہوتی ہے ان کی ہمارے حق میں قبول نہیں ہوتی۔[2] الغرض اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو کافروں کے ساتھ قول و فعل میں مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ بُعِثۡتُ بَيۡنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيۡفِ حَتّٰى يُعۡبَدَ اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ ، وَجُعِلَ رِزۡقِي تَحۡتَ ظِلِّ رُمۡحِي ، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنۡ خَالَفَ أَمۡرِي ، وَ مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ ] ''مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے تاکہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے۔ میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھ دیا گیا ہے، ذلت و رسوائی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔''[3]

امام ابوداود نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف یہ الفاظ روایت کیے ہیں: [ مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ ][4] اس حدیث میں کفار کے ساتھ ان کے اقوال و افعال، لباس، تہواروں، عبادات اور ان امور میں مشابہت اختیار کرنے سے شدید ممانعت اور بہت سخت وعید آئی ہے جن کا ہمیں نہ حکم دیا گیا ہے اور نہ ہماری شریعت میں ان کا کوئی وجود ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ:

---

[1] صحيح البخاري، الاستئذان، باب كيف الرد على أهل الذمة بالسلام، حديث:6257 و سنن أبي داود، الأدب، باب في السلام على أهل الذمة، حديث:5206 واللفظ له عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ. [2] صحيح مسلم، السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام......، حديث:2166 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ. [3] مسند أحمد:50/2 و شعب الإيمان، باب التوكل و التسليم:75/2 ، حديث:1199. [4] سنن أبي داود، اللباس، باب في لبس الشهرة، حديث:4031.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ

جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلوا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کی مثل لے آتے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہر چیز پر

شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ

خوب قادر ہے؟ ﴿۱۰۶﴾ کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی، اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے

مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۱۰۷﴾

اور نہ کوئی مددگار؟ ﴿۱۰۷﴾

﴿ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا ﴾ ''اے اہل ایمان! تم (گفتگو کے وقت اللہ کے پیغمبر سے) رَاعِنَا نہ کہو۔'' کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ أَرْعِنَا سَمْعَكَ ''ہماری طرف کان لگائیں۔'' رَاعِنَا، عَاطِنَا کی طرح ہے۔[1] ابن ابو حاتم نے کہا ہے کہ ابو العالیہ، ابو مالک، ربیع بن انس، عطیہ عوفی اور قتادہ رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم خلاف نہ کہا کرو۔[3] اور ایک روایت میں ہے کہ تم یہ نہ کہا کرو کہ آپ ہماری بات سنیں اور ہم آپ کی سنیں گے۔[4]

عطاء بیان کرتے ہیں کہ انصار اپنی لغت کے مطابق یہ لفظ استعمال کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں اس سے منع فرما دیا۔[5] سدی کا قول ہے کہ بنو قینقاع میں سے رِفاعہ بن زید نامی ایک یہودی تھا،[6] وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر جب گفتگو کرتا تو کہتا: أَرْعِنِی سَمْعَكَ وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ ''اپنا کان میری طرف لگائیے اور سنیے نہ سنوائے جائیں۔'' مسلمان سمجھتے تھے کہ شاید انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ یہ کہتے کہ اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (مقولہ ہے) بمعنی غَيْرَ صَاغِرٍ (اس کا مفہوم ہے: ''آپ معزز ہیں گھٹیا نہیں ہیں۔'') جیسا کہ سورۂ نساء میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسے بیان فرمایا ہے۔[7] اس لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی سے بات کرتے ہوئے رَاعِنَا نہ کہا کریں۔[8] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بھی اسی طرح کا مفہوم بیان کیا ہے۔[9]

**کافروں اور اہل کتاب کی مسلمانوں سے شدید عداوت:** ﴿ مَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ لَا الۡمُشۡرِکِیۡنَ اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ؕ ﴾ ''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ نہیں چاہتے اور نہ مشرکین ہی چاہتے ہیں کہ تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے کوئی خیر (وبرکت) نازل کی جائے۔'' اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو اس بات سے مطلع فرما رہا ہے کہ کافروں کو، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکوں میں سے، ان سے شدید عداوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے تاکہ ان کے درمیان ہر قسم کے تعلقاتِ محبت کو ختم

① تفسیر الطبری:658/1 وتفسیر ابن أبی حاتم:197,196/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:196/1. ③ تفسیر الطبری: 656/1 وتفسیر ابن أبی حاتم:197/1. ④ تفسیر الطبری:657/1. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:197/1. ⑥ تفسیر الطبری:659/1. ⑦ النساء:46/4. ⑧ تفسیر الطبری:659/1. ⑨ تفسیر ابن أبی حاتم:965/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فرمایا ہے کہ یہ اس کا اپنے مومن بندوں پر بہت بڑا انعام و اکرام ہے کہ اس نے انھیں اس کامل و اکمل دین و شریعت سے نوازا ہے جسے اس نے اپنے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾ ''اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے چُن لیتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔''

## تفسیر آیات: 107,106

**نسخ اور اس کی تعریف:** ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ ﴾ کے معنی ہیں کہ ہم جس آیت کو بدل دیتے ہیں۔[1] ابن جریج نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ہم جس آیت کو مٹا دیتے ہیں۔[2] اور ابن ابو نجیح نے مجاہد سے ﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ ﴾ کے یہ معنی بیان کیے ہیں: ہم اس کے الفاظ کو تو باقی رکھتے لیکن حکم کو بدل دیتے ہیں۔ اس مفہوم کو انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے بیان کیا ہے۔ ابو العالیہ اور محمد بن کعب قرظی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[3] سدی کہتے ہیں کہ آیت کو نسخ کرنے کے معنی اسے قبض کرنے کے ہیں۔ ابن ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ سُدّی کے قول ''قبض کرنا'' سے مراد اسے اوپر اٹھالینا ہے جیسا کہ [اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ إِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ] ''شادی شدہ مرد اور عورت جب زنا کریں تو ان دونوں کو لازماً رجم کر دو۔''(أ) اور [لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَّابْتَغٰی إِلَیْهِمَا ثَالِثًا] ''اگر ابن آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ تیسری وادی کی جستجو میں رہے گا۔''(ب) کو منسوخ کر کے اٹھا لیا گیا تھا۔[4]

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ ﴾ کے معنی ہیں کہ ہم جس آیت کے حکم کو دوسرے کی طرف منتقل کر کے تغیر و تبدل کرتے ہیں۔ اور وہ تبدیلی یہ کہ ہم حلال کو حرام کر دیں یا حرام کو حلال، مباح کو ممنوع قرار دے دیں اور ممنوع کو مباح۔ اور یاد رہے کہ یہ نسخ امر، نہی، حرام، حلال، ممنوع اور مباح امور میں ہوتا ہے، قصص و واقعات میں کوئی ناسخ منسوخ نہیں ہوتا۔ نسخ کا لفظ دراصل نَسْخُ الْکِتَابِ سے مشتق ہے جس کے معنی ایک نسخے سے دوسرا نسخہ تیار کرنے کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسی حکم کے نسخ کے معنی یہ ہیں کہ اسے کسی دوسرے حکم سے بدل دیا جائے اور ایک عبارت کو دوسری عبارت سے بدل دیا جائے، خواہ یہ نسخ حکم میں ہو یا الفاظ میں بہر حال یہ دونوں حالتیں منسوخ ہوں گی۔[5] ﴿ اَوْ نُنْسِهَا ﴾ کو نَنْسَأُهَا بھی پڑھا

---

[1] تفسیر الطبری:665/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:199/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:199/1. (أ) السنن الکبری للنسائی، الرجم ، باب نسخ الجلد عن الثیب:271/4 ، حدیث:7148 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. وسنن ابن ماجه، الحدود، باب الرجم، حدیث:2553 واللفظ له عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ و مسند أحمد:183/5. (ب) صحیح البخاری، الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال، حدیث:6436 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. ومسند أبی یعلی الموصلی:438/7 ، حدیث:4460، واللفظ له عن عائشة رضی اللہ عنہا. اور اس کی منسوخیت درج ذیل حوالہ جات سے ماخوذ ہے: صحیح البخاری، الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال، حدیث:6440,6437 و صحیح مسلم، الزکاة، باب: لو أن لابن آدم...... ، حدیث:1049 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. و 1050 عن أبی موسی الأشعری رضی اللہ عنہ. اور دیکھیے الموسوعة الحدیثیة (مسند أحمد):451/5-454. [4] تفسیر ابن أبی حاتم:200/1 . [5] تفسیر الطبری:665/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گیا ہے۔ جس نے اسے نَنْسَأُھَا (نون کے فتحہ اور سین کے بعد ہمزہ کے ساتھ) پڑھا ہے تو اس کے معنی مؤخر کرنے کے ہوں گے۔ ① علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم جس آیت کو بدل دیتے ہیں یا اسے چھوڑ دیتے ہیں اور بدلتے نہیں۔ ② مجاہد نے اصحابِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ أَوْ نَنْسَأُھَا یا ہم اس کے الفاظ کو باقی رکھتے اور حکم کو بدل دیتے ہیں۔ ③ عبید بن عمیر، مجاہد اور عطاء نے أَوْ نَنْسَأُھَا کے متعلق کہا ہے کہ ہم اسے مؤخر کر دیتے اور چھوڑ دیتے ہیں۔ ④ عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ اسے چھوڑ دیتے ہیں اور منسوخ نہیں کرتے۔ ⑤ سدی اور ربیع بن انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⑥ دوسری قراءت کے مطابق اسے ﴿ اَوْ نُنْسِهَا ﴾ پڑھا گیا ہے تو قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا ﴾ کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے نبی کو بھلا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے۔ ⑦

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا ﴾ "تو ہم اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت لے آتے ہیں۔" جو مکلفین کی مصلحت کی نسبت سے حکم میں بہتر ہوتی ہے جیسا کہ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم اس کے بجائے ایسی آیت لے آتے ہیں جو منفعت کے اعتبار سے تمھارے لیے بہتر ہوتی ہے اور جس میں نرمی کا پہلو بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ⑧ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ جس آیت کو ہم منسوخ کر دیتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کا نہیں کہتے یا اسے اپنے پاس روک لیتے ہیں تو اسے ہی یا اس جیسی کوئی دوسری آیت لے آتے ہیں۔ ⑨ سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس آیت کو ہم منسوخ کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں یا اسی طرح کی لے آتے ہیں جس کو ہم نے چھوڑ دیا ہو۔ ⑩ قتادہ کہتے ہیں کہ ایسی آیت لے آتے ہیں جس میں تخفیف اور رخصت ہو اور یہ اس آیت میں ہوتا ہے جس میں امر یا نہی ہو۔ ⑪

**نسخ کے سلسلے میں یہودیوں کی تردید:** ﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ ﴾ "کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟ آپ کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست اور مددگار نہیں؟"

اللہ تعالیٰ اس مقام پر اپنے بندوں کی یہ رہنمائی فرما رہا ہے کہ وہ جس طرح چاہے مخلوق میں تصرف کر سکتا ہے کیونکہ مخلوق بھی اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا ہے، لہٰذا تصرف اور اختیار بھی اسی کا ہے۔ جس طرح اس نے چاہا ان کو پیدا کیا۔ اسی طرح جس کو وہ چاہے سعادت سے نوازے اور جسے چاہے شقاوت سے دوچار کر دے، جسے چاہے صحت عطا فرما دے اور جسے چاہے بیمار کر دے، جسے چاہے عزت عطا فرمائے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ اسی طرح یہ بھی اسی کا اختیار ہے کہ اپنے بندوں کے

① تفسیر القرطبی:67/2. ② تفسیر ابن أبی حاتم:201/1. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:200/1. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 201/1 وتفسیر الطبری:668/1. ⑤ تفسیر الطبری:668/1. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم:201/1. ⑦ تفسیر الطبری: 666/1 وتفسیر عبدالرزاق:285/1. ⑧ تفسیر الطبری:671/1. ⑨ تفسیر ابن أبی حاتم:201/1. ⑩ تفسیر ابن أبی حاتم:201/1. ⑪ تفسیر ابن أبی حاتم:202/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیے جو چاہے فیصلہ فرمائے۔ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جسے چاہے حرام قرار دے دے۔ جسے چاہے مباح کر دے اور جسے چاہے ممنوع قرار دے دے۔ وہ جو چاہے فیصلہ فرما دے، اسے اپنے فیصلے سے کوئی روک نہیں سکتا، وہ جو چاہے کرے اسے کوئی پوچھ نہیں سکتا جبکہ تمام مخلوق سے پوچھ گچھ ہوگی۔ وہ اپنے بندوں کی اس طرح بھی آزمائش کرتا ہے کہ نسخ کی صورت میں اس کے رسولوں کی کون طاعت بجالاتے ہیں؟ لہٰذا وہ ایک چیز کا حکم دے دیتا ہے۔ اور اس میں جو مصلحت ہوتی ہے اسے صرف وہی جانتا ہے۔ پھر جب وہ چاہتا ہے اپنے علم کے مطابق اس سے منع فرما دیتا ہے، لہٰذا مکمل طاعت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے حکم کے آگے سر جھکا دیا جائے۔ اس کے رسول جو خبریں دیں ان کی اتباع کی جائے جو حکم دیں اسے تسلیم کیا جائے اور جس بات سے وہ منع فرمائیں اس سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

اس مقام پر یہود۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ کے کفر کا برملا اظہار اور ان کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے بعض لوگوں نے ازراہِ کفر و جہالت عقلی طور پر اور بعض نے ازروئے کذب و افتراء نقلی طور پر جو استحالۂ نسخ کا دعویٰ کیا تھا اس کا پرزور رد کیا گیا ہے۔

امام ابوجعفر ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت و بادشاہت صرف میرے ہی لیے ہے، میرے سوا کسی اور کے لیے نہیں۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے، ان کے بارے میں میں جو چاہوں فیصلہ کروں، ان کو اور جو کچھ ان میں ہے ان کو بھی جو چاہوں حکم دوں جس چیز سے چاہوں منع کر دوں اور اپنے احکام میں سے جو چاہوں منسوخ کر دوں، بدل دوں اور تبدیل کر دوں اور جسے چاہوں برقرار رکھوں مجھے کوئی پوچھ نہیں سکتا، پھر امام ابن جریر رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ جل شانہ نے اگرچہ اپنے نبی ﷺ سے خطاب فرماتے ہوئے اپنی عظمت و جلالت کی خبر دی ہے لیکن اس سے ان یہود مردود کی تکذیب بھی مقصود ہے جنھوں نے احکام تورات میں نسخ کا انکار کر دیا تھا اور حضرت عیسیٰ و حضرت محمد علیہما السلام کی نبوت کو تسلیم کرنے سے منکر ہو گئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں نبیوں کے ذریعے سے تورات کے احکام میں تبدیلی فرما دی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ بتایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے۔ تمام مخلوق اسی کی مملکت میں رہتی ہے، لہٰذا تمام مخلوق پر اس کے امر و نہی کی اطاعت بجالانا فرض ہے اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو چاہے حکم دے جس چیز سے چاہے منع فرما دے جس حکم کو چاہے منسوخ کر دے اور جسے چاہے برقرار رکھے۔ [1]

**نسخ سابقہ کتابوں اور شریعتوں میں بھی تھا:** یہود مسئلۂ نسخ کے بارے میں محض کفر و عناد کی وجہ سے بحث میں پڑے تھے ورنہ عقلی طور پر احکام الٰہی میں نسخ کے ممنوع ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ وہ جو چاہے حکم دیتا ہے، جس طرح وہ جو ارادہ فرمائے اسے کر گزرتا ہے۔ پھر یہ نسخ تو اس کی سابقہ کتابوں اور شریعتوں میں بھی رہا ہے جس طرح اس نے آدم علیہ السلام کے لیے

[1] تفسیر الطبری: 675/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انھی کے بیٹوں اور بیٹیوں کی آپس میں شادی کو حلال قرار دیا تھا لیکن بعد میں اسے حرام قرار دے دیا گیا۔ کشتی سے باہر آنے کے بعد نوح علیہ السلام کے لیے تمام حیوانات کو کھانا حلال قرار دے دیا گیا تھا لیکن بعد میں ان میں سے بعض کو حرام قرار دے دیا گیا۔ یعقوب علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے دو بہنوں سے نکاح کو حلال قرار دے دیا گیا تھا لیکن احکام تورات اور اس کے بعد کی شریعتوں میں اسے حرام کر دیا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں مگر پھر ذبح کرنے سے قبل ہی اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ جمہور بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان تمام لوگوں کو قتل کر دیں جنھوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا لیکن پھر اس حکم کو ختم کر دیا گیا کہیں تمام بنی اسرائیل قتل ہو کر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح نہ مٹ جائیں۔ اس طرح نسخ کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر خوفِ طوالت کے باعث اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل کو بھی ان تمام باتوں کا اعتراف تو ہے مگر اعتراف کے باوجود یہ لوگ انکار کیے جاتے ہیں۔ بعض لوگ ان دلائل کے جواب میں جو لفظی بحثوں میں پڑ جاتے ہیں۔ تو اس سے ان کی معنوی دلالت میں کوئی فرق نہیں آتا جبکہ مقصود بھی وہی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارت اور آپ کی اتباع کا حکم موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری واجب ہے اور آپ کی شریعت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول ہی نہیں۔ اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کوئی یہ کہے کہ سابقہ شریعتیں تو صرف آپ کی بعثت تک تھیں، لہٰذا اسے نسخ نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ ﴾ (البقرة 2:187) ''پھر تم روزے کو رات تک پورا کرو'' میں روزہ رات میں داخل نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ شریعتیں مطلق تھیں مگر شریعت محمدیہ کے آنے سے منسوخ (مقید) ہو گئیں۔ بہرحال ان میں سے جو بھی صورت ہو یہ بات طے شدہ ہے کہ آپ کی اتباع واطاعت واجب ہے کیونکہ آپ پر جو کتاب نازل ہوئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جوازِ نسخ اور یہود کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ﴾ یعنی جس طرح بلا شرکت غیرے حکومت و بادشاہت اسی کی ہے اسی طرح یہ بھی صرف اسی کا اختیار ہے کہ جو چاہے وہ حکم دے۔ ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ ﴾ (الأعراف 7:54) ''آگاہ رہو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم (صادر کرنا) بھی اسی کے لیے (روا) ہے۔'' سورۂ آل عمران جس کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے خطاب فرمایا ہے۔ اس میں خود یہود میں نسخ کی موجودگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ عَلٰي نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ ﴾ (آل عمران 3:93) ''بنی اسرائیل کے لیے تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں حلال تھیں بجز ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔'' جیسا کہ اس آیت کی تفسیر اپنے مقام پر آئے گی۔

احکامِ الٰہی میں جوازِ نسخ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور سب نے کہا ہے کہ نسخ کا وقوع ممکن ہے، اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَمۡ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَکُمۡ کَمَا سُئِلَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ یَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ

(اے مسلمانو!) کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے تھے؟ اور جس نے ایمان کے بدلے کفر اختیار

بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ﴿108﴾

کیا تو بے شک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا﴿108﴾

سے اپنے جس حکم کو چاہتا منسوخ فرما دیتا تھا۔

**تفسیر آیت :108**

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ اشیاء کے وقوع سے قبل ہی نبی ﷺ سے کثرت سے سوال کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَکُمۡ تَسُؤۡکُمۡ ۚ وَاِنۡ تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡهَا حِیۡنَ یُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَکُمۡ ؕ﴾ (المائدۃ5:101) ''مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں اور اگر تم قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی۔''

یعنی اگر ان کے نزول کے بعد تم ان کی تفصیل کے بارے میں سوال کرو گے تو اسے تمھارے سامنے بیان کر دیا جائے گا۔ اسی طرح کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے بھی اس کے بارے میں سوال نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ تمھارے سوال کی وجہ سے اسے تمھارے لیے حرام قرار دے دیا جائے۔

اسی لیے صحیح حدیث میں آیا ہے: [إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَّنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَّمْ يُحَرَّمْ، فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ] ''مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم اس شخص کا ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام قرار دے دی گئی۔''[1]

اور رسول اللہ ﷺ سے جب ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو پاتا ہے اگر وہ بات کرے تو ایک بہت بڑے مسئلے کے بارے میں بات کرتا ہے اور اگر وہ خاموشی اختیار کرے تو وہ اسی طرح کے بڑے مسئلے پر خاموش رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے سوالات کو انتہائی ناپسند فرمایا، پھر اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے لعان کا حکم نازل فرما دیا۔[2]

صحیحین میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: [إِنَّهُ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيلَ وَ قَالَ، وَ كَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةِ

---

[1] صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب مایکرہ من کثرۃ السؤال......، حدیث:7289 وصحیح مسلم، الفضائل، باب توقیرہ ﷺ وترک إکثار سؤاله ......، حدیث:2358 عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله عزوجل: ﴿ وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهُمۡ شُهَدَآءُ ﴾ (النور24:6)، حدیث:4745 وصحیح مسلم، اللعان، حدیث:1492 عن سهل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الْمَالِ] ”بے شک آپ ﷺ فضول گفتگو، کثرت سوال اور اضاعت مال سے منع فرمایا کرتے تھے۔“① صحیح مسلم میں ہے آپ نے فرمایا: [ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ] ”مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف ہی نے تباہ و برباد کر دیا تھا، لہٰذا جب میں تمھیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اسے بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے مکمل اجتناب کرو۔“

یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ نے مسلمانوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، تو ایک آدمی نے عرض کی تھی: اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس نے تین بار یہ پوچھا اور آپ خاموش رہے، پھر فرمایا: [(لَا) لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ ، لَوَجَبَتْ ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمَا اسْتَطَعْتُمْ ، ثُمَّ قَالَ : ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ......] ”(نہیں) اگر میں کہہ دیتا: ہاں، تو حج ہر سال واجب ہو جاتا (اور اگر واجب ہو جاتا) تو تمھیں ہر سال کرنے کی استطاعت نہ ہوتی، پھر آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں......“② آخر تک وہی مذکورہ حدیث۔

اسی لیے انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کریں، اس لیے ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دیہاتی آدمی آئے، وہ آپ سے پوچھے اور ہم سنیں۔③

آیت کریمہ میں ﴿ اَمْ تُرِيْدُوْنَ ﴾ کے معنی یہ ہیں ”بلکہ تم (یہ) چاہتے ہو۔“ یعنی أَمْ بمعنی بَلْ ہے، یا پھر اس کے معنی استفہام کے مطابق یہ ہیں: ”کیا تم یہ چاہتے ہو؟“ اور اس صورت میں یہ استفہام انکاری ہوگا اور اس کے مخاطب مومن و کافر سب لوگ ہیں کیونکہ آپ تمام لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ﴾ (النسآء 153:4) ”(اے نبی ﷺ)! اہل کتاب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان پر ایک (لکھی ہوئی) کتاب آسمان سے اتار لائیں، چنانچہ یہ لوگ موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بڑی درخواستیں کر چکے ہیں (اُن سے) کہتے تھے: ہمیں اللہ کو ظاہر (آنکھوں سے) دکھا دو، چنانچہ ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو بجلی نے آ پکڑا۔“ محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رافع بن حُرَیملہ اور وہب بن زید نے کہا: اے محمد (ﷺ)! ہمارے پاس ایسی کتاب لے کر آئیں جو ہم پر آسمان سے نازل ہو اور ہم اسے پڑھیں، پھر ہمارے لیے نہریں جاری فرما دیں تو ہم آپ کی پیروی اور تصدیق کریں گے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے

① صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکره من کثرة السؤال......، حدیث:7292 و صحیح مسلم، الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل......، حديث:593، بعد حديث:1715. ② صحیح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث:1337 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ لیکن [لَا] کے لیے دیکھیے جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة، حديث:3055 عن علي رضی اللہ عنہ. اور [وَلَوْ وَجَبَتْ] دیکھیے المستدرك للحاكم، التفسير، باب من سورة آل عمران: 293/2، حديث:3155 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. ③ صحیح مسلم، الإيمان، باب السؤال عن أركان الإسلام، حديث:12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

اہل کتاب میں سے بہت سے یہ چاہتے ہیں کاش! وہ تمھارے ایمان لانے کے بعد تمھیں پھیر کر کافر بنا دیں، اپنے دلوں میں حسد کرتے ہوئے،

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اس کے بعد کہ ان کے سامنے حق واضح ہو چکا، پس معاف کر دو اور جانے دو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿109﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ

قادر ہے ﴿109﴾ اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ دو، اور تم اپنے لیے جو بھی بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے، بے شک تم جو عمل کرتے ہو

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿110﴾

اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے ﴿110﴾

یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿108﴾ ﴾ ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے اسی طرح سوال کرو جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے تھے؟ اور جس شخص نے ایمان (چھوڑ کر اس) کے بدلے کفر اختیار کر لیا، وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔''①

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ضد اور ہٹ دھرمی سے سوال کیے تھے جس طرح بنی اسرائیل نے از روئے تکذیب وعناد موسیٰ علیہ السلام سے سوالات کیے تھے۔ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ ﴾ یعنی جو شخص ایمان کے بدلے کفر کو خرید لے ﴿ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿108﴾ ﴾ تو وہ راہِ راست سے بھٹک کر جہالت اور ضلالت کے راستے پر چلا گیا۔ اور جن لوگوں نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق، اتباع اور اطاعت کے بجائے ان کی مخالفت، تکذیب اور محض تنگ کرنے کی غرض سے بلاضرورت سوالات پوچھنے کی روش کو اختیار کیا تھا ان کا یہی حال تھا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ ﴾ (إبراهيم 29,28:14) ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے احسان (ایمان) کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا؟ (یعنی) جہنم میں جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں: ﴿ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص نے خوش حالی کو چھوڑ کر تنگ دستی کو لے لیا تو وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔②

## تفسیر آیات: 110,109

**اہل کتاب کے رستے پر چلنے کی ممانعت:** اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو اہل کتاب میں سے کفار کے رستے پر چلنے سے منع فرما رہا ہے کہ یہ اپنے ظاہر و باطن میں ان کے لیے کس قدر شدید دشمنی اور کس قدر شدید حسد رکھتے ہیں، حالانکہ انھیں مسلمانوں اور ان کے نبی کی فضیلت کے بارے میں بھی خوب علم ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں

① تفسير الطبري:676/1. ② تفسير ابن أبي حاتم:204/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو حکم دیا کہ وہ عفو و درگزر سے کام لیں حتی کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی فتح و نصرت سے سرفراز فرما دے، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور اس کی خوب ترغیب دی ہے۔

عبداللہ بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا اور وہ نبی ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا﴾ ''اہل کتاب میں سے بہت سے یہ چاہتے ہیں کاش! کہ وہ تمھارے ایمان لانے کے بعد تمھیں پھیر کر کافر بنا دیں، اپنے دلوں میں حسد کرتے ہوئے، اس کے بعد کہ ان کے سامنے حق واضح ہو چکا، پس معاف کر دو اور درگزر کرو۔''[1]

ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک رسول اُمّی نے انھیں ان کی کتابوں، رسولوں اور آیات کے بارے میں نہ صرف سب کچھ صحیح صحیح بتایا بلکہ ان سب کی اسی طرح تصدیق بھی فرمائی جس طرح یہ خود تصدیق کرتے ہیں مگر اس کے باوجود انھوں نے کفر، حسد اور سرکشی کی وجہ سے اس پیغمبر آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حق کو اس طرح روشن کر دیا تھا کہ کوئی بات بھی ان سے مخفی تو نہ تھی لیکن حسد کی وجہ سے انھوں نے انکار ہی کی روش کو اختیار کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں عار دلائی، سرزنش کی اور بہت شدید ملامت کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور اپنے مومن بندوں کو قرآن مجید اور سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کی وجہ سے عز و شرف، بے پایاں اجر و ثواب اور فتح و نصرت سے سرفراز فرمانے کا وعدہ بھی کیا ہے۔[2]

ربیع بن انس بیان کرتے ہیں کہ ﴿مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم﴾ کے معنی ہیں مِنْ قِبَلِ أَنْفُسِهِمْ یعنی اپنی طرف سے۔[3] اور ابوالعالیہ ﴿مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں، یعنی یہ حق واضح ہونے کے باوجود کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں انھوں نے کفر کو اختیار کیا کیونکہ وہ آپ کے بارے میں تورات و انجیل میں لکھا ہوا بھی پاتے ہیں مگر انھوں نے محض اس وجہ سے حسد و سرکشی کو اختیار کرتے ہوئے کفر کیا کہ آپ کا تعلق بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ ایک دوسرے خاندان سے ہے۔ قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[4] اور ﴿فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ﴾ ''تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا (دوسرا) حکم بھیجے۔'' یہ اسی طرح ہے جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ﴾ (آل عمران 3:186) ''اور تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا ضرور بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔''

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:205,204/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم:205/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم:205/1. [4] تفسير ابن أبي حاتم:205/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾ منسوخ ہے اور حسب ذیل آیات اس کی ناسخ ہیں: ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾ (التوبة 5:9) ''مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ (التوبة 29:9) ''جو لوگ اہل کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔'' نے بھی مشرکوں سے معافی و درگزر کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔[1] اسی طرح ابوالعالیہ، ربیع بن انس، قتادہ اور سدی کا بھی قول ہے[2] کہ یہ حکم آیت سیف[3] سے منسوخ ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾ میں بھی اس طرف رہنمائی موجود ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حسب امر الٰہی مشرکوں اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے اور ان کی طرف سے ایذا پر صبر کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا تو جنگ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے کفار کے بڑے بڑے سرغنوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا۔[4] اس حدیث کی سند صحیح ہے اور کتب ستہ میں یہ موجود نہیں ہے لیکن صحیحین میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے اس کا اصل ضرور موجود ہے۔[5]

**اعمال صالحہ کی ترغیب:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ ﴾ ''اور تم نماز قائم کرو اور زکاۃ دو، اور تم اپنے لیے جو بھی بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔'' میں اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال سرانجام دینے کی ترغیب دی ہے جو نفع بخش ہیں اور روز قیامت کام آنے والے ہیں۔ اور وہ ہیں نماز قائم کرنا، اور زکاۃ ادا کرنا وغیرہ اور انھی اعمال کے بجالانے میں دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا راز مضمر ہے جبکہ آخرت میں ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہوگا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل سے غافل نہیں ہے اور نہ اس کے پاس کوئی عمل ضائع ہوتا ہے۔ وہ ہر ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے عمل کے مطابق اس کا بدلہ ضرور عطا فرمائے گا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔[6]

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:206/1. ② تفسیر ابن أبی حاتم:206/1. ③ یعنی ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ (التوبة 29:9). ④ تفسیر ابن أبی حاتم:206/1. ⑤ صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ ﴾ (آل عمران 186:3)، حدیث:4566 و صحیح مسلم، الجهاد، باب في دعاء النبي ﷺ وصبره علی أذی المنافقین، حدیث:1798. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم:207/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ط قُلْ هَاتُوْا

اور انھوں نے کہا: جنت میں صرف وہی جائے گا جو یہودی یا نصرانی ہوگا۔ یہ ان کی (باطل) آرزوئیں ہیں، (اے نبی!) کہہ دیجیے: لاؤ تم اپنی دلیل، اگر تم

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿111﴾ بَلٰى ق مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ص

سچے ہو!﴿111﴾ کیوں نہیں! بلکہ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے جھکا دیا، اس حال میں کہ وہ نیکی کرنے والا ہے، تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے

13 ع 9 13 وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿112﴾ ع وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ص وَّقَالَتِ

پاس ہے اور انھیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿112﴾ اور یہودیوں نے کہا: عیسائی کسی چیز پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا: یہودی کسی چیز پر

النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ لا وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ

نہیں، حالانکہ وہ دونوں (اپنی اپنی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ علم نہیں رکھتے، انھوں نے بھی ان کے قول سے ملتی جلتی بات کہی، پھر قیامت

قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿113﴾

کے دن اللہ ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿113﴾

## تفسیر آیات: 111-113

**اہل کتاب کے باطل خیالات:** اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے بارے میں یہ بیان فرما رہا ہے کہ وہ اپنے بارے میں کس قدر فریب خوردہ تھے کہ ان میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ صرف انھی کی ملت کے لوگ جنت میں جائیں گے جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ کہا کرتے تھے: ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط﴾ (المآئدة 5:18) ''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا: وہ تو انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا اور اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہ دیتا جیسے انھوں نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ یہ صرف چند روز کے لیے جہنم میں جائیں گے اور جلد ہی وہاں سے جنت میں منتقل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کی جس طرح تردید فرمائی تھی اسی طرح ان کے اس دعوے کی، جو بلا دلیل و حجت ہے، تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ط﴾ ''یہ ان لوگوں کے باطل خیالات ہیں۔''

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی خواہشیں ہیں جو انھوں نے ناحق اللہ تعالیٰ سے قائم کر رکھی تھیں۔ قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[1] پھر فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ''(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیجیے:'' ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ ابوالعالیہ، مجاہد، سدی اور ربیع بن انس کہتے ہیں کہ تم اپنی حجت پیش کرو۔[2] قتادہ کہتے ہیں کہ تم اپنی دلیل پیش کرو۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿111﴾﴾ یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو۔[3]

**قبولیتِ عمل کی شرائط:** پھر فرمایا: ﴿بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ''کیوں نہیں! بلکہ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے جھکا دیا اس حال میں کہ وہ نیکی کرنے والا ہے۔'' یعنی جس نے خالص اللہ وحدہ لاشریک کے لیے عمل کیا۔ یہ آیت اسی

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 207/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 207/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 207/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾ (آل عمران 3:20) ''اے پیغمبر! پھر اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑنے لگیں تو کہہ دیجیے: میں اور میرے پیرو تو اللہ کے فرماں بردار ہو چکے ہیں۔''

ابوالعالیہ اور ربیع کہتے ہیں کہ جس نے اللہ کے لیے اخلاص سے کام لیا۔① سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کے لیے اپنے دین کو خالص کر دیا۔② ﴿وَهُوَ مُحۡسِنٌ﴾ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کا متبع بھی ہو کیونکہ عمل کی قبولیت کے لیے دو شرطیں ہیں: (1) عمل خالص اللہ وحدہ کے لیے کیا گیا ہو اور (2) عمل درست اور شریعت کے مطابق ہو۔ عمل اگر خالص تو ہو مگر شریعت کے مطابق نہ ہو تو پھر بھی شرف قبولیت حاصل نہیں کرتا۔ اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنۡ عَمِلَ عَمَلًا لَّيۡسَ عَلَيۡهِ أَمۡرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] ''جو شخص ایسا عمل کرے جس کے بارے میں ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''③

راہبوں اور ان جیسے دیگر لوگوں کے اعمال کے بارے میں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ اخلاص کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں تو پھر بھی وہ قابل قبول نہیں۔ ان کے اعمال بھی صرف اسی وقت قبولیت کا درجہ حاصل کریں گے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں گے جن کو ان کے لیے بلکہ تمام کائناتِ انسانی کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَدِمۡنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا﴾ (الفرقان 25:23) ''اور جو انھوں نے (بظاہر نیک) عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتا پراگندہ گرد و غبار بنا دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍۭ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـًٔا﴾ (النور 24:39) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال (کی مثال ایسی ہے) جیسے چٹیل میدان میں سراب، پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔'' اور فرمایا: ﴿وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصۡلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ﴾ (الغاشیة 88:2-5) ''اس روز کئی چہرے ذلیل ہوں گے، سخت محنت والے تھکے ماندے ہوں گے، دہکتی آگ میں داخل ہوں گے، ان کو گرم کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔''

اسی طرح اگر ظاہری صورت میں تو عمل شریعت کے مطابق ہو لیکن عمل کرنے والے نے اسے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے سرانجام نہ دیا ہو تو وہ عمل بھی مردود ہو گا اور یہی حال ریاکاری کرنے والوں اور منافقوں کا ہو گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمۡ ۚ وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَلَا يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ﴾ (النسآء 4:142) ''بے شک منافقین (اپنی ان چالوں سے اپنے) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انھیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے، اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کے دکھانے کے لیے، اور اللہ کی یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔'' اور فرمایا: ﴿فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۙ وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ﴾ (الماعون 107:4-7) ''تو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو نماز

① تفسير ابن أبي حاتم: 208/1. ② تفسير ابن أبي حاتم: 208/1. ③ صحيح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة وردّ محدثات الأمور، حديث: 1718-(18) عن عائشة ﷺ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی طرف سے غافل رہتے ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں، اور برتنے کی معمولی چیزیں عاریتاً نہیں دیتے۔''

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (الکہف 110:18) ''تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ﴾ ''کیوں نہیں! بلکہ جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے (ایمان لے آئے) اور وہ نیکوکار بھی ہو۔'' اور اللہ کا فرمان: ﴿ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ''تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔'' اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ انھیں اجر وثواب بھی حاصل ہوگا اور وہ ہر قسم کے غم وفکر سے بھی محفوظ ہوں گے۔ نہ انھیں مستقبل کا کوئی خوف ہوگا اور نہ ماضی کی کسی چیز کے چھوٹنے پر کوئی ملال۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ ان پر آخرت میں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ موت کے وقت غم کریں گے۔[1]

**یہود ونصاریٰ کا تنازع کفر وعناد کی وجہ سے ہے:** ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ﴾ ''اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی رستے پر نہیں، حالانکہ وہ دونوں کتاب (الٰہی) پڑھتے ہیں۔''

یہاں سے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کے باہمی تضاد، بغض، عداوت اور عناد کو بیان فرما رہا ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے پاس یہودیوں کے علماء آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپس میں لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔ رافع بن حُرَیملہ کہنے لگا: تم راہ راست پر نہیں ہو، نیز اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ کفر کا اظہار بھی کیا۔ یہ سن کر نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص یہودیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: نہیں، تم راہِ راست پر نہیں ہو اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور تورات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا تھا۔[2]

یعنی ان میں سے ہر ایک نے اپنی کتاب میں اس کی تصدیق کے بارے میں پڑھا ہے جس کے ساتھ کفر کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہود عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس تورات ہے اور اس میں یہ ذکر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان سے یہ عہد لیا تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں گے۔ اسی طرح انجیل میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی تصدیق فرمائی تھی لیکن اب ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہا ہے۔

﴿ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ﴾ ''اسی طرح جو لوگ علم نہیں رکھتے انھوں نے بھی ان کے قول سے ملتی جلتی بات کہی۔'' یہود ونصاریٰ نے ایک دوسرے کے بارے میں جو باتیں کیں، ان سے اللہ تعالیٰ ان کی جہالت کو واضح

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 208/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 208/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے لوگوں کو اس بات سے روکا کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے اور انھیں اجاڑنے کی کوشش کی!

لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿114﴾

ان (روکنے والوں) کے لائق تو یہ تھا کہ ان میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے ﴿114﴾

فرما رہا ہے اور یہ اشارہ درحقیقت انھی کی طرف ہے، اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ ﴿الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ سے کون لوگ مراد ہیں۔ ربیع بن انس اور قتادہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ نے بھی یہود کے قول کی طرح کہا۔[1] ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ ان لوگوں سے کون مراد ہیں ”جو کچھ نہیں جانتے؟“ انھوں نے کہا کہ یہود ونصاریٰ اور تورات وانجیل سے پہلے کی امتوں کی طرف اشارہ ہے۔[2] سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ عرب ہیں جنھوں نے یہ کہا تھا کہ محمد ﷺ رستے پر نہیں ہیں۔[3] ابوجعفر ابن جریر نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور ان سب ہی کو شامل ہے۔ اور یہاں کوئی ایسی قاطع دلیل بھی نہیں جس سے ان میں سے کسی ایک قول کو معین کیا جا سکے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اسے ان سب اقوال پر محمول کیا جائے۔[4] واللہ أعلم.

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿113﴾﴾ ”تو جس بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں قیامت کے دن اللہ اس کا ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب لوگوں کو جمع کر کے اپنے عدل کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم وزیادتی نہیں فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (الحج 17:22) ”جو لوگ مومن (مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی (بے دین) اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک بے شک اللہ ان (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ (سبا 26:34) ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔“

## تفسیر آیت: 114

**جو مسجدوں سے منع کرے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے، وہ سب سے بڑا ظالم ہے:** اللہ کی مسجدوں سے منع کرنے والوں اور ان کی ویرانی کی کوشش کرنے والوں سے مراد مشرکین قریش ہیں جیسا کہ ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جنھوں نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا حتی کہ

[1] تفسیر الطبری:694/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:209/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:209/1. [4] تفسیر الطبری: 694/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ نے مقام ذی طُوٰی ہی میں اپنے ہدی کے جانور کو قربان کر دیا، ان سے صلح کر لی، پھر آپ نے ان سے فرمایا: [مَا كَانَ أَحَدٌ يُصَدُّ عَنْ هٰذَا الْبَيْتِ، وَ قَدْ كَانَ الرَّجُلُ ، يَلْقَى قَاتِلَ أَبِيهِ وَأَخِيهِ فَلَا يَصُدُّهُ] ''اس گھر سے تو کوئی نہیں روکتا تھا حتیٰ کہ آدمی اپنے باپ یا بھائی کے قاتل کو پاتا تو اسے بھی اس گھر سے منع نہیں کرتا تھا۔''

یہ سن کر کفار قریش کہنے لگے کہ ہمارے ہاں وہ شخص نہیں آ سکتا جس نے بدر کے دن ہمارے بزرگوں کو قتل کیا تھا اور وہ خود ابھی تک زندہ ہے۔

اور فرمانِ الٰہی: ﴿وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ ''اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔'' یہ اس لیے فرمایا کہ انھوں نے اللہ کے ذکر سے اسے آباد کرنے والوں اور حج اور عمرہ کے لیے آنے والوں کو روک دیا تھا۔[1] ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں کعبہ کے پاس نماز پڑھنے سے روک دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:[2] ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے لوگوں کو اس بات سے روکا کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے!''

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود ونصاریٰ کی مذمت کی، پھر ان مشرکین کی بھی مذمت کی جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روک دیا اور اپنے بتوں اور معبودان باطلہ کے ساتھ اس پر غلبہ حاصل کر لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝﴾ (الأنفال 34:8) ''اور (اب) ان کے لیے کون سی وجہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے جبکہ وہ مسجد محترم (میں نماز پڑھنے) سے روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں، اس کے متولی تو صرف پرہیز گار ہیں لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔''

اور فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۝﴾ (التوبة 18,17:9) ''مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں ان لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، چنانچہ یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں گے۔''

اور فرمایا: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

[1] تفسير الطبرى:697/1. [2] تفسير ابن أبى حاتم:210/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝﴾ (الفتح 25:48) ''یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانیوں کے جانوروں کو بھی اپنی قربان گاہ تک پہنچنے سے روکے رکھا، اور اگر (مکہ میں کچھ) مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتے جن (کے ایمان) کو تم نہیں جانتے (اگر یہ خطرہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے، پھر بے خبری میں ان (کے قتل) کی وجہ سے تمھیں تکلیف پہنچتی (تو تمھیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم انھیں نہایت دردناک عذاب دیتے۔''

اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ﴾ (التوبۃ 18:9) ''اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔'' اگر ایسے لوگوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیا جائے تو مسجدوں کے لیے اس سے بڑھ کر اور خرابی کیا ہو سکتی ہے! یاد رہے مسجدوں کی آبادی سے مراد یہ نہیں کہ ان کی عمارت بنا دی جائے اور انھیں خوب مزین کر دیا جائے بلکہ ان کی آبادی حقیقت میں یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، اللہ کی شریعت کو ان میں قائم کیا جائے اور انھیں نجاست اور شرک کی غلاظت سے پاک رکھا جائے۔

**غلبۂ اسلام کی بشارت:** ﴿ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ﴾ ''ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔'' اگرچہ یہ جملہ خبریہ ہے لیکن اس کا معنی امر کا ہے، یعنی جب تمھیں ان پر دسترس حاصل ہو جائے تو انھیں مصالحت و جزیہ کے بغیر ان میں داخل ہونے کی اجازت نہ دو۔ اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو اس سے اگلے سال 9ھ میں منیٰ کے میدان میں یہ اعلان کرا دیا: [(أَلَا) لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَّلَا يَطُوفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ]، [وَّمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ عَهْدٌ فَهُوَ إِلٰى مُدَّتِهِ] ''ہرگز ہرگز اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، نہ کوئی عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور جس کسی کی نبی ﷺ سے صلح کی کوئی مدت مقرر ہے تو اس مدت تک عہد کی پابندی کی جائے گی۔''[1]

آپ کا یہ اعلان درحقیقت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی تصدیق و عمل کے پیش نظر تھا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ﴾ (التوبۃ 28:9) ''مومنو! مشرک تو پلید ہی ہیں، لہٰذا اس

[1] صحیح البخاری، الصلاۃ، باب مایستر من العورۃ، حدیث:369 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، حدیث:3091 واللفظ لہ. وسنن أبی داود:1946. اور لفظ [أَلَا] سنن النسائی:2960 میں ہے عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ. لیکن دوسرا حصہ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، حدیث:3092 میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یاد رہے کہ اس اعلان کے لیے نبی اکرم ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ دیکھیے فتح الباری:322/8، حدیث:4656 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں۔''

آیت کریمہ: ﴿ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ﴾ سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے بشارت ہے کہ وہ انھیں مسجد حرام اور دیگر تمام مساجد پر غلبہ عطا فرمائے گا اور مشرکوں کو اس قدر ذلیل و رسوا کرے گا کہ ان میں سے کوئی مسجد حرام میں داخل ہی نہیں ہو سکے گا مگر ڈرتے ہوئے۔ وہ اس بات سے ڈرے گا کہ اگر پکڑا گیا اور مسلمان نہ ہوا تو اسے سزا ملے گی یا قتل کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو پورا کر دکھایا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، اس نے مشرکوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع فرما دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَبْقَيَنَّ دِينَانِ بِأَرْضِ الْعَرَبِ] ''جزیرۃ العرب میں دو دین نہ رہنے دیے جائیں۔''[1] یعنی یہاں اب صرف ایک ہی دین اسلام ہو گا، نیز آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: [لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ] ''میں یہود و نصاریٰ کو ضرور سرزمینِ عرب سے جلاوطن کر دوں گا۔''[2] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

اور یہ سب کچھ مسجد حرام کی تعظیم اور اس خطۂ زمین کی تطہیر کے پیش نظر تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات انسانی کے لیے اپنے رسول کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ. یہ ہے مشرکوں کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی، کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہی ملتی ہے جس طرح انھوں نے مومنوں کو مسجد حرام سے روکا تھا، اب انھیں اس سے روک دیا گیا، جس طرح انھوں نے مکہ سے جلاوطن کیا تھا اب انھیں یہاں (جزیرۂ عرب) سے جلاوطن کر دیا گیا۔

﴿ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔'' کیونکہ انھوں نے بیت اللہ کی بے حرمتی کی تھی کہ اس میں بت رکھ دیے، بیت اللہ میں غیر اللہ کی پوجا پاٹ کی، عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور اس طرح کی کئی مذموم حرکتیں کیں جو اللہ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند تھیں۔

حدیث میں دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے پناہ مانگنے کا ذکر آیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بُسر بن اَرطاۃ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا، وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ] ''اے اللہ! تو ہمارے ہر کام کا انجام ہمارے حق میں اچھا کر دے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ دے۔''[3] یہ حدیث حسن ہے۔

---

① مسند أحمد: 275/6 عن عائشة ﷺ. والموطأ للإمام مالك، الجامع، باب ماجاء في إجلاء اليهود من المدينة: 359/2، حديث: 1696 والمصنف لعبد الرزاق، أهل الكتاب، باب إجلاء اليهود من المدينة، حديث: 19368,9984.

② صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، حديث: 3168,3167 عن أبي هريرة و ابن عباس ﷺ. وصحيح مسلم، الجهاد، باب إخراج اليهود والنصارى من جزيرة العرب، حديث: 1767 والمصنف لعبد الرزاق، أهل الكتاب، باب إجلاء اليهود من المدينة ، حديث: 9985 عن عمر بن الخطاب ﷺ. ③ مسند أحمد: 181/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿115﴾

اور مشرق و مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں، لہٰذا تم جس طرف بھی منہ کرو گے وہیں ہے اللہ کا چہرہ، بے شک اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿115﴾

**تفسیر آیت: 115**

**نمازوں میں قبلہ رو ہونا:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جنھیں مکہ سے نکال دیا گیا اور مسجد حرام سے دور کر دیا گیا تھا، کو تسلی دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جبکہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ مدینہ میں تشریف لانے کے بعد بھی آپ سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المُقدّس ہی کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل فرما دیا۔[1] اسی لیے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ﴾ ''اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں، لہٰذا جدھر بھی تم رخ کرو ادھر ہی اللہ کا چہرہ ہے۔''

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے پہلے قبلے کا حکم منسوخ ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ میں ہجرت فرمائی تو مدینہ کے باشندے یہودی تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا جب حکم دیا تو یہود اس سے بہت خوش تھے، آپ نے دس ماہ سے زیادہ عرصہ تک بیت المُقدّس کی طرف منہ کیا لیکن آپ قبلۂ ابراہیم کو پسند فرماتے تھے، اس کے لیے آپ دعا فرماتے اور آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے کہ تحویل قبلہ کا حکم کب نازل ہو؟ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ تا ﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (البقرۃ 2:144-150) آیات نازل فرمائی تھیں، اس سے یہود شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے: ﴿مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ﴾ (البقرۃ 2:142) کہ اس قبلے سے جس پر یہ لوگ پہلے تھے کیوں منہ پھیر بیٹھے ہیں؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ﴾ ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ﴾ ''تو جدھر بھی تم رخ کرو گے ادھر اللہ ہی کا چہرہ ہے۔''[2] عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشرق یا مغرب جس طرف بھی تم منہ کرو، اللہ کا قبلہ اسی طرف ہے۔[3] مجاہد اس کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ تم جہاں کہیں بھی ہو، منہ کرنے کے لیے قبلہ کعبہ ہی ہے۔[4]

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف منہ کرنے کی فرضیت سے پہلے نازل فرمایا تھا۔[5] ابن جریر فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت سفر میں سواری پر نفل نماز، نیز شمشیر زنی یا شدت خوف کی حالت میں (فرض نماز)

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ....﴾ (البقرة 2:142)، حدیث:4486 عن البراء رضي الله عنه.
② تفسیر الطبری:700/1. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:212/1. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:212/1. ⑤ تفسیر الطبری: 701/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشرق ومغرب کی طرف منہ کر کے ادا کرنے کی اجازت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔①

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ اسی طرف منہ کر کے نماز ادا کر لیتے تھے جس طرف سواری کا رخ ہوتا تھا اور آپ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز ادا فرمایا کرتے تھے، اس طرح گویا آپ اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے کہ ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ”تو جدھر بھی تم رخ کرو ادھر ہی اللہ کا چہرہ ہے۔“② اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ابو حاتم اور ابن مردویہ نے بھی روایت کیا ہے۔③ اور اس حدیث کا اصل صحیحین میں بروایت ابن عمر اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم موجود ہے لیکن (بخاری میں) آیت کا ذکر نہیں ہے۔④

صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ سے نماز خوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کی کیفیت بیان کی، پھر فرمایا کہ اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو پاپیادہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر یا سواریوں پر نماز پڑھ لو، خواہ رخ قبلے کی طرف ہو یا نہ ہو۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات نبی ﷺ کے حوالے ہی سے بیان فرمائی تھی۔⑤ اس سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ سخت تاریکی اور بادلوں کی وجہ سے جس کے لیے قبلے کا رخ مشتبہ ہو گیا ہو اور وہ قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔⑥

**اہل مدینہ کا قبلہ مشرق ومغرب کے درمیان ہے:** حافظ ابوبکر ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِّأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَ أَهْلِ الشَّامِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ] ”مشرق ومغرب کے مابین مدینہ، شام اور عراق والوں کا قبلہ ہے۔“⑦

اس حدیث کی اس آیت سے مناسبت واضح ہے، نیز ترمذی اور ابن ماجہ نے ایک حدیث ان الفاظ سے بیان کی ہے: [مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ] ”مشرق ومغرب کے مابین قبلہ ہے۔“⑧

---

① تفسیر الطبری:702/1. ② تفسیر الطبری:702/1. ③ صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب جواز صلاة النافلة على الدابة ......، حدیث:(33)- 700 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث:2958 وسنن النسائی، الصلاة، باب الحال التی یجوز فیها استقبال غیر القبلة، حدیث:493 والمستدرك للحاکم، التفسیر، باب من سورة البقرة:266/2، حدیث:3053 وتفسیر ابن أبی حاتم:212/1. ④ صحیح البخاری، التقصیر، باب من تطوّع فی السفر فی غیر دبر الصلوات وقبلها، حدیث:1105,1104 وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب جواز صلاة النافلة على الدابة......، حدیث:(33)-700,(40)-701. ⑤ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ﴾ (البقرة2:239)، حدیث:4535. ⑥ تفسیر الطبری:703,702/1. ⑦ حافظ ابن کثیر کی ذکر کردہ حدیث کا حصہ: [لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ] موسوعہ احادیث میں ہمیں نہیں ملا۔ ہاں، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب الصلاة کے باب:29 پر ”باب قبلة أهل المدینة وأهل الشام والمشرق“ عنوان قائم کیا ہے، امام بیہقی نے اپنی کتاب ”خلافیات“ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت [مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِّأَهْلِ الْعِرَاقِ] ذکر کی ہے اور الضعفاء للعقیلی:308/4 میں بھی مؤخر الذکر الفاظ ہیں۔ اور عقیلی نے یہ بھی کہا ہے کہ لا یتابع علیه. والله أعلم بالصواب. ⑧ جامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء أن مابین المشرق والمغرب قبلة، حدیث:344 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب القبلة، حدیث:1011 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿116﴾

اور انھوں نے کہا: اللہ نے اولاد بنالی ہے۔ وہ اس سے پاک ہے، بلکہ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کے فرمانبردار

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿117﴾

ہیں ﴿116﴾ (وہ) آسمانوں اور زمین کا انوکھا موجد ہے اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے متعلق یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے ﴿117﴾

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿115﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جود وکرم اور انعام واکرام کے اعتبار سے اپنی ساری مخلوق کے لیے کافی ہے اور ﴿ عَلِيْمٌ ﴿115﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اسے اپنی ساری مخلوق کے اعمال کا بھی علم ہے۔ مخلوق کا کوئی عمل اس سے مخفی نہیں رہ سکتا، کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہو سکتی بلکہ وہ اپنی ساری مخلوق کے تمام اعمال سے خوب باخبر ہے۔ ①

## تفسیر آیات: 117,116

**اللہ کی اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید:** ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں، یہودیوں، مشرکین عرب اور ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کے دعوے اور ان کی اس بات کی تکذیب کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہو، فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَهٗ ؕ ﴾ یعنی وہ اس سے بہت ہی پاک، مقدس، منزہ اور بلند وبالا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو ﴿ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ یعنی بات اس طرح نہیں جس طرح انھوں نے افترا پردازی کی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہیں، ان میں صرف اسی کا تصرف و اختیار کارفرما ہے کیونکہ وہی ان کا خالق، رازق، ان کا اندازہ مقرر کرنے والا، انھیں مسخر کرنے والا، انھیں چلانے والا اور جس طرح چاہے ان میں تصرف فرمانے والا ہے۔

ساری مخلوق اسی کی غلام اور اسی کی ملکیت ہے تو ان میں سے کوئی اس کی اولاد کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ اولاد تو دو متناسب چیزوں سے پیدا ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی نظیر ہے، نہ اس کی عظمت وکبریائی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی کوئی بیوی ہی ہے تو اس کا کوئی بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ ﴾ (الأنعام 101:6) ”(وہی) آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کے اولاد کہاں سے ہو جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں؟ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے خوب باخبر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۙ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ○ ﴾ (مریم 19:88-95) ”اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے (ایسا کہنے والو! یہ تو) تم بری بات (زبان پر) لاتے ہو، قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں، اس (بات) پر

① تفسیر الطبری: 706/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ انھوں نے اللہ کے لیے بیٹا تجویز کیا اور اللہ کو شایاں نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر (غلام بن کر) آئیں گے۔ اس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔'' اور یہ بھی فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ (الإخلاص 112:1-4) ''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ایسا عظیم الشان آقا ہے کہ اس کی کوئی نظیر اور کوئی مثال نہیں، اس کے سوا دیگر تمام اشیاء مخلوق ہیں اور وہی ان کی پرورش کرنے والا ہے تو ان میں سے کوئی چیز اس کی اولاد کس طرح ہو سکتی ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۂ بقرہ کی اس آیت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [ قَالَ اللّٰهُ : كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَزَعَمَ أَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كَانَ ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لِي وَلَدٌ ، فَسُبْحَانِي أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا] ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی ہے، حالانکہ اسے اس بات کا کوئی حق حاصل نہ تھا، ابن آدم نے مجھے گالی دی ہے، حالانکہ یہ بات اس کے شایان نہ تھی، اس کے تکذیب کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے بارے میں یہ گمان رکھتا ہے کہ میں اسے دوبارہ اس طرح پیدا کرنے پر قادر نہیں جس طرح وہ پہلے تھا اور گالی دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے، حالانکہ میں اس بات سے پاک ہوں کہ میری بیوی اور بچے ہوں۔''[1] یہ روایت صحیحین میں سے صرف صحیح بخاری میں ہے۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلٰی أَذًی يَّسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ لَهُ نِدًّا وَّيَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا، وَّهُوَ مَعَ ذٰلِكَ يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ ...... ] ''تکلیف دہ بات کو سن کر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر زیادہ صبر کرنے والا اور کوئی نہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے اور اس کی اولاد کے قائل ہیں اور وہ اس کے باوجود انھیں رزق دیتا اور عافیت سے نوازتا ہے......''[2]

**ہر چیز اللہ کی فرمانبردار ہے:** ﴿ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴾ ''سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔'' ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ قٰنِتُوْنَ ﴾ کے معنی ہیں نماز پڑھنے والے۔[3] عکرمہ اور ابو مالک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی عبودیت کا اقرار کرنے والے ہیں۔[4] سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ہر کوئی اس کے لیے اخلاص کا قائل ہے۔[5] ربیع بن

---

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ﴾ (البقرة 2:116)، حدیث:4482. [2] صحیح البخاري، الأدب، باب الصبر في الأذی، حدیث:6099 وصحیح مسلم، صفات المنافقین، باب في الکفار، حدیث: (50)- 2804 واللفظ له عن أبي موسی (عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ). [3] تفسیر ابن أبي حاتم:214/1. [4] تفسیر ابن أبي حاتم:214/1. [5] تفسیر ابن أبي حاتم:214/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن سب اس کے سامنے کھڑے ہونے والے ہیں۔[1] سدی کہتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اطاعت بجالانے والے ہیں۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ اس قدر فرمانبردار ہیں کہ وہ جب یہ فرمادے کہ انسان بن جاتو انسان بن جاتا ہے اور اگر یہ فرمادے کہ گدھا بن جاتو گدھا بن جاتا ہے۔[3] مجاہد ہی سے ایک دوسرا قول یہ ہے کہ سب اس کے اطاعت گزار ہیں کافر کی اطاعت یہ ہے کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا پسند نہیں کرتا مگر اس کا سایہ اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے۔[4]

مجاہد کے اس دوسرے قول کو ابن جریر نے بھی پسند کیا ہے کیونکہ یہ تمام اقوال کا جامع ہے اور وہ یہ کہ کائنات کی ایک ایک چیز شرعی یا قدری طور پر اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ (الرعد15:13) ''اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہیں اور ان کے سائے بھی صبح وشام (سجدے کرتے ہیں۔)''

**بدیع کے معنی:** اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا فرمایا ہے، یہ مجاہد اور سدی کا بیان ہے۔[5] اور از روئے لغت بھی اس کے یہی معنی ہیں۔اسی وجہ سے کسی نئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:[ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ] ''ہر نئی چیز بدعت ہے۔''[6]

**بدعت کی دو قسمیں ہیں:** (1) بدعت شرعیہ جیسا کہ یہ ارشاد نبوی ہے:[فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ][7] (2) بدعت لغویہ جیسا کہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نماز تراویح باجماعت اور باقاعدہ ادا کرنے کی خواہش کی تو فرمایا:[نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ] ''یہ نئی چیز بہت خوب ہے۔''[8]

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معنیٰ کلام یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو، وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، ساری کائنات اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے اور اس کی اطاعت گزار ہے، وہی کائنات کو ایجاد کرنے والا، پیدا کرنے والا اور اسے وجود بخشنے والا ہے، اس نے پہلے سے موجود کسی اصل اور مثال کے بغیر اس کائنات کو وجود بخشا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ مسیح علیہ السلام بھی اسی بات کی گواہی دیتے تھے جن کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے دیا ہے۔اور اس اللہ تعالیٰ ہی نے جس نے آسمانوں اور زمین کو کسی اصل اور کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی محض اپنی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہے۔[9] ابن جریر کی یہ بات بہت خوب اور ان کی یہ تعبیر بالکل صحیح ہے۔

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:214/1. [2] تفسیر الطبری:708/1. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:213/1. [4] تفسیر ابن أبی حاتم:213/1. [5] تفسیر ابن أبی حاتم:214/1. [6] سنن أبی داود، السنّة، باب فی لزوم السنة، حدیث:4607 عن العرباض بن ساریة رضی اللہ عنہ. [7] سنن أبی داود، السنّة، باب فی لزوم السنة، حدیث:4607. [8] صحیح البخاری، صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، حدیث:2010 اور یہاں:[نِعْمَ ......] ہے۔ و الموطأ للإمام مالك، الصلاة فی رمضان، باب ماجاء فی قیام رمضان:39/1، حدیث:255 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ. [9] تفسیر الطبری:709/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

اوران لوگوں نے کہا جوعلم نہیں رکھتے: اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح، ان کے قول سے ملتی جلتی بات

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿118﴾

ان لوگوں نے بھی کہی تھی جوان سے پہلے تھے، ان کے دل یکساں ہو گئے، تحقیق ہم نے یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں بیان کر دی ہیں ﴿118﴾

اور فرمانِ الٰہی: ﴿ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿117﴾ ﴾ ”جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کمال اور اپنی بادشاہت کی عظمت کو بیان فرما رہا ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے صرف ایک دفعہ یہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ ﴾ (یٰس 36:82) ”اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ○ ﴾ (القمر 54:50) ”اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک (کلمہ) ہی ہوتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہاں اس طرف بھی توجہ مبذول کروائی ہے کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کلمۂ کُنْ سے پیدا فرمایا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، وہ اسی طرح پیدا ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ ﴾ (آل عمران 3:59) ”بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے کہ اس نے (پہلے) اسے مٹی سے پیدا کیا، پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گیا۔“

## تفسیر آیت: 118

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رافع بن حُرَیملہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ وہ ہم سے کلام کرے حتیٰ کہ ہم اس کے کلام کو سن لیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ ﴾ ”اور جو لوگ (کچھ) نہیں جانتے وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟“[1] ابو العالیہ،[2] ربیع بن انس، قتادہ اور سدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ کفار عرب نے کہا تھا۔[3] ﴿ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ ﴾ ”اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے، وہ بھی انھی کی سی باتیں کیا کرتے تھے۔“ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔[4]

اس قول کی تائید کہ اس سے مراد مشرکین عرب ہیں، درج ذیل آیات کریمہ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:215/1. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:215/1. [3] تفسیر الطبری:715/1. [4] تفسیر الطبری:717/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ وَعَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴾ (الأنعام 124:6) ”اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ ایسی ہی چیز خود ہمیں دی جائے، جیسی رسولوں کو دی گئی، اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس کو سونپے، جو لوگ جرم کرتے ہیں ان کو اللہ کے ہاں جلد ہی ذلت ملے گی اور اس مکروفریب کی وجہ سے عذابِ شدید ہوگا جو وہ کرتے تھے۔“ اسی طرح ﴿ وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ﴾ تا ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴾ (بنی إسرآءیل 17:90-93) ”اور کہنے لگے کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دیں...... (اے نبی!) کہہ دیجیے: میرا پروردگار پاک ہے۔ میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔“

اور یہ فرمان بھی تائید کرتا ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا ﴾ (الفرقان 21:25) ”اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کیے گئے یا ہم آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھ لیں؟“ اور یہ قول بھی: ﴿ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴾ (المدّثّر 52:74) ”بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلے صحیفے آئیں۔“

اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جو مشرکین عرب کے کفر، سرکشی، عناد اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ محض کفر وعناد کی وجہ سے ایسے ایسے سوال کرتے تھے جن کی انھیں کوئی ضرورت نہ تھی جس طرح کہ یہود ونصارٰی اور دیگر کئی لوگوں نے بھی اپنے انبیائے کرام سے اسی طرح کے سوالات کیے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَن تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِن ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً ﴾ (النسآء 4:153) ”(اے نبی!) اہل کتاب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان پر ایک (لکھی ہوئی) کتاب آسمان سے اتار لائیں، چنانچہ یہ موسیٰ (علیہ السلام) سے اس سے بھی بڑی بڑی درخواستیں کر چکے ہیں (ان سے) کہتے تھے: ہمیں اللہ کو ظاہر (آنکھوں سے) دکھا دو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً ﴾ (البقرة 2:55) ”اور جب تم نے (موسیٰ سے) کہا: موسیٰ! جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔“

اور فرمانِ الٰہی: ﴿ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ ”ان لوگوں کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں۔“ یعنی مشرکین عرب کے اور ان سے پہلے کفر، عناد اور سرکشی کا مظاہرہ کرنے والوں کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝ أَتَوَاصَوْا بِهِ ﴾ (الذّٰریٰت 51:52,53) ”اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے، کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آئے ہیں؟“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ ”جو لوگ صاحب یقین ہیں ان کے (سمجھانے کے) لیے ہم نے نشانیاں بیان کر دی ہیں۔“ یعنی ہم نے رسولوں کی صداقت کی ایسی ایسی نشانیاں بیان کر دی ہیں کہ ان کی موجودگی میں کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾

بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور دوزخیوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں ہوگا ﴿۱۱۹﴾

اور سوال کی اسے ضرورت نہیں ہے جس کا رسولوں پر یقین ہو، ان کی تصدیق کرتا ہو اور ان کی اتباع کرتا ہو اور اسے خوب سمجھ لیا ہو جسے رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے ہوں لیکن جن کے دل اور کانوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہو، انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۙ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ۝ ﴾ (یونس 10:96,97) ”جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے۔“

## تفسیر آیت: 119

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾ ﴾ یعنی ہم آپ سے ان لوگوں کے انکار کے بارے میں پرسش نہیں کریں گے جنھوں نے آپ کا انکار کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 13:40) ”آپ کے ذمے تو صرف (ہمارے احکام) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“ نیز اللہ کا فرمان ہے: ﴿ فَذَكِّرۡ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ۝ؕ لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ۙ ﴾ (الغاشية 88:21,22) ”چنانچہ آپ نصیحت کرتے رہیں کہ آپ تو نصیحت کرنے والے ہی ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“ نیز فرمایا: ﴿ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ ۝ ﴾ (قٓ 50:45) ”یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں، پس جو ہماری وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔“

**رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حمیدہ تورات میں:** امام احمد رحمہ اللہ نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور عرض کی کہ مجھے یہ بتایئے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، تورات میں بھی آپ کے وہی اوصاف مذکور ہیں جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں کہ اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے، آپ اُمّی لوگوں کی جائے پناہ ہیں، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکّل رکھا ہے، آپ بدخو ہیں نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کو اپنے پاس نہیں بلائے گا جب تک کہ ٹیڑھی قوم کو آپ کی وجہ سے بالکل سیدھا اور درست نہیں فرما دے گا اور وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار نہ کرنے لگ جائیں، اس سے اللہ تعالیٰ ان کی اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردوں میں ملفوف دلوں کو کھول دے گا۔[1] اس روایت کو امام

[1] مسند أحمد: 174/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ

اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔ کہہ دیجیے: بے شک اللہ کی ہدایت ہی حقیقی

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

ہدایت ہے اور آپ کے پاس جو علم آ گیا اس کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ (کی پکڑ) سے (بچانے والا) نہ کوئی حمایتی ہو

نَصِيْرٍ ⑫⓪ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ

گا اور نہ کوئی مددگار ⑫⓪ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان لاتے

يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑫① ع 14/9/14

ہیں اور جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو وہی ہیں خسارہ پانے والے ⑫①

بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب البیوع اور کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے،① البتہ صحیح مسلم میں یہ حدیث نہیں ہے۔

## تفسیر آیات: 121,120

ابن جریر رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اے محمد (ﷺ)! یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہو سکتے، لہٰذا ان کی رضامندی اور تائید حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیں اور اللہ کی رضا کے طلب گار بن جائیں اور انھیں اُس حق کے قبول کرنے کی دعوت دیتے رہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے۔② اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ فرما دیجیے: اللہ تعالیٰ کی ہدایت (دین اسلام) ہی درحقیقت ہدایت ہے اور یہی وہ سیدھا، صحیح، کامل اور جامع دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ﴾ یہ درحقیقت بحث و مباحثے کا ایک انداز ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا ہے تاکہ اہل ضلالت کے مقابلے کے لیے اسے اختیار کریں۔③

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی پہنچی ہے کہ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے: [لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ] ”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتے ہوئے غالب رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتی کہ قیامت آ جائے۔“④

① صحیح البخاری، البیوع، باب کراهیة السخب فی السوق، حدیث: 2125 وفی التفسیر (48) سورة الفتح، باب: 8، ﴿إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾، حدیث: 4838 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ. ② تفسیر الطبری: 721/1. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 217/1. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 217/1 مزید دیکھیے صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق يقاتلون] وهم أهل العلم، حدیث: 7311 عن المغيرة بن شعبة رضی اللہ عنہ. وصحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لاتزال طائفة......]، حدیث: 1920 عن ثوبان رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ حدیث (بالفاظ دیگر) صحیح مسلم میں بھی بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما موجود ہے۔ ①

﴿ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ ﴾ ''اور اگر آپ اپنے پاس علم (وحی الٰہی) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلیں گے تو آپ کو اللہ (کے عذاب) سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔'' اس میں امت کے لیے بہت ہی شدید وعید ہے کہ قرآن وسنت کے علم کے بعد اس نے ہرگز ہرگز یہود ونصاریٰ کے طریقوں کی پیروی نہیں کرنی، والعیاذ باللہ، خطاب اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن درحقیقت یہ حکم آپ کی ساری امت کے لیے ہے۔

**تلاوتِ کتاب کا حق:** ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔'' عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔ ② عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ③ اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے ④ لیکن سعید نے قتادہ سے یہ روایت کیا ہے کہ ان سے مراد رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ⑤ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! حقِ تلاوت کے معنی یہ ہیں کہ کتاب الٰہی کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے، اسی طرح پڑھا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے، کلمات میں کوئی تحریف نہ کی جائے اور نہ اپنی طرف سے اس کی کوئی تاویل کی جائے۔ ⑥

سدی نے ابومالک کے حوالے سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی بیان کیا ہے کہ اس کتاب کو ایسا پڑھنے والے جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے، وہ لوگ ہیں جو اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے ہیں اور کتاب الٰہی میں اپنی طرف سے کوئی تحریف نہیں کرتے۔ ⑦ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب تلاوت کرتے ہوئے کسی آیتِ رحمت کے پاس سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا سوال کرتے ہیں اور جب کسی آیتِ عذاب کے پاس سے گزرتے ہیں تو عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے ہیں۔ ⑧ خود رسول اللہ ﷺ کے انداز تلاوت کے بارے میں بھی یہ مروی ہے کہ جب آپ کا آیتِ رحمت کے پاس سے گزر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب کی تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ ⑨

اور فرمانِ الٰہی: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ ﴾ یہ اس جملے: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ ﴾ کی خبر ہے، یعنی سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی امتوں میں سے جو بھی ان کتابوں پر ایمان لائے، جو ان انبیائے کرام پر نازل کی گئی تھیں

---

① صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ:[ لا تزال طائفة......]، حدیث: 1924. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 218/1. ③ تفسیر الطبری: 723/1. لیکن اس میں نصاریٰ کا ذکر نہیں ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 723/1. ⑤ تفسیر الطبری: 723/1. ⑥ تفسیر الطبری: 724/1. ⑦ تفسیر الطبری: 724/1. ⑧ تفسیر القرطبی: 95/2. ⑨ مسند أحمد: 382/5 و صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب استحباب تطویل القراءة......، حدیث: 772 عن حذیفة رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اس طرح عمل کرے جس طرح عمل کرنے کا حق ہے، تو اس کا گویا اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو میں نے اے محمد (ﷺ)! آپ پر نازل کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ﴾ (المآئدة 66:5) ''اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے تو (ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ) اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔''

اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (المآئدة 68:5) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! تم ہرگز اصل دین پر کاربند نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ تم تورات وانجیل اور اپنے رب کی طرف سے نازل کی گئی (دوسری) کتابوں کے احکام پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے لگو۔''

یعنی جب تم ان کو اس طرح قائم رکھو گے جس طرح قائم رکھنے کا حق ہے، ان کے ساتھ اس طرح ایمان لاؤ گے جس طرح ایمان لانے کا حق ہے اور ان کی ان باتوں کی تصدیق کرو گے جن میں حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نعت وصفت کا تذکرہ اور آپ کی اتباع اور تائید وحمایت کرنے کا حکم ہے تو یہ بات تمھیں حق کی طرف لے جائے گی اور دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی کا رستہ دکھائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ﴾ (الأعراف 157:7) ''(یعنی) وہ لوگ جو اس رسول کی، جو اُمّی نبی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 108,107:17) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (یہ فی نفسہ حق ہے) بلاشبہ جن لوگوں کو اس سے پہلے کتاب کا علم دیا گیا ہے، جب یہ (قرآن) ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔ بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو کر رہا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 54-52:28) ''جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی تھی وہی اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے (اور) بلاشبہ ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ وہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے رہے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾ (آل عمران 20:3) ''اور (اے نبی!) اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجیے: کیا تم بھی (اللہ کے فرماں بردار بنتے اور) اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿122﴾

اے بنی اسرائیل! تم میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور بیشک میں نے تمھیں سارے جہانوں پر فضیلت دی تھی ﴿122﴾ اور اس

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا

دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا اور نہ اس سے کوئی بدل قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کوئی سفارش نفع دے گی اور

شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿123﴾

نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی ﴿123﴾

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند کلمات کے ساتھ آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔ اللہ نے کہا: بے شک میں تجھے سب لوگوں کے لیے امام

وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿124﴾

بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے کہا: اور میری اولاد میں سے بھی، اللہ نے کہا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا ﴿124﴾

لاتے ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک ہدایت پالیں اور اگر (آپ کا کہا) نہ مانیں تو آپ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ (اپنے) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔''

اسی لیے تو یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○﴾ ''اور جو اس کو نہیں مانتے، وہ خسارہ پانے والے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ﴾ (هود 11:17) ''اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس کا منکر ہوا تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔''

اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ......] ، [ثُمَّ لَا يُؤْمِنُ بِي إِلَّا دَخَلَ النَّارَ] ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اس امت میں سے کوئی ایک (حتی کہ) یہودی یا عیسائی بھی میرے بارے میں سنے...... پھر وہ میرے ساتھ ایمان نہ لائے تو وہ جہنم رسید ہوگا۔''[1]

## تفسیر آیات: 123,122

اس طرح کی آیات اس سورت کے شروع میں بھی گزر چکی ہیں۔[2] اسے یہاں دوبارہ اس رسول نبی اُمّی ﷺ کی اتباع کی تاکید و ترغیب کے لیے لایا گیا ہے جن کی صفت، نعت، اسم پاک، شان اور جن کی امت کا تذکرہ یہ اپنی کتابوں میں بھی لکھا

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة......، حدیث: 153 عن أبي هریرة ﷺ. البتہ دوسرا حصہ یہاں اس طرح ہے: [......وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ]'' ...... اور اس پر ایمان نہیں لاتا جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے''۔ اور دوسرا حصہ السنن الکبرٰی للنسائي، التفسیر، سورة هود، باب: 184 قوله تعالى: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ ﴾: 363/6، حدیث: 11241 عن أبي موسٰی ﷺ. کے مطابق ہے۔ و سلسلة الأحادیث الصحیحة: 291/1، حدیث: 157 و 245/7، حدیث: 3093 و مسند أحمد: 396/4. [2] دیکھیے البقرة ، آیات: 47,48 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوا پاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ ان باتوں کو اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعامات فرمائے ہیں، انھیں نہ چھپائیں بلکہ ان تمام دینی و دنیوی نعمتوں کو یاد رکھیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ اعزاز عطا فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کو ان میں مبعوث فرما دیا ہے۔ اور یہ حسد آپ کی مخالفت، تکذیب اور آپ کی تائید و حمایت سے انحراف پر آمادہ نہ کرے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

**تفسیر آیت :124**

اللہ تعالیٰ اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شرف کو بیان فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا امام بنا دیا تھا تاکہ توحید میں آپ کی اقتدا کی جائے جب آپ نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اوامر و نواہی کو پورا فرما دیا تھا۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ ﴾ ''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا۔'' یعنی اے محمد (ﷺ)! ان مشرکوں اور اُن یہود و نصاریٰ کے سامنے جو اپنے آپ کو ملت ابراہیم کی طرف منسوب تو کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ اس ملت سے نہیں ہیں بلکہ ملت ابراہیمی پر تو آپ اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں، اس آزمائش کا ذکر کریں جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبتلا کیا اور انھیں بہت سے اوامر و نواہی کے بجالانے کا حکم دیا۔

﴿ فَاَتَمَّهُنَّ ﴾ تو وہ ان میں پورے اترے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام احکام کے مطابق عمل کر دکھایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴾ (النجم53:37) ''اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جنھوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔'' یعنی انھوں نے ان تمام احکام کے مطابق عمل پورا کر دکھایا جو ان کے لیے مشروع قرار دیے گئے تھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؕ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (النحل16:120-123) ''بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے، اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں سے ہوں گے، پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی اختیار کریں جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام6:161) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: مجھے میرے پروردگار نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے، (یعنی) صحیح اعلیٰ اقدار کے حامل دین کا، ایک رب کے پرستار ابراہیم کے طریق کا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمران 3:67،68)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ) کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ بے شک ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر (آخرالزماں) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ بِكَلِمٰتٍ ﴾ سے مراد شرعی احکام، یعنی اوامر و نواہی ہیں۔ کلمات سے کبھی قدری کلمات مراد ہوتے ہیں جیسا کہ مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ ﴾ (التحریم 12:66) ''اور وہ اپنے پروردگار کے کلمات اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرماں برداروں میں سے تھیں۔'' اور کبھی کلمات سے مراد شرعی کلمات ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ ﴾ (الأنعام 115:6) ''اور آپ کے پروردگار کے کلمات سچائی اور انصاف میں پورے ہیں۔''

کلماتِ شرعیہ یا تو کسی سچی خبر پر یا امر و نہی کی صورت میں کسی منصفانہ مطالبے پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس آیت کریمہ: ﴿ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ ﴾ میں بھی کلمات سے مراد شرعی کلمات ہیں۔ اور ﴿ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ ان میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ ﴾ ''میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اچھے اچھے کام سرانجام دیے، اللہ تعالیٰ نے جن احکام کا حکم دیا ان کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا اور جن باتوں سے منع فرمایا تو ان سے پورا پورا اجتناب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں لوگوں کے لیے پیشوا اور ایک قابل عمل نمونہ قرار دے دیا۔

**ان کلمات سے کیا مراد ہے؟** ان کلمات کی تعیین میں اختلاف ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی آزمائش فرمائی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں کئی روایات مروی ہیں۔ عبدالرزاق نے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ ان کلمات سے مراد مناسکِ حج ہیں۔[1] ابواسحاق نے بھی یہی روایت کیا ہے۔[2] جبکہ عبدالرزاق نے آپ سے ایک دوسری روایت یہ بھی بیان کی ہے کہ ان سے مراد احکام طہارت ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق سر سے اور پانچ کا تعلق باقی سارے جسم سے ہے، سر سے متعلق احکام یہ ہیں: (1) مونچھوں کا کاٹنا (2) کلی کرنا (3) ناک صاف کرنا (4) مسواک کرنا اور (5) سر میں مانگ نکالنا۔ اور جن احکام کا تعلق باقی سارے جسم سے ہے وہ یہ ہیں: (1) ناخن تراشنا (2) زیر ناف بال صاف کرنا (3) ختنہ کرنا (4) بغلوں کے بال نوچنا اور (5) بول و براز کے بعد پانی سے استنجا کرنا۔[3] ابن ابو حاتم نے سعید بن مسیّب، مجاہد، شعبی، نخعی، ابوصالح اور ابوجلد سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[4]

اس مفہوم کے قریب قریب ہی وہ روایت ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَ غَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ] ''دس باتیں فطرت سے ہیں: (1) مونچھوں کو کاٹنا (2) داڑھی

[1] تفسير الطبري:733/1. [2] تفسير الطبري:733/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم:219/1 وتفسير عبدالرزاق:289/1، رقم:116. [4] تفسير ابن أبي حاتم:219/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بڑھانا(3) مسواک کرنا(4) وضو کے دوران میں ناک میں پانی چڑھانا(5) ناخن تراشنا(6) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے پورے دھونا(7) بغلوں کے بال نوچنا(8) زیر ناف بال صاف کرنا(9) جسم پر پانی بہانا۔'' راوی کا بیان ہے کہ دسویں بات میں بھول گیا ہوں یہ شاید کلی کرنا تھی۔ وکیع کہتے ہیں کہ جسم پر پانی بہانے سے مراد استنجا کرنا ہے۔ ①

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ : اَلْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَتَقْلِیمُ الْأَظْفَارِ وَ نَتْفُ الْإِبْطِ وَ قَصُّ الشَّارِبِ ] ''امورِ فطرت پانچ ہیں: (1) ختنہ کرنا (2) زیر ناف بال صاف کرنا (3) ناخن تراشنا (4) بغل کے بال نوچنا اور (5) مونچھیں کاٹنا۔'' ② یہ الفاظ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ہیں۔

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کلمات جن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی اور وہ ان میں پورے اترے، ان سے مراد ہے اللہ کی خاطر اپنی قوم سے جدائی اختیار کرنا جب اللہ تعالیٰ نے ان سے جدائی اختیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ نمرود سے اللہ کی خاطر جھگڑا کرنا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی ایسا کام کرنے کا حکم دیا جس میں نمرود کی صریحًا مخالفت تھی، نمرودیوں نے آپ کو جب جلانے کے لیے آگ میں ڈالا تو بے خطر آتش نمرود میں کود جانا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وطن مالوف سے ہجرت کرنا، مہمانوں کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا اور اس سلسلے میں جانی و مالی صبر وایثار کا مظاہرہ کرنا، پھر اس سلسلے میں شاید سب سے بڑی ابتلا اور سب سے بڑی آزمائش تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو حکم دیا کہ اپنے لخت جگر کو قربان کر دو تو آپ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اپنے لخت جگر اور نور نظر کو قربان کرنے کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ جب آپ نے یہ سارے کام پورے کر دکھائے اور ان تمام آزمائشوں اور امتحانوں میں جان سپاری اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ (البقرۃ131:2) ''فرمانبردار بن جاؤ تو انھوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں۔'' خواہ اس میں لوگوں کو چھوڑنا پڑے اور ان کی کیسی ہی مخالفت کیوں نہ مول لینا پڑے۔ ③

**ظالموں سے اللہ کا عہد نہیں:** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عرض کی: ﴿ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ ﴾ ''(پروردگار!) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنا۔)'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ ﴾ ''میرا عہد ظالموں کے لیے نہیں ہوا کرتا۔'' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام بنا دیا تو انھوں نے عرض کی کہ ان کے بعد ان کی اولاد میں سے بھی امام بنیں تو اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ ان کی اولاد میں سے تو ظالم بھی ہوں گے اور ان سے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد و پیمان نہیں ہے اور نہ وہ امام بنیں گے اور نہ ان کی اقتدا ہی کی جائے گی۔ اس بات کی دلیل کہ ان کی یہ دعا قبول کر لی گئی تھی، سورۂ عنکبوت کی یہ آیت ہے: ﴿ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ ﴾ (العنکبوت27:29) ''اور ہم نے اس کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب مقرر کر دی۔''

① صحیح مسلم، الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، حدیث:261. ② صحیح البخاری، اللباس، باب قص الشارب، حدیث:5889 وصحیح مسلم، الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، حدیث:257 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم:220/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ

اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے بار بار لوٹ کر آنے کی اور امن کی جگہ بنایا اور (حکم دیا کہ) تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ

آپ کے بعد آنے والے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد ہی میں سے مبعوث فرمایا اور آپ کے بعد نازل ہونے والی ہر کتاب کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد ہی میں نازل فرمایا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ. اور ہاں، ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ آپ کی اولاد میں ظالم بھی ہوں گے جن سے امامت و پیشوائی کا یہ عہد و پیمان نہیں ہے، ظالم کو اللہ تعالیٰ آپ کی میراث عطا نہیں فرمائے گا، خواہ وہ آپ ہی کی اولاد میں سے کیوں نہ ہو۔ اسی طرح آپ کی اولاد میں سے محسن بھی ہوں گے جو آپ کی دعوت کے مشن کو سرانجام دیں گے اور انھیں وہ امامت و پیشوائی بھی حاصل ہوگی جس کے اپنی اولاد میں باقی رہنے کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ گو ظاہری طور پر ایک خبر پر مشتمل ہے اور وہ یہ کہ ظالم سے اللہ تعالیٰ کا یہ عہد و پیمان نہیں ہے کہ وہ اسے امامت عطا فرمائے گا لیکن اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو یہ بھی بتا دیا کہ آپ کی اولاد میں سے کچھ ظالم لوگ بھی ہوں گے۔ ① ابن خُوَیز مَنْدَاد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظالم شخص خلیفہ، حاکم، مفتی، شاہد اور راوی بننے کا اہل نہیں ہے۔ ②

## تفسیر آیت:125

**بیت اللہ کی فضیلت:** عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ''اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے بار بار لوٹ کر آنے کی جگہ بنا دیا۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اس گھر میں آئیں گے لیکن ان کا دل نہیں بھرے گا، چنانچہ وہ اپنے گھروں کو واپس جائیں گے تو وہ دوبارہ سہ بارہ آئیں گے۔ ③

ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انھوں نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ اس گھر کو ہم نے دشمن سے امن پانے کی جگہ بنا دیا ہے کہ اس میں ہتھیار کو نیچے رکھ دیا جائے گا۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگوں کو خانہ کعبہ کے گرد و پیش سے اچک لیا جاتا تھا مگر جو یہاں آ جاتے، وہ امن میں ہو جاتے اور انھیں کوئی کچھ نہیں کہتا تھا۔ ④ مجاہد، عطاء، سدی، قتادہ اور ربیع بن انس سے مروی ہے کہ جو اس میں داخل ہو جائے، وہ امن میں ہو جاتا ہے۔ ⑤

اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ بیت اللہ کے شرف اور اس کے ان شرعی اور قدری اوصاف کا ذکر فرما رہا ہے جن سے اس نے بیت اللہ کو نوازا ہے کہ اسے ﴿ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ ﴾ یعنی لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ بنا دیا، اسے ایک ایسا مقام بنا دیا کہ روحیں اس کے لیے اس قدر مشتاق اور بے قرار ہیں کہ وہ اس سے کبھی سیر ہو ہی نہیں سکتیں، خواہ ہر سال یہاں حاضری دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے بارے میں اپنے خلیل کی اس دعا کو بھی، جو انھوں نے کی تھی، شرفِ قبولیت سے نواز دیا

① تفسير الطبرى:740/1. ② تفسير القرطبى:109/2. ③ تفسير الطبرى:742/1. ④ الدر المنثور:222/1 و تفسير الطبرى:743/1 و تفسير ابن أبي حاتم:225/1/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:225/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھا، یعنی ﴿ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ ﴾ تا ﴿ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴾ (إبراهيم 14:37-40) ''چنانچہ تو بعض لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں۔'' تا ''اے پروردگار! میری دعا قبول فرما۔''

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور بیت اللہ کو اس قدر امن، چین اور سکون کا گہوارہ بنا دیا کہ جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہو جاتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا جرم کر کے کیوں نہ آیا ہو، بیت اللہ کو یہ اعزاز اس کے معمارِ اول حضرت خلیل الرحمٰن کے شرف کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔا ﴾ (الحج 22:26) ''اور (یاد کریں) جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کر دی (اور اسے حکم دیا) کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۚ فِيۡهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾ (آل عمران 3:96,97) ''بے شک پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے، بابرکت اور جہان کے لیے موجب ہدایت۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا اس نے امن پا لیا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم کی نشاندہی کی اور اس کے پاس نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:
﴿ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ ''جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنا لو۔''

**مقامِ ابراہیم:** سفیان ثوری نے سعید بن جبیر سے ﴿ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ پتھر اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت بنا دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت جب آپ کو پتھر پکڑا رہے تھے تو آپ اسی پتھر پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کو تعمیر فرما رہے تھے۔ اور اگر اس سے مراد وہ پتھر ہوتا جسے نہانے کے لیے آپ کے پاؤں کے نیچے رکھا گیا تھا جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں تو آپ کے دونوں پاؤں کے نشانات مختلف ہوتے۔[1] سدی نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ مقام سے مراد وہ پتھر ہے جسے حضرت اسماعیل کی بیوی نے حضرت ابراہیم کے پاؤں کے نیچے آپ کے نہانے کے لیے رکھا تھا۔[2] قرطبی نے اس قول کو بیان کرنے کے بعد ضعیف قرار دیا ہے۔[3] امام رازی نے بھی اپنی تفسیر میں حسن بصری، قتادہ اور ربیع بن انس سے یہی بیان کیا ہے۔[4]

ابن ابوحاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ ہمارے باپ کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا ہم اسے نماز کی جگہ نہ بنا لیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما دی:[5] ﴿ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے باب قوله: ﴿ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ میں لکھا ہے کہ مَثَابَةً ، يَثُوبُونَ

① تفسير ابن أبي حاتم: 226/1. ② تفسير الطبري: 747/1. ③ تفسير القرطبي: 113/2. ④ تفسير الرازي: 48/4.
⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 226/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے معنی لوٹنے کے ہیں۔

پھر آپ نے اس باب میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تین باتوں میں اپنے رب کی موافقت کی یا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت فرمائی: (1) میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اے کاش! آپ مقام ابراہیم کو نماز کے لیے کھڑے ہونے کی جگہ بنالیں تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾. (2) میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! نیک و بد ہر قسم کے لوگ آپ کے پاس آتے ہیں، اس لیے آپ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمادیا۔ اور (3) جب مجھے یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں سے خفا ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ تم یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنے سے باز آجاؤ گی یا پھر اللہ تعالیٰ تمھارے بدلے میں اپنے نبی کو تم سے بھی اچھی بیویاں عطا فرمائے گا حتی کہ جب امہات المؤمنین میں سے ایک سے میں نے یہ کہا تو انھوں نے جواب دیا: عمر! اپنی بیویوں کو وعظ کرنے کے لیے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کافی نہیں ہے کہ آپ نے انھیں وعظ شروع فرمادیا ہے؟ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ عَسَىٰ رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ﴾ (التحریم 66:5) ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے مسلمان، مومن، فرماں بردار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ دار، (پہلے) بیاہی اور کنواری عورتیں۔'' [1]

ابن جریر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا، طواف کے ابتدائی تین چکروں میں دُلکی چال چلے اور چار چکروں میں معمول کی چال، پھر مقام ابراہیم کی طرف چلے گئے اور اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کرلیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ [2] یہ اس طویل حدیث کا ایک حصہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ [3]

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے سات چکروں میں بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ [4]

یہ تمام روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ مقام سے مراد وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت کھڑے ہوئے

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب:9 ﴿ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ (البقرة 2:125)، حديث:4483 عن أنس رضي الله عنه. لیکن یہاں ﴿ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ کے نزول کا ذکر نہیں ہے جبکہ صحیح بخاری ہی کی ایک اور روایت میں نزول آیت کا ذکر ہے: الصلاة، باب ما جاء في القبلة......، حديث:402 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه، حديث: 2399 عن ابن عمر رضي الله عنهما مختصرًا. ② تفسير الطبري:747/1. ③ صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث: 1218. ④ صحيح البخاري، الحج، باب من صلّى ركعتي الطواف خلف المقام، حديث:1627.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے، جب دیوارِ کعبہ اونچی ہوگئی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام اس پتھر کو لائے تھے تاکہ آپ اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کے کام کو سرانجام دیں۔ حضرت اسماعیل پتھر پکڑاتے اور آپ اپنے دست مبارک سے مناسب جگہ پر رکھتے جاتے تاکہ دیواروں کو بلند کر سکیں جب ایک طرف کی دیوار مکمل ہو جاتی تو دوسری طرف کی دیوار شروع فرما دیتے اور اس طرح آپ پتھر پر کھڑے کعبہ کے گرد طواف بھی فرما رہے تھے۔ جب ایک دیوار سے فارغ ہو جاتے تو اس طرف کی دوسری دیوار کی طرف منتقل ہو جاتے تھے حتی کہ کعبے کی دیواریں مکمل ہوگئیں جیسا کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے تعمیر کعبہ کی تفصیل اس روایت کی روشنی میں آگے بیان کی جائے گی جو بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ①

اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشانات نمایاں تھے، یہ بات بہت مشہور تھی، زمانۂ جاہلیت میں عرب بھی اسے جانتے تھے، اسی لیے ابوطالب نے اپنے معروف قصیدۂ لامیہ میں کہا تھا:

وَمَوْطِئُ إِبْرَاهِيمَ فِي الصَّخْرِ رَطْبَةٌ عَلَى قَدَمَيْهِ حَافِيًا غَيْرَ نَاعِلِ

''اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان تازہ ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ برہنہ پا تھے پاؤں میں جوتے نہیں تھے۔''

مسلمانوں نے بھی اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات دیکھے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مقام کو دیکھا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی انگلیوں اور پاؤں کے تلووں کے نشانات تھے لیکن لوگوں کے ہاتھوں سے چھونے کی وجہ سے یہ نشانات مٹتے جا رہے ہیں۔ ②

زمانۂ قدیم میں مقام ابراہیم دیوار کعبہ کے ساتھ متصل تھا لیکن اب اس کی مستقل جگہ کعبے کے دروازے کی طرف حجر اسود کے پاس، دروازے سے جانے والے کے دائیں جانب ہے جو آج سب کو معلوم ہے۔ ③ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے اسے کعبے کی دیوار کے ساتھ رکھ دیا تھا یا عمارت ہی یہاں آ کر مکمل ہوئی، پھر اسے یہیں رکھ دیا گیا۔ اور شاید اسی وجہ سے۔ واللہ أعلم۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد یہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ مناسب یہی تھا کہ نماز مقام ابراہیم کے پاس اس جگہ ادا کی جائے جہاں آپ تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تھے۔

مقام ابراہیم کو دیوار کعبہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹایا تھا جو ان ائمۂ مہدیین اور خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں جن کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور آپ ان دو شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: [اِقْتَدُوا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَّ عُمَرَ] ''میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی اقتدا کرو۔'' ④

---

① دیکھیے البقرۃ، آیت: 127 کے ذیل میں عنوان: ''تعمیر کعبہ اور اس کی قبولیت کی دعا'' ② تفسیر القرطبی: 113/2 اور امام قرطبی نے کہا ہے کہ اس کو امام قشیری نے بیان کیا ہے۔ ③ اب اسی جگہ پر مقام ابراہیم کو شیشے سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے ستون میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اور مقام ابراہیم کو ہٹانے کے متعلق حوالے عنقریب آ رہے ہیں۔ ④ جامع الترمذی، المناقب، باب: [اقتدوا بالَّذَيْنِ من بعدی......]، حدیث: 3662 عن حذیفة رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ

اور ہم نے حکم دیا ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ تم دونوں میرا گھر پاک کرو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں

السُّجُوْدِ ﴿125﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ

کے لیے ﴿125﴾ اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس (جگہ) کو امن والا شہر بنا اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر

الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ

ایمان لائے، انھیں پھلوں سے رزق دے۔ اللہ نے کہا: اور جس نے کفر کیا، تو میں اسے تھوڑا سا فائدہ دوں گا پھر میں اسے آگ کے عذاب کی طرف

اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿126﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ

مجبور کر دوں گا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے ﴿126﴾ اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (اور دعا کر رہے

الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿127﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

تھے:) اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ نیکی) قبول کر لے، بے شک تو ہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿127﴾ اے ہمارے رب! اور ہم دونوں کو

مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ

اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت کو بھی اپنا فرمانبردار (بنا) اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہم پر توجہ فرما،

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿128﴾

بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿128﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا تھا، اس لیے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی آپ کی اس رائے سے اختلاف نہیں کیا تھا۔

عبدالرزاق نے عطاء اور دیگر مفسرین سے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم کو سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی نے منتقل کیا تھا۔[1] عبدالرزاق نے مجاہد سے بھی اسی طرح کی روایت بیان کی ہے کہ مقام ابراہیم کو سب سے پہلے اپنی موجودہ جگہ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منتقل کیا تھا۔[2] حافظ ابوبکر بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت اللہ ہی کے ساتھ متصل تھا، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ پیچھے ہٹا دیا تھا۔[3] اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے اور مذکورہ روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

**بقیہ تفسیر آیت :125 و 126-128**

**تطہیر بیت اللہ کا حکم:** حسن بصری ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ﴾ ”اور ہم نے حکم دیا ابراہیم اور

[1] المصنف لعبد الرزاق، المناسك، باب المقام: 48/5، حديث: 8955. [2] المصنف لعبدالرزاق، المناسك، باب المقام: 47/5، حديث: 8953. [3] الدر المنثور: 225/1 وعلل الحديث لابن أبي حاتم: 298/1 وفتح البارى: 169/8، حديث: 4483 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسماعیل کو۔" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسماعیل کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کو گندگی اور نجاست سے پاک رکھیں اور اس طرح کی کوئی چیز اسے لگنے نہ دیں۔ ① ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ اس آیت میں عہد سے کیا مراد ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: امر الٰہی۔ ② سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ ﴾ "کہ تم دونوں میرا گھر پاک کرو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے۔" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میرے گھر کو بتوں سے پاک رکھو۔ ③ اور مجاہد اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ اسے بتوں، لغو کاموں، جھوٹی باتوں اور نجاستوں سے پاک رکھنا۔ ④

اور فرمان الٰہی: ﴿ لِلطَّآىِٕفِيْنَ ﴾ بیت اللہ کا طواف کرنا مشہور و معروف چیز ہے۔ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ طائفین سے مراد باہر سے آنے والے اور عاکفین سے مراد یہاں کے مقیم لوگ ہیں۔ ⑤ قتادہ اور ربیع بن انس سے بھی عاکفین کی تفسیر میں یہی مروی ہے کہ اس سے مراد یہاں کے باشندے اور مقیم لوگ ہیں جیسا کہ سعید بن جبیر کا بھی یہی قول ہے۔ ⑥ ﴿ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝۱۲۵ ﴾ "اور رکوع و سجود کرنے والوں (کے لیے۔)" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے والا الرُّکَّعِ السُّجُود میں شامل ہے، عطاء اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ⑦

تطہیر مساجد کا حکم بھی اسی آیت کریمہ سے ماخوذ ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ ﴾ (النور 24:36) "(وہ قندیل) ان گھروں میں (ہے) جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کیے جائیں اور وہاں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے (اور) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہیں۔"

اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی یہ حکم ہے کہ مسجدوں کو پاک رکھا جائے، معطر کیا جائے اور انھیں گندگی اور نجاست وغیرہ سے محفوظ رکھا جائے۔ ⑧ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ] "مسجدیں اسی کام کے لیے ہیں جن کے لیے انھیں بنایا جاتا ہے۔" ⑨ میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

**حُرمت مكة المكرّمة:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ "اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں ان کو کھانے کے لیے میوے عطا فرما۔"

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 227/1 عن عباد بن منصور. ② تفسير الطبري: 748/1. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 227/1.
④ تفسير ابن أبي حاتم: 227/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 228/1. ⑥ تفسير ابن أبي حاتم: 228/1. ⑦ تفسير ابن أبي حاتم: 229/1. ⑧ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: [أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ] "نبیٔ اکرم ﷺ نے محلوں، گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ انھیں صاف ستھرا رکھا جائے اور خوشبودار بنایا جائے۔" (سنن أبي داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد......، حديث: 455 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ما ذكر في تطييب المساجد، حديث: 594). ⑨ صحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن نشد الضالة......، حديث: 569 عن بُرَيْدَةَ رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام ابوجعفر ابن جریر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ بَيْتَ اللّٰهِ وَ أَمَّنَهُ ، وَ إِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا ، لَا يُصَادُ صَيْدُهَا ، وَ لَا تُقْطَعُ عِضَاهُهَا ] ''حضرت ابراہیم نے بیت اللہ کو حرم اور امن والا قرار دیا تھا اور میں مدینہ اور اس کے دونوں کناروں کے مابین کے علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں، لہٰذا اس کے شکار کو نہ مارا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے۔''[1] اسے امام نسائی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] نیز امام مسلم نے بھی اسے بیان کیا ہے۔[3]

کچھ دوسری احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو آسمان و زمین کے پیدا فرمانے سے بھی پہلے حرم قرار دے دیا تھا جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا تھا:

[إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَ إِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَ لَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا ، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا]

''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دے دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک یہ شہر حرمت والا ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں جنگ و قتال حلال نہ تھا اور میرے لیے بھی ایک دن کے کچھ حصے میں اسے حلال قرار دیا گیا اور اب اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے یہ روز قیامت تک حرمت والا ہے، لہٰذا اس کے کانٹے کو نہ کاٹا جائے، اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے، اس کے لُقطہ (گری پڑی چیز) کو صرف وہی شخص اٹھائے جو لُقطہ کو روشناس کرائے، اسی طرح اس کی گھاس کو بھی نہ کاٹا جائے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اِذْخِر نامی گھاس کے کاٹنے کی اجازت دے دیجیے کیونکہ یہ گھروں میں اور لوہاروں کی بھٹیوں میں استعمال ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا: [إِلَّا الْإِذْخِرَ] ''ہاں، اذخر نامی گھاس مستثنیٰ ہے۔''[4] یہ الفاظ صحیح مسلم کی روایت کے ہیں جبکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس سے ملتی جلتی حدیث مروی ہے۔[5] پھر صحیح بخاری میں حضرت صَفِیّہ بنت شَیْبَہ سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔[6]

ابوشریح عدوی سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید[7] سے اس وقت کہا جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا: اے

---

① تفسیر الطبری:754/1. ② السنن الکبرٰی للنسائی، الحج، باب ثواب من صبر علی جهد المدینة وشدتها: 487/2، حدیث:4284، اور یہاں یُصَادُ کے بجائے یُصْطَادُ ہے۔ ③ صحیح مسلم، الحج، باب فضل المدینة و دعاء النبی ﷺ بالبرکة، حدیث:1362 مختصرًا. ④ صحیح البخاری، الجزیة والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر، حدیث:3189 و صحیح مسلم، الحج، باب تحریم مکة و تحریم صیدها......، حدیث:1353. ⑤ صحیح البخاری، الدیات، باب من قتل له قتیل وهو بخیر النظرین، حدیث:6880 و صحیح مسلم، الحج، باب تحریم مکة و تحریم صیدها......، حدیث:1355. ⑥ صحیح البخاری، الجنائز، باب الإذخر والحشیش فی القبر، حدیث:1349. ⑦ یہ یزید کی طرف سے مدینہ کے والی تھے۔ اور یہ لشکر کشی ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امیر! مجھے اجازت دیجیے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد بیان کروں جسے آپ نے فتح مکہ کے دن صبح کے وقت فرمایا تھا اور اسے خود میرے کانوں نے سنا، میرے دل نے یاد رکھا اور جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا میری آنکھوں نے آپ کا دیدار کیا تھا، آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

[إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَ لَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا ، وَّلَا يَعْضُدَبِهَا شَجَرَةً ، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا لَهٗ: إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهٖ وَلَمْ يَأْذَنْ لَّكُمْ ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ، وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ]

''مکہ کو لوگوں نے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے، کسی بھی ایسے شخص کے لیے جس کا اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اور روز آخرت پر ایمان ہو یہ حلال نہیں کہ وہ یہاں خون بہائے یا یہاں کے کسی درخت کو کاٹے، اگر کوئی شخص رسول اللہ کے جہاد و قتال سے استدلال کرے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت عطا فرمائی تھی جبکہ تمھیں اس کی اجازت نہیں بخشی اور میرے لیے بھی صرف آج کے دن کچھ وقت کے لیے یہاں جہاد حلال قرار دیا گیا ہے اور آج پھر حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل تھی۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔''

ابوشریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے یہ فرمان نبوی سن کر تمھیں کیا جواب دیا؟ انھوں نے کہا: انھوں نے مجھے یہ جواب دیا: ابوشریح! ان باتوں کا مجھے آپ سے زیادہ علم ہے، میں جانتا ہوں کہ حرم کسی نافرمان کو، کسی قاتل کو اور کسی تخریب کار کو پناہ نہیں دیتا۔[1] اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے مگر یہ الفاظ صحیح مسلم کی روایت کے ہیں۔

ان احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اسی دن حرم قرار دے دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشا اور ان احادیث میں کوئی تضاد نہیں ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے بارے میں لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرم قرار دے رکھا ہے۔ اور شہر مکہ حضرت ابراہیم کی تعمیر سے قبل بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حرم رہا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [إِنِّي عِنْدَاللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ عليه السلام لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهٖ...... ] ''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی تک گوندھا ہوا تھا......''[2]

لیکن اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ ''اے پروردگار! ان (لوگوں) میں انھی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما'' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا، حالانکہ اس پیغمبر

---

[1] صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم، حديث: 1832 و صحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة وتحريم صيدها......، حديث: 1354. [2] ماخوذ از مسند أحمد: 127/4 (الموسوعة الحديثية: 379/28) عن عرباض بن سارية رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی بعثت تو اللہ تعالیٰ کے سابقہ علم کے مطابق یہاں مقدر تھی۔

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اپنے آغاز کے بارے میں کچھ فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: [ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ، وَبُشْرٰی عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ، وَرَأَتْ أُمِّي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ ] ''میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں اور میری ماں نے یہ خواب دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔''[1]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے آغاز کے بارے میں تھا جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔[2] إن شاء اللّٰہ.

**مکہ کے امن اور رزق کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے مکہ کے لیے یہ دعا بھی کی: ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ ''اے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہر بنا۔'' یعنی یہاں امن ہی امن ہو اور کوئی خوف نہ ہو جو یہاں کے رہنے والوں کے دامن گیر ہو، اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے مکہ کو شرعًا اور قدرًا امن، چین اور سکون کا گہوارہ بنا دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾ (آل عمران 3:97) ''جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پالیا۔'' اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾ (العنکبوت 29:67) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ ان کے گرد ونواح سے اچک لیے جاتے ہیں۔'' علاوہ ازیں اور بھی کئی آیات میں یہ بات بیان کی گئی ہے، نیز مکہ میں جنگ وقتال کی حرمت کے بارے میں احادیث بھی قبل ازیں بیان کی جا چکی ہیں۔[3]

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ ] ''کسی کے لیے مکہ میں ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے۔''[4]

اور اس سورت میں فرمایا ہے: ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ یعنی اس جگہ کو پرامن شہر بنا دے اور یہ دعا بہت مناسب تھی کیونکہ یہ تعمیر کعبہ سے قبل تھی (اور اس وقت بالکل غیر آباد وادی تھی۔) اور سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾ (إبراھیم 14:35) ''اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار! اس شہر کو (لوگوں کے لیے) امن کی جگہ بنا دے۔'' اور یہاں اس موقع پر یہی دعا مناسب تھی کیونکہ یہ دعا تعمیر کعبہ اور اہل وعیال کے رہائش پذیر ہونے حتی کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے بھی بعد کی ہے جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تیرہ برس چھوٹے تھے، اسی لیے تو اس

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: 175/8، حديث: 7729 عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ. و مسند أحمد: 262/5 و سلسلة الأحاديث الصحيحة: 59/4، حديث: 1546,1545. [2] دیکھیے البقرة، آیت: 129 کے ذیل میں۔ [3] دیکھیے اسی آیت کے ذیل میں عنوان: ''حرمت مکۃ المکرّمۃ'' کا ابتدائی حصہ۔ [4] صحيح مسلم، الحج، باب النهي عن حمل السلاح بمكة من غير حاجة، حديث: 1356.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دعا کے آخر میں یہ بھی فرمایا: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ وَهَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ○ ﴾ (إبراهيم 14: 39) ''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بخشے۔ بے شک میرا پروردگار دعا سننے والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ ارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۲۶﴾ ﴾ ۔ ابن جریر نے اُبی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۲۶﴾ ﴾ ''جو کافر ہوگا میں اس کو بھی کسی قدر فائدہ دوں گا (مگر) پھر اس کو دوزخ کے (عذاب بھگتنے کے) لیے ناچار کردوں گا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔'' یہ قولِ باری تعالیٰ ہے۔[1] مجاہد اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] ابن ابو حاتم نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس دعا کو صرف مومنوں تک محدود رکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق تو میں کافروں کو بھی اسی طرح دوں گا جس طرح مومنوں کو دوں گا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں لوگوں کو پیدا تو کروں مگر انھیں رزق نہ دوں؟ میں کافروں کو بھی دنیا میں کسی قدر متمتع تو کروں گا مگر پھر انھیں عذاب بھگتنے کے لیے جہنم رسید کردوں گا جو بدترین ٹھکانا ہے۔[3] پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے درج ذیل آیت کریمہ پڑھی: ﴿ کُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّکَ ؕ وَ مَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحۡظُوۡرًا ○ ﴾ (بنی إسرآءیل 17: 20) ''ہم اِن کو اور اُن سب کو آپ کے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں۔'' اسے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔[4] عکرمہ اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5]

یہ آیت اسی طرح ہے جیسے حسب ذیل آیات ہیں: ﴿ قُلۡ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ؕ○ مَتَاعٌ فِی الدُّنۡیَا ثُمَّ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ نُذِیۡقُهُمُ الۡعَذَابَ الشَّدِیۡدَ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ ○ ﴾ (یونس 10: 69,70) ''بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے۔ (ان کے لیے جو) فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم ان کو عذاب شدید (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ وہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔'' ﴿ وَ مَنۡ کَفَرَ فَلَا یَحۡزُنۡکَ کُفۡرُهٗ ؕ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ فَنُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ○ نُمَتِّعُهُمۡ قَلِیۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیۡظٍ ○ ﴾ (لقمٰن 31: 23,24) ''اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غم ناک نہ کردے، ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم ان کو جتا دیں گے، بے شک اللہ دلوں کی باتوں سے واقف ہے۔ ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔''

اسی طرح: ﴿ وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّکۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُیُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیۡهَا

[1] تفسير الطبرى: 757/1 ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ قول دراصل اُن کے قول کی تردید ہے جو کہتے ہیں: ﴿ قَالَ وَ مَنۡ کَفَرَ ﴾ میں قائل ابراہیم علیہ السلام ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں اور ﴿ فَاُمَتِّعُهٗ ﴾ اور ﴿ اَضۡطَرُّهٗۤ ﴾ کو متکلم کے بجائے امر (دعا) کا صیغہ بناتے ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔ [2] تفسير ابن أبي حاتم: 229/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 230/1. [4] الدر المنثور: 233/1. [5] تفسير الطبرى: 757/1 و تفسير ابن أبي حاتم: 231/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ وَ زُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ (الزُخرُف 43:33-35) ''اور اگر یہ (خیال) نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت (کافر) ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے۔ اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے۔ اور سونے کے بنا دیتے، اور یہ سب دنیا کی زندگانی کا تھوڑا سا سامان ہے۔ اور آخرت آپ کے پروردگار کے ہاں پرہیز گاروں کے لیے ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں انسان کو تھوڑی مدت تک فائدہ پہنچانے کے بعد بالآخر اسے جہنم رسید کردوں گا جو بدترین ٹھکانا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ انھیں تھوڑی مدت تک دنیا میں مہلت دینے کے بعد پھر اپنی سخت گرفت میں لے لیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (الحج 22:48) ''اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تھیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

صحیحین میں حدیث ہے: [ مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلٰى أَذًى يَّسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ لَهُ نِدًّا وَّ يَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا وَّهُوَ مَعَ ذٰلِكَ يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ ] ''تکلیف دہ بات کو سن کر اللہ سے بڑھ کر صبر کرنے والا اور کوئی نہیں ہے کہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے اور اس کا بیٹا بناتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ انھیں رزق عطا کرتا اور عافیت سے نوازتا ہے۔''[1]

صحیح بخاری ہی میں ایک اور حدیث ہے: [ إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ ﴾ ] (ھود 11:102) ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''اور آپ کا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔''[2]

**تعمیر کعبہ اور اس کی قبولیت کی دعا:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ ''اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کیے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ بے شک تو ہی خوب سننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔ اے پروردگار! ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا۔ اور (پروردگار!) ہمیں ہمارے

[1] صحیح البخاری، الأدب، باب الصبر فی الأذی، حدیث:6099 و صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب فی الکفار، حدیث:(50)-2804 واللفظ لہ عن أبی موسی رضی اللہ عنہ. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ ﴾ (ھود 11:102) ، حدیث:4686 و صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث:2583 عن أبی موسی رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔''

اس آیت میں ﴿ اَلْقَوَاعِدَ ﴾ کا لفظ قَاعِدَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی ستون اور بنیاد کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اپنی قوم کے سامنے اس واقعے کو بیان کیجیے جب حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام تعمیر کعبہ کے وقت اس کی بنیادوں کو استوار کر رہے تھے تو ساتھ ساتھ یہ دعا بھی فرما رہے تھے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ .

قرطبی وغیرہ نے حضرت اُبیؓ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کریمہ کی اس طرح قراءت کیا کرتے تھے: [وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ وَيَقُولَانِ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ][1] (وَيَقُولَانِ کے اضافے کے ساتھ۔) اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے بعد الفاظ یہ ہیں: ﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ﴾ ''اے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا۔'' وہ دونوں یہ عملِ صالح سرانجام دے رہے تھے مگر ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے نوازے۔

ابن ابو حاتم نے وُہیب بن وَرد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ﴾ ''اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (اور دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب! تو ہم سے یہ قبول کر لے۔'' اور رو پڑے اور کہنے لگے: اے خلیل الرحمٰن! آپ تو بیت الرحمٰن کی بنیادیں استوار فرما رہے ہیں پھر بھی ڈر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عمل کو قبول نہیں فرمائے گا!![2]

یہ ایسے ہی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے خالص مومنوں کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا ﴾ (المؤمنون 23:60) ''اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں۔'' یعنی مومن جو بھی صدقات، خیرات اور قربانیاں کرتے ہیں اس کے باوجود بھی ﴿ وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ ﴾ ''ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں۔'' کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قبول ہی نہ ہوں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو اپنی جگہ پر آگے آئے گا۔[3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عورتوں نے کمر کے پٹکے کا سب سے پہلے استعمال اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے سیکھا تھا۔ اور انھوں نے اسے اس لیے استعمال کیا تھا تاکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے اپنے قدموں کے نشانات کو اوجھل رکھ سکیں۔[4] اور بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام انھیں اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو جبکہ وہ ابھی شیر خوار ہی تھے،

---

[1] تفسير القرطبي:126/2. [2] تفسير ابن أبي حاتم:233/1. [3] دیکھیے المؤمنون، آیت:60 کے ذیل میں۔ [4] اس کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ان کے ہاں اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو یہ چیز حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لیے (بوجہ سوکناپہ) باعث غم ہوئی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے وہاں سے چلے جانے کا پروگرام بنالیا اور کمر پر پٹکا باندھ لیا تاکہ وہ تیز رفتاری اختیار کر سکیں اور اپنا دامن لٹکا لیا تاکہ اس کے ذریعے سے قدموں کے نشان مٹتے جائیں اور حضرت سارہ کے لیے تعاقب کی گنجائش نہ رہے۔ دیکھیے فتح الباري:451/6، حدیث:3364 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے ساتھ لے آئے اور انھیں بیت اللہ کے پاس دَوحہ کے قریب، زمزم کے اوپر مسجد کی بالائی جانب بٹھا دیا جبکہ مکہ میں ان دنوں کوئی نہ تھا، مکہ میں ان دنوں پانی بھی نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھ دیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پلٹ کر جانے لگے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بھی آپ کے پیچھے ہولیں اور کہنے لگیں: ابراہیم! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں جس میں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئی بار یہ الفاظ کہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے، پھر انھوں نے کہا: کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، تو انھوں نے کہا کہ پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، پھر وہ واپس آ گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے حتی کہ آپ جب گھاٹی کے پاس پہنچ گئے جہاں سے وہ انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام قبلہ رو ہوئے اور انھوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں کیں: ﴿ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (إبراھیم 14:37) ''اے پروردگار! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار! تاکہ یہ نماز پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو ہر قسم کے پھلوں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے انھیں دودھ پلانا شروع کر دیا اور خود اس پانی کو پیتی تھیں حتی کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو انھیں بھی پیاس لگ گئی اور ان کے بچے کو بھی، انھوں نے دیکھا کہ پیاس کی شدت سے بچہ مضطرب ہو رہا ہے تو ان سے بچے کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور وہاں سے چل پڑیں حتی کہ قریبی پہاڑ صفا پر دوڑ کر چڑھ گئیں اور وادی میں ادھر ادھر دیکھنے لگیں تاکہ کسی کو دیکھ سکیں لیکن انھیں کوئی بھی نظر نہ آیا تو صفا سے نیچے اتریں اور وادی میں پہنچ گئیں اپنی چادر کے کونے کو اٹھایا اور مقدور بھر دوڑ کر وادی سے نکل گئیں، پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا، انھوں نے سات بار اسی طرح کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا ] ''اسی وجہ سے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔''[1]

اسی طرح دوڑتے دوڑتے جب وہ مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی اور اپنے آپ سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ، انھوں نے آواز پر کان لگائے تو پھر بھی آواز سنی اور کہا کہ تم نے آواز تو سنا دی اگر تمھارے پاس کچھ ہے تو مدد کرو تو انھوں نے دیکھا کہ زمزم کی جگہ پر ایک فرشتہ ہے جس نے اپنی ایڑی یا پر کو مارا تو پانی نکل آیا تو ام اسماعیل نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کے ارد گرد منڈیر سی بنانی شروع کر دی اور مشکیزے کو پانی سے بھرنا شروع کر دیا۔ مشکیزہ بھر جانے کے بعد بھی پانی بڑے جوش سے پھوٹ

[1] صحیح بخاری میں [فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا] ہے جبکہ مذکورہ بالا الفاظ مصنف عبدالرزاق کی روایت کے مطابق ہیں، دیکھیے المناسك، باب بنيان الكعبة:5/106، حديث:9107.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ ـ أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ ـ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِينًا]

''اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں یا آپ نے یہ فرمایا کہ اگر پانی سے مشکیزے کو نہ بھرتیں تو زمزم ایک رواں چشمے کی صورت اختیار کر جاتا۔'' آپ نے فرمایا کہ پھر انھوں نے خود بھی اس کو پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا اور فرشتے نے ان سے کہا کہ کسی قسم کے نقصان سے نہ ڈرو، یہاں تو اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے اس گھر والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور اس وقت بیت اللہ ٹیلے کی طرح زمین سے مرتفع تھا سیلاب آتے تو اس کے دائیں بائیں طرف سے نکل جاتے تھے۔

انھی حالات میں کَدَاء کے راستے سے آتے ہوئے یہاں سے قبیلہ جُرہم کے ایک قافلے کا گزر ہوا جو مکہ کے زیریں علاقے میں فروکش ہوگیا۔ انھوں نے ایک پرندے کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ پرندہ تو پانی پر چکر لگا رہا ہے، حالانکہ ہم اس وادی سے خوب واقف ہیں کہ یہاں پانی نہیں ہے، انھوں نے صورت حال معلوم کرنے کے لیے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا تو انھوں نے دیکھا کہ یہاں تو پانی موجود ہے، انھوں نے واپس جا کر جب قافلے والوں کو اس کی خبر دی تو وہ سب لوگ یہاں آ گئے، اس وقت ام اسماعیل پانی کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں، انھوں نے کہا: کیا آپ اجازت دیں گی کہ ہم بھی آپ کے پاس فروکش ہو جائیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! لیکن پانی پر تمھارا قبضہ نہیں ہوگا، انھوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَأَلْفٰى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْأُنْسَ] ''چنانچہ قبیلۂ جرہم نے ام اسماعیل کو الفت پسند پایا۔'' پھر یہ لوگ یہاں آباد ہو گئے تو انھوں نے خاندان کے باقی افراد کو بھی یہاں بلا لیا حتی کہ یہاں ان کے کئی گھر آباد ہو گئے۔ حضرت اسماعیل جوان ہوئے تو آپ نے ان سے عربی زبان سیکھی، جوانی کے عالم میں آپ انھیں نہایت اچھے لگتے تھے حتی کہ انھوں نے اپنے خاندان کی ایک عورت سے شادی بھی کر دی، پھر کچھ عرصے بعد حضرت اسماعیل کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے اہل وعیال کو دیکھنے آئے تو اس وقت حضرت اسماعیل گھر پر نہ تھے، ان کی بیوی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہمارے لیے شکار وغیرہ لانے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تمھاری گزر بسر کیسے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بہت برا حال ہے، ہم نہایت تنگی ترشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، الغرض کہ اس نے شکوہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تیرا شوہر گھر آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دے دینا کہ وہ اپنے دروازے کی دہلیز کو بدل دے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب گھر آئے تو انھوں نے گھر کے ماحول کو کچھ خوش گوار سا پایا اور فرمایا: کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا: جی ہاں! ایک بوڑھا آیا تھا جس کا اس طرح کا حلیہ تھا اور اس نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتا دیا، پھر اس نے یہ بھی پوچھا کہ ہماری گزر بسر کیسے ہے؟ تو میں نے اسے بتایا کہ ہم نہایت تنگی ترشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: کیا انھوں نے کوئی پیغام بھی دیا؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپ کو سلام کہتے تھے اور یہ پیغام دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو بدل دیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو میرے ابا جان تھے اور آپ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کر لوں، لہٰذا جاؤ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے طلاق دے دی، پھر اسی خاندان کی ایک دوسری خاتون سے شادی کر لی۔

کچھ عرصے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر ملاقات کے لیے تشریف لائے تو پھر بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی، اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے آپ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ہمارے لیے شکار کرنے گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا: تمھارا کیا حال ہے؟ گزر بسر کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم خیر و عافیت سے ہیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا: تم کیا کھاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: گوشت، فرمایا: کیا پیتے ہو؟ اس نے جواب دیا: پانی، آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

نبی ﷺ نے فرمایا: [وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ، وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ ، قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ] ''ان دنوں ان کے پاس دانے نہیں تھے ورنہ آپ دانوں میں برکت کی دعا بھی فرماتے، نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے کہ یہاں صرف گوشت اور پانی پر گزارہ ہو جاتا ہے ورنہ مکہ کے علاوہ کوئی اور جگہ ایسی نہیں جہاں صرف ان دونوں چیزوں پر گزارہ ہو سکے۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمھارا شوہر واپس آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو باقی رہنے دو۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر آئے تو انھوں نے بیوی سے پوچھا: کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! ایک نہایت خوبصورت شکل وصورت کے بزرگ تشریف لائے تھے اور انھوں نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے انھیں بتا دیا تھا، پھر انھوں نے مجھ سے گزر بسر کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: کوئی پیغام تو نہیں دے گئے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور پیغام یہ دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو باقی رکھنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: یہ تو میرے ابا جان تھے اور دہلیز سے مراد تو ہے، آپ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے اپنے پاس ہی رکھوں۔

کچھ عرصہ گزرا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ملاقات کے لیے پھر تشریف لائے تو اس وقت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب، بڑے درخت کے نیچے اپنے تیر درست کر رہے تھے، انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں نے پیار محبت کا اس طرح مظاہرہ کیا جس طرح باپ اور بیٹا آپس میں کرتے ہیں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے: اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کیجیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: کیا آپ بھی تعاون کریں گے؟ حضرت اسماعیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کُوثیٰ بابل کے شمال مشرق میں تقریباً پچیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کُوثیٰ میں پیدا ہوئے اور وہیں انھیں آگ میں ڈالا گیا، چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ قادسیہ اور بابل کی فتح کے بعد کُوثیٰ گئے اور وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور یہ آیت پڑھی: ﴿ تلك الایام نداولها ...... ﴾ (معجم البلدان: 4/487، 488) حضرت ابراہیم علیہ السلام کُوثیٰ سے ہجرت کر کے اُور، بابل اور حران سے ہوتے ہوئے فلسطین پہنچے۔ ان کی وفات الخلیل میں ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علیہ السلام نے جواب دیا: میں بھی ضرور تعاون کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بلند ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں، چنانچہ دونوں نے مل کر اللہ تعالیٰ کے گھر کی بنیادوں کو استوار کر دیا حضرت اسماعیل پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم گھر بناتے تھے حتی کہ جب عمارت بلند ہوگئی تو حضرت اسماعیل نے یہ پتھر لا کر رکھ دیا اور حضرت ابراہیم اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام کرنے لگے حضرت اسماعیل بدستور پتھر پکڑاتے جاتے تھے اور وہ دونوں ساتھ ساتھ بیک زبان یہ بھی کہہ رہے تھے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ ''اے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔''

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل بیت اللہ کو تعمیر کرتے وقت بھی اس کے اردگرد گھوم رہے تھے اور زبان سے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [1]

**رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سال پہلے قریش کا کعبے کو دوبارہ تعمیر کرنا:** کعبے کی اس تعمیر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے بھی پتھر اٹھائے، اس وقت آپ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔ محمد بن اسحاق بن یسار نے ''سیرت ابن ہشام'' میں بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک کا پینتیسواں سال تھا تو قریش نے تعمیر کعبہ کا فیصلہ کیا، قریش بیت اللہ کی دیواروں پر چھت ڈالنا چاہتے تھے لیکن وہ پہلی عمارت کو منہدم کرنے سے بھی ڈرتے تھے اس سے پہلے عمارت کی شکل یہ تھی کہ انسانی قامت کے برابر دیواریں تھیں جن پر بڑے بڑے پتھر اوپر تلے رکھے ہوئے تھے۔

قریش چاہتے تھے کہ دیواروں کو اونچا بھی کر دیں، پھر ان کے اوپر چھت بھی ڈال دیں کیونکہ کچھ لوگوں نے کعبے کے خزانے کو چرا لیا تھا جو کہ جوف کعبہ کے کنویں میں تھا جس شخص سے یہ خزانہ برآمد ہوا اس کا نام دُوَیک تھا جو بنی مُلَیح بن عمرو کا مولیٰ تھا جو کہ خاندان خُزاعہ سے تھا، قریش نے اس شخص کے ہاتھ کو کاٹ دیا تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے خود دُوَیک نے یہ خزانہ نہیں چرایا تھا بلکہ چوروں نے اسے دویک کے پاس رکھ دیا تھا۔ قریش نے کعبے کی تعمیر نو کا جو فیصلہ کیا، اسے چند اتفاقات سے مزید تقویت نصیب ہوئی، ایک تو یہ کہ انھی دنوں ایک رومی تاجر کا جہاز جو جُدّہ کے پاس سے گزر رہا تھا، سمندر میں زبردست طغیانی کے باعث خشکی پر چڑھ آیا اور ٹوٹ گیا، مکہ والوں کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو انھوں نے جہاز کی لکڑی خرید لی اور اسے چھت کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ مکہ میں رہنے والے ایک قِبطی نجار نے اس لکڑی کو چھت میں استعمال ہونے کے قابل بنا لیا۔

ایک نیک فال یہ پیش آئی کہ کعبے کے تمام چڑھاوے اور نذریں لوگ حفاظت کے لیے کعبے کے جس کنویں میں ڈال دیا کرتے تھے، اس میں ایک بہت بڑا سانپ تھا، لوگ اس سے بہت دہشت زدہ تھے جب بھی کوئی اس کے قریب جاتا تو وہ بلند ہو ہو جاتا، منہ کھول لیتا اور آوازیں نکالنے لگ جاتا۔ ایک دن وہ اژدہا کعبے کی دیوار پر دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴾، حديث: 3364 والمصنف لعبدالرزاق، المناسك، باب بنيان الكعبة: 105/5، حديث: 9107 ومسند أحمد: 347/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک پرندہ بھیجا جو اسے اٹھا کر لے گیا، یہ منظر دیکھ کر قریشی پکار اٹھے: ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام سے راضی ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا ہے، ہمارے پاس ایک معمار دوست ہے، لکڑی بھی مہیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سانپ سے بھی بچا لیا ہے۔

بہر حال جب تمام رؤسائے قریش کعبے کے انہدام اور تعمیر نو پر متفق ہو گئے تو ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم نے کعبے کے ایک پتھر کو پکڑا تو وہ ہاتھ سے گر کر اپنی جگہ پر چلا گیا تو انھوں نے قریشیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے سردارانِ قریش! تعمیر کعبہ میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے، وہ کسب حلال سے ہو، زنا، سود اور ظلم کا ایک پیسہ بھی اس میں شامل نہ ہو۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس کلام کو ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی طرف منسوب کیا ہے۔ [1]

تعمیر کعبہ میں شرکت کی سعادت کے لیے تعمیری امور مختلف قبائل میں تقسیم کر دیے گئے، دروازے کے جانب کی تعمیر عبد مناف اور زُہرہ کے حصے میں آئی، حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنی مخزوم اور قریش کے بعض دیگر قبائل کے حصے میں آیا، بیت اللہ کی پشت بنی جمح اور سَہم کے حصے میں آئی اور ''حطیم'' بنی عبدالدار بن قُصَی، بنی اسد بن عبدالعزی بن قُصَی اور بنی عدی بن کعب بن لُؤیّ کے حصے میں آیا۔

قدیم عمارت کے انہدام کے وقت پھر سب لوگ ڈر گئے بالآخر ولید بن مغیرہ نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کُدال سے کعبے کی دیواروں کو گرانا شروع کر دیا، ولید کدال چلاتا جاتا تھا اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کرتا جاتا تھا: اے اللہ! ہمیں خوف زدہ نہ کر، ہم اچھا کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ولید نے حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف سے عمارت کو منہدم کرنا شروع کیا تو لوگوں نے ولید کا شریک کار بننے کے لیے ایک رات تک انتظار کرنا مناسب سمجھا اور فیصلہ یہ کیا کہ اگر ولید پر کوئی آفت نازل ہوئی تو ہم کچھ نہیں گرائیں گے بلکہ ولید کے گرائے ہوئے حصے کو بھی اسی طرح اصل کے مطابق بنا دیں گے۔ بصورت دیگر اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کام سے راضی ہے۔ دوسری صبح ولید جب ہاتھ میں کُدال اٹھائے صحیح سلامت بیت اللہ شریف میں داخل ہوا تو دیگر سب لوگ بھی اس کار خیر میں شریک ہو گئے۔

اہل مکہ نے بنیادوں کی اتنی گہرائی تک کھدائی کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادیں نمودار ہو گئیں جو کہ سبز رنگ کے پتھروں پر مشتمل تھیں، اور وہ پتھر دندانوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں مجھ سے یہ بیان کرنے والوں میں سے کسی نے بتایا ہے کہ قریش میں سے ایک آدمی نے جب ان پتھروں میں ان کو جدا کرنے کے لیے پھاوڑا داخل کیا کہ وہ انھیں جدا کر دے تو اس قدر زور دار دھماکہ ہوا جس سے تمام مکہ لرز اٹھا۔ انھوں نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ سمجھ کر آگے کھدائی کا کام بند کر دیا اور انھی بنیادوں پر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ [2]

**حجر اسود رکھنے کے بارے میں جھگڑا اور رسول اللہ ﷺ کا عادلانہ فیصلہ:** ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ تعمیر کعبہ کے

---

① السيرة النبوية لابن هشام، حديث بنيان الكعبة وحكم رسول اللهﷺ:192/1. ② السيرة النبوية لابن هشام، بنيان الكعبة ، الوليد بن المغيرة وهدم الكعبة……:195/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیے ہر قبیلے نے الگ الگ پتھر جمع کیے حتی کہ جب کعبے کی دیواریں اٹھ گئیں اور حجر اسود کی تنصیب کا وقت آیا تو ہر قبیلہ یہ شرف حاصل کرنا چاہتا تھا کہ وہ اسے اس کی جگہ پر نصب کرے، بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ تلواریں بے نیام ہوگئیں۔ بنوعبدالدار اور بنوعدی بن کعب بن لُؤی نے عرب کے دستور کے مطابق خون سے بھرے ہوئے پیالے میں اپنی انگلیاں ڈبو لیں۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ ہم کعبے کی دیوار میں حجر اسود نصب کر کے رہیں گے یا پھر لڑ کر جان دے دیں گے۔ چار پانچ روز اسی کشمکش میں گزر گئے۔

پھر مسجد حرام میں جمع ہو کر وہ مشورہ کرنے لگے تاکہ جھگڑے کا فیصلہ کیا جاسکے۔ آخر کار بعض اہل روایت کے بقول ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے جو اس وقت قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا، یہ تجویز پیش کی کہ اے قریش! جو شخص سب سے پہلے مسجد الحرام کے دروازے (باب بنی شیبہ) سے داخل ہو، اسی کو حَکَم مان لیا جائے اور جو وہ فیصلہ کرے سب اسے تسلیم کرلیں۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ مسجد میں سب سے پہلے داخل ہونے والے رسول اللہ ﷺ ہیں تو آپ کو دیکھتے ہی سب بیک زبان پکار اٹھے: یہ تو امین ہیں، یہ محمد ہیں، ہم آپ کو حَکَم بنانے پر راضی ہیں۔

جب آپ کو ساری صورت حال بتائی گئی تو آپ نے فرمایا: [هَلُمَّ إِلَيَّ ثَوْبًا] ''میرے پاس ایک چادر لاؤ۔'' چادر لائی گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس میں رکھ دیا اور فرمایا: [لِتَأْخُذْ كُلُّ قَبِيلَةٍ بِنَاحِيَةٍ مِّنَ الثَّوْبِ ، ثُمَّ ارْفَعُوهُ جَمِيعًا] ''تمام قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی چادر کے کونے کو تھام لے، پھر سب مل کر اسے اٹھائیں۔'' جب سب نے مل کر اٹھایا اور حجر اسود اپنے مقام پر پہنچ گیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو نصب فرمادیا، پھر اس کے اوپر دیوار بنائی گئی۔ یاد رہے وحی کے نزول سے قبل قریش رسول اللہ ﷺ کو امین کے نام سے پکارتے تھے۔

جب قریش تعمیر کعبہ سے فارغ ہوگئے اور انھوں نے اپنی مرضی کے مطابق اسے بنادیا تو زبیر بن عبدالمطلب نے درج ذیل اشعار کہے جن میں انھوں نے اس سانپ کا بھی ذکر کیا ہے جس سے قریش ڈرتے تھے۔

عَجِبْتُ لَمَّا تَصَوَّبَتِ الْعُقَابُ　　إِلَى الثُّعْبَانِ وَهِيَ لَهَا اضْطِرَابُ

''جب عقاب سانپ کی طرف اتر آیا تو مجھے اس سے تعجب ہوا کیونکہ عقاب تو سانپ سے ڈرتا ہے۔''

وَقَدْ كَانَتْ يَكُونُ لَهَا كَشِيشٌ　　وَأَحْيَانًا يَكُونُ لَهَا وِثَابُ

''اور اس سانپ کی کھال سے کبھی تو ایک خاص قسم کی آواز نکلا کرتی تھی اور کبھی وہ حملہ ہی کردیا کرتا تھا۔''

إِذَا قُمْنَا إِلَى التَّأْسِيسِ شَدَّتْ　　تُهَيِّبُنَا الْبِنَاءَ وَقَدْ تُهَابُ

''جب کعبے کی تعمیر نو کے لیے ہم اٹھتے تو سانپ ہمیں ڈرانے کے لیے اس عمارت پر سے حملہ کرتا اور خود بھی ڈرتا تھا۔''

فَلَمَّا أَنْ خَشِينَا الزَّجْرَ جَاءَتْ　　عُقَابٌ تَتْلَئِبُ لَهَا انْصِبَابُ

''جب ہم اس کی طرف سے تکلیف و نقصان سے ڈر گئے تو ایک عقاب آیا جو خاص اسی مقصد کے لیے نازل ہوا تھا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَضَمَّتهَا إِلَيهَا ثُمَّ خَلَت لَنَا البُنيَانُ لَيسَ لَهُ حِجَابٌ

’’اس (عقاب) نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا، پھر اس سے ہمارے لیے کعبے کی عمارت خالی ہوگئی اور اب کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی۔‘‘

فَقُمنَا حَاشِدِينَ إِلٰى بِنَاءٍ لَّنَا مِنهُ القَوَاعِدُ وَالتُّرَابُ

’’ہم سب کے سب متفقہ طور پر جلد تعمیر کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اس کی بنیادوں اور مٹی کا کام ہمارے ہی ذمے تھا۔‘‘

غَدَاةَ نَرفَعُ التَّأسِيسَ مِنهُ وَلَيسَ عَلٰى مُسَوِّينَا ثِيَابٌ

’’اس دن جبکہ ہم کعبے کی بنیاد اونچی کررہے تھے اور ہم میں سے کام کرنے والوں کے جسم پر کپڑے بھی نہ تھے۔‘‘

أَعَزَّ بِهِ المَلِيكُ بَنِي لُؤَيٍّ فَلَيسَ لِأَصلِهِ مِنهُم ذَهَابٌ

’’اللہ تعالیٰ نے اس (مقدس کام) کی وجہ سے بنی لوی کو اعزاز بخشا کہ یہ اعزاز کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔‘‘

وَقَد حَشَدَت هُنَاكَ بَنُو عَدِيٍّ وَّمُرَّةُ قَد تَقَدَّمَهَا كِلَابٌ

’’اس جگہ بنی عدی بھی جمع تھے جو کام میں سرگرم عمل تھے اور بنی مرّہ بھی لیکن کلاب تو سب سے پیش پیش تھے۔‘‘

فَبَوَّأَنَا المَلِيكُ بِذَاكَ عِزًّا وَّعِندَ اللّٰهِ يُلتَمَسُ الثَّوَابُ

’’اس مقدس کام کی وجہ سے اللہ بادشاہ نے ہمیں عزت سے سرفراز فرمایا اور اجر وثواب بھی اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کیا جاتا ہے۔‘‘[1]

**ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما اور تعمیرِ کعبہ:** ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ کعبہ نبی ﷺ کے عہد میں اٹھارہ ہاتھ تھا اور اسے کتّان کے کپڑے کا غلاف پہنایا جاتا تھا، پھر یمنی چادروں کا غلاف شروع کیا گیا، ریشمی غلاف سب سے پہلے حجاج بن یوسف نے پہنایا تھا۔[2] کعبہ تعمیر قریش ہی کے مطابق تھا حتی کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی امارت کے شروع میں 60ھ کے بعد یزید بن معاویہ کی حکومت کے آخری دنوں میں کعبہ اس وقت جل گیا جب ابن زبیر کا محاصرہ کرلیا گیا تھا۔ جلنے کی وجہ سے ابن زبیر نے تعمیر کے لیے زمین میں نیچے تک کھدائی کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے تعمیر کو اٹھایا۔ حِجر کو بھی عمارت میں شامل کرلیا اور زمین کے برابر مشرقی اور مغربی جانب دو دروازے بنادیے جیسا کہ انھوں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیت اللہ کو اس طرح تعمیر کرنے کی خواہش تھی۔[3] ابن زبیر کے دور امارت میں کعبے کی عمارت اسی طرح رہی حتی کہ ابن زبیر کو حجاج نے شہید کردیا اور عبدالملک بن مروان کے حکم سے کعبے کی عمارت کو پھر اسی طرح بنادیا جس طرح پہلے تھی۔

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام، بنيان الكعبة......، إشارة أبي أمية......:198/1. [2] السيرة النبوية لابن هشام، بنيان الكعبة، ارتفاع الكعبة وأوّل من كساها الديباج:198/1. [3] حضرت عائشہ کی یہی روایت چند سطور بعد ملاحظہ فرمائیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کوہ صفا سے کوہ مروہ تک سعی کی جگہ جو ملک سعود کی توسیع کے وقت مسجد حرام میں شامل کر دی گئی۔

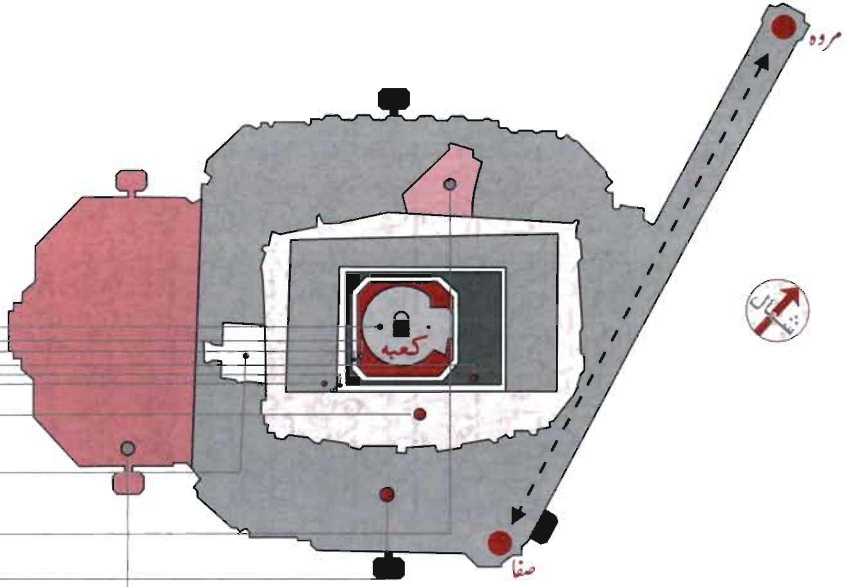


1. تعمیر قریشِ مکہ 604ء/605ء
2. توسیع عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 17ھ/639ء
3. توسیع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 26ھ/648ء
4. توسیع عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما 65ھ/685ء
5. ولید بن عبدالملک اُموی 91ھ/709ء
6. توسیع ابوجعفر منصور عباسی 137ھ/754ء
7. توسیع محمد مہدی عباسی 160ھ/777ء
8. توسیع معتضد باللہ عباسی 284ھ/897ء
9. توسیع مقتدر باللہ عباسی 306ھ/918ء
10. توسیع ملک سعود بن عبدالعزیز آل سعود 1375ھ/1955ء (گزشتہ تمام توسیعات سے 6 گنا زیادہ)
11. توسیع خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبدالعزیز 1409ھ/1988ء

الحمدللہ توسیع کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

مسجد حرام کی مرحلہ وار توسیع (تاریخ کے آئینے میں)

(سعودی عہد کی مجموعی توسیع سے گزشتہ تمام توسیعات کی نسبت رقبہ 9 گنا ہو گیا ہے جبکہ مقتدر باللہ کی توسیع کے بعد 1069 برس تک کوئی توسیع نہیں ہوئی تھی۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام مسلم نے اپنی صحیح میں عطاء سے روایت کیا ہے کہ اہل شام کی لڑائی کی وجہ سے جب یزید بن معاویہ کے زمانے میں بیت اللہ جل گیا تو ابن زبیر نے موسم حج کے آنے تک عمارت کو اسی طرح رہنے دیا، آپ درحقیقت مسلمانوں کو اہل شام کے خلاف بھڑکانا چاہتے تھے، لوگ جب حج کے لیے آئے تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کعبے کی ساری عمارت کو منہدم کر کے دوبارہ بنایا جائے یا صرف متاثرہ حصوں کی مرمت کروادی جائے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ صرف متاثرہ حصوں کی مرمت کروادیں اور بیت اللہ کو اسی حالت اور انھی پتھروں پر باقی رہنے دیں جن پر لوگوں نے اسلام کو قبول کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر کہا کہ اگر کسی کا گھر جل جائے تو وہ اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک وہ اسے نیا نہ بنالے تو اللہ عزوجل کے گھر کو نیا کیوں نہ بنایا جائے؟ اس لیے میں پہلے تین بار استخارہ کروں گا، پھر کوئی پروگرام بناؤں گا۔

جب تین دن گزر گئے تو انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ ساری عمارت کو گرادیں لیکن لوگ اس بات سے ڈر محسوس کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص سب سے پہلے عمارت پر چڑھے تو اس پر آسمان سے کوئی مصیبت نازل ہو جائے حتی کہ ایک آدمی عمارت پر چڑھ گیا اور اس نے ایک پتھر کو الگ کیا اور لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اسے کچھ نہیں ہوا تو وہ بھی اس کام میں شریک ہو گئے اور انھوں نے ساری عمارت کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ ابن زبیر نے ستون بنا کر ان پر پردے ڈال دیے حتی کہ عمارت بلند ہو گئی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ لَوْلَا أَنَّ النَّاسَ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ ، وَلَيْسَ عِنْدِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّينِي عَلَى بِنَائِهِ لَكُنْتُ أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَةَ أَذْرُعٍ ، وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ ، وَبَابًا يَخْرُجُونَ مِنْهُ ] ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگوں نے کفر کو نیا نیا خیر باد کہا ہے، اور میرے پاس تعمیر کعبہ کے لیے خرچ بھی نہیں، تو میں حجر (حطیم) سے پانچ ہاتھ جگہ بھی بیت اللہ میں داخل کر دیتا اور ایک دروازہ لوگوں کے داخل ہونے اور ایک دروازہ باہر نکلنے کے لیے بنا دیتا۔''

ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میرے پاس تو خرچ بھی موجود ہے اور میں لوگوں سے بھی نہیں ڈرتا، لہٰذا انھوں نے حجر سے پانچ ہاتھ جگہ بھی اس میں شامل کر دی۔ پھر اس قدر کھدائی کی کہ آخری بنیاد بھی لوگوں کو نظر آنے لگی تو اس بنیاد پر عمارت استوار کی گئی۔ کعبے کی بلندی پہلے اٹھارہ ہاتھ تھی، جب انھوں نے عمارت میں اضافہ کیا تو اس بلندی کو کم سمجھا اور اس میں دس ہاتھ کا اضافہ کر دیا اور دو دروازے بھی بنا دیے جن میں سے ایک اندر آنے اور دوسرا باہر جانے کے لیے تھا۔

جب ابن زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے تو حجاج نے عبدالملک کو خط لکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایسی بنیاد پر عمارت کو قائم کیا تھا جس کو مکہ کے عادل لوگوں نے دیکھا تھا تو عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ ابن زبیر کی اس برائی [1] میں ہم شریک نہیں ہو سکتے، لہٰذا اس نے کعبہ کے بلندی میں جو اضافہ کیا ہے، اسے تو باقی رہنے دو۔ ہاں، البتہ حجر کا جو حصہ اس نے شامل کیا ہے تو اسے ختم کر دو

[1] یعنی حجر کی جانب جو اضافہ کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور جو اس نے ایک نیا دروازہ کھولا ہے اسے بھی بند کر دو، لہٰذا حجاج نے اس کو گرا کر اسے از سرِ نو تعمیر کروایا۔ [1] امام نسائی نے بھی اپنی سنن میں مذکورہ بالا حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے لیکن مذکورہ بالا قصہ بیان نہیں کیا۔ [2]

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اس فعل کو حدیث سے تائید حاصل تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی خواہش کا اظہار فرمایا تھا لیکن آپ نے اس خوف کے پیش نظر اس خواہش کو عملی جامہ نہ پہنایا کہ ان لوگوں کے دل اسے پسند نہیں کریں گے جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور کفر کو ابھی ابھی خیر باد کہہ کر آئے ہیں لیکن عبدالملک بن مروان کو اس حدیث کا علم نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب اسے تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ عمل تو اس حدیث کے مطابق ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے تو کہنے لگا کہ اے کاش! ہم اسے اسی طرح باقی رہنے دیتے جس طرح ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے تعمیر کروایا تھا۔

جیسا کہ امام مسلم نے عبداللہ بن عبید سے روایت کیا ہے کہ حارث بن عبداللہ جب عبدالملک بن مروان کے پاس اس کے دورِ خلافت میں آیا تو عبدالملک نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ابن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی کسی حدیث کو نہیں سنا ہوگا؟ حارث نے کہا: کیوں نہیں! اس حدیث کو تو میں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے۔ عبدالملک نے پوچھا کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ إِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوا مِنْ بُنْيَانِ الْبَيْتِ ، وَلَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِهِمْ بِالشِّرْكِ أَعَدْتُّ مَا تَرَكُوا مِنْهُ ، فَإِنْ بَدَا لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِي أَنْ يَبْنُوهُ فَهَلُمِّي لِأُرِيكِ مَا تَرَكُوا مِنْهُ ] ''عائشہ! تمھاری قوم نے کعبے کی عمارت کو چھوٹا کر دیا تھا، اگر یہ لوگ نئے نئے شرک کو خیر باد کہہ کر نہ آئے ہوتے تو میری خواہش تھی کہ عمارت کے جس حصے کو انھوں نے ترک کیا تھا میں اسے بھی اصل عمارت میں شامل کر دیتا، لہٰذا تیری قوم اگر میرے بعد اسے اسی طرح تعمیر کرنا چاہے تو آ میں تجھ کو وہ حصہ دکھا دیتا ہوں جسے انھوں نے چھوڑ دیا تھا۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ جگہ دکھائی جو سات ہاتھ کے قریب تھی۔

اس حدیث کے ایک راوی ولید بن عطاء نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا تھا: [ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ فِي الْأَرْضِ شَرْقِيًّا وَّغَرْبِيًّا ، وَّهَلْ تَدْرِينَ لِمَ كَانَ قَوْمُكِ رَفَعُوا بَابَهَا؟ قَالَتْ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: تَعَزُّزًا أَنْ لَّا يَدْخُلَهَا إِلَّا مَنْ أَرَادُوا ، فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَهَا يَدَعُونَهُ يَرْتَقِي، حَتّٰى إِذَا كَادَ أَنْ يَّدْخُلَ دَفَعُوهُ فَسَقَطَ ] ''اور (میری خواہش ہے کہ) میں اس عمارت کے دو دروازے بنا دوں، ایک مشرقی جانب اور دوسرا مغربی جانب، پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ تمھاری قوم نے کعبے کے دروازے کو زمین سے اونچا کیوں رکھا؟ انھوں نے عرض کی: نہیں، مجھے نہیں معلوم تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس بات پر فخر کی وجہ سے کہ کعبے میں صرف وہی داخل ہو سکتا ہے جسے وہ چاہیں جب کوئی شخص کعبے کے اندر جانے کا ارادہ کرتا تو اسے چھوڑ دیتے حتی کہ جب وہ

[1] صحيح مسلم، الحج، باب نقض الكعبة وبنائها، حديث: (402) - 1333. اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نے مکمل کعبہ کو گرا دیا تھا بلکہ اس نے شمالی دیوار کو گرایا تھا جو حجر (حطیم) کی جانب تھی۔ دیکھیے مِنّة المنعم شرح مسلم للشيخ صفي الرحمن مبار كفوري حفظه الله: 331/2. [2] سنن النسائي، مناسك الحج، باب الحجر، حديث: 2913.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دروازے تک چڑھ جاتا تو اسے دھکا مار دیتے اور وہ گر جاتا۔'' عبدالملک نے حارث سے پوچھا: کیا آپ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے تو حارث نے کہا: جی ہاں، میں نے خود آپ سے یہ سنا ہے تو کچھ دیر وہ سوچ کی حالت میں اپنی چھڑی سے زمین کو کریدتا رہا اور کہنے لگا: اے کاش! اس نے جو کیا تھا میں اسے اسی طرح برقرار رہنے دیتا۔[1]

**قیامت کے قریب ایک حبشی کعبے کو گرا دے گا:** صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ] ''دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا ایک حبشی کعبے کی عمارت کو گرا دے گا۔''[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ ، يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا ] ''گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک سیاہ فام متکبر شخص کعبے کی اینٹ سے اینٹ بجا رہا ہے۔''[3]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ، وَيَسْلُبُهَا حِلْيَتَهَا، وَيُجَرِّدُهَا مِنْ كِسْوَتِهَا، وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أُصَيْلِعَ أُفَيْدِعَ ، يَضْرِبُ عَلَيْهَا بِمِسْحَاتِهِ وَمِعْوَلِهِ] ''ایک چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرا دے گا، اس کے زیور کو لوٹ لے گا اور غلاف کو اتار دے گا، میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ گویا ایک گنجا اور ٹیڑھے ہاتھ پاؤں والا شخص ہے جو اس پر اپنے پھاوڑے اور کدالیں چلا رہا ہے۔''[4]

معلوم ہوتا ہے کہ یہ حادثہ یاجوج ماجوج کے نکل آنے کے بعد پیش آئے گا۔ واللہ أعلم - کیونکہ صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ وَ مَأْجُوجَ ] ''یاجوج ماجوج کے نکل آنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج وعمرہ کیا جائے گا۔''[5]

**دعائے خلیل علیہ السلام:** اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ دعا بھی کی تھی: ﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿128﴾ ﴾ ''اے پروردگار! ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا اور (پروردگار!) ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔''

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی اس دعا کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! ہمیں اپنے حکم کا فرماں بردار اور اپنا اطاعت گزار بنا دے کہ ہم اطاعت وعبادت میں تیرے سوا کسی کو بھی تیرا شریک نہ بنائیں۔[6] عکرمہ فرماتے ہیں

[1] صحيح مسلم، الحج، باب نقض الكعبة وبنائها، حديث:(403)-1333. [2] صحيح البخاري، الحج، باب هدم الكعبة، حديث:1596 و صحيح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل......، حديث: (57) - 2909. [3] صحيح البخاري، الحج، باب هدم الكعبة، حديث:1595. [4] مسند أحمد:220/2. [5] صحيح البخاري، الحج، باب قول الله تعالى: ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ﴾ ، حديث:1593. [6] تفسير الطبري:768/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ جب انھوں نے یہ دعا کی کہ اے پروردگار! ہم کو اپنا فرماں بردار بنائے رکھنا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمھاری دعا کو قبول کرلیا۔ اسی طرح انھوں نے جب یہ دعا کی کہ ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا تو اس کے جواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمھاری اس دعا کو بھی قبول کرلیا۔[1] حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی یہ دعا اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی اور مومن بندوں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ ﴾ (الفرقان 25:74) ''اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔'' دعا کا یہ انداز بھی شرعاً پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے پوری پوری محبت کا یہ تقاضا ہے کہ آدمی اس بات کو پسند کرے کہ اس کی اولاد بھی صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کرے۔

یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ ﴾ ''کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔'' تو حضرت ابراہیم نے عرض کی: ﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ ﴾ ''میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنانا۔)'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ (البقرۃ 2:124) ''میرا عہد ظالموں کے لیے نہیں ہوا کرتا۔'' اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: ﴿ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۭ ﴾ (ابراھیم 14:35) ''اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں، بچائے رکھ۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ] ''جب کوئی انسان فوت ہوتا ہے تو تین کے سوا اس کے دیگر تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں (اور وہ تین اعمال یہ ہیں:) (1) صدقۂ جاریہ (2) علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے (3) اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔''[2]

**مناسک کی تفسیر:** سعید بن منصور نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی: ﴿ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا ﴾ ''اور (اے پروردگار!) ہمیں طریق عبادت بتا۔'' تو جبرئیل آپ کا ہاتھ پکڑ کر بیت اللہ میں لے گئے اور کہنے لگے کہ اس کی بنیادوں کو اٹھاؤ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھایا اور عمارت کو مکمل طور پر بنا دیا، پھر جبرئیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ کر آپ کو کوہِ صفا پر لے گئے اور کہا: یہ پہاڑ شعائر اللہ میں سے ہے، پھر آپ کو کوہ مروہ پر لے گئے اور کہا: یہ پہاڑ بھی شعائر اللہ میں سے ہے، پھر آپ کو منیٰ لے گئے، جب گھاٹی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ابلیس درخت کے پاس کھڑا ہے تو جبرئیل نے کہا: اللّٰہ أکبر کہو اور اسے کنکری مارو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللّٰہ أکبر کہا اور اسے کنکری ماری، ابلیس یہاں سے چلا گیا اور جمرہ وسطیٰ کے پاس جا کھڑا ہوا، جب جبرئیل و ابراہیم کا یہاں سے گزر ہوا تو جبرئیل نے کہا: اللّٰہ أکبر کہو اور اسے

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم :234/1. [2] صحیح مسلم، الوصیة، باب مایلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حدیث:1631.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کعبہ ٭ منیٰ ٭ مزدلفہ ٭ میدانِ عرفات

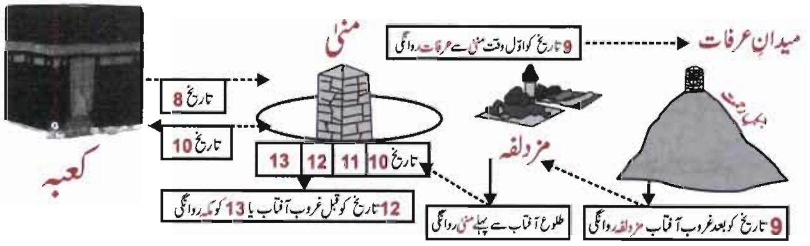


## خانۂ کعبہ، مقامِ ابراہیم، ملتزم اور زمزم

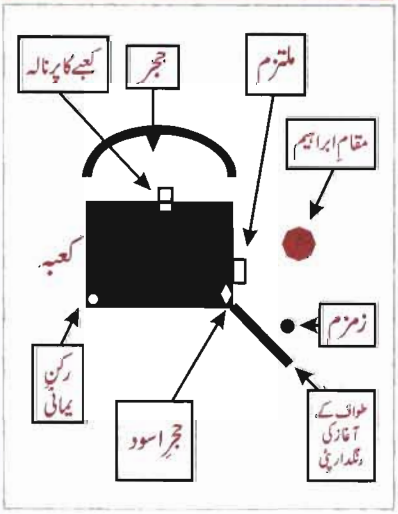


## میقاتِ حج وعمرہ

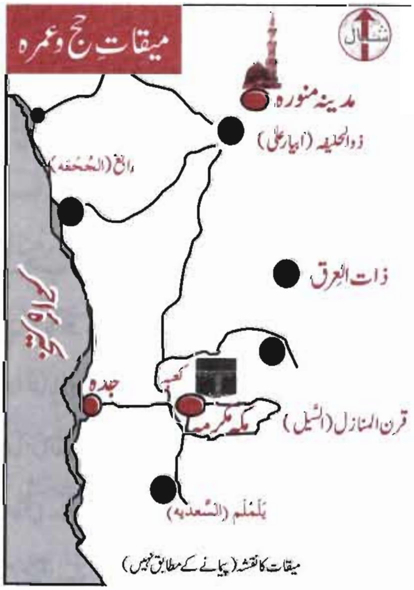


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اے ہمارے رب! اور ان لوگوں کے لیے انھی میں سے ایک رسول بھیج، وہ ان کے سامنے تیری آیتیں تلاوت کرے، اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم

15 ع 8 15

وَيُزَكِّيهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿129﴾

دے، اور انھیں پاک کرے، بے شک تو ہی غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿129﴾

کنکری مارو، تو آپ نے اللہ أکبر کہا اور کنکری ماری (پھر ابلیس جمرہ قصوٰی کے پاس چلا آیا تو جبرئیل نے کہا کہ اللہ أکبر کہو اور اسے کنکری مارو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ أکبر کہا اور کنکری ماری) تو ابلیس چلا گیا۔

درحقیقت یہ خبیث چاہتا تھا کہ حج میں اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کر دے مگر اس کے لیے ایسا ممکن نہ ہوا، پھر جبرئیل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور آپ کو مشعرِ حرام لے آئے اور کہنے لگے: یہ ہے مشعرِ حرام، اس کے بعد آپ علیہ السلام کو عرفات میں لے آئے تو یہاں پہنچ کر جبرئیل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تین بار یہ کہا: کیا آپ نے ان تمام اشیاء کو پہچان لیا ہے جو میں نے آپ کو دکھائی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے انھیں پہچان لیا ہے۔[1] ابو مجلز اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

**تفسیر آیت :129**

**دعائے خلیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں:** اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہلِ حرم کے لیے جو آخری دعا فرمائی، وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں اولادِ ابراہیم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمائے، یہ دعائے مستجاب اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کے مطابق تھی جس میں پہلے سے یہ تعین کیا جا چکا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب و عجم کے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا جائے گا جیسا کہ امام احمد نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، وَإِنَّ آدَمَ علیہ السلام لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ ، دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ، وَبَشَارَةُ عِيسٰى بِي، وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِي رَأَتْ وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ تَرَيْنَ] ''میں اللہ کا بندہ اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی مٹی میں گوندھا ہوا تھا، میں تمھیں ابتدائی بات بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا۔ اور انبیائے کرام کی مائیں اسی طرح کے خواب دیکھا کرتی ہیں۔''[3] مراد یہ ہے کہ جنھوں نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی سعادت حاصل کی اور لوگوں میں چرچا کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، لوگوں میں ہمیشہ آپ کا ذکرِ خیر جاری و ساری رہا حتی کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے باقاعدہ آپ کے اسم گرامی کا تعارف

---

① سنن سعید بن منصور، تفسیر سورة البقرة، قوله تعالٰی: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾ 615:2، حدیث:220 و تفسیر ابن أبي حاتم:235/1 واللفظ له. ② تفسیر ابن أبي حاتم:235/1. ③ مسند أحمد:127/4 اور کچھ کمی بیشی کے ساتھ یہ حدیث عنوان: ''حرمت مكة المكرّمة'' سورۂ بقرہ، آیت:125 کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کراتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ ﴾ (الصّف 6:61) ''اے بنی اسرائیل! میں تمھارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آ چکی ہے (یعنی) تورات، اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا، ان کی بشارت سناتا ہوں۔'' اسی وجہ سے ایک حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: [دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ، وَبُشْرٰى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ] ''میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ ابن مریم کی بشارت ہوں۔''① اسی طرح آپ نے فرمایا: [وَرَأَتْ أُمِّي أَنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ] ''میری ماں نے یہ خواب دیکھا کہ ان سے روشنی نکلی ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔''②

اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی والدہ نے یہ خواب اس وقت دیکھا جب آپ ابھی تک شکم مادر ہی میں تھے۔③ انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو بھی یہ خواب سنایا جس کی وجہ سے آپ کا چرچا خوب عام ہو گیا تھا۔ آپ کی والدہ کے خواب میں مشاہدۂ نور سے شام کے محلات کے بطور خاص منور ہونے سے اس طرف اشارہ تھا کہ بلادِ شام میں آپ کے دین ونبوت کو استقرار نصیب رہے گا، یہی وجہ ہے کہ شام ہی آخری زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہوگا، اسی علاقے میں، یعنی دمشق میں سفید مشرقی مینارے پر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ (وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ) حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ] ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گی، اسے رسوا کرنے والے یا اس کی مخالفت کرنے والے اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے گا اور وہ اسی طرح حق پر ہی ہوں گے۔''④ اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی ہیں: [وَهُمْ بِالشَّامِ] ''وہ شام میں ہوں گے۔''⑤

**کتاب وحکمت کی تفسیر:** ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ ''اور وہ انھیں کتاب اور دانائی سکھایا کرے۔'' کتاب سے قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ حسن، قتادہ، مُقاتِل بن حَیّان اور ابو مالک وغیرہ کا یہی قول ہے۔⑥ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حکمت سے مراد فہم دین ہے۔⑦ اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ ﴾ ''اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی

---

① مسند أحمد:262/5 والمعجم الكبير للطبراني:175/8، حديث:7729 عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ. ② مسند أحمد:262/5 عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ. ③ المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين، ذكرأخبارسيدالمرسلين وخاتم النبيين:600/2، حديث:4174 وسلسلة الأحاديث الصحيحة:59/4، حديث:1545. ④ صحيح البخاري، المناقب، باب:28، حديث: 3641,71 عن معاوية بن أبي سفيان رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ:[لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق......]، حديث:1920 عن ثوبان رضی اللہ عنہ واللفظ له لیکن [وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ] صحیح بخاری کے مطابق ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، حوالۂ مذکورہ لیکن یہ الفاظ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہیں۔ ⑥ تفسير ابن أبي حاتم:237,236/1. ⑦ تفسير الطبري:775/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي

اور کون بے رغبتی کرسکتا ہے ملت ابراہیم سے سوائے اس کے جس نے اپنے نفس کو احمق بنالیا اور بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا

الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿130﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ

اور یقیناً وہ آخرت میں ضرور نیکو کاروں میں سے ہوگا﴿130﴾ اور جب ابراہیم سے اس کے رب نے کہا: فرمانبردار ہو جا! تو اس نے کہا: میں

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿131﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى

رب العالمین کا فرمانبردار ہو گیا﴿131﴾ ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی (کلمۂ حق) کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی: اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ﴿132﴾

تمھارے لیے یہ دین چن لیا ہے، پس تمھیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو﴿132﴾

اطاعت وفرمانبرداری پر لگا دے۔[1] ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿129﴾﴾ ''بے شک تو غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔'' عزیز کے معنی ہیں وہ ذات گرامی جو سب پر غالب ہو۔ اور جسے کوئی عاجز نہ کر سکے اور وہ ہر چیز پر قادر ہو۔ اور حکیم وہ ہے جس کے تمام افعال اور اقوال حکمت پر مبنی ہوں اور وہ تمام اشیاء کو اپنے علم وحکمت اور عدل کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر رکھے۔

## تفسیر آیات :130-132

**ملتِ ابراہیم سے کوئی نادان ہی روگردانی کرسکتا ہے:** کفار نے امام الحُنفاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ملت کے خلاف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ جو شرک شروع کیا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ابراہیم تو اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی خالص توحید کے علمبردار تھے، انھوں نے کبھی غیر اللہ کو نہیں پکارا، کبھی لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود سے بے زار تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنی ساری قوم حتی کہ اپنے باپ کی مخالفت بھی مول لے لی تھی اور فرمایا تھا: ﴿يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○﴾ (الأنعام 6:78، 79) ''لوگو! جن چیزوں کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بے زار ہوں۔ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے آپ کو اسی ذات کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ○﴾ (الزخرف 43:26، 27) ''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو، میں ان سے بے زار ہوں۔ ہاں! جس نے مجھ کو پیدا کیا وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○﴾ (التوبة 9:114) ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو

[1] تفسير الطبري: 776/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بے زار ہو گئے کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۭ ﴾ (النحل16:120-122) ''بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔''

اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ ﴾ ''اور ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے؟'' یعنی ابراہیم کے طریقے اور منہج سے کون روگردانی کر سکتا ہے؟ ﴿ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ ﴾ ''سوائے اس کے جو نہایت نادان ہو۔'' یعنی سوائے اس کے جس نے خود اپنے آپ پر اپنی نادانی اور سوئے تدبیر سے ظلم کر رکھا ہو اور حق کو ترک کر کے ضلالت کو اختیار کر لیا ہو اور اس طرح اس نے اس شخصیت کے راستے کی مخالفت کی جسے اللہ تعالیٰ نے بچپن سے لے کر انھیں خلیل بنانے تک دنیا میں ہدایت اور رشد و بھلائی سے سرفراز فرمایا اور آخرت میں بھی صالح اور سعادت مند لوگوں میں ان کا شمار ہوگا، پس جو ان کے طریقے اور مسلک و ملت کو چھوڑ دے اور ضلالت و گمراہی کے طریقوں کو اختیار کرے تو اس سے بڑھ کر نادان اور کون ہو سکتا ہے؟ یا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ ﴾ (لقمن13:31) ''شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔''

ابو العالیہ اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے ایسا طریقہ ایجاد کر لیا تھا جو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ نہیں تھا اور اس میں انھوں نے ملت ابراہیمی کی بھی مخالفت کی تھی۔ [1] اس قول کی تائید درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (آل عمران 3:67,68) ''ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ) کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں نہ تھے۔ ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر (آخر الزماں) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿131﴾ ﴾ ''جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انھوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص اور اطاعت و فرمانبرداری کے بجالانے کا حکم دیا تو آپ نے شرعاً اور قدرًا سرِ اطاعت خم کر دیا۔

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:238/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرمان الٰہی: ﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ﴾ ''اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا۔)'' یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اسی ملت، یعنی اللہ کے لیے اطاعت وفرمانبرداری کی وصیت کی یا پھر ﴿ بِهَآ ﴾ میں ضمیر کا مرجع یہ فرمانِ الٰہی: ﴿ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ہے کیونکہ اس کلمہ سے حرص ومحبت کی وجہ سے ساری زندگی انھوں نے خود بھی اس کی حفاظت کی اور بوقت وفات اپنے بعد آنے والی اولاد کو بھی اس کی وصیت فرمائی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ﴾ (الزخرف 28:43) ''اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے۔''

بعض سلف نے ﴿ وَيَعْقُوْبُ ﴾ کو ﴿ بَنِيْهِ ﴾ پر عطف کی وجہ سے منصوب بھی پڑھا ہے۔[1] اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں اور اپنے پوتے یعقوب بن اسحاق کو وصیت فرمائی۔

اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کی زندگی ہی میں حضرت اسحاق کے ہاں ان کے بیٹے یعقوب کی ولادت ہوگئی تھی جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ میں حضرت سارہ کو ان دونوں کی بشارت دی گئی تھی: ﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ ﴾ (ھود 71:11) ''ہم نے اس (سارہ) کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔''

یہاں ﴿ وَيَعْقُوْبُ ﴾ کو حرف جار (با) کے حذف کرنے کی وجہ سے بھی منصوب پڑھا گیا ہے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت سارہ کی زندگی میں یعقوب موجود نہ ہوتے تو پھر حضرت اسحاق کی اولاد کے ضمن میں ان کے ذکر کرنے کا کوئی خاص فائدہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ عنکبوت میں بھی فرمایا ہے: ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ (العنکبوت 27:29) ''اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر) کر دی۔'' اور ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ ﴾ (الأنبیآء 72:21) ''اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور مزید برآں یعقوب عطا کیے۔''

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں پیدا ہو چکے تھے علاوہ ازیں وہ بیت المقدِس کے بانی بھی ہیں جیسا کہ سابقہ کتابوں میں موجود ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: [اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : اَلْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى، قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا ؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً] ''مسجد حرام، میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ، میں نے عرض کی: دونوں کے درمیان کی مدت کتنی ہے؟ فرمایا: چالیس سال۔''[2]

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جو وصیت فرمائی تھی، اس کا ذکر بھی عنقریب آ رہا ہے۔[3] اس ساری تفصیل سے

---

[1] اس کو منصوب پڑھنے والے: عمرو بن فائد الاسواری اور اسماعیل بن عبداللہ المکی ہیں۔ لیکن قُشَیری نے اسے بعید قرار دیا ہے۔ دیکھیے تفسیر القرطبی: 136/2 البقرۃ، آیت: 132 کے ذیل میں۔ [2] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب: 10، حدیث: 3366 وصحیح مسلم، کتاب و باب المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث: 520. [3] دیکھیے البقرۃ، آیت: 133 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی من جملہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو وصیت کی گئی تھی۔

**توحید کی پابندی ساری زندگی واجب ہے:** ﴿ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

"اے میرے بیٹو! اللہ نے تمھارے لیے یہی دین پسند فرمایا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اسلام کی حالت پر۔" یعنی حالتِ حیات میں اسلام پر رہو اور اسی کی پابندی کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمھیں اسی پر خاتمے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ عموماً آدمی کا خاتمہ انھی عقائد و اعمال پر ہوتا ہے جن کو اس نے اپنی زندگی میں اختیار کر رکھا ہوتا ہے، پھر قیامت کے دن انھی حالات کے مطابق زندہ کیا جائے گا جن پر موت آئی ہوگی۔ اور اللہ کریم کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ جو شخص خیر و بھلائی کا قصد کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے توفیق ارزاں فرما دیتا ہے اور جو نیت نیک رکھے اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔ یہ بات اس صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے: [ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِلَّا (بَاعٌ أَوْ) ذِرَاعٌ ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا ] "آدمی ہمیشہ اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کے بقدر فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر غالب آ جاتی ہے اور وہ جہنمیوں کا سا کوئی عمل کر کے جہنم رسید ہو جاتا ہے اور اسی طرح ایک آدمی ہمیشہ اہل دوزخ کے کام کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان دو بازوؤں کے پھیلاؤ یا صرف ایک ہاتھ کی مقدار فاصلہ رہ جاتا ہے اور تقدیر اس پر غالب آ جاتی ہے تو وہ جنتیوں کا کوئی عمل کر کے جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔"[1] کیونکہ اسی طرح کی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: [ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ] "ایسے عمل کرتا ہے جو لوگوں کو بظاہر اہل جنت کے عمل معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ جہنمیوں میں سے ہوتا ہے یا وہ ایسے عمل کرتا ہے جو لوگوں کو بظاہر اہل جہنم کے عمل معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ جنتیوں میں سے ہوتا ہے۔"[2]

مطلب یہ ہے کہ درحقیقت وہ اعمالِ صالحہ ہوتے ہی نہیں ورنہ جو حقیقی طور پر اعمال صالحہ کرتا رہا ہو، اس کی موت غالباً انھی پر واقع ہوتی ہے جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ ﴾ (اللیل 92:5-10) "تو جس نے (اللہ کے رستے میں مال) دیا

---

① صحیح البخاری، القدر، باب:1، حدیث:6594 اور قوسین والے الفاظ مسلم میں نہیں، البتہ صحیح بخاری میں اس طرح ہیں: [غَيْرَ ذِرَاعٍ أَوْ بَاعٍ] مزید برآں یہاں پہلے جنت کے حقدار کا ذکر ہے، پھر جہنم رسید ہونے والے کا۔ و صحیح مسلم، القدر، باب کیفیة خلق الآدمی......، حدیث:2643 واللفظ له عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جبکہ یہی حدیث دیگر کتب حدیث میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ مذکور ہے: سنن أبی داود، السنة، باب فی القدر، حدیث:4708 و جامع الترمذی:2137 و سنن ابن ماجه:76 و الطیالسی:296 و مسند أحمد:382/1. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة خیبر، حدیث:4207 عن سهل رضی اللہ عنہ اور اس حدیث کا سیاق حدیثِ مذکور سے مختلف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ

کیا جب یعقوب کو موت آئی اس وقت تم موجود تھے؟ جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟

بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا

انھوں نے کہا: ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اُسی

وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿133﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ

کے فرمانبردار ہیں﴿133﴾ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی۔ اسی کے لیے ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے ہے جو تم نے کمایا، اور جو عمل وہ کرتے تھے تم سے

وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿134﴾

ان کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا﴿134﴾

اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے سختی میں پہنچائیں گے۔‘‘

## تفسیر آیات: 134,133

**حضرت یعقوب علیہ السلام کی بوقت وفات اپنے بیٹوں کو وصیت:** عرب مشرکین جو حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے تھے اور کفارِ بنی اسرائیل (جو حضرت اسحاق کی اولاد تھے) کے خلاف دلیل پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انھوں نے تو اپنے بیٹوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی وصیت کرتے ہوئے پوچھا تھا: ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ﴾ ’’میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا، یعنی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔‘‘ یہاں اسماعیل علیہ السلام کو تغلیباً باپ کہا گیا ہے حقیقت میں تو وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے تایا ہیں۔ نحاس لکھتے ہیں کہ عرب چچا یا تایا) کے لیے بھی أَبٌ (باپ) کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں، اسے امام قرطبی نے ذکر کیا ہے۔[1]

اس آیت کریمہ سے ان لوگوں نے بھی استدلال کیا ہے جنھوں نے (وراثت میں) دادا کو بھی باپ شمار کیا ہے اور اس کی موجودگی میں بہن بھائیوں کو وراثت سے محروم قرار دیا ہے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام بخاری نے اسے آپ سے بطریق ابن عباس[2] اور ابن زبیر بیان کیا ہے۔[3] اور لکھا ہے کہ اس مسئلے میں آپ سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔[4] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مذہب ہے، نیز امام حسن بصری، طاؤس اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔[5]

---

① تفسير القرطبي:138/2. ② صحيح البخاري، الفرائض، باب ميراث الجدّ مع الأب والإخوة، حديث:6738. ③ صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ:[لو كنت متخذًا خليلًا]، حديث:3658. ④ صحيح البخاري، الفرائض، باب ميراث الجدّ مع الأب والإخوة، قبل الحديث:6737. ⑤ تفسير القرطبي:68/5 النساء، آیت:11 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ

اور انھوں نے کہا: تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو تم ہدایت پا جاؤ گے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: (نہیں) بلکہ ہم تو ملت ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں جو سب کو

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿135﴾

چھوڑ کر ایک اللہ کا ہو گیا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا ﴿135﴾

جبکہ امام مالک، شافعی اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد کا بھی قول یہ ہے کہ دادا کے ساتھ ساتھ بہن بھائی بھی وراثت میں حصے دار ہوں گے، حضرت عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور سلف وخلف کی ایک جماعت سے یہ قول منقول ہے۔[1] اور فرمان الٰہی: ﴿ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ﴾ "جو معبود یکتا ہے۔" یعنی ہم الوہیت میں اسی کی توحید کے قائل ہوں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ﴿ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿133﴾ ﴾ "اور ہم اسی کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں۔"

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمران 83:3) "اور سب اہل آسمان وزمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔" اور اسلام ہی تمام انبیائے کرام کا دین ہے، گو شریعتیں اور طریقے مختلف رہے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الأنبيآء 25:21) "اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے، ان کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات واحادیث ہیں، مثلاً: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] "انبیاء علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں مختلف ہیں (شریعتیں مختلف ہیں) اور ان کا دین ایک ہی ہے۔"[2] اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ ﴾ "یہ جماعت گزر چکی ہے۔" ﴿ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ ﴾ "ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا۔)" یعنی اپنے اسلاف اور انبیاء وصالحین جیسے آباء واجداد کی طرف انتساب بھی تمھارے کچھ کام نہ آئے گا، تمھارے کام صرف تمھارے اپنے نیک اعمال آئیں گے کیونکہ تمھارے آباء و اجداد کے اعمال کا بدلہ انھی کو ملے گا اور تمھیں صرف تمھارے اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ ﴿ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿134﴾ ﴾ "اور جو عمل وہ کرتے تھے، ان کی پرسش بھی تم سے نہیں ہوگی۔"

اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے: [وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ] "اور جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا تو اس کا حسب ونسب اسے آگے نہیں لے جا سکے گا۔"[3]

---

[1] فتح الباري: 12/19-22، قبل الحديث: 6737 و المصنف لابن أبي شيبة: 6/262. [2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ﴾، حديث: 3443 و صحيح مسلم، الفضائل، باب فضائل عيسى عليه السلام، حديث: (145)-2365 و مسند أحمد: 2/319 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [3] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، حديث: 2699 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر (ایمان لائے) جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کی

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اولاد کی طرف نازل کیا گیا، اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے

اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿136﴾

درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں ﴿136﴾

## تفسیر آیت:135

محمد بن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن صُورِیا اَعْوَر نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہدایت تو صرف وہ ہے جس پر ہم ہیں، لہٰذا اے محمد (ﷺ)! آپ بھی ہماری پیروی کریں تاکہ ہدایت حاصل کر لیں، اسی طرح عیسائیوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے ایسے ہی کہا تھا تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ﴾ ”اور کہتے ہیں کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو سیدھے رستے پر لگ جاؤ گے۔“[1] اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ﴾ ”(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیجیے: (نہیں) بلکہ (ہم) دین ابراہیم (اختیار کیے ہوئے ہیں) جو ایک اللہ کے ہو رہے تھے۔“ یعنی ہمارا اس یہودیت اور نصرانیت کو اختیار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے جس کی تم دعوت دے رہے ہو۔ محمد بن کعب قُرظی اور عیسیٰ بن جاریہ کہتے ہیں کہ حنیف کے معنی صاحب استقامت کے ہیں۔[2] جبکہ ابوقلابہ کا قول ہے کہ حنیف اسے کہتے ہیں جس کا اول سے لے کر آخر تک کے تمام رسولوں پر ایمان ہو۔[3]

## تفسیر آیت:136

**مسلمان کا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان اور انبیائے کرام علیہم السلام میں عدم تفریق:** اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کے واسطے سے ان کی طرف جو کتاب نازل فرمائی ہے، اس پر مفصل ایمان لائیں اور سابقہ انبیائے کرام کی طرف اس نے جن کتابوں کو نازل فرمایا تھا، ان پر بھی مجمل ایمان لائیں، اس آیت میں کچھ انبیائے کرام کا تو اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ نام لے کر ذکر فرمایا ہے جبکہ باقی تمام کی طرف اجمالی طور پر اشارہ فرما دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ مومن ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہ کریں بلکہ تمام کے ساتھ ایمان لائیں اور ان لوگوں کی سی روش اختیار نہ کریں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ﴾ (النسآء 4:150،151) ”اور وہ اللہ اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے درمیان ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں۔ وہی لوگ حقیقی کافر ہیں۔“

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:241/1 وتفسیر الطبری:784/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:241/1. [3] تفسیر ابن أبي حاتم:242/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَ ﴿قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ ] ”مسلمانو! تم اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو اس نے ہماری طرف نازل فرمایا ہے، ایمان لاتے ہیں۔“①

امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نماز فجر کی دوسنتوں میں سے پہلی رکعت میں ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○﴾ (آل عمران 3:52) کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔②

ابوالعالیہ، ربیع اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ أسباط سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں جن میں سے ہر بیٹے کی اولاد خوب پروان چڑھی اور اس کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہی وجہ ہے کہ انھیں أسباط کے نام سے موسوم کیا گیا۔③ خلیل بن احمد اور دیگر کا قول ہے کہ أسباط کی بنی اسرائیل میں وہ حیثیت ہے جو قبائل کی بنی اسماعیل میں۔④ اس کے معنی یہ ہوئے کہ أسباط سے مراد بنی اسرائیل کی قومیں ہیں۔⑤

نیز اس وحی پر ایمان لانا مراد ہے جو ان میں سے موجود انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نازل فرمائی تھی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا: ﴿اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ﴾ (المآئدۃ 5:20) ”تم پر اللہ نے جو احسان کیے ہیں، ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے اور تمھیں بادشاہ بنایا۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا﴾ (الأعراف 7:160) ”اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو الگ الگ کر کے بارہ قبیلے بنا دیا۔“ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سِبط اس جماعت اور قبیلے کو کہتے ہیں جس کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہو۔⑥

قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں کی تصدیق کریں۔⑦ سلیمان بن حبیب کا قول ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تورات وانجیل کے ساتھ ایمان لائیں لیکن ان کے مطابق عمل نہ کریں۔⑧ ابن ابوحاتم نے مَعقِل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تورات، زبور اور انجیل کے ساتھ ایمان تو لاؤ لیکن عمل کرنے کے لیے تمھیں قرآن ہی کافی ہے۔⑨

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرة 2:136)، حديث:4485. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث:727 و سنن أبي داود، التطوع، باب في تخفيفهما، حديث:1259 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب:129 قوله تعالى: ﴿اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○﴾ 6:339، حديث:11158. لیکن السنن الکبریٰ میں آل عمران کی آیت کے بجائے سورۂ مائدہ کی آیت:111 ہے۔ ③ تفسير ابن أبي حاتم:243/1. ④ تفسير القرطبي:141/2. ⑤ الكشاف:168/2، آيت:160. ⑥ تفسير القرطبي:141/2. ⑦ تفسير ابن أبي حاتم:243/1. ⑧ تفسير ابن أبي حاتم:243/1. ⑨ تفسير ابن أبي حاتم:243/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ

پھر اگر وہ (اہل کتاب) اس چیز پر ایمان لے آئیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو بے شک وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ منہ موڑیں تو پھر وہی ہیں مخالفت

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿137﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

میں، سو ان کے مقابلے میں آپ کو اللہ کافی ہے اور وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿137﴾ (اے نبی! کہہ دیجیے:) اللہ کا رنگ (اختیار کرو) اور رنگ

صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿138﴾

کے لحاظ سے اللہ سے زیادہ اچھا کون ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں ﴿138﴾

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے عمل

مُخْلِصُوْنَ ﴿139﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا

ہیں اور تمھارے لیے تمھارے عمل اور ہم خالص اسی کے لیے عمل کرنے والے ہیں ﴿139﴾ کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور

هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ

(ان کی) اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ کہہ دیجیے: کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ؟ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے وہ گواہی چھپائی جو اللہ کی

مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿140﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ

طرف سے اس کے پاس ہے؟ اور اللہ اس سے غافل نہیں جو تم عمل کرتے ہو ﴿140﴾ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، اسی کے لیے ہے جو اس نے کمایا اور

16 ع 12 16 مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿141﴾ ع

تمھارے لیے ہے جو تم نے کمایا۔ اور تم سے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے ﴿141﴾

### تفسیر آیات: 138,137

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر کفار اہل کتاب وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح مومنو! تم ایمان لائے ہو اور وہ ان میں سے کسی میں فرق نہ کریں تو وہ بھی حق کو پا کر رہنمائی حاصل کر لیں گے۔ اور اگر وہ حق سے منہ پھیر کر اتمام حجت کے بعد بھی باطل کو اختیار کر لیں تو وہ تمھارے مخالف ہیں اور ان کے مقابلے میں تمھیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ ان کے مقابلے میں تمھیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا ﴿ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿137﴾ ﴾ کہ وہ خوب سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

امام ابن ابو حاتم نے زیاد بن یونس کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ابو نعیم نے بیان کیا کہ جب ایک خلیفہ نے میرے پاس اصلاح کی غرض سے مصحف عثمان بن عفان بھیجا تو (زیاد کہتے ہیں کہ) میں نے ان (نافع بن ابو نُعیم) سے کہا: لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو مصحف شریف آپ کی گود میں تھا اور آپ کا خون اس آیت پر گرا تھا: ﴿ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿137﴾ ﴾ نافع نے جواب دیا: ہاں، یہ درست ہے میں نے خود اس آیت پر حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کو دیکھا تھا۔[1]

ضحّاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ ﴾ سے مراد اللہ کا دین ہے۔ مجاہد، ابوالعالیہ، عکرِمہ، ابراہیم، حسن، قتادہ، ضحاک، عبداللہ بن کثیر، عَطِیّہ عوفی، ربیع بن انس اور سدّی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] جبکہ ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ ﴾ (الروم 30:30) سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اختیار کیے رکھو۔

**تفسیر آیات: 139-141**

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ مشرکوں کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے ان سے کہہ دیجیے: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو، یعنی کیا تم ہم سے اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے لیے اخلاص، اس کے احکام کی اتباع واطاعت اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ ﴿ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ ﴾ ''حالانکہ وہی ہمارا اور تمھارا پروردگار ہے۔'' ہم پر اور تم پر صرف اسی کا تصرف اور اختیار ہے اور صرف وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اسی وحدہ لاشریک کو خالص اور حقیقی معبود تسلیم کیا جائے۔

﴿ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ ﴾ ''اور ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا)۔'' یعنی ہم تم سے اور معبودان باطلہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور تم ہم سے بری ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 10:41) ''اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیجیے کہ مجھ کو میرے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا) تم میرے عملوں کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمھارے عملوں کا جواب دہ نہیں ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ ﴾ (آل عمران 3:20) ''(اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑنے لگیں تو آپ کہہ دیں کہ میں اور میرے پیرو تو اللہ کے فرمانبردار ہو چکے۔'' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ ﴾ (الأنعام 6:80) ''اور ان کی قوم ان سے بحث کرنے لگی تو انھوں نے کہا کہ تم مجھ سے اللہ کے بارے میں (کیا) بحث کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ ﴾ (البقرة 2:258) ''بھلا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑنے لگا؟''

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ ﴾ یعنی ہم تم سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور تم ہم سے بری ہو اور ہم تو خاص اسی کی عبادت کرنے والے اور اسی کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے اس دعوے کی بھی تردید فرمائی ہے کہ ابراہیم اور ان کے بعد ذکر کردہ انبیائے کرام علیہم السلام

[1] تفسير ابن أبي حاتم:244/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم:243/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہودی یا عیسائی تھے اور نہ ہی ان کی اولاد انھی کی ملت پر یہودی یا عیسائی تھی، بنا بریں فرمایا: ﴿قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ﴾ ''کہہ دیجیے: بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

اور اسی وجہ سے تو اس نے یہ بتایا ہے کہ ابراہیم یہودی یا عیسائی نہ تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (آل عمران 3:67) ''ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ) کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں نہ تھے۔'' اور اس کے بعد والی آیت بھی دلالت کرتی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی شہادت کو جو اس کے پاس (کتاب میں موجود) ہے، چھپائے؟'' کے بارے میں امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو پڑھتے تھے جو اللہ نے انھیں عطا فرمائی جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ دین تو اسلام ہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد یہودیت و نصرانیت سے بری تھی، انھوں نے اللہ کے لیے اس کی گواہی دی اور اس گواہی دینے کا اللہ کے لیے اقرار بھی کر لیا لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی یہ شہادت جو موجود تھی، اسے انھوں نے چھپایا۔[1] اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ''اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو، اللہ اس سے غافل نہیں۔'' میں شدید وعید اور سرزنش ہے کہ اس بات کو نہ بھولو کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمھارے عمل کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ تمھیں تمھارے عمل کے مطابق ہی بدلہ بھی دے گا۔

پھر فرمایا: ﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ ''یہ جماعت گزر چکی۔'' ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾ ''اس کو وہ (ملے گا) جو اس نے کیا اور تم کو وہ جو تم نے کیا۔'' یعنی انھیں اپنے اعمال کا اور تمھیں اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ ﴿وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ''اور جو عمل وہ کرتے تھے، ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔'' یعنی ان کی اطاعت و پیروی کے بغیر محض ان کی طرف انتساب تمھارے کچھ کام نہ آسکے گا۔

لہٰذا محض نسبت کی وجہ سے فریب خوردہ نہ بنو بلکہ ان کی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سرِ اطاعت خم کرنے والے اور ان تمام رسولوں کی اتباع کا دم بھرنے والے بن جاؤ جنھیں خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر مبعوث کیا گیا تھا کیونکہ جو اللہ کے کسی ایک نبی خصوصاً سید الانبیاء، خاتم المرسلین اور تمام انس و جنّ کی طرف رسولِ رب العالمین کے ساتھ کفر کرے تو اس نے گویا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ کفر کیا۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ أَجْمَعِينَ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:246/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ

جلد ہی بے وقوف لوگ (یہ) کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے اس قبلے سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر یہ تھے؟ اے نبی! کہہ دیجیے: مشرق اور

الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿142﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ﴿142﴾ اور (جیسے تمھیں ہدایت دی) اسی طرح ہم نے تمھیں افضل اُمت بنایا

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ

تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔ اور (اے نبی!) جس قبلے (بیت المقدس) پر آپ پہلے تھے، اسے تو ہم نے صرف یہ جاننے کے لیے مقرر کیا

عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً

تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاتا ہے اور بے شک یہ (قبلے کی تبدیلی) بہت بھاری ہے (کافروں پر) مگر اُن لوگوں پر

اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿143﴾

(نہیں) جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کردے۔ بے شک اللہ لوگوں پر بہت نرمی کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿143﴾

## تفسیر آیات: 143,142

**تحویل قبلہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ میں) سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی لیکن آپ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو۔ آپ نے عصر کی نماز پڑھائی (اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے آپ نے جو سب سے پہلی نماز ادا فرمائی، وہ نماز عصر تھی) کچھ لوگوں نے آپ کے ساتھ مل کر یہ نماز ادا کی، پھر ان میں سے ایک شخص ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا وہ بھی نماز (عصر) ادا کر رہے تھے۔ اور وہ اس وقت حالت رکوع میں تھے، اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے تو ان لوگوں نے حالتِ نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا۔

بہت سے لوگ تھے جنھوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی مگر وہ تحویل قبلہ کے حکم سے قبل ہی شہید ہو گئے تو ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے بارے میں کیا کہیں تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿143﴾﴾ ”اور اللہ ایسا نہیں کہ تمھارے ایمان کو یونہی کھو دے اللہ تو لوگوں پر بڑا مہربان (اور) صاحبِ رحمت ہے۔“ ان الفاظ سے اس روایت کو (شیخین میں سے) صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔[1] امام مسلم نے اسے دوسری سند سے روایت کیا ہے۔[2]

محمد بن اسحاق نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ...﴾ (البقرة 2:142)، حدیث:4486. اور قوسین والے الفاظ دیکھیے حدیث:40 و 399. ② صحيح مسلم، المساجد، باب تحويل القبلة......، حدیث:526,525 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ و 527 عن أنس رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں آسمان کی طرف کثرت سے نگاہ اٹھا کر دیکھا کرتے تھے۔ اسی کیفیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ (البقرۃ 2:144) ''(اے نبی!) ہم آپ کا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف، جس کو آپ پسند کرتے ہیں، منہ کرنے کا حکم دیں گے تو آپ اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیں۔''

کچھ مسلمانوں نے کہا کہ ہم اس بات کو معلوم کرنا پسند کرتے ہیں کہ جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا؟ نیز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی ہماری نمازوں کا کیا بنے گا؟ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ ﴾ ''اور اللہ ایسا نہیں کہ تمھارے ایمان کو یونہی کھو دے۔'' کچھ احمق لوگوں، یعنی اہل کتاب نے جب یہ کہا: ﴿ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ ﴾ ''مسلمان جس قبلے پر پہلے سے چلے آتے تھے اب اس سے کس چیز نے ان کے منہ پھیر دیے ہیں؟'' تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ ﴾ ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں۔'' کو نازل فرمایا۔[1]

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا تو اس سے یہودیوں کو بڑی خوشی ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سے بھی زیادہ مہینوں تک بیت المَقدِس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی تھی لیکن آپ قبلۂ ابراہیمی کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی فرماتے اور آسمان کی طرف بھی دیکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرما دیا: ﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ ﴾ (البقرۃ 2:144) ''ہم آپ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو ہم ضرور آپ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، پھر آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں، اور جہاں کہیں بھی تم ہو اپنے منہ اسی (مسجد) کی طرف کر لیا کرو۔'' اس سے یہودی شک میں مبتلا ہوئے اور کہنے لگے: ﴿ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ ﴾ ''مسلمان جس قبلے پر پہلے سے چلے آتے تھے اب اس سے کس چیز نے ان کے منہ پھیر دیے ہیں؟'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ ﴿142﴾ ''(اے نبی!) آپ کہہ دیں کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔''[2]

اس باب میں بہت سی احادیث وارد ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صخرۂ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے

---

[1] الدر المنثور: 261/1 و تفسیر ابن أبي حاتم: 248/1، البتہ تفسیر میں یہاں ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ ﴾ کے بجائے آیت کریمہ: ﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ ...... ﴾ تھی تفسیر ابن ابو حاتم سے یہ تصحیح کی گئی ہے جیسا کہ ابن عباس اور قتادہ کے آثار بھی اس کی تائید کرتے ہیں، دیکھیے تفسیر الطبری: 9,8/2. [2] تفسیر الطبری: 8/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

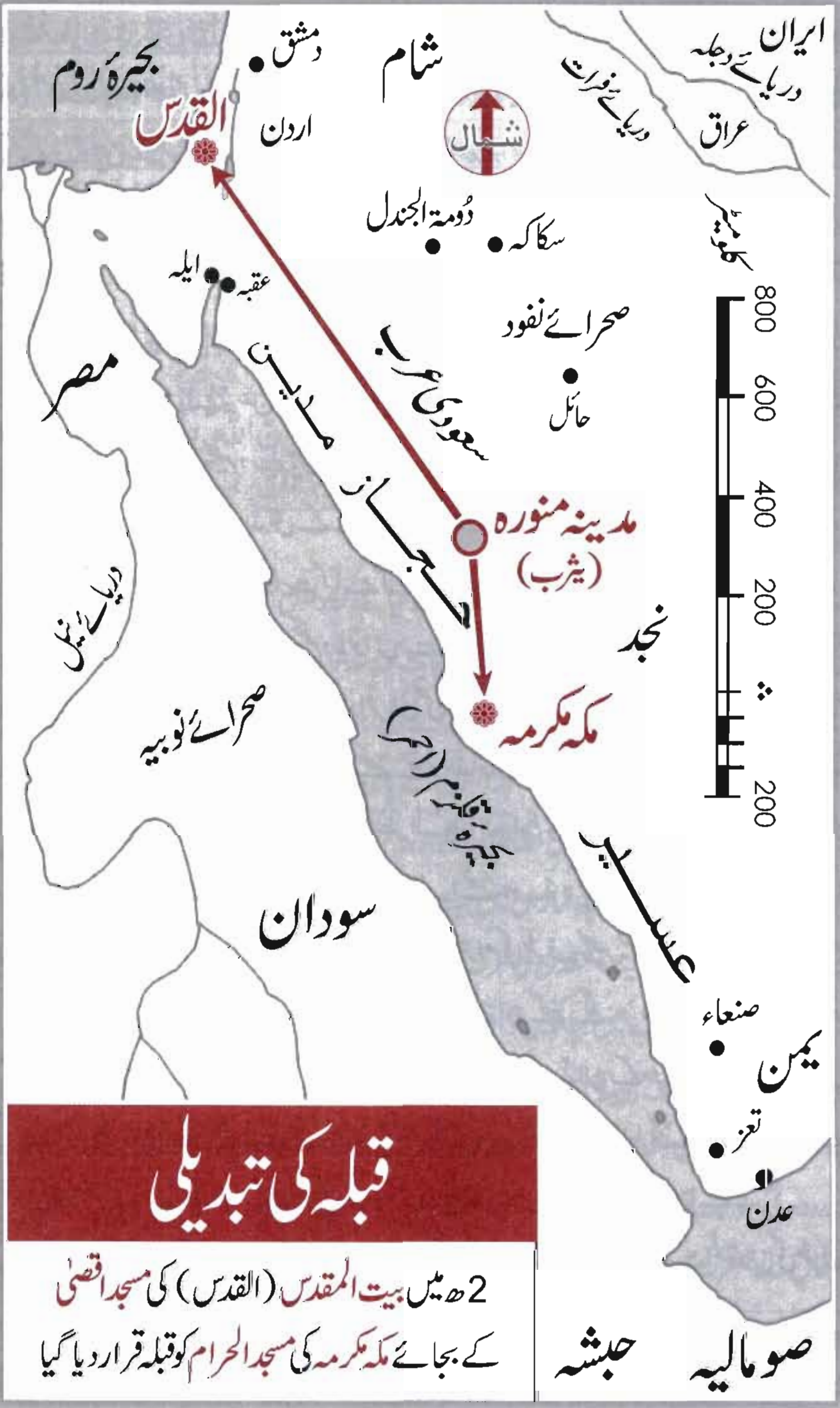


# قبلہ کی تبدیلی

2ھ میں بیت المقدس (القدس) کی مسجد اقصیٰ کے بجائے مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام کو قبلہ قرار دیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا تو مکہ میں آپ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین نماز ادا فرماتے۔[1] لہٰذا صخرۂ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کی حالت میں کعبہ بھی آپ کے سامنے ہی ہوتا تھا مگر ہجرتِ مدینہ کے بعد اس طرح دونوں کی طرف بیک وقت منہ کر کے نماز ادا کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کا یہی قول ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ انصار بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ انھیں تحویل قبلہ کا حکم معلوم ہوا تو انھوں نے حالتِ نماز ہی میں کعبے کی طرف منہ کر لیا۔[2] (یہ بنوسَلِمہ کے لوگ تھے جو مسجد قبلتین کے قریب رہائش پذیر تھے۔)[3]

صحیح بخاری و مسلم ہی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ قُبا میں نماز صبح ادا کر رہے تھے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن میں یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ آپ کعبے کو قبلہ بنالیں تو ان لوگوں نے نماز ہی کی حالت میں کعبے کی طرف اپنا رخ کر لیا تھا، پہلے ان کے منہ شام کی طرف تھے اور اب وہ گھوم کر کعبے کی طرف ہو گئے تھے۔[4]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ناسخ کے مطابق حکم اسی وقت لازم ہوتا ہے جب اس کا علم ہو جائے، خواہ اس کا نزول اور ابلاغ پہلے ہی سے کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو عصر، مغرب اور عشاء کی ان نمازوں کے دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا جو انھوں نے تحویل قبلہ کے حکم کے بعد بھی بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے ادا کی تھیں اور انھیں ابھی تک پہلے قبلے کے نسخ کا علم نہیں ہوا تھا۔ واللّٰه أعلم.

تحویل قبلہ کے بارے میں اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کچھ منافق، متشکک اور کافر یہودی ہدایت سے دور ہو کر دیوانگی اور تشکیک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے: ﴿ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ ﴾ یعنی آخر مسلمانوں کو کیا ہوا، انھیں اپنے پہلے قبلے سے کس چیز نے پھیر دیا ہے؟ کبھی اس طرف منہ کرتے ہیں اور کبھی اس طرف۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ ﴾ ''(اے نبی!) آپ کہہ دیں کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔'' یعنی حکم، تصرف اور امر صرف اللہ ہی کا ہے، ﴿ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ ﴾ (البقرة 2:115) ''تو جدھر تم رخ کرو، ادھر اللہ کا چہرہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ﴾

[1] لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دوران میں حطیم میں نماز پڑھنا ثابت ہے، دیکھیے صحیح البخاري، مناقب الأنصار، باب مالقي النبي ﷺ وأصحابه......، حدیث: 3856. [2] ملخص از صحیح البخاري، الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان، حدیث: 399 و صحیح مسلم، المساجد، باب تحويل القبلة ......، حدیث: 525. [3] دیکھیے منة المنعم شرح صحيح مسلم: 337/1. [4] صحیح البخاري، الصلاة، باب ماجاء في القبلة......، حدیث: 403 و صحیح مسلم، المساجد، باب تحويل القبلة......، حدیث: 526.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(البقرۃ 2:177) ”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔“

یعنی تمام تر خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا جائے، وہ ہمیں جس طرف حکم دے، ہم اسی طرف اپنا منہ کرلیں۔ اطاعت اس کے حکم کو ماننے کا نام ہے، خواہ وہ ہمیں ہر روز مختلف جہتوں اور سمتوں کی طرف منہ کرنے کا حکم دے۔ ہم تو صرف اسی کے بندے، غلام اور خدام ہیں اور اسی کا تصرف واختیار ہم میں کارفرما ہے، وہ جس طرف حکم دے گا ہم اس طرف اپنا منہ کرلیں گے۔

اور یہ بھی اس کی اپنے عبد اور رسول حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت پر عظیم عنایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے قبلے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اور ان کے رخ کو اس کعبے کی طرف متوجہ کردیا جسے اللہ وحدہ لاشریک ہی کے پاک نام پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور جو اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محترم گھر ہے کیونکہ اس گھر کے معمار حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿142﴾﴾ ”(اے نبی!) کہہ دیں کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے متعلق فرمایا: [إِنَّهُمْ لَا يَحْسُدُونَا عَلَى شَيْءٍ كَمَا يَحْسُدُونَا عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا ، وَعَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا ، وَعَلَى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ: آمِينَ] ”ان کو ہمارے بارے میں کسی اور چیز کی وجہ سے اس قدر حسد نہیں ہے جس قدر جمعے کے دن کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور یہ اس سے محروم رہے۔ اور قبلے کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی بھی ہدایت فرمائی اور یہ لوگ اس سے بھی محروم رہے، نیز ہم جو امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں، اس کی وجہ سے بھی یہ ہم سے حسد کرتے ہیں۔“[1]

**امت محمدیہ کی فضیلت:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ﴾ ”اور (جیسے تمھیں ہدایت دی) اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں۔“ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ ہم نے تمھیں قبلۂ ابراہیم علیہ السلام کی طرف پھیر دیا ہے اور تمھارے لیے اس قبلے کو اس لیے منتخب کیا ہے تاکہ تمھیں بہترین امت بنا دیں۔ اور تم قیامت کے دن دیگر امتوں پر گواہ بن جاؤ کیونکہ دیگر تمام امتیں تمھارے شرف وفضل کی معترف ہیں۔

وَسَطَ کا لفظ یہاں بہترین اور اعلیٰ کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: قُرَيْشٌ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَّدَارًا ”قریش نسب اور خاندان کے اعتبار سے تمام عربوں سے بہتر ہیں۔“ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی قوم میں نسب کے اعتبار سے وَسَط، یعنی

---

[1] مسند أحمد:135/6 مطولاً مزید دیکھیے جمعے کی بابت: صحیح البخاري:896 و صحیح مسلم:855 اور آمین کی بابت: سنن ابن ماجه:856، 857.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سب سے اشرف وافضل تھے، اسی محاورے کے مطابق سب سے افضل نماز، یعنی نماز عصر کو صلاۃ وُسطیٰ کہا جاتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔①

جب اس امت کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت بنایا ہے تو اسے سب سے مکمل شریعت، سب سے بہتر طریقہ اور سب سے واضح اور روشن مذہب عطا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ﴾ (الحج 78:22) ''اس (اللہ) نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی، اپنے باپ ابراہیم کی ملت کی اتباع کرو، اسی نے پہلے (پہلی کتابوں میں) بھی تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے) تاکہ پیغمبر تم پر شاہد ہوں اور تم لوگوں پر شاہد ہو۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يُدْعٰى نُوحٌ عليه السلام يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ بَلَّغْتَ ؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ ، فَيُدْعٰى قَوْمُهُ فَيُقَالُ لَهُمْ : هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ : مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ أَوْ مَا أَتَانَا مِنْ أَحَدٍ، فَيُقَالُ لِنُوحٍ: مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ وَّأُمَّتُهُ ، قَالَ : فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ قَالَ: الْوَسَطُ الْعَدْلُ، قَالَ: فَتُدْعَوْنَ فَتَشْهَدُونَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، قَالَ: ثُمَّ أَشْهَدُ عَلَيْكُمْ]

''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: کیا آپ نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے: ہاں، تو پھر آپ کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا تم کو نوح علیہ السلام نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دے گی کہ نہیں، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ یا کہے گی کہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ تو نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ آپ کا کون گواہ ہے؟ آپ جواب دیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میری گواہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اس آیت: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ سے اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: وَسَط کے معنی عدل کے ہیں۔ فرمایا: پھر تمھیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ واقعی حضرت نوح علیہ السلام نے (اللہ کے دین) کو پہنچا دیا تھا اور فرمایا: پھر تمھارے بارے میں، میں گواہی دوں گا۔''② اس حدیث کو امام بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی مختلف الفاظ اور طرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔③

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَجِيءُ النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَأَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ ، فَيُدْعٰى قَوْمُهُ ، فَيُقَالُ لَهُمْ : هَلْ بَلَّغَكُمْ هٰذَا ؟

---

① دیکھیے البقرۃ، آیت: 238 کے ذیل میں۔ ② مسند أحمد: 32/3. ③ صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ﴾، حدیث: 3339 وجامع الترمذي، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ، حدیث: 2961 والسنن الکبرٰی للنسائي، التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾: 292/6، حدیث: 11007 وسنن ابن ماجه، الزھد، باب صفة أمة محمد ﷺ، حدیث: 4284 لیکن نسائی اور ابن ماجہ کے الفاظ بعد والی روایت کی طرح ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَيَقُولُونَ: لَا ، فَيُقَالُ لَهُ : هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ ، فَيُقَالُ لَهُ: مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ وَّأُمَّتُهُ ، فَيُدْعٰى مُحَمَّدٌ وَّأُمَّتُهُ ، فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ بَلَّغَ هٰذَا قَوْمَهُ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُقَالُ: وَمَا عِلْمُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: جَاءَ نَا نَبِيُّنَا ﷺ فَأَخْبَرَنَا: أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ﴾ قَالَ: يَقُولُ: عَدْلًا ﴿ لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ ]

''قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا، اور کسی کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ آدمی ہوں گے، پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا اس نبی نے تم تک (دین) پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں، پھر اس نبی سے کہا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے: ہاں، ان سے پوچھا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ میرے گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہیں، پھر حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا انھوں نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دیں گے: ہاں، پہنچا دیا تھا تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس جب ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے تو آپ نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے (اللہ کے دین کو) پہنچا دیا تھا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ﴾ ''اور (جیسے تمھیں ہدایت دی) اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا۔'' کے یہی معنی ہیں۔ اور وَسَطَ کے معنی عدل کے ہیں ﴿ لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ ''تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔''[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو اسود سے روایت کیا ہے کہ میں جب مدینہ میں آیا تو وہاں ایک مرض پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے لوگ کثرت سے فوت ہو رہے تھے۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ گزرا اور اس میت کی تعریف کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو میت کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا گیا تو پھر بھی آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو میت کے بارے میں برے خیالات کا اظہار کیا گیا، آپ نے فرمایا واجب ہوگئی تو ابو اسود نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے کہا کہ یہ بات میں نے اسی طرح کی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: [أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: فَقَالَ: وَثَلَاثَةٌ، قَالَ: قُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ] ''جس مسلمان کے بارے میں چار آدمی خیر کی گواہی دے دیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ ہم نے عرض کی کہ اگر گواہ تین ہوں تو فرمایا: تین کی گواہی سے بھی، پھر ہم نے عرض کی کہ اگر گواہ دو ہوں تو آپ نے فرمایا کہ دو کی گواہی سے بھی اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔'' پھر اس کے بعد ایک آدمی کی گواہی کے بارے میں ہم نے آپ ﷺ سے سوال نہیں کیا۔[2] اسی طرح امام

[1] مسند أحمد: 58/3 اور دیکھیے سابقہ حوالہ۔ [2] مسند أحمد: 22،21/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بخاری، ترمذی اور نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ①

**تحویل قبلہ کی حکمت:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ ﴾ ''اور جس قبلے پر آپ (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور یہ بات (تحویل قبلہ لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی مگر جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اے نبی! میں نے ہی پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تھا اور پھر کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون آپ کی اتباع واطاعت کرتا ہے اور قبلہ رخ ہونے میں ساتھ دیتا ہے۔ ﴿ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ ﴾ ''کون اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاتا ہے؟'' یعنی دین سے مرتد ہو جاتا ہے۔

﴿ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً ﴾ ''اور یہ بات (لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی۔'' یعنی بیت المقدس کے بجائے کعبے کی طرف منہ کرنے کی بات اگرچہ کچھ لوگوں کے لیے بہت گراں تھی مگر جن لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے اور اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ آپ دین کا جو حکم بھی لائے ہیں، وہ بلا شک وشبہ حق ہے، انھیں تحویل قبلہ کی یہ بات قطعاً گراں محسوس نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا کرتا اور جو ارادہ فرماتا حکم دے دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو جو چاہے حکم دے اور اپنے جس حکم کو چاہے منسوخ فرما دے۔ یہ تمام امور اسی کی حکمتِ تامہ اور حجتِ بالغہ پر مبنی ہوتے ہیں۔

اور اس کے برعکس جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا، ہر نئے حکم کے نازل ہونے پر ان کے لیے مزید شک پیدا ہو جاتا جس طرح اہل ایمان کے دل ہر نئے حکم کے نازل ہونے سے ایمان وتصدیق سے لبریز ہو جاتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ﴾ (التوبة 9:124,125) ''اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض (منافق استہزا کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کو تو اس (سورت) نے ایمان میں زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن کے دلوں میں مرض ہے اس (سورت) نے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا۔'' اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ ﴾ (بنی إسرآء یل 17:82) ''اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے ہی میں زیادہ کرتا ہے۔''

① صحيح البخاری، الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، حدیث:1368 و جامع الترمذی، الجنائز، باب فی الثناء الحسن علی المیت، حدیث:1059 و سنن النسائی، الجنائز، باب الثناء، حدیث:1936. آپ ﷺ کے دورِ مبارک میں اسی نوعیت کا واقعہ پیش آیا تھا، اُس سے اس حدیث کا مفہوم اور محل استشہاد مزید واضح ہو جاتا ہے، دیکھیے صحیح البخاری حوالۂ مذکورہ، حدیث:1367.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق و اتباع پر ثابت قدم رہے اور بلاشک وشبہ اسی طرف اپنا منہ کر لیا جس طرف منہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا، وہ سادات صحابہ میں شمار ہوئے۔ اور بعض اہل علم کے بقول مہاجرین و انصار میں سے اولین سبقت کرنے والے وہ ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ لوگ مسجد قُبا میں نماز صبح ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ نبی ﷺ پر (آج رات) قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ سنتے ہی وہ سب لوگ کعبہ رخ ہو گئے۔[1] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس وقت وہ حالتِ رکوع میں تھے اور وہ اسی حالتِ رکوع ہی میں کعبے کی طرف مڑ گئے۔[3] امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے (کہ وہ حالتِ رکوع میں تھے۔)[4] یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے کمال درجے پر فائز تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت بجالانے کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہم أجمعین.

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ ''اور اللہ ایسا نہیں کہ تمھارے ایمان کو یوں ہی کھو دے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ اس سے پہلے تم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے جو نمازیں ادا کی ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا ثواب ضائع نہیں ہوگا۔ صحیح بخاری میں ابواسحاق سبیعی کی براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کچھ لوگ فوت ہو گئے جنھوں نے بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی تو لوگوں نے کہا کہ ان کا اس سلسلے میں کیا حال ہوگا؟ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ ''اور اللہ ایسا نہیں کہ تمھارے ایمان کو یوں ہی کھو دے۔''[5] اس حدیث کو امام ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔[6]

ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمھارے اس ایمان کو کھو دے جو قبلۂ اولیٰ کے بارے میں تھا اور اپنے نبی کی تصدیق و اتباع کرتے ہوئے تم نے دوسرا قبلہ اختیار کر لیا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ تمھیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے کے اجر و ثواب سے نواز دے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ''بے شک اللہ تو لوگوں پر بڑا مہربان (اور) صاحب رحمت ہے۔''[7]

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی قیدی عورت کو دیکھا جس کا بچہ اس سے جدا ہو گیا تھا، وہ قیدیوں میں

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ﴾ (البقرة 143:2)، حدیث: 4488. [2] صحیح مسلم، المساجد، باب تحویل القبلة......، حدیث: 526. [3] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث: 2962. [4] صحیح مسلم، المساجد، باب تحویل القبلة......، حدیث: 527. [5] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ...﴾ (البقرة 142:2)، حدیث: 4486. [6] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث: 2964. [7] تفسیر ابن أبی حاتم: 252/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ہم ضرور آپ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، پھر آپ

الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ

اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں، اور جہاں کہیں بھی تم ہوا پنے منہ اس کی طرف پھیر لو اور بے شک وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿144﴾

بے شک یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ اس سے غافل نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں ﴿144﴾

سے جس بچے کو بھی دیکھتی اسی کو پکڑ کر اپنے گلے لگا لیتی، بچے کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب اس نے تلاش کر لیا تو اسے گلے لگا لیا اور اس کے منہ میں دودھ دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتُرَوْنَ هٰذِهِ طَارِحَةً وَّلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا، وَ هِيَ تَقْدِرُ عَلٰى أَنْ لَّا تَطْرَحَهُ، فَقَالَ: لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا] ''تمھارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بیٹے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: نہیں، (اے اللہ کے رسول!) اور وہ اسے نہ پھینکنے پر قدرت بھی رکھتی ہو تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس قدر یہ عورت اپنے بچے کے لیے رحم دل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔''[1]

### تفسیر آیت:144

**قرآن مجید میں سب سے پہلے قبلے کا حکم منسوخ ہوا تھا:** علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے پہلے قبلے کا حکم منسوخ ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو مدینہ کے باشندوں کی اکثریت یہودیوں پر مشتمل تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا تو اس سے یہودی بہت خوش ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے تیرہ ماہ سے زیادہ عرصے تک اس طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی لیکن آپ قبلۂ ابراہیمی کو پسند کرتے، اس کے لیے دعا فرماتے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ﴾ ''(اے پیغمبر!) ہم آپ کے منہ کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ہم ضرور آپ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، پھر آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں، اور جہاں کہیں بھی تم ہوا پنے منہ اسی کی طرف کر لیا کرو۔'' اس سے یہود شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ مسلمان جس قبلے پر پہلے سے چلے آرہے تھے اب اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے جواب میں آپ کہہ دیں کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔[2]

اور فرمایا: ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرة 2:115) ''تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کا چہرہ ہے۔'' مزید فرمایا: ﴿وَمَا

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الولد......، حديث:5999 و صحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله، حديث:2754. [2] تفسير ابن أبي حاتم:248/1 و الدر المنثور:261/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ

اور (اے نبی!) اگر آپ ان لوگوں کے پاس ہر قسم کی نشانی لے آئیں جنھیں کتاب دی گئی تو بھی وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے، اور نہ آپ ان

بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ

کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی گروہ دوسرے گروہ کے قبلے کی پیروی کرنے والا نہیں۔ اور اگر آپ نے ان کی خواہشات کی

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ ⑭⑤ وقف لازم

پیروی کی، اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا ہے تو یقیناً اس وقت آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے ⑭⑤

جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ (البقرۃ 2:143) ''اور جس قبلے پر تم (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔''

**قبلہ عین کعبہ ہے یا جہت کعبہ؟** امام حاکم نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں شطر کے معنی طرف کے ہیں، پھر امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔[1] ابو العالیہ، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، قتادہ، اور ربیع بن انس رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ: وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ ''اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی (مسجد) کی طرف منہ کر لیا کرو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب، زمین کی تمام جہتوں سے کعبے ہی کی طرف منہ کیا جائے، اس سے اس کے سوائے اور کوئی صورت مستثنیٰ نہیں کہ حالت سفر میں سواری پر نفل نماز ادا کی جا رہی ہو تو اس صورت میں ادھر منہ کیا جا سکتا ہے جدھر سواری کا رخ ہو لیکن دل کعبے ہی کی طرف ہونا چاہیے یا پھر دوران جنگ میں نماز خوف ادا کرتے ہوئے کسی طرف بھی منہ کیا جا سکتا ہے یا اگر کسی جگہ قبلے کی جہت کا علم ہی نہ ہو تو اپنے اجتہاد سے قبلے کا تعین کر لیا جائے، خواہ حقیقت میں یہ اجتہاد غلط ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

**یہودیوں کو تحویل قبلہ کا مسئلہ معلوم تھا:** ارشاد باری تعالیٰ: وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ ''اور بے شک جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ (نیا قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔'' یعنی یہ یہودی جنھوں نے بیت المقدس سے آپ کے منہ پھیر لینے کا انکار کیا، حقیقت میں یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دے گا کیونکہ ان کی کتابوں میں ان کے انبیاء کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی شان اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس کامل اور عظیم ترین شریعت سے سرفراز فرمایا ہے، اس کا ذکر موجود ہے لیکن اہل کتاب حسد، کفر اور عناد کی وجہ سے ان باتوں کو چھپاتے تھے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

[1] المستدرك للحاكم، التفسير، باب من سورة البقرة: 269/2، حديث: 3064. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 254/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس (رسول) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بے شک ان میں سے ایک گروہ ضرور حق کو

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿146﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿147﴾ ع 17

چھپاتا ہے، حالانکہ وہ جانتے ہیں ﴿146﴾ یہ حق ہے تمھارے رب کی طرف سے، لہٰذا (اس کے متعلق) تم ہرگز شک میں نہ پڑنا ﴿147﴾

يَعْمَلُوْنَ ﴿144﴾ ''اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں، اللہ ان سے بے خبر نہیں۔''

**تفسیر آیت:145**

**یہودیوں کا عناد وانکار:** اللہ تعالیٰ یہودیوں کے کفر وعناد اور رسول اللہ ﷺ کے مقام ومرتبے کو جاننے کے باوجود مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرما رہا ہے کہ آپ جس دین وشریعت کو لے کر آئے ہیں اگر اس کے صحیح ہونے کے تمام دلائل کا بھی ذکر فرما دیں تو پھر بھی یہ اپنی خواہشات کو ترک کر کے آپ کی اتباع نہیں کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 10:96,97) ''جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) صادر ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔''

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ ﴾ ''اور اگر آپ ان اہل کتاب کے پاس تمام نشانیاں بھی لے کر آئیں تو بھی یہ آپ کے قبلے کی پیروی نہ کریں۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ ﴾ ''اور آپ بھی ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جو حکم دیا ہے آپ کس قدر رشدت کے ساتھ اس کی پیروی کرنے والے ہیں جس طرح یہودی اپنی آراء اور اپنی خواہشات کے پابند ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول بھی اللہ کے حکم اور اطاعت کے پابند اور اپنے رب کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، لہٰذا آپ کبھی بھی یہودیوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتے۔ بیت المقدس کی طرف آپ نے منہ کیا تو اس لیے نہیں کہ یہ یہود کا قبلہ تھا بلکہ یہ اس لیے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ڈرایا ہے کہ کوئی شخص جانتے بوجھتے حق کی مخالفت کر کے اپنی خواہش کی پیروی کرے کیونکہ جو شخص جانتا ہوا اس پر تو نہ جاننے والے کی نسبت حجت زیادہ تمام ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے درحقیقت آپ کی امت سے فرمایا گیا: ﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ ﴿145﴾ ﴾ ''اور اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا ہے تو یقیناً اس وقت آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

**تفسیر آیات:147,146**

**یہودیوں کا نبیٔ اکرم ﷺ کو پہچاننا اور حق کو چھپانا:** اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس کا رسول ﷺ جس دین حق کو لے کر آیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ

اور ہر ایک کے لیے ایک سَمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے، لہٰذا تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے، اللہ تم

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿148﴾

سب کو لے آئے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿148﴾

ہے، اس کے صحیح ہونے کو یہودی اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے ان میں سے کوئی اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ کسی چیز کے صحیح ہونے کے بارے میں عرب یہی مثال دیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا جس کے ساتھ اس کا چھوٹا بچہ بھی تھا: [هٰذَا ابْنُكَ ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَشْهَدُ بِهِ، قَالَ: (أَمَا إِنَّهُ) لَا يَجْنِي عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ] ”کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، میں اس کی گواہی دیتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ یہ تمھارے اور تم اس کے گناہ کے ذمے دار نہیں ہوگے۔“ ①

امام قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ حضرت محمد ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹے کو؟ انھوں نے کہا: ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ آسمان سے ایک امین (جبریل) زمین کے ایک امین (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پر نازل ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی شان بتلائی جس کی وجہ سے میں نے آپ کو پہچان لیا ہے، حالانکہ آپ کی والدہ کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ ②

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ثبوت اور پختہ یقین کے باوجود ﴿لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ﴾ ”ضرور وہ سچی بات کو چھپاتے ہیں۔“ یعنی ان کی کتابوں میں نبی ﷺ کی جو صفات لکھی ہوئی ہیں، انھیں یہ لوگوں سے چھپاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور اپنے اہل ایمان بندوں کو ثابت قدم رکھتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس دین و شریعت کو لائے ہیں، وہ بلا شک وشبہ حق اور سچ ہے، فرمایا: ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿147﴾﴾ ”(یہ) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔“

## تفسیر آیت:148

**ہر امت کا ایک قبلہ ہے:** عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیتِ کریمہ: ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾ ”اور ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک سمت (مقرر) ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔“ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد تمام اہل ادیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی پسند کا ایک قبلہ مقرر کر رکھا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ قبلہ تو وہ ہے جس کی طرف مومن اپنا منہ کرتے ہیں۔ ③

اور ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ یہودی بھی ایک سَمت کی طرف منہ کرتے ہیں اور نصاریٰ بھی مگر اے

① مسند أحمد: 163/4 اور [أَمَا إِنَّهُ]: 226/2 میں ہے۔ وسنن أبي داود، الديات، باب لا يؤخذ الرجل بجريرة أبيه أو أخيه، حدیث: 4495 اور یہ صحابی ابو رمثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد تھے۔ ② تفسير القرطبي: 163/2. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 256/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

اور (اے نبی!) آپ جہاں سے بھی نکلیں، اپنا منہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں اور بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ اس سے غافل

عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿149﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

نہیں جو تم عمل کرتے ہو ﴿149﴾ اور آپ جہاں سے بھی نکلیں، اپنا منہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو، اپنے منہ اسی کی

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا

جانب پھیر لو تاکہ تمھارے خلاف لوگوں کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔ ہاں، ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا (وہ باتیں کرتے رہیں گے)، پس تم ان سے مت

تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿150﴾

ڈرو اور صرف مجھ سے ڈرو تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں اور شاید کہ تم ہدایت پاؤ ﴿150﴾

امت محمدیہ کے لوگو! حقیقی قبلہ تو یہ ہے جس کے اختیار کرنے کی اللہ تعالیٰ نے تمھیں توفیق عطا فرمائی ہے۔ مجاہد، عطاء، ضحاک، ربیع بن انس اور سدی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ①

یہ آیت کریمہ اس فرمان باری تعالیٰ کے مشابہ ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا﴾ (المآئدة 5:48) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے اس میں وہ تمھاری آزمائش کرنی چاہتا ہے، سو نیک کاموں میں جلدی کرو، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿148﴾﴾ ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو جمع کر دے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' یعنی گو تمھارے جسم اور بدن منتشر اور الگ الگ ہوں گے، پھر بھی وہ ان سب کو زمین سے جمع کرنے پر قادر ہے۔

### تفسیر آیات: 150,149

**قبلے کی منسوخی کا ذکر تین بار کیوں؟** اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں یہ تیسری بار حکم دیا جا رہا ہے کہ تمام اطراف و اکناف عالم سے مسجد حرام ہی کی طرف منہ کیا جائے، اس تکرار کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کا سیاق و سباق سے تعلق ہے۔ اس سلسلے میں پہلے تو ﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ (البقرة 2:144) ''(اے نبی!) ہم آپ کا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اس قبلے کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں منہ کرنے کا حکم دیں گے۔'' تا ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ○﴾ (البقرة 2:144) ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ (نیا قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ ان سے بے خبر نہیں۔'' نازل فرمایا۔ اور اس مقام پر یہ ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

① تفسیر ابن أبي حاتم: 256/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے اپنے نبی کی خواہش کو پورا کر دیا ہے اور اس قبلے کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا ہے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

دوسری بار قبلے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ ﴾ ''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کریں، بلاشبہ وہ آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔''

یہاں یہ فرمایا کہ یہ پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ اس سے تحویل قبلہ کے حکم کا درجہ اور بھی بڑھ گیا، یعنی اسے صرف رسول اللہ ﷺ کی رضا اور خواہش کی تائید ہی میں قبلہ قرار نہیں دیا گیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور اللہ تعالیٰ اسے پسند بھی فرماتا ہے۔

اور تیسری بار حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان مخالف یہودیوں کو لاجواب کر دیا ہے جو اس بات کو اپنے حق میں دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے قبلے کی طرف منہ کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلے کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا جائے گا، نیز اس سے مشرکین عرب کی حجت بھی کٹ گئی کہ آپ قبلۂ یہود کے بجائے قبلۂ ابراہیم کی طرف منہ کیوں نہیں کرتے، حالانکہ یہ قبلہ اشرف ہے، مشرکین عرب خود بھی کعبے کی تعظیم کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے کعبے کی طرف منہ کرنے سے انھیں ایک گونہ خوشی بھی ہوئی۔

**نسخ قبلہ کی حکمت:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ﴾ ''(یہ تاکید) اس لیے (کی گئی ہے) کہ لوگ تم کو کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں۔'' میں لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں جو یہ جانتے تھے کہ اس امت کی ایک نمایاں صفت کعبے کی طرف منہ کرنا بھی ہے۔ اور اس صفت کی عدم موجودگی کی وجہ سے تو وہ بسا اوقات مسلمانوں پر اعتراض بھی کیا کرتے تھے۔ اور دوسری حکمت نسخ قبلہ میں یہ ہے کہ بیت المقدس کی طرف مسلمانوں کے منہ کرنے کو یہودی اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش نہ کر سکیں۔

اور ﴿ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ﴾ ''ہاں! ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا'' سے مراد مشرکین قریش ہیں جو ظالمانہ طور پر یہ اعتراض کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ یہ شخص اپنے آپ کو دین ابراہیم پر بتلاتا ہے، لہٰذا اگر ان کا بیت المقدس کی طرف منہ کرنا دین ابراہیم کے مطابق تھا تو اب اس سے انھوں نے کیوں رجوع کر لیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے پہلے آپ کے لیے اس بات کو پسند فرمایا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کریں کیونکہ اس میں حکمت تھی اور آپ نے اپنے رب کے اس حکم کی اطاعت کی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبلۂ ابراہیم کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا اور اس سے مراد کعبہ ہے تو آپ اس حکم الٰہی کی اطاعت بھی بجا لائے کیونکہ آپ تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے۔ اور لمحہ بھر کے لیے بھی حکم الٰہی سے باہر قدم نہیں رکھتے تھے۔ اور امت بھی اس سلسلے میں آپ کی تابع ہے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

جیسے ہم نے تمھارے لیے تمھی میں سے ایک رسول بھیجے، وہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور تمھیں پاک کرتے ہیں اور تمھیں کتاب اور حکمت

18 ع 5 2 وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿151﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿152﴾

کی تعلیم دیتے اور تمھیں وہ (باتیں) سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے﴿151﴾ چنانچہ تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو﴿152﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ﴾ ''سو ان سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا۔'' یعنی ان ظالموں اور جابروں کے پیدا کردہ شکوک وشبہات سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھی سے ڈرو کیونکہ صرف اسی کی ذات گرامی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ﴾ کا ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ پر عطف ہے، یعنی استقبال قبلہ کا یہ حکم اس لیے بھی ہے تاکہ میں تمھیں اپنی تمام نعمتیں بخشوں اور تمھارے لیے یہ شریعت ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے۔ ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور تاکہ تم راہ راست پر چلو۔'' یعنی جس سے سابقہ امتیں بھٹک گئی تھیں، ہم نے تمھیں اس کی ہدایت عطا فرمائی اور جس قبلے کو سابقہ ملتیں اختیار نہ کر سکیں، وہ ہم نے تمھارے لیے مخصوص کر دیا، یہی وجہ ہے کہ یہ امت سب سے اشرف وافضل امت ہے۔

## تفسیر آیات: 152,151

**رسول اللہ ﷺ کی بعثت عظیم ترین نعمت ہے:** اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر اپنے اس عظیم الشان احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے ان میں اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا جو ان میں اللہ تعالیٰ کی روشن آیات کی تلاوت کرتے اور اخلاق کی خرابیوں، نفسوں کی نجاستوں اور جاہلیت کے کاموں سے پاک کرتے ہیں، ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر روشنیوں کی طرف لے آتے ہیں۔ انھیں کتاب، یعنی قرآن اور حکمت، یعنی سنت کی تعلیم دیتے ہیں اور انھیں وہ باتیں بتاتے ہیں جو وہ نہیں جانتے تھے۔ اسلام سے قبل یہ لوگ بدترین جہالت میں مبتلا تھے، چکنی چپڑی اور بے وقوفی کی باتیں کرتے تھے لیکن آپ کی نبوت ورسالت کی وجہ سے اولیاء کے حالات اور علماء کی صفات کے علمبردار بن گئے اور سب لوگوں سے علم میں گہرے، دلوں کے پاکباز، تکلف میں کم اور گفتار کے سچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ (آل عمران 164:3) ''اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے ہیں۔'' اور جو اس نعمت کی قدر نہ کرے، اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ (إبراهيم 28:14) ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا؟''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ﴾ میں اس نعمت سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔[1] یہی وجہ ہے کہ اللہ

[1] صحیح البخاری، المغازی، باب قتل أبی جهل، حدیث: 3977 مگر یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بجائے عمرو بن دینار کا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس عظیم الشان نعمت کا اعتراف کریں اور اس کے صلے میں ذکر وشکر کو اختیار کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ ''سو تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمھیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔'' مجاہد ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جیسے میں نے تم پر یہ احسان کیا ہے تم بھی میرا ذکر کرتے رہو۔[1] امام حسن بصری فرمان باری تعالیٰ: ﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تم اس کو یاد کرو جو میں نے تم پر فرض کیا ہے، میں اسے یاد کروں گا جو میں نے اپنے اوپر فرض قرار دے رکھا ہے۔[2] اور صحیح حدیث میں ہے: [يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى:...... (مَنْ) ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَ (مَنْ) ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ] ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرا بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے اسے میں اپنے آپ میں یاد کرتا ہوں اور جو جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر (فرشتوں کی) جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔''[3]

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ ! إِنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِكَ ذَكَرْتُكَ فِي نَفْسِي ، إِنْ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُكَ فِي مَلَإٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ ـ أَوْ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ ـ وَ إِنْ دَنَوْتَ مِنِّي شِبْرًا دَنَوْتُ مِنْكَ ذِرَاعًا ، وَّ إِنْ دَنَوْتَ مِنِّي ذِرَاعًا دَنَوْتُ مِنْكَ بَاعًا ، وَّ إِنْ أَتَيْتَنِي تَمْشِي أَتَيْتُكَ أُهَرْوِلُ] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم! اگر تو اپنے دل میں میرا ذکر کرے گا تو میں اپنے آپ میں تیرا ذکر کروں گا، اگر تو جماعت میں میرا ذکر کرے گا تو میں فرشتوں کی جماعت میں یا یہ فرمایا کہ اس سے بہتر جماعت میں تیرا ذکر کروں گا۔ اگر تو ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک ہاتھ تیرے قریب آؤں گا اور اگر تو ایک ہاتھ میرے قریب آئے تو میں دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ کی مقدار تیرے قریب آؤں گا اور اگر تو چل کر میرے پاس آئے تو میں دوڑ کر تیرے پاس آؤں گا۔''[4] اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا ہے۔[5]

اور فرمایا: ﴿ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ ''اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا شکر بجالانے کا حکم دیا ہے اور شکر ادا کرنے پر مزید خیر و برکت سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ (إبراهيم 14:7) ''اور جب تمھارے پروردگار نے (تم کو) آگاہ کیا کہ

---

[1] تفسير الطبري:2/50. [2] تفسير ابن أبي حاتم:1/261. [3] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ (آل‌عمران 3:30)، حديث:7405 و صحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب الحث على ذكر الله تعالى، حديث:2675 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ مطولاً، البتہ یہاں [مَنْ......] کے بجائے [إِنْ] ہے جبکہ [مَنْ......] مسند أحمد:2/405 میں ہے۔ [4] مسند أحمد:3/138. [5] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ (آل عمران 3:30)، حديث:7405.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿153﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿153﴾ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں،

یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿154﴾

انھیں تم مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے ﴿154﴾

اگر شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) بڑا سخت ہے۔''

امام احمد نے ابو رجاء عُطارِدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ہمارے پاس تشریف لائے تو انھوں نے ریشم کا نہایت قیمتی حلہ زیب تن فرما رکھا تھا جو ہم نے اس سے پہلے یا بعد میں کبھی آپ کے پاس نہیں دیکھا۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [مَنْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ نِعْمَةً فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ أَنْ يُّرٰى أَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى خَلْقِهٖ] ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نعمت سے سرفراز فرمائے تو وہ اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی مخلوق پر اس کی نعمت کے اثر کو دیکھا جائے۔'' رَوح کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: [عَلٰى عَبْدِهٖ] یعنی اس کے بندے پر اس کی نعمت کے اثر کو دیکھا جائے۔ ①

## تفسیر آیات: 154,153

**صبر اور نماز کی فضیلت:** اللہ تعالیٰ نے شکر کا حکم دینے کے بعد اب صبر کا بیان شروع فرما دیا ہے اور راہنمائی فرمائی ہے کہ صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کی جائے کیونکہ بندہ یا تو حالت نعمت میں ہوتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے یا پھر حالت ابتلاء و آزمائش میں ہوتا ہے اور صبر کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [عَجَبًا لِّلْمُؤْمِنِ لَا يَقْضِي اللّٰهُ لَهٗ شَيْئًا إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَ إِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ] ''مومن کا معاملہ انتہائی تعجب خیز ہے، اللہ تعالیٰ اس کے متعلق جو بھی فیصلہ فرمائیں وہ اس کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے۔ اگر اسے خوشی کی کوئی بات نصیب ہو تو یہ شکر بجا لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا ہے اور اگر اسے رنج اور غم کی کوئی بات پہنچے تو یہ صبر کرتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرنا بھی اس کے حق میں بہتر ثابت ہوتا ہے۔'' ②

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مصائب برداشت کرنے کے سلسلے میں سب سے بہتر مدد جس چیز سے لی جا سکتی ہے، وہ صبر اور نماز ہے جیسا کہ قبل ازیں حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ﴾ (البقرۃ 45:2) ''اور (رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اور بے شک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں ہے) جو عجز کرنے والے ہیں۔'' کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اور حدیث میں ہے: [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ إِذَا حَزَبَهٗ أَمْرٌ صَلّٰى] ''رسول اللہ ﷺ جب کسی کام کی وجہ سے غم میں مبتلا ہوتے تو نماز شروع فرما دیتے تھے۔'' ③

① مسند أحمد: 438/4. ② صحیح مسلم، الزهد، باب المؤمن أمره كله خير، حدیث: 2999 عن صهيب رضی اللہ عنہ. لیکن اس کا ابتدائی حصہ: مسند أحمد: 24/5 عن أنس رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ③ مسند أحمد: 388/5 و سنن أبي داود، التطوع، باب وقت قيام النبي ﷺ......، حدیث: 1319 عن حذيفة رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**صبر کی اقسام:** صبر کی دو قسمیں ہیں: (1) حرام اور گناہ کے کاموں کے ترک پر صبر کیا جائے۔ (2) طاعت وتقرب الٰہی کے کاموں کے سرانجام دینے میں صبر کا مظاہرہ کیا جائے۔ ان میں سے اس دوسری قسم کے صبر پر زیادہ ثواب ملتا ہے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے جبکہ صبر کی ایک تیسری قسم یہ ہے کہ مصائب اور مشکلات پر صبر کیا جائے، یہ صبر بھی واجب ہے جس طرح گناہوں سے استغفار واجب ہے جیسا کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کر کے اس چیز کو اختیار کیا جائے جو اسے پسند ہو، خواہ وہ نفوس اور ابدان پر گراں ہی کیوں نہ گزرے۔

اور دوسرا یہ کہ اللہ ہی کے لیے اس چیز سے صبر کیا جائے جو اسے ناپسند ہو، خواہ خواہشات نفس اس کا تقاضا ہی کیوں نہ کریں۔ جو شخص صبر کی ان صورتوں کو اختیار کرے گا، اس کا شمار ان صبر کرنے والوں میں ہوگا جنھیں اللہ تعالیٰ سلام کہے گا۔ [1] إن شاء الله.

**شہداء کی برزخی زندگی:** ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں بتا رہا ہے کہ شہداء اپنے برزخ میں زندہ ہیں اور انھیں رزق بھی دیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

[أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَّهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً، فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا؟ قَالُوا: أَيَّ شَيْءٍ نَّشْتَهِي؟ وَ نَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا، فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا، قَالُوا: يَارَبِّ! نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَلَمَّا رَأٰى أَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوا]

''شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں ہوتی ہیں، اور جنت میں جہاں سے چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں، پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں کے پاس آ کر بیٹھ جاتی ہیں، اور جب بھی ان کا پروردگار ان کی طرف دیکھتا ہے اور فرماتا ہے: کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم کیا چاہیں؟ جبکہ ہم تو جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں، اللہ تعالیٰ شہداء سے تین دفعہ یہی پوچھتا ہے، پھر جب وہ (شہداء) تصور کرتے ہیں کہ سوال کیے بغیر انھیں نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پالن ہار! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم ایک بار پھر تیرے رستے میں شہید کر دیے جائیں، پھر جب باری تعالیٰ دیکھتا ہے کہ شہداء کو اور کسی شے کی ضرورت نہیں تو انھیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔'' [2]

ایک حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے، انھوں نے امام مالک سے، انھوں نے امام زہری سے،

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 262,261/1. [2] صحیح مسلم، الإمارة، باب بیان أن أرواح الشهداء في الجنة......، حدیث: 1887.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ

اور ہم تمھیں کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں، جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے ضرور آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے (155)

الصّٰبِرِیۡنَ ﴿155﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿156﴾ اُولٰٓئِكَ

وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں (156) یہی

عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿157﴾

لوگ ہیں جن کے لیے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں (157)

انھوں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَّعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يُرْجِعَهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ] ''بلاشبہ مومن کی روح ایک ایسا پرندہ ہے جو جنت کے درختوں سے (پھل وغیرہ) کھاتا رہتا ہے حتی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔''[1] یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عام مومن بھی برزخ میں زندہ ہیں، گو عزت و شرف اور تکریم و تعظیم کے طور پر قرآن مجید میں شہداء کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

## تفسیر آیات: 155-157

**مومن کی آزمائش اور صبر کی وجہ سے اجر:** اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو امتحان اور آزمائش کی کٹھن منزلوں سے گزارتا رہتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِیۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَا۟ اَخۡبَارَكُمۡ﴾ (محمد 47:31) ''اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ تم میں جو لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں، ان کو معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' اللہ تعالیٰ کبھی خوشی و مسرت کا سامان فراہم کر کے آزماتا ہے اور کبھی خوف اور بھوک کے رنج میں مبتلا کر کے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ﴾ (النحل 16:112) ''اللہ نے (ان کے اعمال کے سبب) ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔'' بھوکے پر بھوک اور ڈرنے والے پر خوف کا اثر چونکہ بالکل نمایاں اور ظاہر ہوتا ہے، اس لیے اسے بھوک اور خوف کے لباس سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور یہاں فرمایا: ﴿بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ﴾ یعنی کسی قدر خوف اور بھوک سے ﴿وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ﴾ ''اور مالوں کے نقصان سے'' ﴿وَالۡاَنۡفُسِ﴾ ''اور جانوں کے نقصان سے'' کہ دوست، رشتے دار اور احباب جامِ موت نوش کر جائیں۔ ﴿وَالثَّمَرٰتِ ؕ﴾ ''اور پھلوں کے نقصان سے'' یعنی باغات اور کھیت حسب معمول ثمر بار نہ ہوں۔ اور اسی وجہ سے فرمایا ہے: ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿155﴾﴾ ''اور صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دیجیے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ صابر کون ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے؟ فرمایا: ﴿الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿156﴾﴾ ''ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ

[1] مسند أحمد: 455/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' یعنی انھیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنی اسی بات کے ساتھ تسلی حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اللہ ہی کا مال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے اور وہ اس حقیقت سے بھی خوب آگاہ ہیں کہ ذرّہ برابر چیز بھی روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں ضائع نہ ہوگی۔

اور یہ بات ان کے اس اعتراف سے عیاں ہے کہ وہ اس کے بندے ہیں اور آخرت میں اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے انھیں جو عطا کیا ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے ثنا اور رحمت ہے۔ اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ عذاب سے امن بھی۔[1] ﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿157﴾ ﴾ ''اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔''

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جانور کی پشت پر اس کے دونوں طرف کے یہ بوجھ بھی بہت اچھے ہیں اور دونوں کے درمیان جو مزید سامان رکھ دیا گیا ہے یہ بھی بہت اچھا ہے۔[2] یعنی صلوات اور رحمت کی مثال ایسے ہے، جیسے جانور کی پیٹھ پر دونوں طرف کے بوجھ اور ہدایت کی مثال اس زائد بوجھ کی ہے جسے دونوں طرف کے سامان کے درمیان جانور کی پیٹھ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کو نہ صرف اجر و ثواب دیا گیا بلکہ مزید سے بھی نوازا گیا۔

**مصیبت کے وقت ﴿ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿156﴾ ﴾ پڑھنے کی فضیلت:** مصیبتوں کے وقت ﴿ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿156﴾ ﴾ پڑھنے کے ثواب کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں، مثلاً: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن (میرے شوہر) ابوسلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی ہے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے: [لَا يُصِيبُ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ مُصِيبَةٌ فَيَسْتَرْجِعُ عِنْدَ مُصِيبَتِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا فُعِلَ ذٰلِكَ بِهِ] ''جب بھی کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس مصیبت کے وقت ﴿ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿156﴾ ﴾ پڑھ لے اور یہ دعا کرے: ''اے اللہ! میری اس مصیبت میں مجھے اجر دے اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے۔''

ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سن کر یہ دعا یاد کر لی۔ اور جب ابوسلمہ (عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی) فوت ہوئے تو میں نے ﴿ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿156﴾ ﴾ پڑھا اور اس دعا کو بھی، پھر دل میں خیال آیا کہ ابوسلمہ سے بہتر شوہر کس طرح مل سکتا ہے؟ جب میری عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اندر تشریف لانے کی اجازت طلب فرمائی، میں اس وقت ایک کھال رنگ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے درخت سَلَمْ (کیکر) کے پتوں (کے رنگ) کو دھویا، آپ کو اجازت

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 266/1. [2] المستدرك للحاكم، التفسير: 270/2، حديث: 3068 و سنن سعيد بن منصور: 634/2، رقم: 233.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے، اور جو

بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴿158﴾

شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ قدر کرنے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿158﴾

دی، آپ کی خدمت میں ایک تکیہ پیش کیا جو کھال سے بنا اور کھجور کے درخت کے ریشوں سے بھرا ہوا تھا، آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے مجھ سے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ آپ جب اپنی بات ارشاد فرما چکے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے لیے تو یہ بہت سعادت کی بات ہے لیکن میں ایک تو بہت باغیرت (بیوہ) عورت ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے اور دوسری بات یہ کہ میں ایک عمر رسیدہ اور بچوں والی عورت ہوں۔

رسول ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنَ الْغَيْرَةِ فَسَوْفَ يُذْهِبُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْكِ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنَ السِّنِّ، فَقَدْ أَصَابَنِي مِثْلُ الَّذِي أَصَابَكِ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنَ الْعِيَالِ فَإِنَّمَا عِيَالُكِ عِيَالِي] ''لیکن تم نے جو (بیوگی کی) غیرت کی بات کی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ختم کر دے گا، جہاں تک عمر کا تعلق ہے تو میں بھی تمھاری طرح عمر رسیدہ ہوں، اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو تمھارے بچے میرے بچے ہیں۔'' کہتی ہیں: (یہ ارشاد سن کر) میں نے (اپنے آپ کو) آپ ﷺ کے حوالے کر دیا تو اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی فرمالی، پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واقعی ابو سلمہ سے بہتر شوہر نامدار حضور اقدس ﷺ عطا فرما دیے۔ (1) صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث مختصراً بیان ہوئی ہے۔ (2)

## تفسیر آیت:158

**طواف صفا و مروہ کو گناہ سمجھنے کی تردید:** امام احمد رحمہ اللہ نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ ﴾ ''بے شک (کوہ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے۔'' سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صفا و مروہ کے طواف نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بھانجے! تم نے بہت بری بات کہی ہے، اگر بات ایسے ہوتی جیسے تم نے کہی ہے تو پھر الفاظ یہ ہوتے: [فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا] ''تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔'' بات یہ ہے کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اسلام سے قبل منات بت کے پاس لبیک کہتے تھے جس کی وہ مُشَلَّل کے پاس عبادت کیا کرتے تھے اور جو منات کے پاس لبیک کہہ دیتا، وہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا تھا تو اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم زمانۂ جاہلیت میں تو صفا و مروہ کے طواف میں حرج سمجھتے تھے تو اس

(1) مسند أحمد: 28,27/4. (2) صحيح مسلم، الجنائز، باب مايقال عندالمصيبة، حديث:918.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ ﴾.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے طواف کو مسنون قرار دے دیا، لہٰذا کسی کے لیے ان کے طواف کو ترک کرنا جائز نہیں۔ [1] اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام زہری رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے کہ یہ حدیث میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رحمہ اللہ سے بیان کی تو (ابوبکر بن عبدالرحمٰن) حیران ہو گئے اور انھوں نے فرمایا: اس علم کو (تو میں نے نہیں سنا تھا) ہاں، البتہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا دیگر بعض اہل علم سے یہ ضرور سنا تھا جو یہ کہتے تھے کہ ان دو پتھروں کے درمیان طواف جاہلیت کے کاموں میں سے ہے جبکہ بعض انصار نے کہا تھا کہ ہمیں بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے، صفا و مروہ کے طواف کا نہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ ﴾. ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید یہ آیت ان دونوں قسم کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔ [3] اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، [4] نیز آپ نے اس سے ملتی جلتی حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

شعبی کہتے ہیں: اِساف کا بت صفا پر اور نائلہ کا مروہ پر تھا، زمانۂ جاہلیت میں لوگ انھیں چھوتے اور چومتے تھے، لہٰذا اسلام کی آمد کے بعد انھوں نے صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا۔ [6]

**سعی کا حکم اور اس کی بنیاد:** صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو رکن کی طرف تشریف لائے، اسے چھوا، پھر باب صفا سے نکل گئے اور آپ اس آیت کریمہ: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: [أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ] ''میں بھی اس سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع فرمایا ہے۔'' [7] نسائی کی روایت میں الفاظ یہ ہیں: [نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ] ''ہم بھی اسی سے شروع کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع فرمایا ہے۔'' [8]

امام احمد رحمہ اللہ نے حَبِیبہ بنت ابوتَجْرَاہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا و مروہ کے مابین طواف کرتے ہوئے دیکھا، لوگ آگے تھے آپ پیچھے تھے آپ سعی فرما رہے تھے۔ اور قدرے تیز دوڑنے کی وجہ سے میں آپ کے دونوں

---

[1] مسند أحمد: 144/6. [2] صحیح البخاري، الحج، باب وجوب الصفا والمروة......، حدیث: 1643 و صحیح مسلم، الحج، باب بیان أن السعی بین الصفا والمروة رکن...... ، حدیث: (261)-1277. [3] صحیح مسلم، الحج، باب بیان أن السعی بین الصفا والمروة رکن......، حدیث: (261)-1277. [4] صحیح البخاري، الحج، باب وجوب الصفا والمروة......، حدیث: 1643. [5] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ ﴾ (158/2)، حدیث: 4496 و صحیح مسلم، الحج، باب بیان أن السعی بین الصفا......، حدیث: 1278. [6] تفسیر القرطبي: 179/2. [7] صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حدیث: 1218. [8] سنن النسائي، مناسك الحج، باب ذکر الصفا والمروة، حدیث: 2972.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گھٹنوں کو دیکھ رہی تھی اور آپ کا تہ بند دونوں گھٹنوں کے مابین گھوم رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے:[اِسۡعَوۡا فَإِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيۡكُمُ السَّعۡىَ] ''سعی کرو اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض قرار دے دیا ہے۔''[1]

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ صفا و مروہ کے مابین سعی حج کا رکن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے رکن نہیں، اگر کوئی جان بوجھ کر یا بھول کر اسے ترک کر دے تو ایک جانور ذبح کرنے سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سعی مستحب ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ رکن یا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ صفا و مروہ کے مابین طواف شعائر اللہ میں سے ہے، یعنی یہ ان امور میں سے ہے جنھیں مناسک حج کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے[2] کہ سعی دراصل اس واقعہ کی یادگار ہے جب حضرت ہاجرہ اپنے بچے کے لیے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے مابین از خود رفتہ ہو کر دوڑی تھیں جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام انھیں یہاں چھوڑ گئے تھے اور کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا تھا، یہاں کوئی اور انسان بھی موجود نہ تھا۔ اور جب انھیں بچے کی جان کے بارے میں خوف محسوس ہوا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اور صفا و مروہ کے مابین اس مقدس اور مبارک وادی میں عجب بے بسی، بے کسی، بے قراری اور غم و اضطراب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی کو دور فرما دیا، بے قراری کو سکون بخش دیا، غم کو فرحت سے بدل دیا اور ان کے لیے زمزم کو پیدا فرما دیا جس کا پانی کھانے کا کام بھی دیتا ہے[3] اور بیماری سے شفا کا بھی۔[4]

صفا و مروہ کے مابین سعی کرنے والے کو چاہیے کہ وہ بھی اللہ ہی کے سامنے اپنے فقر و ذلت اور حاجت کا اظہار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دے، اس کے حال کی اصلاح کرے اور اس کے گناہ معاف کرے، سعی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ اقدس میں التجا کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے نقائص و عیوب سے پاک فرما دے، صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائے، تادم واپسیں اسی پر ثابت قدم رکھے اور گناہوں اور معاصی کی موجودہ حالت کو بدل کر مغفرت، رشد و بھلائی اور استقامت کی حالتِ کمال پر اسی طرح پہنچا دے جس طرح اس نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازا تھا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾ ''اور جو کوئی خوش دلی سے نیک کام کرے۔'' اس نیک کام سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ صفا و مروہ کے مابین طواف کرتے ہوئے قدر واجب سے زائد، یعنی آٹھ یا نو چکر لگا لے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نفلی حج یا عمرہ میں بھی سعی کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو کوئی تمام عبادات ہی

---

[1] مسند أحمد: 422,421/6. [2] دیکھیے البقرۃ، آیت: 128 کے ذیل میں۔ [3] صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي ذر رضی اللہ عنہ، حدیث: 2473 مطوّلًا. اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: [إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعۡمٍ]. [4] المطالب العالية لابن حجر العسقلاني، الحج، باب فضل زمزم: 368/1، حدیث: 1242,1241 و کشف الأستار: 1172,1171 عن أبي ذر رضی اللہ عنہ و مجمع الزوائد: 286/3 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 1056.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ

بے شک جولوگ ہمارے نازل کردہ صریح دلائل اور ہدایت کی باتوں کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے لوگوں کے لیے ان کو کتاب میں کھول کر بیان

لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿159﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا

کردیا ہے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ﴿159﴾ مگر وہ لوگ کہ جنھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر

وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿160﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

لی اور (حق کو) کھول کر بیان کیا تو وہی لوگ ہیں جنکی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم کرنے والا ہوں ﴿160﴾

وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿161﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہی تھے تو وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے ﴿161﴾

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿162﴾

وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ رہیں گے، نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی ﴿162﴾

میں خوشی خوشی کوئی کام کرے۔

یہ اقوال امام رازی نے بیان کیے ہیں اور ان میں سے تیسرے قول کو امام حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔[1] واللہ أعلم.

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴿158﴾﴾ ”بے شک اللہ قدر شناس اور خوب جاننے والا ہے۔“ کہ وہ تھوڑے عمل کا بھی بے پایاں ثواب عطا فرماتا ہے اور جزاو ثواب کی مقدار کو بھی خوب جانتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی کو کم ثواب عطا فرمائے بلکہ اس کی تو شان یہ ہے: ﴿لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ○﴾ ”اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اس کو دو چند کردے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ (النسآء 4:40)

## تفسیر آیات: 159-162

**دینی احکام چھپانے والوں کے لیے دائمی لعنت:** یہ وعید شدید اس شخص کے لیے ہے جو صحیح مقاصد کے لیے انبیائے کرام کے لائے ہوئے روشن دلائل اور دلوں کے لیے نفع بخش ہدایت کو چھپائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں کے لیے ان کتابوں میں واضح فرمادیا ہے جنھیں اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا تھا۔

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے حضرت محمد ﷺ کی صفت کو چھپایا تھا۔[2] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا کرنے والوں پر ہر چیز لعنت کرتی ہے جیسا کہ عالم کے لیے ہر چیز حتی کہ مچھلیاں پانی میں[3] اور

[1] تفسیر الرازی: 161/4۔ صفا اور مروہ کا نقشہ سورہ بقرہ، آیات 126-128 کے ذیل میں دیکھیے۔ [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 285/1. [3] سنن أبی داود، العلم، باب فی فضل العلم، حدیث:3641 وجامع الترمذی، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه……، حدیث:2682.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پرندے فضا میں مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔[1] لیکن ان علم چھپانے والوں کا طرز عمل چونکہ ان کے خلاف ہے، اس لیے ان پر اللہ تعالیٰ اور دیگر سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

ایک مسند حدیث میں، جس کے بعض طرق بعض کے لیے باعث تقویت ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ ، أُلْجِمَ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ''جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے تو اسے روز قیامت جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''[2]

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿159﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿160﴾﴾ ''بے شک جو لوگ ہمارے نازل کردہ دلائل اور ہدایت کی باتوں کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے لوگوں کے لیے ان کو کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ کہ جنھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور (حق کو) کھول کر بیان کیا تو وہی لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم کرنے والا ہوں۔'' نہ ہوتیں تو میں کسی سے کچھ بھی بیان نہ کرتا۔[3]

مجاہد فرماتے ہیں کہ جب زمین میں قحط سالی کی حالت ہو تو جانور کہتے ہیں کہ یہ گناہ گار بنی آدم کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ نافرمان انسانوں پر لعنت فرمائے۔[4] ابو العالیہ، ربیع بن انس اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿159﴾﴾ ''اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔'' کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور مومن ان پر لعنت کرتے ہیں۔[5]

حدیث میں آیا ہے: [إِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ] ''بلاشبہ عالم کے لیے آسمان و زمین میں ہر چیز اور مچھلیاں پانی کے اندر بخشش کی دعا کرتی ہیں۔''[6] اور اس آیت کریمہ میں ہے کہ علم چھپانے والے پر اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام لوگ لعنت کرتے ہیں اور دیگر تمام لعنت کرنے والے بھی، خواہ وہ بازبان ہوں یا بے زبان، زبان قال سے یا زبان حال سے اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت کریں گے۔ واللّٰہ أعلم.

---

[1] یہ بات اس حدیث کے عموم، یعنی: [يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ] ''جو کوئی آسمانوں میں ہے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہے۔'' سے تو نکل سکتی ہے کیونکہ پرندے بھی اس میں شامل ہیں، البتہ وہ حدیث جس میں: [وَالطَّيْرُ فِي جَوِّ السَّمَاءِ] ''پرندے فضا میں (مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔)'' کے الفاظ ہیں ضعیف ہے، دیکھیے الترغيب والترهيب، حديث:126 ومجمع الزوائد:124/1. [2] مسند أحمد:305/2 وسنن أبي داود، العلم، باب كراهية منع العلم، حديث:3656 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه، حديث:264 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ وحديث:265 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ ومسند أبي يعلى:2585 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما. [3] صحيح البخاري، العلم، باب حفظ العلم، حديث:118 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة رضی اللہ عنہ، حديث:2492 بعد الحديث:2493. [4] تفسير ابن أبي حاتم:269/1. [5] تفسير ابن أبي حاتم:269/1. [6] سنن أبي داود، العلم، باب في فضل العلم، حديث:3641.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



19 ع 11 3

وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ﴿163﴾ ع

اور تمھارا معبود ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے ﴿163﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے توبہ کرنے والوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَبَيَّنُوۡا ﴾ یعنی جن لوگوں نے اپنی سابقہ زندگی کے گناہوں سے رجوع کر لیا، اپنے اعمال واحوال کی اصلاح کر لی اور جسے پہلے وہ چھپاتے تھے، اسے لوگوں کے سامنے واضح کر دیا، ﴿ فَاُولٰٓـئِكَ اَتُوۡبُ عَلَيۡهِمۡ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿160﴾ ﴾ ”تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔“

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی کفر و بدعت کا داعی بھی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے لیکن جو کفر کی روش اختیار کریں اور تا دم واپسیں کفر ہی پر قائم رہیں ﴿ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿161﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ ﴾ ”تو ایسوں پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے، وہ ہمیشہ اسی لعنت میں گرفتار رہیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن تک ان پر یہ لعنت برستی رہے گی، پھر جہنم کی آگ میں بھی ان کے ساتھ ہی جائے گی اور ﴿ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ ﴾ ”ان سے نہ تو عذاب ہلکا ہی کیا جائے گا۔“ ﴿ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ﴿162﴾ ﴾ ”اور نہ انھیں کچھ مہلت ملے گی۔“ یعنی لمحہ بھر کے لیے بھی ان سے لعنت کو ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ تواتر و تسلسل کے ساتھ ان پر لعنت برستی رہے گی۔ فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ .

**کافروں پر لعنت کا جواز:** کفار پر لعنت کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد ائمہ قنوت وغیرہ میں کفار پر لعنت کیا کرتے تھے۔[1]

ہاں، البتہ کسی معین کافر کے بارے میں علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس پر لعنت نہ کی جائے کیونکہ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ کس حال پر فرمائے گا۔ ایک دوسری جماعت کا قول یہ ہے کہ کسی معین کافر پر لعنت کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس نشہ باز کے قصے میں مذکور ہے جسے نشہ کرنے کی وجہ سے (بار بار) حد لگائی گئی تھی اور ایک شخص نے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے کس قدر کثرت سے اسے پکڑ کر لایا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: [لَا تَلْعَنْهُ، فَإِنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ] ”اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔“[2] یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہ ہو تو اس پر لعنت کی جا سکتی ہے۔ و اللّٰہ أعلم.

**تفسیر آیت:163**

[1] ماخوذ از صحیح ابن خزیمۃ، باب ذکر الدلیل علی أن النبی ﷺ إنّما أوتر......:155/2، حدیث:1100 والموطأ للإمام مالک، الصلاۃ فی رمضان، باب ماجاء فی قیام رمضان:39/1، حدیث:258. [2] صحیح البخاری، الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر......، حدیث:6780 عن عمر رضی اللہ عنہ. اس مسئلے کی تفصیل کے لیے صحیح البخاری، حدیث: 4069، 6256 کی شروح دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں ان چیزوں کو لیے چلتی

الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اللہ کے نازل کردہ آسمانی پانی میں کہ پھر اس کے ذریعے سے زمین کو جو مردہ ہو چکی تھی زندہ کیا اور ان ہر قسم کے جانوروں

مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ

میں جو اس نے زمین میں پھیلائے ہیں اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان پابند کر دیے گئے ہیں، (ان سب

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿164﴾

میں) ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں ﴿164﴾

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ وہ اپنی الوہیت میں اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں بلکہ وہ اللہ واحد، احد، یکتا اور بے نیاز ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان دو پاک ناموں رحمٰن اور رحیم کی تفسیر سورۂ فاتحہ کے شروع میں بیان کی جا چکی ہے۔

اور شہر بن حوشب کی حدیث میں ہے جسے انھوں نے اسماء بنت یزید بن سکن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ] ''اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: (1) ﴿ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿163﴾ ﴾ ''اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔'' اور (2) ﴿ الٓمّٓ ۙ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۙ ﴾ (آل عمران 3:1,2) ''الم۔ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کو سنبھالنے والا ہے۔''[1]

## تفسیر آیت: 164

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت میں اپنے یکتا ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو وجود بخشا ہے اور اسی نے تمام مخلوقات کو جو پیدا فرمایا ہے، یہ سب اس کی وحدانیت کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

**دلائل توحید:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔'' یعنی آسمانوں کی رفعت، لطافت، وسعت، نجوم و کواکب، ستاروں اور سیاروں اور فلک پر ان کی گردش میں اور زمین اور اس کی کثافت، پستی، اور اس کے پہاڑوں، سمندروں، جنگلوں، بیابانوں، آبادیوں اور ان منافع میں جو اس میں رکھ دیے گئے ہیں۔ ﴿ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ ''اور رات دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں۔'' یعنی ان میں سے ایک آتا اور دوسرا چلا جاتا ہے کہ لمحہ بھر کے لیے بھی نہیں رکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا

[1] سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1496.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ○ ( یٰسٓ 36:40) ”نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔“ کبھی دن لمبا ہو جاتا ہے اور کبھی رات، کبھی دن کا کچھ حصہ رات میں آ جاتا اور کبھی رات کا کچھ حصہ دن میں آ جاتا ہے، پھر ایک دوسرے کو کاٹنے لگ جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ﴾ (الحج 22:61) ”وہی (اللہ) رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔“ یعنی رات کے حصے کو دن میں اور دن کے کچھ حصے کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔

﴿ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ ﴾ ”اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں۔“ یعنی دریاؤں اور سمندروں کے مسخر کرنے میں جو کشتیوں اور جہازوں کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچا دیتے ہیں، اور اس طرح ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کی معیشت و تجارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

﴿ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ ”اور بارش میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۖۚ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ○ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ○ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ ( یٰسٓ 36:33-36) ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اسی میں سے اناج اگایا، پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور اسی میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس میں چشمے جاری کر دیے تا کہ وہ ان کے پھل کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے تو نہیں بنائے، پھر کیا یہ شکر نہیں کرتے؟ وہ اللہ پاک ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔“

﴿ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ ﴾ ”اور زمین پر ہر قسم کے جانوروں میں جو اس نے پھیلائے ہیں۔“ جو کہ شکلوں، رنگوں، منفعتوں اور چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا اور رزق عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے لیے ان میں سے کوئی ایک بھی مخفی نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ ﴾ ( ھود 11:6) ”اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے، وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔“

﴿ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ ﴾ ”اور ہواؤں کے چلانے میں۔“ کہ ہوا کبھی رحمت لے کر آتی ہے اور کبھی عذاب اور کبھی بادلوں کے آگے آگے بشارت لے کر آتی ہے، کبھی بادلوں کو چلاتی ہے، کبھی جمع کر دیتی ہے، کبھی الگ الگ کر دیتی ہے، کبھی شمال [1]

[1] تفسیر ابن کثیر کے متداول نسخوں میں جنوب کا لفظ ہے جبکہ شمال ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ و اللّٰہ أعلم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے سوا، دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، وہ ان سے یوں محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے محبت (کرنی چاہیے) اور ایمان والے

اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ

اللہ کی محبت میں زیادہ سخت ہیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر وہ (اس وقت کو دنیا ہی میں) دیکھ لیں جب وہ عذاب دیکھیں گے (تو یہ جان لیں کہ) بے شک

لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿165﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ

ساری کی ساری قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور یہ کہ بے شک اللہ شدید عذاب والا ہے ﴿165﴾ جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بیزار ہو

اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿166﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ

جائیں گے جنھوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے تمام تعلقات کٹ جائیں گے ﴿166﴾ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی، وہ کہیں

اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ

گے: کاش کہ ہمارے لیے ایک بار (دنیا میں) واپسی ہو تو ہم بھی ان لوگوں سے اسی طرح بیزار ہو جائیں جس طرح وہ ہم سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اسی طرح

اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿167﴾ ع

اللہ ان کے اعمال کو ناکام خواہش بنا کر ان کے سامنے دکھائے گا اور وہ آگ کے عذاب سے نکلنے والے نہیں ہوں گے ﴿167﴾

کی طرف سے آتی ہے جسے شامی کہا جاتا ہے، کبھی یمن کی طرف سے آتی ہے، کبھی باد صبا آتی ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو مشرق کی طرف سے آتی اور کعبے کے رخ سے ٹکراتی ہے، کبھی باد پچھّم آتی ہے، یہ مغربی جانب، یعنی کعبے کی پشت کی طرف سے آنے والی ہوا ہوتی ہے۔ لوگوں نے ہواؤں، بارش اور ستاروں کے لغات واحکام سے متعلق بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کا یہاں ذکر موجب طوالت ہوگا۔ واللہ أعلم.

﴿ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ یعنی بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان چلتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مرضی اور مشیت سے جن زمینوں اور علاقوں کی طرف چاہتا ہے، انھیں لے جاتا ہے۔

﴿ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿164﴾ ﴾ "عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔" یعنی یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی روشن دلیلیں ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ ﴾ (آل عمران 3:190،191) "بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمان، زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تو پاک ہے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔"

## تفسیر آیات: 165-167

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**مشرکوں کے دنیا و آخرت کے حالات اور قیامت کے دن پیشواؤں کا اپنے پیروؤں سے بیزار ہونا:** اللہ تعالیٰ یہاں یہ ذکر فرما رہا ہے کہ مشرکوں کا دنیا میں کیا حال ہے اور آخرت میں ان کا کیا انجام ہوگا کہ دنیا میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی اور ان سے اس طرح محبت کی جس طرح اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے، حالانکہ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی مقابل ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر اور نہ کوئی شریک۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا:[أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ] ''یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا فرمایا ہے۔''[1] اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ ''لیکن جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔'' یعنی انھیں اللہ تعالیٰ سے جو محبت اور اس کی مکمل معرفت حاصل ہے اور ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت و توقیر اور توحید کا جو نقش بیٹھا ہوا ہے اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے بلکہ اسی وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کرتے، اسی کی ذات گرامی پر توکل کرتے اور اپنے تمام امور میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ شرک کرنے والوں اور خود اپنے ہی نفسوں پر ظلم کرنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر وہ (اس وقت کو دنیا ہی میں) دیکھ لیں جب وہ عذاب دیکھیں گے (تو یہ جان لیں کہ) بے شک سب کی سب طاقت اللہ ہی کے لیے ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے کاش! انھیں اب وہ حقیقت معلوم ہو جائے جس کا وہاں معائنہ کریں گے اور اپنے شرک و کفر کی وجہ سے انتہائی ہولناک اور خطرناک صورتحال کا سامنا کریں گے تو اس ضلالت و گمراہی سے باز آ جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بتوں کا انکار کر دیں گے اور پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے، پس فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا ﴾ ''جب پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے۔'' جن فرشتوں کے بارے میں وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ دنیا میں ان کی عبادت کرتے رہے ہیں، وہ فرشتے کہیں گے:[2] ﴿ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 28:63) ''ہم تیری طرف (متوجہ ہو کر) ان سے بیزار ہوتے ہیں کہ یہ ہمیں پوجتے ہی نہیں تھے۔'' اور وہ کہیں گے: ﴿ سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (سبا 34:41) ''تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ تو جنات کی پوجا کرتے تھے اور اکثر ان ہی کو مانتے تھے۔'' جنّ بھی ان سے اظہار براءت کرتے ہوئے ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

---

[1] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 2:22)، حديث: 7520 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب......، حديث: 86. [2] اس آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتوں کی بات نہیں جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں صراحت بھی کی ہے۔ و الله أعلم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 6,5:46) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کر دیں گے۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ○ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ○ ﴾ (مریم 82,81:19) ''اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے موجب عزت ہوں۔ ہرگز نہیں، وہ (معبودان باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (ومخالف) ہوں گے۔''

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ ﴾ (العنکبوت 25:29) ''تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو یہ محض دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کی وجہ سے ہے، پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (سبا 34:31-33) ''اور (اے نبی!) کاش (ان) ظالموں کو آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے تو جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تم کو ہدایت سے جب وہ تمھارے پاس آ چکی تھی، روکا تھا (نہیں) بلکہ تم ہی گناہ گار تھے۔ اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: (نہیں) بلکہ (تمھاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں پشیمان ہوں گے۔ اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، بس جو وہ عمل کرتے تھے انھی کا ان کو بدلہ ملے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾ (إبراهيم 22:14) ''اور جب فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا: (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا (تھا) اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں، میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

اے لوگو! تم ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں اور مت پیروی کرو شیطان کے قدموں کی، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے ﴿168﴾

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿168﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿169﴾

بس وہ تو تمھیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ کہ تم اللہ کے بارے میں وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے ﴿169﴾

(جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہنا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ نہ میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے، بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿166﴾ ﴾ ''اور (دونوں) عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔'' یعنی جب وہ عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو ان کے تمام حیلے بہانے اور عذاب سے نجات کے اسباب ختم ہو جائیں گے اور عذاب سے بچنے کی کوئی صورت اور کوئی تدبیر نہ پائیں گے۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿166﴾ ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ان کی محبت ختم ہو جائے گی۔[1] ابن ابونجیح کی روایت کے مطابق مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ ﴾ ''(یہ حال دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ اے کاش! ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہو جائیں۔'' یعنی اگر ہمیں ایک بار پھر دنیا میں جانا نصیب ہو جائے تو ہم بھی ان سے اور ان کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے اور ان کی طرف قطعاً کوئی التفات نہ کریں گے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں گے، حالانکہ وہ یہ بات کرنے میں جھوٹے ہوں گے کیونکہ اگر انھیں دنیا میں لوٹنے کا موقع دیا جائے تو یہ جھوٹے پھر اپنی اسی سابقہ روش ہی کی طرف پلٹ آئیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ہمیں بتلایا ہے اور اسی لیے تو فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ ﴾ ''اس طرح اللہ ان کو ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا۔'' یعنی ان کے اعمال ختم اور مضمحل ہو کر رہ جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:23) ''اور جو انھوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتی خاک کر دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ ﴾ (إبراهيم 14:18) ''جن لوگوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اس پر زور کی ہوا چلے (اور) اسے اڑا لے جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ ۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ ﴾ (النور 24:39) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے

[1] تفسير الطبري: 98/2. [2] تفسير الطبري: 98/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اعمال (کی مثال ایسی ہے) جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔‘‘ اور اسی لیے تو فرمایا: ﴿ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ ’’اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔‘‘

### تفسیر آیات: 169,168

**حلال کھانے کا حکم اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے کی ممانعت:** اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور صرف اور صرف وہی تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے تو اب اس نے اس بات کو بیان فرمانا شروع کیا ہے کہ اپنی تمام مخلوق کو رزق پہنچانے والا بھی وہی ہے۔ اس نے بطور احسان اس کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اس بات کو جائز قرار دے دیا ہے کہ اس کے بندے اس کی طرف سے زمین کی حلال اور طیب قرار دی گئی چیزوں کو کھائیں، یعنی ایسی چیزیں جو بجائے خود پاک بھی ہیں اور جسموں اور عقلوں کے لیے نقصان دہ بھی نہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شیطان کے قدموں پر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ شیطان کے قدموں سے مراد اس کے وہ طریقے اور راستے ہیں جن پر چلا کر اس نے اپنے ماننے والوں کو ضلالت و گمراہی میں مبتلا کر دیا کہ انھوں نے بَحِيرَة ، سَائِبَة اور وَصِيلَة وغیرہ جانوروں کو حرام قرار دے لیا۔[1]

اور زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کو شیطان نے خوب اچھی طرح ان میں مبتلا کر دیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں عیاض بن حمار سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا! إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي...... كُلُّ مَالٍ نَّحَلْتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ ـ وَّ فِيهِ ـ وَ إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَّا أَحْلَلْتُ لَهُمْ......] ’’لوگو متنبہ ہو جاؤ! میرے پالنہار نے مجھے حکم دیا ہے کہ۔۔ ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندوں کو عطا فرمایا وہ ان کے لیے حلال ہے۔ اس حدیث قدسی میں یہ بھی ہے کہ۔۔ میں نے اپنے بندوں کو اس طرح پیدا کیا تھا کہ وہ سب سے کٹ کر صرف اسی کی طرف متوجہ تھے مگر شیطان ان کے پاس آئے اور انھوں نے انھیں دین سے دور کر دیا اور ان چیزوں کو حرام قرار دلایا جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔‘‘[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ’’وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔‘‘ یہ شیطان سے نفرت دلانے اور اس سے بچانے کے لیے فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ (فاطر 35:6) ’’شیطان تمھارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔‘‘ اور ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ (الکهف 18:50) ’’کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں۔ اور (شیطان کی دوستی) ظالموں کے لیے (اللہ کی دوستی کا) برا بدل ہے۔‘‘

امام قتادہ اور سدی ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی شیطان کے نقش

---

[1] اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں المآئدة، آیت: 103 کی تفسیر۔ [2] صحیح مسلم، الجنة و نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار، حديث: 2865.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس (قرآن) کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: (نہیں) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿170﴾ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ

نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا (وہ پیروی کریں گے) اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ انھوں نے راہ ہدایت ہی پائی ہو؟ ﴿170﴾ اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ

کفر کیا، ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اس (جانور) کو پکارتا ہے جو پکارنے اور چلانے کے سوا کچھ نہیں سنتا۔ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں،

فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿171﴾

اس لیے وہ عقل نہیں رکھتے ﴿171﴾

قدم پر چلنے کا نام ہے۔[1] عبد بن حُمَید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ قسم اور نذر جس کا اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے تعلق ہو، وہ شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿169﴾ ﴾ ”وہ تو تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمھیں (کچھ بھی) علم نہیں۔“ یعنی تمھارا یہ دشمن شیطان تمھیں برے برے کام کرنے کا حکم دیتا ہے جن میں سے بدترین کام بدکاری ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ برا کام یہ ہے کہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف کسی بات کو منسوب کیا جائے۔ یاد رہے! اس حکم میں ہر کافر اور بدعتی داخل ہے۔

## تفسیر آیات:171,170

**مشرک تقلید کرتا ہے:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ان کافروں مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور اپنی ضلالت و جہالت کو ترک کر دو تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے آباء و اجداد کو اصنام و انداد کی عبادت پر پایا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ ﴾ ”اگرچہ ان کے باپ دادا“ یعنی ان کے وہ آباء و اجداد جن کی یہ اقتدا کرتے ہیں اور جن کے یہ نقش قدم پر چلتے ہیں ﴿ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿170﴾ ﴾ ”کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ انھوں نے راہِ ہدایت ہی پائی ہو۔“ یعنی فہم و ہدایت سے محروم ہوں تو کیا پھر بھی وہ انھی کی تقلید کیے جائیں گے؟ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کی اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تھی تو انھوں نے جواب میں یہی کہا تھا کہ نہیں بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔[3]

**مشرک حیوان کی طرح ہے:** پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک مثال بیان کی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 281/1. [2] الدر المنثور: 305/1. [3] تفسیر الطبری: 108,107/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں رزق کے طور پر دی ہیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

ہو ﴿۱۷۲﴾ اللہ نے تو تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز حرام کی ہے جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے، پھر جو شخص مجبور ہو جائے جبکہ وہ

غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۷۳﴾

سرکشی کرنے والا اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿۱۷۳﴾

بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ ﴾ (النحل 60:16) ”جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، انھی کے لیے بری مثال ہے۔“ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ ﴾ ”جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اس (جانور) کو پکارتا ہے جو پکارنے اور چلانے کے سوا کچھ نہیں سنتا۔“ یعنی وہ حماقت، ضلالت اور جہالت کے اعتبار سے ان جانوروں کی طرح ہیں جو اس بات کو سمجھتے ہی نہیں جو ان سے کہی جاتی ہے، انھیں چرانے والا جب بھی کسی ایسی بات کی طرف پکارتا ہے جس میں ان کی بھلائی ہو تو وہ اسے قطعاً نہیں سمجھتے بلکہ اس کی صرف آواز کو سنتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوالعالیہ، مجاہد، عکرمہ، عطاء، حسن، قتادہ، عطاء خراسانی اور ربیع بن انس رحمہم اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے۔[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ ﴾ ”(یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔“ یعنی حق سننے سے بہرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں اور حق کے طریقے اور راستے کو دیکھنے سے اندھے ہیں۔ ﴿ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ﴾ یعنی پس یہ نہ عقل رکھتے ہیں اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

## تفسیر آیات :173,172

**پاک چیزیں کھانے کا حکم اور حرام کا بیان:** اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ ان پاک چیزوں کو کھائیں جن کا اللہ تعالیٰ نے انھیں رزق عطا فرمایا اور اگر وہ اس کی بندگی کا دم بھرتے ہیں تو پھر اس کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بھی بجالائیں۔ رزق حلال کھانا دعا اور عبادت کی قبولیت کا سبب ہے جیسا کہ رزق حرام دعا اور عبادت کی قبولیت میں مانع ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[أَیُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَّا یَقْبَلُ إِلَّا طَیِّبًا وَّ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِینَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِینَ ، فَقَالَ: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴾ (المؤمنون 51:23) وَقَالَ: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ إِلَی السَّمَاءِ یَا رَبِّ! یَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَّمَشْرَبُهُ حَرَامٌ ، وَّمَلْبَسُهُ حَرَامٌ ، وَّغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ ؟]

[1] تفسیر ابن أبی حاتم :282/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



’’لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا، رسولوں کو اس نے یہ حکم دیا تھا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ﴾ (المؤمنون 51:23) ’’اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور بھلے کام کرو جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے واقف ہوں۔‘‘ اور مومنوں سے فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ ’’اے اہل ایمان! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ۔‘‘ پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال اور غبار آلود ہے، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے: یارب! یارب! مگر اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، مال حرام ہی کے ساتھ اس نے پرورش پائی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟‘‘[1] اس حدیث کو امام مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رزق کا احسان فرمایا اور پاکیزہ چیزیں کھانے کے لیے ان کی رہنمائی کی تو ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرما دیا کہ اس نے ان کے لیے صرف مردار کو حرام قرار دیا ہے، اس سے مراد وہ جانور ہے جو ذبح کیے بغیر از خود مر جائے، خواہ وہ گلا گھوٹنے سے مرے یا چوٹ لگنے سے یا گر کر یا سینگ لگنے سے یا کسی درندے نے اس پر حملہ کیا ہو۔

ہاں، البتہ سمندر کا مرا ہوا جانور اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ ﴾ (المآئدة 96:5) ’’تمھارے لیے دریا (کی چیزوں) کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔‘‘ عنقریب، ان شاء اللہ تعالیٰ، اس کی تفصیل آئے گی اور جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں عَنْبَر نامی بہت بڑی مچھلی کا مردہ ملنا، صحابہ کا اسے کھانا اور نبی ﷺ کا انکار نہ کرنا آیا ہے۔[3] مسند، موطا اور سنن میں نبی اکرم ﷺ کا دریا کے بارے میں یہ فرمان موجود ہے: [هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ] ’’اس کا پانی پاک اور مردار حلال ہے۔‘‘[4]

امام شافعی، احمد، ابن ماجہ اور دار قطنی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: [أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ: فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ] ’’ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں: دو مردار: مچھلی اور ٹڈی، دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔[5] ان مسائل کی تفصیل سورۂ مائدہ میں بیان کی جائے گی۔[6] إن شاء الله.

[1] مسند أحمد:328/2. [2] صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، حديث:1015 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث:2989. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة سيف البحر......، حديث:4361. [4] مسند أحمد:365/5 والموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب الطهور للوضوء، حديث:45 وسنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث:83 وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في ماء البحرأنه طهور، حديث:69 وسنن النسائي، المياه، باب الوضوء بماء البحر، حديث:333 وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الوضوء بماء البحر، حديث:386. [5] كتاب الأم للشافعي، الصيد والذبائح، باب ذكاة الجراد والحيتان:177/3 ومسند أحمد:97/2 وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الكبد والطحال، حديث:3314 وسنن الدارقطني، الأشربة وغيرها، باب الصيد والذبائح والأطعمة وغير ذلك، حديث:4687 واللفظ لابن ماجه. [6] دیکھیے المائدة، آیت:3 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مردار کا دودھ اور اسی طرح مردہ جانور کا انڈا جو ابھی تک اس کے پیٹ میں ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور کئی دیگر کے نزدیک نجس ہے کیونکہ یہ اسی کے جسم کا حصہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ ہے تو پاک لیکن نجس کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ناپاک ہے۔ اسی طرح مردار کی إِنْفَحَة[1] کے بارے میں بھی اختلاف ہے، ائمۂ کرام کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ یہ ناپاک ہے، گو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مجوس کے پنیر کو کھانا ان کے خلاف بطور اعتراض پیش کیا جا سکتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس جگہ اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں دودھ کی مقدار بہت ہی قلیل ہوتی ہے اور اگر بہت کثیر مائع چیز میں بہت قلیل مقدار میں نجاست گر جائے تو وہ قابل معافی ہے۔[2]

ابن ماجہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور جنگلی گدھے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [اَلْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ ، وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ] ”حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس سے اس نے سکوت فرمایا ہے وہ قابل معافی ہے۔“[3]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سؤر کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا ہے، خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو یا وہ اپنی موت آپ مرا ہو۔ سؤر کی چربی کا حکم بھی وہی ہے جو اس کے گوشت کا ہے اور یہ حکم یا تو تغلیبًا ہے یا اس لیے کہ گوشت کا لفظ چربی کو بھی شامل ہے یا پھر یہ بطریق قیاس حرام ہے۔ اسی طرح اس نے ہر اس چیز کو بھی حرام قرار دیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں، شریکوں اور تیروں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ان کے نام پر اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اثر کو بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ بعض عجمی لوگ اپنی عیدوں میں جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، پھر ان کے گوشت کا مسلمانوں کو تحفہ بھی دے دیتے ہیں؟ فرمایا: جو انھوں نے اپنے اس خاص دن کے لیے ذبح کیا ہو، اسے نہ کھاؤ اور ان کے درختوں (کے پھلوں) کو کھا لو۔[4]

**مضطر اور ناچار کے لیے حرام کھانا جائز ہے:** پھر اللہ تعالیٰ نے ضرورت اور احتیاج کے وقت جبکہ کھانے کی دوسری چیزیں موجود نہ ہوں، حرام کھانے کی بھی اجازت دے دی ہے اور فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ ”ہاں، جو ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے۔“ یعنی مجبور و بے بس ہو جائے اور سرکشی و دشمنی کی وجہ سے حد سے تجاوز نہ کرنا چاہے: ﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ”تو اس پر (اس کے کھانے کی وجہ سے) کچھ گناہ نہیں ہوگا۔“ ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (173) ”بے شک اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔“

---

[1] بچھڑوں اور بکری کے بچوں کے معدے کا ایک مادہ جس کے ذریعے سے دودھ کا پنیر بنایا جاتا ہے۔ [2] تفسير القرطبي: 221/2.
[3] سنن ابن ماجه، الأطعمة، باب أكل الجبن والسمن، حديث: 3367. [4] تفسير القرطبي: 224/2 و المصنف لابن أبي شيبة: 125/5، رقم: 24361.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مجاہد فرماتے ہیں کہ جو شخص ناچار ہو جائے اور وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے، حد سے تجاوز نہ کرے، رہزن نہ ہو، حکمرانوں کا مخالف نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے نہ نکلا ہو تو اس کے لیے حرام کھانے کی رخصت ہے۔ اور جو شخص سرکشی، دشمنی اور اللہ کی نافرمانی کے لیے نکلا ہو تو اس کے لیے اضطراری حالت میں بھی حرام کھانے کی رخصت نہیں ہے۔[1] سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

سعید بن جبیر سے ایک دوسری روایت میں، نیز مُقاتل بن حَیّان سے مروی ہے کہ وہ اسے حلال سمجھنے والا نہ ہو۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ ﴿غَيْرَ بَاغٍ﴾ یعنی مردار کا طلب گار نہ ہو ﴿وَّلَا عَادٍ﴾ اور مردار کھانے میں حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔[4] قتادہ بھی فرماتے ہیں کہ مردار کے کھانے میں سرکشی کرنے والا نہ ہو، یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام کو اختیار کرنے والا نہ ہو جبکہ وہ اس سے بچ سکتا ہو۔[5]

**مسئلہ:** ایک شخص جو بھوک کے مارے مجبور و بے بس ہو، اسے ایک طرف مردار جانور نظر آئے اور دوسری طرف کسی دوسرے شخص کا مال جسے حاصل کرنے کے لیے نہ قطع رحمی سے کام لینا پڑتا ہے اور نہ کسی قسم کی ایذا ہی سے تو اس کے لیے مردار کھانا حلال نہ ہوگا بلکہ وہ اس دوسرے شخص کے مال کو کھا لے اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن ماجہ میں عباد بن شُرَحبِیل غُبَرِیّ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو میں مدینہ میں آیا اور ایک کھیت میں داخل ہو کر میں نے کچھ بالیاں توڑیں اور انھیں توڑ چھیل کر کھانے لگا اور تھوڑی سی بالیاں اپنی چادر میں ڈال کر لے چلا تو اتنے میں کھیت کا مالک بھی آ گیا تو اس نے مجھے مارا اور میرے کپڑے کو بھی چھین لیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا: [مَا أَطْعَمْتَهُ إِذْ كَانَ جَائِعًا أَوْ سَاغِبًا وَّلَا عَلَّمْتَهُ إِذْ كَانَ جَاهِلًا] ''تم نے نہ تو اسے کچھ کھلایا جبکہ وہ بھوک میں مبتلا یا فاقہ کش تھا اور نہ اسے کچھ سمجھایا بجھایا جبکہ وہ نادان تھا۔'' پھر آپ نے اسے حکم دیا اور اس نے اس کی چادر کو لوٹا دیا اور آپ نے اسے یہ بھی حکم دیا کہ اس شخص کو کھانے کا ایک یا نصف وسق (ایک وسق چار من کے قریب ہوتا ہے۔) بھی دو۔[6]

اس حدیث کی سند صحیح، قوی اور جید ہے اور اس کے بہت سے شواہد بھی ہیں، مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے درخت پر لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [مَنْ أَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِي حَاجَةٍ، غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ] ''جو ضرورت مند وہاں کھا لے اور اپنے ساتھ لے کر نہ جائے تو اس کے لیے کوئی گناہ نہیں۔''[7]

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 283/1. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 284/1. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 284/1. [4] تفسیر ابن أبي حاتم: 284/1. [5] تفسیر ابن أبي حاتم: 285/1. [6] سنن ابن ماجه، التجارات، باب من مرعلى ماشية قوم أو حائط، هل يصيب منه؟ حديث: 2298. اور دیکھیے سنن أبي داود ، حديث: 2620 و سنن النسائي، حديث: 5411.

[7] جامع الترمذي، البيوع، باب ماجاء في الرخصة في أكل الثمرة للمارّ بها، حديث: 1289.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ

بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی گئی کتاب میں سے کچھ (باتیں) چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑا سا مول لیتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے

فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿174﴾ اُولٰٓئِكَ

سوا کچھ نہیں بھرتے اور قیامت کے دن اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ انھیں پاک ہی کرے گا اور ان کے لیے بہت دردناک عذاب ہے ﴿174﴾ وہی

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿175﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے عذاب خریدا، چنانچہ وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں؟ ﴿175﴾ یہ اس لیے کہ

اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿176﴾ ع 21 9 5

بے شک اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا، وہ مخالفت میں بہت دور تک چلے گئے ہیں ﴿176﴾

مُقاتل بن حَیّان نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿173﴾ ﴾ ''اس پر کچھ گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔'' کے بارے میں لکھا ہے کہ جو شخص اضطراری حالت میں کھا لے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔[1] سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس صورت میں جو حرام کھائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا۔[2] مسروق سے روایت ہے کہ اگر کوئی مجبور و بے بس ہو کر بھی حرام کو نہ کھائے پیے اور مر جائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ مجبور و مضطر کے لیے مردار کھانا عزیمت ہے رخصت نہیں۔

## تفسیر آیات: 174-176

**اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو چھپانے کی وجہ سے یہودیوں کی مذمت:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾ ''بے شک جو لوگ (اللہ کی) کتاب سے ان (آیتوں اور ہدایتوں) کو جو اس نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے ہیں۔'' اس سے مراد وہ یہودی ہیں جنھوں نے اپنے پاس موجود ان کتابوں میں لکھی ہوئی حضرت محمد ﷺ کی شان کو چھپایا جو آپ کی نبوت و رسالت کی شاہد تھیں۔ انھوں نے ان باتوں کو اس لیے چھپایا تا کہ ان کی ریاست و قیادت کا خاتمہ نہ ہو اور ان تحائف اور نذرانوں کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے جو عرب ان کی تعظیم کی وجہ سے ان کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ یہ ملعون اس بات سے خائف تھے کہ اگر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے ان اوصاف و صفات کو ظاہر کر دیا تو لوگ آپ کی اتباع شروع کر دیں گے اور انھیں چھوڑ دیں گے، چنانچہ انھوں نے معمولی اور حقیر دنیوی فوائد کی خاطر ان حقائق کو چھپایا اور ان فوائد کی خاطر اپنے نفسوں کو بیچ ڈالا اور ہدایت، اتباع حق، تصدیق رسول اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین و شریعت پر ایمان کے بجائے اس معمولی دنیوی منفعت کو قبول کر لیا جس کی وجہ سے یہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر ہو گئے تھے۔

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 285/1. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 285/1. [3] السنن الكبرى للبيهقي، الضحايا، باب مايحل من الميتة بالضرورة؟ 357/9، حديث: 20196.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دنیا میں تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جس منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا، واضح آیات اور قطعی دلائل سے نوازا، اس کی صداقت کو اپنے بندوں کے سامنے آشکارا کر دیا، لہٰذا ان لوگوں نے بھی آپ کی تصدیق کی جن کے بارے میں یہودیوں کو یہ خوف دامن گیر تھا کہ وہ کہیں آپ کی اتباع نہ کرنے لگ جائیں مگر یہی لوگ یہودیوں کے خلاف جہاد میں آپ کے دست و بازو بنے اور یہودی غضب بالائے غضب کے مستحق قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر ان کی مذمت فرمائی ہے جن میں سے ایک یہ آیت کریمہ بھی ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ﴾ ”جو لوگ (اللہ کی) کتاب سے ان (آیتوں اور ہدایتوں) کو، جو اس نے نازل فرمائی ہیں، چھپاتے ہیں اور ان کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں۔“ تھوڑی قیمت سے مراد دنیوی منفعت ہے۔

﴿ اُولٰٓىِٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ ﴾ ”وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھرتے ہیں۔“ یعنی کتمان حق کے مقابلے میں جو کچھ یہ کھاتے ہیں وہ درحقیقت جہنم کی آگ ہے جو قیامت کے دن ان کے پیٹوں میں بھڑک رہی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠ ﴾ (النسآء 4:10) ”جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔“ اور ایک صحیح حدیث میں ہے: [اَلَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ] ”جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۖۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ ”ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے۔“ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بہت سخت ناراض ہوگا کیونکہ انھوں نے علم کے باوجود حق کو چھپایا جس کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہ دیکھے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک ہی کرے گا، نہ ان کی کوئی مدح و ثنا کرے گا بلکہ انھیں انتہائی دکھ دینے والے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کو خریدا۔“ ہدایت تو یہ تھی کہ ان کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف وصفات کا جو تذکرہ تھا، آپ کی بعثت اور آپ کے بارے میں بشارت کا جو ذکر تھا اسے عام کرتے اور آپ کی اتباع و تصدیق کا دم بھرتے مگر انھوں نے اس ہدایت کے بدلے اور عوض میں ضلالت و گمراہی کو حاصل کر لیا۔ اور وہ یہ کہ انھوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کے ساتھ کفر کیا اور اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی آپ کی صفات کو لوگوں سے چھپایا۔ ﴿ وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ﴾ یعنی انھوں نے مغفرت اور بخشش کے عوض میں عذاب کو حاصل کر لیا کیونکہ انھوں نے مذکورہ امور کو جب اختیار کیا تو وہ عذاب الٰہی کا سبب بن گئے۔

[1] صحیح البخاری، الأشربة، باب آنية الفضة، حديث: 5634 و صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة......، حديث: 2065.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر ، آخرت کے دن پر ،

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

فرشتوں پر ، (آسمانی) کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے محبت کے باوجود اُسے رشتے داروں ، یتیموں ، مسکینوں

وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ

مسافروں،سوال کرنے والوں اور گردنیں چھڑانے کے لیے خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور (نیکی ان کی بھی ہے جو) جب عہد کر لیں تو

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ

اپنا عہد پورا کریں اور تنگدستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کریں،

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿177﴾

وہی لوگ سچے اور وہی پرہیزگار ہیں ﴿177﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿175﴾ ﴾ ”یہ آتش (جہنم) کو کس قدر برداشت کرنے والے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ وہ بے حد سخت، بہت بڑے اور ہولناک عذاب میں مبتلا ہوں گے،ان کو دیکھنے والا بڑے تعجب کا اظہار کرے گا کہ یہ کس قدر برداشت کرنے والے ہیں، حالانکہ یہ شدید ترین عذاب، ہولناک سزاؤں اور جہنم کی بیڑیوں میں جکڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ نے کتاب سچائی کے ساتھ نازل فرمائی ہے۔“ یہ عذاب شدید کے مستحق اس لیے قرار پائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر اور آپ سے پہلے سابقہ انبیائے کرام پر اپنی کتابوں کو اس لیے نازل فرمایا تھا کہ ان سے حق حق اور باطل باطل ثابت ہو جائے مگر ان لوگوں نے آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑایا۔ ان کی کتاب نے انھیں حکم تو یہ دیا تھا کہ یہ علم کو ظاہر اور نشر کریں مگر انھوں نے اپنی ہی کتاب کی مخالفت اور تکذیب کی۔

اسی طرح خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ نے انھیں اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دی، نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم دیا مگر انھوں نے آپ کی تکذیب و مخالفت کی، آپ کا انکار کیا اور آپ کی صفات کو چھپایا اور ان آیات کا مذاق اڑایا جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا تھا، اسی وجہ سے یہ عذاب اور سزا کے مستحق قرار پائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿176﴾ ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ نے کتاب سچائی کے ساتھ نازل فرمائی اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا وہ ضد میں (آکر نیکی سے) دور (ہو گئے) ہیں۔“

## تفسیر آیت: 177

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**نیکیوں کا ایک جامع پیکج:** یہ آیت کریمہ عظیم جملوں، ٹھوس قواعد اور مستقیم عقائد پر مشتمل ہے۔ جہاں تک اس کی تفسیر کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل مسلمانوں کو جب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا، پھر اسے منسوخ کر کے بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا تو یہ بات اہل کتاب کی ایک جماعت اور بعض مسلمانوں پر بہت گراں گزری تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی تبدیلی میں جو حکمت تھی اسے بیان فرما دیا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکام کے سامنے جاں سپاری اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا ہے اور رخ اس طرف کرنا ہے جس طرف وہ حکم دے اور اتباع اس کی کرنی ہے جسے وہ شریعت قرار دے دے، بس یہی نیکی وتقویٰ اور ایمان کامل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم و شریعت کی اطاعت پیش نظر نہ ہو تو پھر مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ ”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی اور ہدی کے جانوروں کی بابت فرمایا ہے: ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ (الحج 22:37) ”اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمھاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔“

ابو العالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہود مغرب کی طرف اور نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ ﴾ ”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو۔“ یہ کلام ایمان پر مبنی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ امام حسن بصری اور ربیع بن انس رحمہما اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[1]

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں نیکی کی تمام انواع واقسام کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اور انھوں نے بالکل بجا فرمایا ہے۔ جو شخص اس آیت کریمہ پر عمل کرے وہ گویا سارے اسلام میں داخل ہو گیا اور اس نے تمام نیکیوں کو اپنا لیا۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں کے وجود کی تصدیق کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے مابین سفیر ہیں۔

﴿ وَالْكِتٰبِ ﴾ ”اور کتاب پر ایمان لانا۔“ کتاب کا لفظ یہاں اسم جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد وہ تمام آسمانی کتابیں ہیں جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں۔ اور ان سب کے آخر میں وہ کتاب نازل ہوئی جو ان سب سے اشرف وافضل ہے اور وہ قرآن ہے جو سابقہ تمام آسمانی کتابوں کا نگہبان ہے، جس پر پہنچ کر ہر قسم کی خیر وبھلائی ختم ہو جاتی ہے، جو دنیا وآخرت کی تمام سعادتوں اور کامرانیوں پر مشتمل ہے، جس نے سابقہ تمام آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے اور جو اول نبی سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 287/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ ''اور باوجود مال عزیز رکھنے کے دے۔''یعنی محبت ورغبت کے باوجود مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل صدقے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:[أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰى] ''(افضل صدقہ) یہ ہے کہ تو اپنی صحت اور مال کی محبت کی حالت میں صدقہ کرے جبکہ تجھے کمی وفقر کا اندیشہ ہو اور مال کی زیادتی کی رغبت۔''①

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ ﴾ (الدھر 9,8:76) ''اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو خالص اللہ کے لیے کھلاتے ہیں، نہ تو تم سے عوض کے خواستگار ہیں، نہ شکر گزاری کے (طلب گار۔)'' اور فرمایا: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۞ ﴾ (آل عمران 92:3) ''(مومنو!) جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔''

اور فرمایا: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۞ ﴾ (الحشر 9:59) ''اور وہ (ان کو) اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔'' یہ ایک دوسرا کردار ہے جو پہلے سے بھی بلند ہے، یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ضرورت و حاجت کے باوجود دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں جبکہ پہلے ان لوگوں کے کردار کا ذکر تھا جو مال کی محبت کے باوجود دوسروں کو اپنا مال دیتے اور کھلاتے ہیں۔

اللہ کے ارشاد: ﴿ ذَوِي الْقُرْبٰى ﴾ سے مراد انسان کے اپنے رشتے دار ہیں اور یہ دوسروں کی نسبت صدقے کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے:[اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَّالصَّدَقَةُ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ اثْنَتَانِ: صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ] ''مسکینوں پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے مگر اپنے رشتے دار کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔''② کیونکہ وہ آپ کی نیکی اور عطیے کے دوسرے تمام لوگوں کی نسبت زیادہ حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں رشتے داروں کے ساتھ احسان کرنے کا کئی ایک مقامات پر حکم دیا ہے۔

﴿ وَالْيَتٰمٰى ﴾ سے مراد وہ بچے ہیں جن کا کمانے والا کوئی نہ ہو، ان کے باپ فوت ہو گئے ہوں اور وہ کمزور اور چھوٹے ہوں اور ابھی بلوغت اور کمانے کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔ محدث عبدالرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[لَا يُتْمَ بَعْدَ الْحُلُمِ] ''بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہے۔''③

﴿ وَالْمَسٰكِيْنَ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس اپنی خوراک، لباس اور رہائش کی ضرورتوں کے لیے کافی مال نہ ہو، لہٰذا ان کو بھی مال دیا جائے تاکہ یہ اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کر سکیں۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

① صحيح البخاري، الزكاة، باب فضل صدقة الشّحيح الصحيح، حديث:1419و صحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة......، حديث:1032. ② مسند أحمد:4/ 214عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ. ③ المصنف لعبدالرزاق، الطلاق ، باب الطلاق قبل النكاح، حديث:11450 نیز دیکھیے سنن أبي داود:2873و السلسلة الصحيحة:3180.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهٰذَا الطَّوَّافِ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ، فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، قَالُوا: فَمَا الْمِسْكِينُ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ] ''مسکین وہ نہیں ہے جو مانگتا پھرتا ہو اور ایک یا دو لقمے، ایک یا دو کھجوریں اسے لوٹا دیتی ہوں۔ صحابہ نے عرض کی: مسکین کون ہے؟ اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: مسکین تو وہ ہے جس کے پاس نہ تو اس قدر مال ہو جو اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو اور نہ اس کی احتیاج کی بابت علم ہو کہ اسے صدقہ دیا جا سکے۔''[1]

﴿ وَابْنَ السَّبِيلِ ﴾ سے مراد وہ مسافر ہے جس کا زادراہ ختم ہو گیا ہو تو اسے اس قدر دیا جا سکتا ہے جس سے وہ اپنے گھر پہنچ سکے۔ اسی طرح جو شخص نیکی کی خاطر کسی سفر کا ارادہ کرے تو اسے آمدورفت کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مال دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مہمان کو بھی مال دیا جا سکتا ہے جیسا کہ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن سبیل سے مراد مسلمانوں کا مہمان بھی ہے۔[2] مجاہد، سعید بن جبیر، ابوجعفر باقر، حسن بصری، قتادہ، ضحاک، زہری، ربیع بن انس اور مُقاتل بن حیان رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[3]

﴿ وَالسَّآئِلِيْنَ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مانگتے ہیں اور انھیں زکاۃ وصدقات دیے جاتے ہیں۔ ﴿ وَفِي الرِّقَابِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ان غلاموں کو دیا جائے جنھوں نے اپنے مالکوں کو یہ لکھ کر دے دیا ہے کہ وہ اپنی آزادی کے لیے انھیں اس قدر مال دیں گے مگر وہ اس قدر مال انھیں دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ان اصناف میں سے اکثر کے بارے میں تفصیل کے ساتھ ذکر سورۂ براءت کی اس آیت کی تفسیر میں آئے گا جس میں مصارف زکاۃ کا بیان ہے۔[4] إن شاء اللّٰه تعالٰى.

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے افعال نماز کو ان کے اوقات میں سرانجام دیا اور رکوع، سجود، طمانیت اور خشوع کے ساتھ اس طرح سرانجام دیا جس طرح شرعًا مطلوب اور پسندیدہ ہے اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ﴾ سے مال کی زکاۃ مراد ہے جیسا کہ سعید بن جبیر اور مُقاتل بن حیان رحمہما اللہ نے بھی کہا ہے۔[5]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ﴾ ''اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں۔'' اسی طرح ہے جس طرح یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴾ (الرعد 20:13) ''جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور قرار کو نہیں توڑتے۔''

اس کے برعکس صفت کو نفاق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:[آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ﴾ (البقرة 273:2)، حديث:4539 وصحيح مسلم، الزكاة، باب المسكين الذي......، حديث:1039 واللفظ له. [2] تفسير ابن أبي حاتم :289/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم:290/1. [4] دیکھیے آیت:60 کے ذیل میں۔ [5] تفسير ابن أبي حاتم:290/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! قتل ہو جانے والوں (کے معاملے) میں تمھارے لیے برابر کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد، آزاد کے بدلے، غلام، غلام

وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ

کے بدلے اور عورت، عورت کے بدلے، پھر جس (قاتل) کو اس کا بھائی (مقتول کا ولی) کچھ (قصاص) معاف کر دے تو معروف طریقے سے اتباع (دیت کا

بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

مطالبہ) ہو اور اچھے طریقے سے (دیت کی) ادائیگی ہو۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جس شخص نے زیادتی کی اس

اَلِیْمٌ ﴿178﴾ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿179﴾

کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿178﴾ اور اے عقل والو! تمھارے لیے برابر کا بدلہ لینے ہی میں زندگی ہے تاکہ تم (قتل و غارت سے) بچو ﴿179﴾

(2) وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور (3) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''[1] ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے: [إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، (وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ) وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ] ''(1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (2) جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے۔ (3) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ اور (4) جب لڑائی جھگڑا کرے تو گالی دے۔''[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ ﴾ ''اور سختی اور تکلیف میں اور معرکۂ کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔'' بَأْسَاء سے مراد حالتِ فقر اور ضَرَّآء سے مراد مرض اور بیماری کی حالت ہے اور ﴿ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ ﴾ سے مراد معرکۂ کارزار اور دشمن سے مڈبھیڑ کی حالت ہے۔ یہ ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم، ابوالعالیہ، مرہ ہمدانی، مجاہد، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، ضحاک رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[3]

﴿ وَ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ کو مدح کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے۔ ان حالات میں شدت و صعوبت کی وجہ سے صبر کی ترغیب دی گئی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ، وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ. (وہی دستگیر ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔)

﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ جو ان مذکورہ بالا صفات سے متصف ہیں یہ اپنے ایمان میں سچے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے قلبی ایمان کو اپنے اقوال و افعال کے ساتھ سچ ثابت کر رکھا ہے، لہٰذا یہی لوگ سچے ہیں اور ﴿ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿177﴾ ﴾ ''اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔'' اس لیے کہ یہ محرمات سے بچے رہے اور طاعات کو سرانجام دیتے رہے۔

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث:33 و صحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث:59 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ۔ [2] صحيح البخاري ، المظالم، باب: إذا خاصم فجر ،حديث :2459 و صحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث:58 عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما لیکن قوسین والے الفاظ تفسیر میں نہیں ہیں۔

[3] تفسير ابن أبي حاتم:291/1، 292 و تفسير الطبري:138/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تفسیر آیات: 179,178

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مومنو! تمھارے لیے قصاص میں بھی عدل کو فرض قرار دیا گیا ہے کہ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کو مارا جائے۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں نے حد سے تجاوز کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو بدل دیا تھا۔ اس آیت کے نزول کا سبب بنوقریظہ اور بنونضیر ہیں۔ بنونضیر نے زمانۂ جاہلیت میں بنو قریظہ سے لڑائی کر کے انھیں مغلوب کر دیا تھا، لہٰذا جب بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ ایک سو وسق کھجور بطور فدیہ ادا کر دی جاتی تھی جو کہ بنوقریظہ کی دیت سے بہت کم تھی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ قصاص میں بھی عدل کو اختیار کیا جائے اور فساد کرنے والوں، تحریف کرنے والوں اور از راہ کفر و بغاوت اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے والوں کے نقش قدم پر نہ چلا جائے، پس اسی وجہ سے فرمایا کہ تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ اس آیت کا کچھ حصہ اس آیت نے منسوخ کیا ہے جس میں یہ حکم ہے کہ جان کے بدلے میں جان کو مارا جائے۔[1]

اسی طرح جمہور کا مذہب ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ] ''کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا۔''[2] اور اس فرمان نبوی کے مقابلے میں کوئی دوسری حدیث یا تاویل صحیح نہیں ہے۔ ہاں، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت (45) کے عموم کے پیش نظر کافر کے بدلے میں مسلمان کو بھی قتل کیا جائے گا۔[3]

**مسئلہ:** ائمۂ اربعہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایک شخص کے بدلے میں اس پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا جو اس کے قتل میں شریک ہو جیسا کہ ایک لڑکے کو سات آدمیوں نے قتل کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان ساتوں کو قتل کروا دیا تھا اور فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعاء بھی اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کروا دیتا۔[4] آپ کے زمانے میں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس مسئلے میں آپ کی مخالفت نہیں کی تھی تو گویا اس پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ایک کے بدلے پوری جماعت کو قتل نہیں کیا جا سکتا، ایک جان کے بدلے صرف ایک ہی جان کو مارا جا سکتا ہے۔ ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاذ، ابن زبیر رضی اللہ عنہم، عبدالملک بن مروان، زہری، ابن سیرین اور حبیب بن ابوثابت رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ ''اور اگر قاتل کو

---

[1] المائدة:5/45. [2] صحيح البخاري، العلم، باب كتابة العلم، حديث:111. [3] عمدة القاري:2/227، تحت الحديث:111 و المجموع للنووي، الجنايات، باب تحريم القتل:20/277. [4] صحيح البخاري، الديات، باب إذا أصاب قوم من رجل......، حديث:6896 و السنن الكبرى للبيهقي، الجنايات، باب النفر يقتلون الرجل:8/41 و اللفظ له. [5] دیکھیے المجموع للنووي، الجنايات، باب تحريم القتل:20/290,291.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارثِ مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرار داد کی) پیروی (مطالبۂ خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔'' معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت کو قبول کر لیا جائے۔ ابو العالیہ، ابو الشعثاء، مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، حسن، قتادہ اور مُقاتل بن حَیّان رحمہم اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔ [1] اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جسے اپنے بھائی کی طرف سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے، یعنی خون کے استحقاق کے باوجود دیت قبول کر لی جائے تو یہ بھی معافی ہے۔ [2] پھر طالب کو چاہیے کہ وہ جب دیت کو قبول کر لے تو دستور کے مطابق پیروی کرے اور اسے قاتل کی طرف سے بھی کسی ضرر اور مدافعت کے بغیر ادا کر دیا جائے۔

﴿ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ ''یہ تمھارے پروردگار کی طرف سے (تمھارے لیے) آسانی اور مہربانی ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قتل عمد میں جو دیت کو مشروع قرار دیا گیا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے کیونکہ سابقہ امتوں میں صرف یہ حکم تھا کہ یا تو قاتل کو بطور قصاص قتل کر دیا جائے یا اسے معاف کر دیا جائے جیسا کہ سعید بن منصور نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے قصاص ہی کو فرض قرار دیا تھا، ان میں معافی کا حکم نہیں تھا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے فرمایا کہ تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص کا حکم دیا جاتا ہے کہ آزاد کے بدلے آزاد مارا جائے اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے، چنانچہ معافی یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت کو قبول کر لیا جائے۔ [3] ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ [4]

امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحم فرمایا ہے اور انھیں دیت بطور رزق عطا کی ہے جبکہ سابقہ امتوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی حلال نہ تھی، مثلاً: اہل تورات کے لیے حکم قصاص یا معافی کا تھا کہ وہ معاف کر دیں مگر اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے تین آپشن رکھے ہیں: (1) قصاص (2) معافی اور (3) دیت۔ سعید بن جبیر، مُقاتل بن حَیّان اور ربیع بن انس رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ [5]

**مقتول کے وارث کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (178) ''جو اس کے بعد زیادتی کرے، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر دے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید دکھ دینے والے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء، عکرمہ، حسن، قتادہ، ربیع بن انس، سدی اور مُقاتل بن حَیّان رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ [6]

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 294/1 و تفسیر الطبری: 147,146/2. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 295/1. [3] سنن سعید بن منصور، تفسیر سورۃ البقرۃ: 652/2. [4] صحیح ابن حبان، الدیات، ذکر تفضل اللّٰہ جل وعلا علی هذه الأمة ...... : 362/13، حدیث: 6010 اور دیکھیے صحیح البخاري، حدیث: 4498. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 296/1. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 297/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ

تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے، اگر وہ مال چھوڑے جا رہا ہو تو والدین اور رشتے داروں کے لیے معروف طریقے سے

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿180﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

وصیت کرے، یہ متقیوں پر لازم ہے ﴿180﴾ پھر جو شخص اس (وصیت) کو سن لینے کے بعد بدل دے تو اس کا گناہ انھی لوگوں پر ہو گا جو اسے بدلیں گے،

يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿181﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ

بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿181﴾ پھر اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے حق تلفی یا کسی گناہ کا ڈر ہو اور وہ ان میں صلح کروا دے

بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿182﴾ ع 22/6/6

تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿182﴾

**قصاص کا فائدہ و حکمت:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ ''(حکم) قصاص میں (تمھاری) زندگانی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو قصاص کا حکم دیا ہے کہ قاتل کو قتل کر دیا جائے تو اس میں ایک عظیم حکمت پنہاں ہے اور وہ ہے سیکڑوں کی بقا اور حفاظت۔ اور وہ اس طرح کہ جب قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اگر اس نے قتل کیا تو اسے بھی اسی طرح قتل کر دیا جائے گا تو وہ اپنے اس کرتوت سے باز رہے گا تو اس طرح حکم قصاص میں انسانی جانوں کی زندگی کا راز مضمر ہے۔

سابقہ کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے: اَلْقَتْلُ أَنْفٰى لِلْقَتْلِ ''قتل، قتل کو روکنے کا ذریعہ ہے۔'' قرآن مجید میں یہ بات زیادہ فصاحت و بلاغت اور زیادہ خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ ''اور تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔'' ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قصاص کو زندگی قرار دیا ہے اور یہ اس لیے کہ کتنے ہی لوگ قتل کرنا چاہتے ہیں مگر وہ اس خوف کی وجہ سے قتل نہیں کرتے کہ انھیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔

مجاہد، سعید بن جبیر، ابو مالک، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[1] ﴿يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿179﴾﴾ ''اے اہل عقل! تاکہ تم (گناہ کے کاموں سے) بچو۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اصحابِ عقل و فہم و دانش! یہ حکم تمھیں اس لیے دیا جا رہا ہے تاکہ تم گناہ کے کاموں سے اور ان امور سے بچو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حرام قرار دیا ہے۔ تقویٰ تمام نیکیوں کے کرنے اور برائیوں کے ترک کرنے کا ایک جامع نام ہے۔

## تفسیر آیات: 180-182

**والدین اور رشتے داروں کے لیے وصیت کا حکم، پھر وارثوں کے لیے اس کی منسوخی:** اس آیت کریمہ میں والدین اور رشتے داروں کے لیے وصیت کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح قول کے مطابق آیت میراث کے نزول سے قبل وصیت کرنا واجب تھا مگر جب آیت میراث نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور میراث کے مقررہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار پائے جو حق داروں کا لازمی حق ہے جس کے لیے نہ وصیت کی ضرورت ہے اور نہ وصیت کرنے والے کے بار احسان ہونے کی، چنانچہ سنن

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 297/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دیگر کتب حدیث میں عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا:[إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ] ''اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہٰذا اب وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے۔''[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے حتی کہ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے: ﴿ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ﴾ تو فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔[2] ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ﴾ کے بارے میں لکھا ہے کہ اسے اس آیت کریمہ نے منسوخ کر دیا ہے: ﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ ﴾ (النسآء 7:4) ''جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ مریں تھوڑا ہو یا بہت اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی، یہ حصے (اللہ کے) مقرر کیے ہوئے ہیں۔'' پھر ابن ابو حاتم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیّب، حسن، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، عِکرِمہ، زید بن اسلم، ربیع بن انس، قتادہ، سدی، مُقاتِل بن حیّان، طاؤس، ابراہیم نخعی، شریح، ضحاک اور امام زہری رحمہم اللہ سے بھی اس طرح مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور آیتِ میراث اس کی ناسخ ہے۔[3]

**وارث نہ بننے والے رشتے دار کے لیے وصیت:** اب باقی رہ گئے وہ وارث جن کا میراث میں حصہ مقرر نہیں ہے تو مستحب یہ ہے کہ مال کے ثلث حصے میں سے ان کے لیے وصیت کر دی جائے تاکہ آیت وصیت پر بھی عمل ہو سکے، پھر صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَّهٗ شَيْءٌ يُّوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهٗ] ''کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کے پاس کوئی چیز ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہو، پھر وہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں بھی گزارے۔''[4] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سننے کے بعد ایک رات بھی نہ گزری تھی کہ میں نے اپنی وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھ لی۔[5] بہت سی آیات واحادیث مبارکہ ہیں جن میں رشتے داروں کے ساتھ نیکی واحسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

① سنن أبي داود، الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث، حديث: 2870 وجامع الترمذي، الوصايا، باب ماجاء لا وصية لوارث، حديث: 2120 عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه و 2121 عن عمرو بن خارجة رضي الله عنه وسنن ابن ماجه، الفرائض، باب لا وصية لوارث، حديث: 2714 عن أنس رضي الله عنه اور یہ خطبہ خطبۂ حجۃ الوداع تھا۔ ② سنن سعيد بن منصور: 663/2 والمستدرك للحاكم: 237/2، حديث: 3083. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 299/1 و تفسير الطبري: 161/2. ④ صحيح البخاري، كتاب وباب الوصايا، حديث: 2738 وصحيح مسلم، الوصية، باب وصية الرجل مكتوبة عنده، حديث: 1627. ⑤ صحيح مسلم، الوصية، باب وصية الرجل مكتوبة عنده، حديث: (4)-1627.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**دستور کے مطابق وصیت:** دستور کے مطابق وصیت کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسراف اور بخل کے بغیر اس طرح وصیت کی جائے جس سے وارثوں کی حق تلفی نہ ہو جیسا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت مال ہے اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنے مال کے دو تہائی حصے کے بارے میں وصیت کر سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں، انھوں نے عرض کی: نصف مال کے بارے میں؟ فرمایا: نہیں، انھوں نے عرض کی: ایک تہائی کے بارے میں؟ فرمایا: [اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُونَ النَّاسَ] ''ہاں، ایک تہائی کے بارے میں وصیت کر تو سکتے ہو لیکن ایک تہائی بھی بہت ہے۔ اپنے وارثوں کو دولت مند چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انھیں فقیر بنا کر چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔''[1]

صحیح بخاری میں ہے کہ اگر لوگ تہائی کے بجائے چوتھائی حصے تک کی وصیت کریں تو یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: [اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ] ''تم ایک تہائی کے بارے میں وصیت کر تو سکتے ہو لیکن ایک تہائی بھی بہت ہے۔''[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''جو شخص وصیت کو سننے کے بعد بدل ڈالے تو اس (کے بدلنے) کا گناہ انھی لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں اور بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص وصیت کو بدل دے اور اس میں تحریف کر دے تو اس نے اس کے حکم کو بدل دیا اور اس میں کمی بیشی کر دی، اور وصیت کو چھپانا اس میں بدرجہ اولیٰ داخل ہوگا۔ ﴿فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ﴾ ''اس (کے بدلنے) کا گناہ انھی لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک سے مروی ہے کہ میت کا اجر اللہ کے ذمے ثابت ہو چکا اور گناہ ان لوگوں کو ہوگا جو وصیت کو بدل دیں۔[3] ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میت نے کیا وصیت کی ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جن لوگوں کو وصیت کی گئی تھی انھوں نے اس میں کیا تبدیلی کر دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا﴾ ''پھر اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی) طرف داری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو العالیہ، مجاہد، ضحاک، ربیع بن انس اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جَنَفًا کے معنی غلطی کے ہیں۔[4] اور یہ لفظ ہر قسم کی غلطی پر مشتمل ہے، مثلاً: یہ کہ کسی واسطے یا وسیلے سے کسی وارث کو اس طرح زیادہ دلوا دے کہ کسی چیز کے بارے میں یہ وصیت کر دے کہ یہ فلاں شخص کو اتنے میں فروخت کر دی جائے یا بیٹی کو اس کے حصے سے زیادہ دینے کے لیے نواسے کو وصیت کر دے یا اس کے کچھ اور طریقے اختیار کرے۔ غلطی خواہ کسی نے قصد و ارادے کے بغیر طبعی محبت و شفقت سے کی ہو یا جان بوجھ کر اور گناہ سے تو وصی (جس کو وصیت کی گئی ہے) کو اس کے رد و

---

[1] صحيح البخاري، الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء......، حديث:2742 و صحيح مسلم، الوصية، باب الوصية بالثلث، حديث:1628. [2] صحيح البخاري، الوصايا، باب الوصية بالثلث، حديث: 2743 عن ابن عباس رضي الله عنهما.
[3] تفسير الطبري:167/2. [4] تفسير ابن أبي حاتم:302/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ